عمران سیریز

وائٹ کوبرا

ظہیر احمد

پیش لفظ

محترم قارئین

السلام علیکم

نیا ناول " وائٹ کوبرا" آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔ اس ناول کی کہانی ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک سے ہے ۔ جس کے سربراہ کو کافرستان کی نئی سروس بلیک فورس اغوا کر لیتی ہے اور ہیون ویلی میں اس قدر خونی کھیل کھیلا جاتا ہے جس کی مثال نہیں ملتی ۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کو تحریک کے لیڈر کے اغوا اور ہیون ویلی میں بے گناہ اور معصوم مسلمانوں کی قتل و غارت کی اطلاع ملتی ہے تو وہ سرتاپا احتجاج بن جاتے ہیں اور ہیون ویلی کے مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک بار پھر کمر بستہ ہو جاتے ہیں ۔ عمران اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جب کافرستان میں داخل ہوتا ہے تو اسے ہر طرف سے کافرستانی فورسز کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر وہاں ہر طرف آگ اور خون کا ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے جسے روکنا کسی کے بس میں نہیں رہتا ۔

ناول "کراسٹی" کے کردار کراسٹی کو ہر طبقے کے افراد نے بے حد سراہا تھا اور مجھے مسلسل خطوط لکھے جا رہے تھے کہ اس کردار کو مستقل طور پر سامنے لایا جائے ۔ کراسٹی عمران یا سیکرٹ سروس کے

ساتھ مل کر کام کرے ۔آپ سب کی پرزور فرمائش پر مجھے کراسٹی کو ایک بار پھر آپ کے سامنے لانا پڑا۔ کراسٹی اس ناول میں کس انداز میں آپ کے سامنے آرہی ہے یہ آپ ناول پڑھ کر جان لیں گے ۔

آخر میں، میں ان تمام قارئین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میرے ناول "بدروح"، "مادام شی تارا" اور "ریڈ ماسٹرز" کو پسند کیا۔ ان تینوں ناولوں کی تعریف میں مجھے مسلسل خطوط موصول ہو رہے ہیں ۔ جن کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے مشکل ہے اس لئے آپ سب پیش لفظ میں ہی میری طرف سے شکریہ قبول کر لیں ۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

ظہیر احمد

عمران صوفے میں دھنسا حسب عادت ایک سائنسی رسالہ پڑھنے میں مصروف تھا۔ ان دنوں چونکہ سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہیں تھا اس لئے عمران فلیٹ میں آکر کتابی کیڑا بن گیا تھا۔

عمران جب بھی فلیٹ میں ہوتا اور کتابیں پڑھنے میں مصروف ہوتا تو سلیمان بے چارے کی شامت آجاتی تھی ۔ وہ عمران کے لئے چائے بنا بنا کر تھک جاتا تھا مگر عمران چائے پیتا پیتا نہ تھکتا تھا۔ بعض اوقات عمران رسالے میں اس قدر محو ہو جاتا تھا کہ اس کے سامنے چائے پڑی پڑی ٹھنڈی ہو جاتی تھی۔

اس وقت بھی عمران کے سامنے چائے پڑی پڑی ٹھنڈی بلکہ سردیوں کا موسم ہونے کی وجہ سے یخ بستہ ہو چکی تھی۔ عمران کو چائے کا خیال آیا تو اس نے رسالے سے نظریں ہٹائے بغیر چائے کا کپ اٹھایا اور اس کا سپ لیا تو اسے کسی کولڈ ڈرنک کا سا لطف آگیا۔

"سلیمان، بھائی سلیمان۔ جناب سلیمان صاحب"۔ ٹھنڈی چائے دیکھ کر عمران نے کپ میز پر رکھ کر سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"جی صاحب"۔ سلیمان نے چند ہی لمحوں بعد دروازے پر نمودار ہو کر کہا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"صاحب کے بچے۔ میں نے تمہیں چائے لانے کے لئے کہا تھا۔ یہ تم کیا لے آئے ہو"۔ عمران نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ چائے نہیں تو اور کیا ہے"۔ سلیمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہ چائے نہیں ہے پیارے۔ غلطی سے تم کولڈ ڈرنک کپ میں انڈیل لائے ہو۔ اس میں نہ چائے کی پتی ہے، نہ دودھ نظر آ رہا ہے اور نہ ہی اس میں چینی شامل کی ہے تم نے۔ اوپر سے یہ اس قدر سرد ہے جیسے تم اسے ابھی ابھی فریزر سے نکال کر لائے ہو"۔ عمران نے کہا۔

"آج کل کی چائے ایسی ہی ہوتی ہے۔ آپ نے پینی ہے تو پی لیں ورنہ میں اسے کچن میں لے جا کر انڈیل دیتا ہوں"۔ سلیمان نے بیزار پن سے کہا۔

"انڈیل دیتا ہوں، کیا مطلب۔ کیا چائے تم اسی طرح انڈیلنے کے لئے بناتے ہو"۔ عمران نے چونک کر اور حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"تو اور کیا کروں۔ صبح سے آپ کے لئے بیسیوں بار چائے بنا چکا ہوں۔ جن میں سے آدھی سے زیادہ یہاں پڑی پڑی سرد ہو جاتی ہیں اور

مجھے مجبوراً انہیں کچن میں لے جا کر انڈیلنا پڑتا ہے اور صاحب یہ آپ کے لئے آخری چائے تھی۔ اب اس چائے کو آپ پی لیں کیونکہ اب میں آپ کو مزید چائے بنا کر نہیں دوں گا"۔ سلیمان نے کہا تو عمران حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"لل، لیکن کیوں پیارے بھائی۔ کیا چینی، پتی اور دودھ ختم ہو گیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"نہیں"۔ سلیمان نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"تو کیا ماچس ختم ہو گئی ہے یا چولہے میں گیس آنا بند ہو گئی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"یہ دونوں باتیں بھی نہیں ہیں"۔ سلیمان نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر بے اختیار دھیمی مگر شرارت آمیز مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"تو پھر تم دوبارہ میرے لئے چائے کیوں نہیں بناؤ گے"۔ عمران نے مسمسی سی صورت بنا کر کہا۔

"بس نہیں بناؤں گا"۔ سلیمان نے اسی انداز میں کہا۔

"کیوں نہیں بناؤ گے۔ تمہارے باوا کا راج ہے کیا"۔ اس بار عمران نے اس پر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لیں"۔ سلیمان نے لاپرواہی سے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لوں۔ لگتا ہے تمہارا میرے ہاتھوں پٹنے کا دل چاہ رہا ہے۔ اسی لئے ایسی باتیں کر رہے ہو"۔ عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

" پٹنے کی بہار تو آپ پر آنے والی ہے صاحب"۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"پٹنے کی بہار۔ کیا مطلب"۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" بس کچھ دیر اور انتظار کر لیں۔ آپ کو پٹنے کا مطلب بھی معلوم ہو جائے گا اور بہار کا بھی"۔ سلیمان نے اسی انداز میں کہا اور عمران سچ مچ آنکھیں نچا کر رہ گیا۔

" کیا تم مجھے پیٹو گے"۔ عمران نے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

" میں تو کیا، آپ کو پیٹنے کا خواب لے کر بے چارے بڑے بڑے مجرم قبروں میں جا سوئے ہیں۔ مگر ...." سلیمان نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر۔ مگر کیا"۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اس مگر کا بھی جواب آپ کو مل جائے گا"۔ سلیمان نے کہا۔

" سلیمان سچ سچ بتاؤ۔ کہیں تم نے مجھے پٹوانے کے لئے غنڈوں اور بدمعاشوں کو تو نہیں بلوالیا"۔ عمران نے کہا۔

" ارے توبہ توبہ۔ میری ایسی مجال کہ میں آپ کو پٹوانے کے لئے غنڈوں اور بدمعاشوں کو بلواؤں۔ انہوں نے آپ سے اپنی چٹنی بنوانی ہے کیا"۔ سلیمان نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کسے بلایا ہے تم نے"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ہیں ایک نیک اور باکردار خاتون"۔ سلیمان نے مسکرا کر کہا اور عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

" خ۔ خاتون"۔ عمران کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں، اس خاتون کے سامنے آپ بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔ اپنا سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیتے ہیں اور پھر جب ان کی جوتیاں تڑاتڑ آپ کے سر پر بجتی ہیں تو ان جوتیوں اور آپ کے سر سے نکلنے والی مدھر آوازوں سے فلیٹ میں بہار آجاتی ہے"۔ سلیمان نے کہا۔

" اماں بی۔ تت، تم نے اماں بی کو بلایا ہے"۔ عمران نے یکلخت خوف سے سمٹتے ہوئے کہا جیسے ننھا بچہ شرارت کرنے کے بعد اپنی ماں سے مار کھانے کا سن کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔

"جی ہاں، اماں بی۔ میں نے انہیں فون کر دیا ہے۔ بس وہ آنے ہی والی ہیں"۔ سلیمان نے وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" لل، لیکن پیارے بھائی۔ تم نے اماں بی کو کیوں بلایا ہے۔ کیا کہا ہے تم نے ان سے"۔ عمران نے خوف بھری صورت بناتے ہوئے کہا۔

" میں نے ان سے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ صاحب پچھلے سات روز سے تین سو اسی کپ چائے پی چکے ہیں۔ وہ اور چائے طلب کر رہے ہیں۔ مگر میرے پاس سے دودھ، پتی اور چینی بالکل ختم ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ کوٹھی سے کافی مقدار میں دودھ، پتی اور چینی بھجوا دیں۔ تاکہ میں صاحب کو نان سٹاپ انداز میں مسلسل چائے مہیا کرتا

رہوں۔اس پر اماں بی نے کہا کہ وہ خود آرہی ہیں۔اب وہ خود آپ کو آ کر چائے بنا کر دیں گی اور ان کی چائے کیسی ہو گی یہ مجھ سے بہتر آپ ہی جانتے ہیں"۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کا رنگ اڑ گیا۔

"سلیمان۔ تم مذاق کر رہے ہو ناں"۔ عمران نے اس کی طرف دیکھ کر معصومیت سے کہا۔

"مذاق، وہ کیا ہوتا ہے"۔ سلیمان نے عمران سے بھی زیادہ معصوم صورت بنا کر کہا تو عمران اسے گھور کر رہ گیا۔

"جب میں تمہارا سر توڑوں گا تو تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ مذاق کیا ہوتا ہے"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بس چند منٹ اور انتظار کر لیں۔ بیل بجے گی اور اس کے بعد سر کس کا ٹوٹے گا یہ بھی آپ کو پتہ چل جائے گا"۔ سلیمان نے اسی لاپرواہی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے آج تم نے مجھے بے موت مارنے کا واقعی پورا پورا بندوبست کر لیا ہے"۔ عمران نے رونی صورت بنا کر کہا۔ اس سے پہلے کہ سلیمان کوئی جواب دیتا اسی لمحے کال بیل بج اٹھی۔ کال بیل بجنے کی آواز سن کر سلیمان کا چہرہ کھل اٹھا جبکہ عمران کا رنگ یکلخت متغیر ہو گیا تھا۔

"لیجئے آ گئی آپ کی شامت اعمال"۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے، ارے میں مر جاؤں گا۔ پپ، پلیز دروازہ مت کھولنا۔ مم، میں۔ میں........" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سوری، بیگم صاحبہ کے لئے میں دروازہ نہ کھولوں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا"۔ سلیمان نے کہا اور دروازہ کھولنے کے لئے مڑ کر کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"سس، سلیمان۔ سنو مم، میری بات سنو"۔ عمران نے ہکلاہٹ زدہ لہجے میں کہا لیکن اس اثناء میں سلیمان کمرے سے نکل چکا تھا۔

"اب میں کیا کروں۔ اماں بی نے تو واقعی میرے سر پر جوتیاں مار مار کر میری کھوپڑی پلپلی کر دینی ہے۔ کہاں جاؤں۔ کہاں چھپوں"۔ عمران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے جھکا اور میز کے نیچے گھستا چلا گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے مرغی کا بچہ گدھ کو دیکھ کر تیزی سے ٹوکری یا پھر اپنی ماں کے پروں کے نیچے جا چھپتا ہے۔

چند لمحوں بعد قدموں کی آواز سنائی دی اور عمران نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے اس کے آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اماں بی اسے واقعی نہ دیکھ سکیں گی۔

"ارے، کہاں ہے عمران"۔ اچانک عمران کو جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ابھی تو یہیں تھے۔ شاید آپ کے آنے کی خبر سن کر کہیں چھپ گئے ہیں"۔ سلیمان نے کہا اور عمران، سلیمان کے اس جواب پر تلملا کر رہ گیا۔

"میرے آنے کی خبر سن کر چھپ گیا ہے۔ کیوں"۔ جولیا کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"اصل میں وہ آپ سے ملنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے تو مجھے کہہ دیا تھا کہ آپ آئیں تو میں آپ کو باہر سے ہی ٹرخا دوں۔ مگر آپ تو جانتی ہیں مس جولیا کہ میں آپ کی کس قدر عزت کرتا ہوں اور آپ سے جھوٹ بولنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا"۔ سلیمان نے بڑے خوشامدانہ لہجے میں کہا اور عمران کا دل چاہا کہ وہ باہر نکل کر سچ مچ سلیمان کا سر توڑ دے۔ جو جان بوجھ کر ایسی باتیں کر کے جولیا کو بھڑکا رہا تھا۔

"ہونہہ، کہاں چھپ سکتا ہے وہ"۔ جولیا نے ہنکارہ بھر کر کہا۔

"اور کسی جگہ کا تو مجھے پتہ نہیں۔ لیکن ہاں میز کے نیچے وہ نہیں چھپ سکتے۔ آپ سب جگہ دیکھ لیں مگر میز کے نیچے نہ دیکھئے گا کیونکہ وہاں میں نے بلی کے بچوں کی ماں کو دو روز سے چھپا رکھا ہے"۔ سلیمان کی شرارت بھری آواز سنائی دی اور عمران سچ مچ خون کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

"ہونہہ، تو تم یہاں چھپے ہوئے ہو"۔ اچانک جولیا نے جھک کر میز کے نیچے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا تو عمران نے اسے دیکھ کر دانت نکوس دیئے۔

"نن، نہیں۔ میں یہاں چھپا ہوا نہیں ہوں۔ میں تو یہاں سے سلیمان کی چھپائی ہوئی بلی کو نکال کر باہر بھگانے کی کوشش کر رہا تھا

جو ساری رات یہاں ٹیاؤں میاؤں کر کے میری نیند خراب کرتی رہتی ہے"۔ عمران نے معصومیت سے کہا اور میز کے نیچے سے کپڑے جھاڑتا ہوا باہر آگیا اور پھر اس کی نظر جولیا کے لباس پر پڑی تو وہ سچ مچ آنکھیں گھما کر رہ گیا۔

جولیا نے سرخ رنگ کا سکرٹ اور نیلی پتلون پہن رکھی تھی اور اس نے چہرے پر ہلکا پھلکا میک اپ بھی کر رکھا تھا۔ جولیا کا یہ فیشن ایبل انداز عمران کے لئے واقعی حیران کن تھا۔ کیونکہ عمران نے جولیا کو اس لباس اور انداز میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"خیریت تو ہے ناں۔ آج کسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہے تمہارا"۔ عمران نے اس کی طرف دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا کیونکہ اسے جولیا کا یہ بے باکانہ انداز قطعاً پسند نہیں آیا تھا۔

"ہاں، میں تمہیں قتل کرنے آئی ہوں"۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"قق، قتل۔ مگر کیوں۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے"۔ عمران نے بوکھلا کر کہا۔ جولیا آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے آگے آئی اور پھر عمران کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میں تم جیسے انسان سے بے حد متاثر ہوئی ہوں عمران"۔ جولیا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"متاثر اور تم۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"میرے سامنے ایسی بات مت کرو۔ میں تمہیں اب سمجھ چکی ہوں"۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر کیسی باتیں کروں۔ تم ہی بتا دو"۔ عمران نے دھم سے اس کے سامنے صوفے پر گرتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت پھر حماقتوں کی آبشار بہنا شروع ہو گئی تھی۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ اب میں یہیں رہوں گی"۔ جولیا نے کہا اور عمران دیدے نچا کر رہ گیا۔

"یہاں، میرے فلیٹ میں۔ کک، کیا مطلب۔ ارے باپ رے تمہاری طبعیت تو ٹھیک ہے ناں۔ اگر تمہیں یہاں اور اس حالت میں اماں بی نے دیکھ لیا تو وہ ڈیڈی کا ریوالور چھین کر آدھی گولیاں تمہیں اور آدھی گولیاں مجھے مار دیں گی"۔ عمران نے ایک بار پھر بوکھلاتے ہوئے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

"اماں بی کی تم فکر نہ کرو۔ میں انہیں منا لوں گی۔ وہ مجھے دیکھ کر کچھ نہیں کہیں گی"۔ جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے واہ، کیوں کچھ نہیں کہیں گی۔ تم نے ان کی جوتیاں نہیں کھائیں۔ میں اپنے سر پر ان کی جوتیاں کھا کھا کر کئی بار اپنی کھوپڑی پلپلی کرا چکا ہوں"۔ عمران نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو جولیا ایک بار پھر ہنس پڑی۔

"عمران، میں نے یہاں رہنے اور تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کیا تم میری اس پرپوزل کو قبول کرتے ہو"۔ جولیا نے کہا۔

اس کے لہجے میں بے پناہ یاسیت تھی اور وہ عمران کی جانب بڑی امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی جبکہ اس کی بات سن کر عمران یوں اچھل پڑا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے یکلخت جولیا کے سینگ نکل آئے ہوں۔ وہ ایک بار پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تت، تم جولیا ہی ہو ناں"۔ عمران نے ہکلا کر کہا۔

"جولیا، اوہ نہیں۔ میں جولیا نہیں کراسٹی ہوں۔ وہی کراسٹی جو خود کو ناقابل شکست سمجھتی تھی مگر تمہارے مقابلے پر آنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں"۔ اس نے کہا اور عمران کے چہرے پر موجود تناؤ قدرے کم ہو گیا جو جولیا کو اس لباس میں دیکھ کر آ گیا تھا۔

"اوہ، خدا کا شکر ہے کہ تم کراسٹی ہو۔ ورنہ تمہیں جولیا سمجھ کر اور اس لباس میں دیکھ کر سچ مچ میرا ہارٹ فیل ہونے والا تھا"۔ عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھر دھم سے صوفے پر بیٹھ گیا اور یوں گہرے گہرے سانس لینے لگا جیسے کئی میل کی دوڑ لگا کر آیا ہو۔

"اوہ، تو تم مجھے جولیا سمجھ رہے تھے"۔ کراسٹی نے چونک کر کہا۔

"ہاں، اور جولیا سمجھ کر اور تمہیں اس حالت میں دیکھ کر واقعی میرے پسینے چھوٹ رہے تھے"۔ عمران نے کہا۔

"ہونہہ، لیکن میں کراسٹی ہوں"۔ کراسٹی نے سر جھٹک کر کہا۔

"ہو گی مجھے کیا"۔ عمران نے اب لاپرواہی سے کہا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا"۔ کراسٹی نے اس کی طرف

گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" کس بات کا"۔ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

" میری پرپوزل کا"۔ کراسٹی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" سوری، اس سلسلے میں میرا جواب صرف انکار میں ہی ہے"۔ عمران نے کہا تو کراسٹی کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے اور اس کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔

" مگر........" کراسٹی نے غصے اور خفت سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہنا چاہا۔

" نہیں کراسٹی، میں نے تمہیں زندہ اس لئے نہیں چھوڑا تھا کہ تم شادی کا پرپوزل لے کر میرے پاس چلی آؤ۔ تم ایک ذہین، بہادر اور اچھی لڑکی ہو۔ تم اپنے ملک کے لئے کام کر رہی تھی اور میں اپنے ملک کے لئے۔ ہم دونوں کا آمنا سامنا اور ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ میں ہم میں سے کسی ایک کی جان بھی جا سکتی تھی مگر نہ تمہارا وقت پورا ہوا تھا اور نہ میرا۔ میں اپنا کام ختم کر کے گھر آ گیا تھا تمہیں بھی چاہئے تھا کہ تم اب تک واپس اپنے وطن چلی جاتیں۔ ملک کی سالمیت اور بقاء کے لئے کام کرنے والے ہم جیسے انسانوں کے پاس دل نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ورنہ ہم بھی عام انسانوں کی طرح گھروں میں بیٹھے آٹھ دس بچوں کی دال روٹی پوری کرنے کے لئے سروں پر بوجھ اٹھائے در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہوتے۔ تم نے ساک لینڈ میں اپنا خاصا نام اور عزت بنا رکھی ہے۔ تمہارا ایک یہ مشن کامیاب نہیں ہوا تو کیا

ہوا۔ اس مشن کی ناکامی پر تمہاری حکومت تمہیں موت کی سزا تو دینے سے رہی۔ تم واپس ساک لینڈ جاؤ اور اپنا کام کرو اور یہاں مجھے اپنا کام کرنے دو"۔ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

" اگر میں کہوں کہ میں واپس نہیں جاؤں گی"۔ کراسٹی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

" تب پھر میں تمہیں کسی بھی طرح قانون کے ہاتھوں نہ بچا سکوں گا"۔ عمران نے سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

" کیا مطلب، کیا تم مجھے گرفتار کروا دو گے"۔ کراسٹی نے چونک کر کہا۔

" میں تمہیں کیا گرفتار کراؤں گا۔ تم ویسے ہی سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی مفرور ہو۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ تم یہاں میرے فلیٹ میں ہو تو وہ اپنی پوری فوج لے کر یہاں آ جائے گا اور تمہیں پناہ دینے کے جرم میں مجھے بھی ہتھکڑیاں ڈال کر لے جائے گا۔ پھر ہم دونوں ساری عمر جیل میں چکیاں پیستے رہ جائیں گے"۔ عمران نے کہا۔

" ہونہہ، تو تمہارے دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے"۔ کراسٹی نے سنجیدگی سے کہا۔

" میرے سینے میں دل ہی نہیں، جگہ کہاں سے ہو سکتی ہے"۔ عمران نے ہنس کر کہا تو کراسٹی نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے۔

" اچھا، اگر میں تمہاری سیکرٹ سروس میں شامل ہونے کا کہوں

تو "۔ کراسٹی نے ایک اور رخ پلٹتے ہوئے کہا۔

" میں نہ کسی سے سیکرٹ ہوں اور نہ میری کوئی سروس ہے ۔ اگر میرے پاس کوئی سروس ہوتی تو کیا میں اب تک اس طرح کنوارا بیٹھا ہوتا "۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میں کچھ نہیں جانتی عمران۔ تمہیں یا تو مجھے اپنی سیکرٹ سروس میں شامل کرنا پڑے گا یا پھر مجھ سے شادی کرنی ہو گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور اگر تم نے ان دونوں میں سے میری ایک بات بھی نہ مانی تو......." کراسٹی کہتی کہتی خاموش ہو گئی۔

" تو۔ تو کیا "۔ عمران نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" تو "۔ کراسٹی نے کہا اور پھر اس نے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ایک ریوالور نکال لیا۔

" اوہ، تو انکار کی صورت میں تم مجھے گولی مار دو گی "۔ عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔

" نہیں، میں تمہیں نہیں مار سکتی۔ لیکن تمہارے انکار کی صورت میں، میں خود کو ضرور گولی مار سکتی ہوں "۔ کراسٹی نے بھی جواباً زہریلا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگالی۔ ریوالور پر سائیلنسر فٹ تھا۔

" خود کو گولی مارنا اس قدر آسان ہے کیا "۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

" میرے لئے آسان ہے "۔ کراسٹی نے اسی انداز میں کہا۔

" بیوقوفوں جیسی باتیں مت کرو کراسٹی "۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" میں نے اس ریوالور کا چیمبر گھما رکھا ہے ۔ اس ریوالور میں صرف ایک گولی ہے عمران۔ وہ گولی کس خانے میں ہے ۔ یہ میں نہیں جانتی۔ میں ہر گزرنے والے ایک منٹ بعد ٹریگر دباتی جاؤں گی۔ ہو سکتا ہے پہلی بار ہی گولی چل جائے اور......." کراسٹی نے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا تو عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

" کیا اس طرح تم مجھے بلیک میل کر لو گی "۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" نہیں مانو گے تو میرا خون صرف اور صرف تمہاری گردن پر ہو گا "۔ کراسٹی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

" میں گردن دھو لوں گا "۔ عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

" تم اچھی طرح سے جانتے ہو عمران، میں جو کہتی ہوں کر دکھاتی ہوں "۔ کراسٹی نے تیز لہجے میں کہا۔

" ہونہہ، سیکرٹ سروس میں شامل ہونے کا یہ سب سے احمقانہ اور گھٹیا طریقہ ہے "۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

" ہو گا، مگر میں یہی طریقہ اختیار کروں گی "۔ کراسٹی نے کہا۔ اس کی نظریں سامنے دیوار پر لگے وال کلاک پر جمی ہوئی تھیں۔

" ایک منٹ پورا ہونے والا ہے "۔ کراسٹی نے کہا۔

"چلاؤ گولی۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا اور پھر واقعی کراسٹی نے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ ریوالور سے ٹرچ کی آواز نکلی۔ عمران غور سے کراسٹی کا چہرہ دیکھ رہا تھا لیکن کراسٹی کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے واقعی اسے موت کا کوئی خوف نہ ہو۔

"ایک چانس"۔ کراسٹی نے کہا۔

"دوسری بار ٹریگر دباؤ گی تو تیسرا چانس نہیں ملے گا"۔ عمران نے بیزاری سے کہا۔

"کوئی بات نہیں"۔ کراسٹی نے اسی بے پرواہی سے جواب دیا تو عمران دل ہی دل میں اس کی ہمت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا اور پھر جیسے ہی دوسرا منٹ پورا ہوا کراسٹی نے بغیر کسی تردد کے پھر ٹریگر دبا دیا۔ اس بار بھی گولی نہیں چلی تھی۔

"ہونہہ، خالی ریوالور سے گولی کیسے چل سکتی ہے"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"اس بات کا فیصلہ تب ہو گا جب سات بار ریوالور کا ٹریگر دبے گا"۔ کراسٹی نے کہا۔

"کراسٹی میں تمہیں اس قدر بے وقوف نہیں سمجھتا تھا"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"تو اب سمجھ لو۔ کیا فرق پڑتا ہے"۔ کراسٹی مسکرائی اور پھر تیسرا منٹ پورا ہو گیا۔ کراسٹی نے بلا جھجک پھر ٹریگر دبا دیا۔ لیکن تیسری

مرتبہ بھی فائر نہیں ہوا۔

"ضد چھوڑ دو کراسٹی۔ تم نہیں جانتی پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف بے حد سخت گیر اور انتہائی سنگدل ہے۔ وہ تمہیں کسی بھی صورت میں سیکرٹ سروس میں شامل نہیں کرے گا۔ تم ایک مجرمہ ہو تمہارے ہاتھوں ہمارا ایک سائنسدان بھی ہلاک ہو چکا ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تم پاکیشیا کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے لئے یہاں آئی تھیں۔ اگر میں تمہارے آڑے نہ آجاتا تو تم شاید اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی۔ سیکرٹ سروس کے ممبروں اور چیف کو مجھ پر بے حد غصہ تھا کہ میں نے تمہیں زندہ چھوڑ دیا ہے۔ تمہارے لئے واقعی بہتر ہے کہ تم سیکرٹ سروس کے ہاتھوں مرنے سے پہلے خودکشی کر لو۔ ورنہ وہ تمہارا کیا حشر کریں گے۔ اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتیں"۔ عمران نے اسے ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی۔

"چوتھا منٹ پورا ہو گیا ہے عمران"۔ کراسٹی نے اس انداز میں کہا جیسے اس نے عمران کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی ہوں اور اس نے پھر ٹریگر دبا دیا۔ لیکن ریوالور سے اس بار بھی ٹرچ کی ہی آواز نکلی تھی۔

"تمہارے زندگی کے چانس ختم ہوتے جا رہے ہیں کراسٹی"۔ عمران نے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مان جاؤ ناں"۔ کراسٹی نے اس بار اپنائیت کا مظاہرہ

کرتے ہوئے کہا۔

" میں تو مان جاؤں گا مگر چیف ۔اسے کون منائے گا"۔ عمران نے اس سے جان چھڑانے کی خاطر کہا۔

"چیف کو قائل کرنا تمہارا کام ہے۔میں نے تمہارے بارے میں انکوائری کرائی ہے ۔ سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو سب سے زیادہ تم پر بھروسہ کرتا ہے اور تمہاری ہر بات مانتا ہے"۔کراسٹی نے کہا۔وہ شاید عمران کو پوری طرح سے زچ کرنے کا پروگرام بنا کر آئی تھی۔

" یہ تمہاری خام خیالی ہے"۔عمران نے منہ بنا کر کہا۔

" پانچواں منٹ پورا ہونے والا ہے"۔کراسٹی نے کہا۔

" اوہ خدایا۔میں کس عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ارے سلیمان پکڑنا۔ چھین لو اس سے ریوالور"۔ عمران نے اچانک کراسٹی کے عقب میں دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔وہ کراسٹی کو ڈاج دینا چاہتا تھا کہ جیسے ہی کراسٹی پلٹ کر دیکھے گی وہ جھپٹ کر اس سے ریوالور چھین لے گی مگر کراسٹی ذہین تھی اس نے عمران کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔اس نے پھر ٹریگر دبا دیا تھا۔اب عمران کو سچ مچ سلیمان پر غصہ آنے لگا تھا جو کراسٹی کو کمرے میں چھوڑ کر سیدھا کچن میں چلا گیا تھا اور اب واپس آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ورنہ وہ اب تک یقیناً کراسٹی سے اس کا ریوالور چھین چکا ہوتا۔

" اب صرف آخری ایک چانس باقی ہے عمران۔اس کے بعد"۔ کراسٹی نے کہا تو عمران نے ہونٹ بھینچ لئے۔

" تم زبردستی کر رہی ہو کراسٹی۔ مجھے کچھ سوچنے اور چیف سے بات کرنے کا وقت دو۔چیف اگر مان گیا تو ٹھیک ہے ورنہ اسے یہاں کا پریذیڈنٹ اور پرائم منسٹر تک بھی کسی بات کے لئے مجبور نہیں کر سکتے"۔ عمران نے آخری چارہ کار کے طور پر کہا۔اس نے کراسٹی کے چہروں پر چٹانوں کی سی سختی اور اس کے ارادوں کو بھانپ لیا تھا کہ اگر اسے نہ روکا گیا تو وہ واقعی اس کے سامنے خودکشی کر لے گی۔

"ہاں، یہ کام ہو سکتا ہے۔میں تمہیں ایک ہفتے کا وقت دے سکتی ہوں۔ایک ہفتے کے بعد اگر تمہارا جواب 'نہ' میں ہوا یا تمہارے چیف نے کسی بھی وجہ سے مجھے سیکرٹ سروس میں شامل کرنے سے انکار کر دیا تو میں واقعی خود کو گولی مار لوں گی"۔ کراسٹی نے کہا۔ ساتھ ہی اس نے چھت کی طرف ریوالور کیا اور ٹریگر دبا دیا۔اس بار ٹھک کی آواز کے ساتھ شعلہ سا نکل کر چھت میں گھستا چلا گیا۔ یعنی اس بار کراسٹی کے پاس زندگی کا واقعی کوئی چانس نہیں تھا۔عمران کراسٹی کی اس قدر دلیری اور ہمت پر واقعی حیران رہ گیا تھا۔کیونکہ اس بار گولی چلنے کے باوجود کراسٹی کے چہرے پر خوف کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی تھی اور ایسی باہمت اور دلیر لڑکی عمران نے واقعی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ہو سکتا ہے سیکرٹ سروس میں شامل کرنے کے لئے چیف مان جائے ۔ لیکن اس کے لئے تمہیں کڑی آزمائشوں اور خطرناک مراحل

سے بھی گزرنا پڑے گا جس میں تمہاری جان بھی جا سکتی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"تم سے دور رہنے کی آزمائش سے گزرنے کے سوا میں ہر آزمائش سے گزر سکتی ہوں"۔ کراسٹی نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"اگر چیف نے تمہیں اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے کہا تو"۔ عمران نے اسے بھگانے کے لئے نیا رخ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"تو میں بخوشی چھوڑ دوں گی"۔ کراسٹی نے بااعتماد لہجے میں کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کراسٹی ہر قیمت پر پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل ہونے کے لئے تلی ہوئی تھی۔ اس کے لئے وہ کس حد تک جا سکتی تھی یہ عمران اب سمجھ گیا تھا۔ ویسے بھی عمران ان دنوں سیکرٹ سروس میں نئے ممبروں کے اضافے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ نیا ممبر اور نیا کردار ہو سکتا ہے دوسرے ممبروں سے زیادہ اس کی توقعات پر پورا اترے اور ملک و قوم کے مفادات کے لئے زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکے۔ کراسٹی اگر مجرمہ نہ ہوتی تو اس میں واقعی وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک سیکرٹ ایجنٹ میں ہونا ضروری ہوتی ہیں۔ یہ تو عمران ہی تھا جس کے ساتھ فائٹ میں کراسٹی شکست کھا گئی تھی ورنہ عمران کو اس کے لڑنے کا انداز واقعی بے حد پسند آیا تھا۔

"ٹھیک ہے کراسٹی۔ میں چیف اور سیکرٹ سروس کے ممبروں سے تمہارے بارے میں بات کروں گا۔ اگر وہ مان گئے تو ٹھیک ہے

ورنہ مجھے تمہاری موت پر حقیقتاً بے حد افسوس ہوگا"۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"ہاں، ایک بات اور۔ تم چونکہ فی الحال مجرمہ ہو اس لئے چیف اور سیکرٹ سروس کے ارکان شاید تمہارے سیکرٹ سروس میں شامل ہونے پر اعتراض کریں۔ اس سے پہلے کہ میں تمہارے بارے میں ان سے کوئی بات کروں۔ اگر تم کوئی ایسا کام کر دو جس سے پاکیشیا کے مفادات اور اس کی بقاء کا کوئی پہلو نکلتا ہو تو پھر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل ہو جاؤ گی"۔ عمران نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ مجھے ایسا کیا کرنا چاہئے"۔ کراسٹی نے الٹا اس سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا"۔ عمران نے کہا۔

"ظاہر ہے۔ تمہارے سوا میرا یہاں اور کون ہے"۔ کراسٹی نے کہا تو عمران مسکرا دیا۔ اسی لمحے سلیمان کچن سے چائے اور دوسری لوازمات سے بھری ہوئی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔ عمران اس کی جانب غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔ اگر وہ کچھ دیر پہلے آ جاتا تو اسے کم از کم کراسٹی کے سامنے یوں بلیک میل نہ ہونا پڑتا۔

سلیمان کراسٹی کو جولیا ہی سمجھ رہا تھا اور اس کے ساتھ نہایت ادب و احترام سے پیش آ رہا تھا۔ عمران نے کراسٹی کو اشارہ کر دیا کہ

وہ سلیمان کے سامنے اپنی اصلیت ظاہر نہ کرے۔ کراسٹی نے مسکرا
کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے کراسٹی۔ تم جہاں ٹھہری ہوئی ہو۔ مجھے وہاں کا فون
نمبر اور ایڈریس دے دو۔ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے معیار کا کوئی
کام ہوا تو میں تمہیں آزمائش کا ایک موقع ضرور دوں گا۔ اس آزمائش
کے بعد ہی تمہاری قسمت کا فیصلہ ہو گا"۔ عمران نے سلیمان کے
جانے کے بعد کراسٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"فی الحال میں بلیک کرسٹل ہوٹل کے کمرہ نمبر ایک سو چھیالیس
میں ہی ٹھہری ہوں"۔ کراسٹی نے کہا اور پھر اس نے بلیک کرسٹل
ہوٹل کا پتہ اور فون نمبر عمران کو نوٹ کرا دیا۔

کراسٹی نے چائے پی اور سنیکس کھائے اور عمران کو ایک بار پھر
سات دنوں کی تنبیہہ کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر وہ وہاں سے
رخصت ہو گئی۔ اس کے جانے کے بعد عمران سوچنے لگا کہ وہ کراسٹی
کے ذمے ایسا کون سا کام لگائے جسے کراسٹی کسی بھی طرح پورا نہ کر
سکے اور اس سے اس کی جان چھوٹ جائے۔ وہ کافی دیر سوچتا رہا لیکن
اسے کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر اس نے سر جھٹک کر
کراسٹی کا خیال دل سے نکال دیا۔ ظاہر ہے وہ ایک مجرمہ کو پاکیشیا
سیکرٹ سروس میں شمولیت کیسے دلا سکتا تھا۔

کراسٹی عمران سے ملنے کے بعد واپس ہوٹل آ گئی تھی۔ وہ اس
بات سے بے حد خوش تھی کہ اس نے آخرکار عمران کو اپنی ذہانت سے
بلیک میل کر کے یہ سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا تھا کہ وہ اسے پاکیشیا
سیکرٹ سروس میں کیسے شامل کر سکتا ہے۔

عمران نے اس سے فائٹ کر کے اسے جس انداز میں شکست دی
تھی اور پھر اس کی جان بخش دی تھی اس سے کراسٹی دل سے قائل ہو
گئی تھی کہ عمران واقعی ایک عظیم انسان ہے۔ عمران نے اسے نہ
صرف ایک بہترین اور جدید سہولیات سے آراستہ ہسپتال میں پہنچایا
تھا بلکہ اس نے ہسپتال کے انچارج جس کا نام ڈاکٹر فاروقی تھا، سے
کہا تھا کہ وہ اس پر خاص توجہ دیں۔ جس پر ڈاکٹر فاروقی نے واقعی
کراسٹی پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے اس کے علاج میں کوئی کسر باقی
نہ رکھ چھوڑی تھی۔ جس کی وجہ سے کراسٹی ڈیڑھ دو ماہ کے قلیل

عرصے میں پوری طرح سے صحت یاب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر فاروقی نے کراسٹی کو یہ بھی بتایا تھا کہ عمران آئے دن اس کی خبر گیری کرتا رہتا ہے۔ گو وہ کراسٹی سے ملنے ہسپتال میں تو نہیں آیا تھا لیکن ڈاکٹر فاروقی کے کہنے کے مطابق وہ تقریباً روزانہ اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے فون کرتا تھا۔ جس سے کراسٹی عمران کی عظمت اور اس کے ہمدردانہ جذبات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

کراسٹی جانتی تھی کہ اگر وہ اپنے ملک میں ہوتی تو اس کا بوائے فرینڈ شوانگر بھی شاید اس کی اتنی خبر نہ رکھتا جتنی اس کے بارے میں عمران رکھ رہا تھا۔ کراسٹی کے یہاں رکنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ چونکہ وہ اپنے مشن میں بری طرح سے ناکام ہو چکی تھی اور اس کے سارے ساتھی ہلاک ہو گئے تھے اس لئے ساک لینڈ میں واپس جا کر وہ ہائی کمان کو اپنی ناکامی کا بتا کر شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔ وہ چونکہ عرصہ سے کوششیں کر رہی تھی کہ اس کے سینڈیکیٹ کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہو جائے اور اس کے سینڈیکیٹ کو ساک لینڈ میں سرکاری ایجنسی میں تبدیل کر دیا جائے۔ جس کے لئے حکومت نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس مشن میں کامیابی کے بعد نہ صرف اس کا سینڈیکیٹ کو سرکاری ایجنسی کی حیثیت دے دی جائے گی بلکہ اسے اس کی کامیابی پر حکومت بے پناہ اعزازات اور انعامات سے بھی نوازے گی۔ لیکن مشن کی ناکامی کے بعد کراسٹی کو اپنا یہ خواب پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ بلکہ اسے یقین تھا کہ وہ ناکامی کی خبر لے کر

جیسے ہی واپس جائے گی اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور اس کا کورٹ مارشل کر کے اسے فوری طور پر موت کی سزا دے دی جائے گی۔

عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی پوری دنیا میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ ان کے کام کرنے کا انداز، ان کی ذہانت اور ان کے کارناموں کی طویل فہرست کراسٹی کے سامنے تھی جو اس نے ایک انفارمیشن فروخت کرنے والی ایجنسی سے حاصل کی تھی۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے طویل اور ناقابل یقین کارناموں کے بارے میں جان کر کراسٹی ششدر رہ گئی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ اس کا سینڈیکیٹ عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہ رکھتا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے پاکیشیا میں رہنے اور عمران کے ساتھ کام کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

کراسٹی نے سوچا تھا کہ وہ پہلے عمران کو شادی کے لئے پرپوز کرے گی۔ اگر وہ نہ مانا تو وہ اسے اس حد تک ضرور مجبور کر دے گی کہ عمران اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شمولیت دلا دے۔ کراسٹی کو یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ عمران، پاکیشیا سیکرٹ سروس کا باقاعدہ ممبر نہیں ہے۔ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے فری لانسر کے طور پر کام کرتا ہے۔ لیکن ایک بات کنفرم تھی کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس پاکیشیا میں کام کرے یا اس کا مشن پاکیشیا سے باہر ہو۔ ممبروں کو ہمیشہ عمران ہی لیڈ کرتا ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا پراسرار چیف ایکسٹو، جس کے بارے میں پاکیشیا کے صدر اور وزیراعظم تک نہیں جانتے تھے۔

وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں سے زیادہ عمران کو ترجیح دیتا ہے اور مشکل سے ہی اس کی کسی بات کو رد کرتا ہے۔ اس لئے کراسٹی کو یقین تھا کہ اگر عمران چاہے تو اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس میں آسانی سے شامل کرا سکتا ہے۔ عمران نے کراسٹی سے کہا تھا کہ ایکسٹو کسی سفارش کو بالکل نہیں مانتا تھا۔ ویسے بھی کراسٹی پاکیشیا کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک مجرمہ کی حیثیت سے اس کے سامنے آچکی ہے اس لئے ایکسٹو اس کی بات شاید ہی مانے لیکن اگر کراسٹی واقعی صدق دل سے پاکیشیا میں رہنا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل ہونا چاہتی ہے تو اسے ایکسٹو کو کوئی ایسا کام کر کے دکھانا ہوگا جس سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے وقار میں اضافہ ہوتا ہو اور پاکیشیا کے مفادات اور اس کی سلامتی کو تحفظ ملتا تو شاید ایکسٹو اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ اس پر اگر عمران ایکسٹو پر زور دے گا تو ایکسٹو ضرور اس کی بات مان جائے گا۔

مگر اب کراسٹی کے لئے مسئلہ تھا کہ ایسا کون سا کام ہو سکتا ہے جس کے سرانجام دینے سے وہ ایکسٹو، پاکیشیا سیکرٹ سروس اور عمران کی نظروں میں اہم مقام حاصل کر سکے۔ لیکن اسے ایسا کوئی کام سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اسی سوچ میں اسے پانچ روز گزر چکے تھے اور وہ جیسے ہوٹل کے کمرے میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اس دوران اس نے عمران کے فلیٹ میں بھی۔ کئی بار فون کیا تھا کہ شاید عمران ہی اسے کوئی مفید مشورہ دے دے۔ لیکن وہ جب بھی فون کرتی تھی اسے دوسری

طرف سے یہی جواب ملتا تھا کہ عمران فلیٹ میں نہیں ہے۔ جس پر کراسٹی بری طرح سے جھلا جاتی تھی۔

اس وقت بھی اس نے ابھی چند لمحے قبل عمران کو فون کیا تھا مگر حسب سابق دوسری طرف سے عمران کے ملازم سلیمان نے ہی اس کا فون اٹنڈ کیا تھا اور اس نے یہی جواب دیا تھا کہ عمران فلیٹ میں نہیں ہے اور نہ ہی وہ یہ بتا سکتا ہے کہ عمران کب واپس آئے گا کیونکہ وہ سلیمان کو یہ کبھی بتا کر نہیں جاتا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس کی واپسی کب تک ممکن ہو سکتی ہے۔

کراسٹی نے عمران کے لئے کئی پیغام چھوڑے تھے لیکن عمران نے اس سے ایک بار بھی رابطہ نہیں کیا تھا جس پر اب کراسٹی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ عمران نے شاید اس کے جارحانہ عزائم دیکھ کر وقتی طور پر تو اسے تسلی دے دی تھی کہ وہ اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرے گا لیکن شاید وہ خود یہ نہیں چاہتا تھا کہ کراسٹی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ مل کر پاکیشیا کے لئے کام کرے۔ وہ شاید اسے ابھی تک مجرمہ ہی سمجھ رہا تھا اور واقعی اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ اس کے بارے میں سوچے۔ اس نے عمران کو جو سات دنوں کی مہلت دی تھی اس میں سے پانچ دن ویسے ہی گزر گئے تھے لیکن جس طرح عمران اس سے رابطہ ہی نہ کر رہا تھا اس لئے کراسٹی کو یقین ہوتا جا رہا تھا کہ باقی دن بھی یونہی گزر جائیں گے اور عمران اس سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا۔

"ہونہہ۔ ایسے کچھ نہیں ہوگا۔ اگر میں ایسے ہی بیٹھی عمران کا انتظار کرتی رہی تو بس اسی طرح بیٹھی ہی رہ جاؤں گی۔ اب مجھے خود ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا"۔ کراسٹی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک جیسے اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔

"پرنس راسکل۔ اوہ۔ اگر میں پرنس راسکل کے خلاف کام کروں تو"۔ کراسٹی نے سوچتے ہوئے کہا۔ پھر وہ پرنس راسکل کے بارے میں سوچتی چلی گئی۔ پرنس راسکل کا اصل نام تو شاید کچھ اور تھا لیکن اس نے جرائم کی دنیا میں اچھا خاصا نام کما رکھا تھا۔ شہر سے باہر اس کا ایک چھوٹا سا کلب تھا جہاں وہ شراب اور جوئے کا چھوٹا موٹا اڈا چلاتا تھا لیکن حقیقت میں اس کا تعلق انڈر ورلڈ کے بڑے بڑے مجرموں سے تھا۔ بظاہر وہ چھوٹے موٹے جرائم کرتا تھا لیکن وہ خفیہ طور پر اسلحے اور منشیات کا وسیع پیمانے پر سمگلنگ کا کام بھی کرتا تھا اور وہ ایک انتہائی خطرناک اور پیشہ ور قاتل بھی مشہور تھا۔ جس کی وجہ سے شہر کے بڑے غنڈے اور بدمعاش اس سے خوف کھاتے تھے۔

پرنس راسکل کے بارے میں کراسٹی کو اس کے ساتھی ڈرمن نے یہ ساری تفصیلات بتائی تھیں۔

پرنس راسکل چونکہ خود ایک بڑی آرگنائزیشن کا کرتا دھرتا تھا اس لئے وہ بھلا کراسٹی کے تحت رہ کر کیسے کام کر سکتا تھا۔ اس لئے ڈرمن نے کراسٹی کے حکم سے گریگر اور اس کے گروپ کو ہائر کر لیا تھا اور گریگر اور اس کا سارا گروپ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں

مارا گیا تھا۔

کراسٹی کو اچانک ہی پرنس راسکل کا خیال آگیا تھا کہ وہ جس خاموشی سے یہ سب کچھ کر رہا تھا اور اس کے جس قدر انڈر ورلڈ سے تعلقات تھے اس لئے کراسٹی کو یقین تھا کہ وہ یقینی طور پر کسی بڑے جرم میں بھی ملوث ہوگا۔ کراسٹی نے پرنس راسکل جیسے مجرم کو بے نقاب کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ وہ پرنس راسکل کے خلاف اگر ایسے ثبوت تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی جس سے ملک کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو وہ عمران، ایکسٹو اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی نظروں میں اہم مقام حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن پرنس راسکل بے حد کایاں آدمی تھا اس کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنا اس کے لئے بے پناہ مشکل ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لئے کراسٹی اب دوسرے انداز میں سوچ رہی تھی کہ وہ پرنس راسکل پر ڈائریکٹ ہاتھ ڈالنے کی بجائے اس کے ساتھ مل کر کام کرے۔ جب تک وہ پرنس راسکل کے خلاف ٹھوس ثبوت نہ اکٹھے کر لے اس وقت تک خاموش رہے۔

چنانچہ یہ فیصلہ کر کے کہ اسے سب سے پہلے پرنس راسکل کی آرگنائزیشن میں جگہ بنانی ہے۔ کراسٹی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے سب سے پہلے اس ہوٹل کو چھوڑا اور پھر ایک پراپرٹی ڈیلر سے علیحدہ رہائش گاہ حاصل کرنے کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔ تھوڑی سی تگ و دو کے بعد آخر کار اس کے مطلب کا ایک فلیٹ مل گیا۔ جو ہر قسم کے سامان سے آراستہ تھا۔ کراسٹی کے پاس مختصر سا سامان تھا جس کی وجہ سے

اسے فلیٹ میں منتقل ہونے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اسے جس چیز کی ضرورت محسوس ہوتی تھی وہ خرید کر فلیٹ میں لے آتی تھی۔ اس کے پاس ماسٹر کریڈٹ کارڈ تھا جس کی وجہ سے اسے کہیں بھی پیمنٹ کرنے میں کوئی پرابلم نہیں ہو رہی تھی۔ ذاتی استعمال کے لئے اس نے ایک کار بھی ہائر کر لی تھی۔

پہلے ایک دو روز اس نے معلومات فروخت کرنے والی ایجنسیوں سے پرنس راسکل کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں اور پھر ایک روز اس نے میک اپ کیا اور اپنی کار میں پرنس راسکل کے کلب میں جانے کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔ اس کلب کا نام بھی پرنس کلب تھا جو شہر سے تقریباً دو سو کلو میٹر دور تھا۔ کراسٹی نے سوچ لیا تھا کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پرنس راسکل کی آرگنائزیشن میں شامل ہونے کی کوشش کرے گی۔ پھر وہ سب سے پہلے ان لوگوں کے خلاف ثبوت اکٹھے کرے گی اور پھر پرنس راسکل پر ہاتھ ڈالے گی اور پھر وہ اس کا تار پود بکھیر کر معہ ثبوتوں کے اسے عمران کے سامنے لے آئے گی۔

جس وقت وہ فلیٹ سے نکلی تھی وہ شام کا وقت تھا۔ مضافاتی علاقے میں داخل ہو کر اس نے کار سڑک پر فل سپیڈ سے چلانا شروع کر دی۔ اس طرف ٹریفک بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہر طرف گہرا سکوت اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تقریباً سو سے زیادہ کلو میٹر کے سفر کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئی جہاں ایک طرف اونچی اونچی پہاڑیاں تھیں تو دوسری طرف نشیب اور گہری کھائیاں تھیں۔

پہاڑیوں کے درمیان سے گزرنے والی سڑک بھی پرپیچ تھی جو بل کھاتی ہوئی جا رہی تھیں۔ سامنے طویل اور خطرناک موڑ آ رہے تھے کبھی سڑک پہاڑی کے ساتھ ساتھ دائیں طرف گھوم جاتی تھی اور کبھی بائیں طرف۔ لیکن کراسٹی ان خطرناک راستوں پر بھی کار اس تیزی سے دوڑائے لئے جا رہی تھی۔ وہ نہایت مہارت سے کبھی سٹیئرنگ دائیں طرف موڑ لیتی اور کبھی بائیں طرف۔ کار تیز رفتاری سے چلانے اور بار بار موڑ آ جانے کی وجہ سے کراسٹی کو ایک لمحے کے لئے بریک پیڈل پر ہلکا سا دباؤ ڈالنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے ماحول ٹائروں کے چرچرانے کی آواز سے دور دور تک گونج اٹھتا تھا۔

کراسٹی نے آدھے سے زیادہ سفر طے کر لیا تھا۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ کراسٹی کو یقین تھا کہ اگر وہ اسی رفتار سے کار چلاتی رہی تو ڈیڑھ دو گھنٹوں میں وہ دوسرے شہر میں پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

تیز رفتاری سے کار چلاتے ہوئے وہ ایک ایسے راستے پر آ گئی جہاں سڑک اور زیادہ طویل موڑ لئے ہوئے تھی اور سڑک قدرے ناہموار اور خراب تھی۔ ایک طرف چٹانی پہاڑیاں تھا جبکہ دوسری طرف نشیب میں لمبی اور بڑی بڑی جھاڑیاں اور درخت موجود تھے جبکہ آگے پھر پہاڑیوں کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

کراسٹی جیسے ہی ایک خطرناک موڑ مڑنے لگی اچانک اس کی کار کے اگلے ٹائر کے نیچے ایک نوکیلا پتھر آ گیا۔ اس نوکیلے پتھر سے کار کا ٹائر

ایک زوردار دھماکے سے برسٹ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے کار کا اگلا حصہ دائیں طرف جھک گیا اور کار بری طرح سے ہرانے لگی۔ کراسٹی نے کار کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر کار تیزی سے نشیب کی طرف بڑھی اور پھر نشیب میں اترتی چلی گئی۔ اس کی کار زوردار جھٹکے لیتی، اچھلتی ہوئی اور جھاڑیوں کو کچلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اور پھ اس سے پہلے کہ کراسٹی بریک پیڈل پر دباؤ ڈال کر کار روکتی۔ اس کی کار ایک زوردار دھماکے سے ایک درخت کے تنے سے جا ٹکرائی۔

کار کے درخت سے ٹکرانے کی وجہ سے کار کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور کراسٹی کا سر بری طرح سے سٹیئرنگ سے ٹکرا گیا جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک لمحے کے لئے سورج سا روشن ہو گیا تھا۔ لیکن یہ سورج صرف چند لمحوں کے لئے ہی اس کے دماغ میں روشن ہوا تھا۔ دوسرے ہی لمحے کراسٹی کے ذہن پر تیزی سے سیاہ چادر پھیلتی چلی گئی تھی اور اس کا سر ڈھلک کر سٹیئرنگ پر آ پڑا۔

سفید رنگ کی ڈاٹسن انتہائی تیز رفتاری سے سڑک پر بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اس کار کے پیچھے ایک سیاہ کار اور ایک اسٹیشن ویگن تھی۔ سفید کار میں ایک خوش پوش نوجوان تھا لیکن اس وقت اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ جسم اور اس کے چہرے پر جا بجا زخموں کے نشان بھی دکھائی دے رہے تھے اور اس کی شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی اور جھلاہٹ تھی۔

وہ بیک ویو مرر سے اپنے پیچھے آنے والی کار اور سٹیشن ویگن پر مسلسل نظر رکھے ہوئے تھا۔ کار میں اسے چار افراد بیٹھے صاف دکھائی دے رہے تھے جن کے چہروں پر درشتگی اور سفاکی تھی۔ جبکہ ان کے پیچھے سٹیشن ویگن کی فرنٹ سیٹوں پر بھی بدمعاش ٹائپ آدمی بیٹھے تھے۔

نوجوان پرپیچ پہاڑی راستوں پر نہایت تیزی سے کار دوڑا رہا تھا۔

سیاہ کار اور سٹیشن ویگن بھی فل سپیڈ سے اس کے پیچھے آ رہی تھیں۔ سیاہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کے ہاتھ میں آٹومیٹک گن تھی جبکہ پچھلی سیٹوں پر موجود غنڈوں کے پاس مشین گنیں تھیں۔ فرنٹ سیٹ والا نوجوان کھڑکی سے گن والا ہاتھ نکال کر سفید کار پر مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔ لیکن راستہ چونکہ بار بار ٹرن لے رہا تھا اس لئے ابھی تک اس کی ایک گولی بھی کار کو نہیں لگی تھی۔

"ہونہہ، یہ اس طرح سے نہیں مانیں گے"۔ سفید کار میں سوار نوجوان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے ڈیش بورڈ کھولا۔ اس میں ایک ریوالور کے ساتھ ایک ہینڈ گرنیڈ بھی موجود تھا۔ نوجوان نے ریوالور نکال کر اپنی گود میں رکھا اور ہینڈ گرنیڈ پکڑ لیا۔ اس نے پلٹ کر پیچھے آنے والی گاڑیوں کی طرف دیکھا پھر اس نے دانتوں سے گرنیڈ کی سیفٹی پن کھینچی اور گرنیڈ کو کھڑکی سے ہاتھ نکال کر پیچھے سڑک پر اچھال دیا۔ ہینڈ گرنیڈ سڑک پر گرا اور پھر کسی گیند کی طرح اچھلتا اور لڑھکتا ہوا بیچ سڑک پر آکر رک گیا۔ سڑک پر چونکہ اندھیرا تھا اس لئے سیاہ کار والے اس ہینڈ گرنیڈ کو نہیں دیکھ سکے تھے۔ ان کی کار تو تیز رفتاری سے اس ہینڈ گرنیڈ کے اوپر سے گزرتی چلی گئی تھی لیکن جیسے ہی سٹیشن ویگن اس ہینڈ گرنیڈ کے اوپر آئی اچانک ایک ہولناک دھماکہ ہوا۔ سٹیشن ویگن کے نیچے آگ کا ایک طوفان سا پیدا ہوا اور ویگن یوں ہوا میں اچھل کر بلند ہو گئی جیسے سڑک پر انتہائی طاقتور

سپرنگ لگے ہوں اور انہوں نے ویگن کو پوری قوت سے اچھال دیا ہو ویگن کے نچلے حصے میں آگ لگ گئی تھی اور اس ویگن کے ٹائر بھی غائب ہو گئے تھے۔ فضا میں اچھلتے ہی ویگن بری طرح سے قلابازیاں کھاتے ہوئے ایک پہاڑی سے ٹکرائی اور پھر اس کے پرخچے اڑ گئے۔ فضا ہولناک دھماکوں کے ساتھ بے شمار انسانی چیخوں سے گونج اٹھی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس ویگن کے جلتے ہوئے ٹکڑے ہر طرف بکھر گئے۔ ویگن کو اس طرح اچانک دھماکے سے فضا میں بلند ہوتے اور پہاڑی سے ٹکرا کر اس کے پرخچے اڑتے دیکھ کر سیاہ کار کچھ آگے جا کر یکلخت رک گئی تھی اور اس میں سے چاروں افراد نکل کر آنکھیں پھاڑے انسانی لاشوں اور ویگن کے ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے۔

اس اثناء میں سفید کار والے نے اپنی کار کی سپیڈ بڑھا دی تھی اور انتہائی برق رفتاری سے پہاڑی موڑ کاٹتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ اب اس نوجوان کے چہرے پر قدرے سکون نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ اس کے پیچھے اب کوئی نہیں تھا۔ اس نے سٹیشن ویگن کے پرخچے اڑتے اور سیاہ کار کو رکتے دیکھ لیا تھا۔ لیکن سیاہ کار چونکہ سٹیشن ویگن سے آگے تھی اس لئے وہ لوگ کسی بھی وقت دوبارہ اس کے پیچھے آسکتے تھے اس لئے نوجوان نے اپنی کار کی رفتار کم نہ کی تھی۔

وہ کافی دیر تک کار اسی رفتار سے دوڑاتا رہا پھر ایک خطرناک موڑ پر اس نے جیسے ہی کار کو ٹرن کرنے کی کوشش کی سٹیئرنگ پر اس کے ہاتھ بہک گئے۔ کار تیزی سے نشیب کی طرف بڑھی۔ نوجوان نے

بجلی کی سی تیزی سے سٹیئرنگ موڑا اور کار کو سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کی کار کے دائیں طرف والے دونوں ٹائر نشیب میں اتر گئے تھے اس طرف ڈھلان چونکہ زیادہ تھی اور نوجوان نے جلدی سے بریک پیڈل دبا دیا تھا اس لئے اس کی کار دائیں طرف کو جھکی اور پھر نشیب میں الٹ گئی۔ نوجوان نے بڑی مشکلوں سے کار کے لٹنے کی وجہ سے خود کو زخمی ہونے سے بچایا تھا۔ وہ چند لمحے الٹا گہرے گہرے سانس لیتا رہا پھر اس نے اپنے جسم کو موڑا اور خود کو کار کی کھڑکی سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں وہ کار سے باہر تھا۔ کار سے باہر آتے ہی اس نے اپنا لباس جھاڑنا شروع کر دیا۔

ہونہہ اس کار کو بھی یہیں الٹنا تھا"۔ نوجوان نے جبڑے بھینچ کر الٹی ہوئی کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر شدید پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ جس جگہ وہ کھڑا تھا وہاں بڑی بڑی جھاڑیوں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ دور دور تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ چند لمحے وہ سوچتا رہا پھر وہ تیزی سے جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے شاید خود کو ان جھاڑیوں میں چھپانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ایک تو جھاڑیاں بے حد بڑی بڑی تھیں۔ دوسرے وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا اس لئے وہ آسانی سے دشمنوں کی نظروں میں نہ آسکے گا۔ ابھی وہ کچھ ہی آگے گیا ہو گا کہ اچانک ایک جگہ اسے جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی ایک کار دکھائی دی۔

کار کو دیکھ کر نوجوان ٹھٹھک گیا۔ چند لمحے وہ حیرت سے اس کار کو دیکھتا رہا پھر کچھ سوچ کر وہ تیزی سے کار کی طرف بڑھنے لگا۔

" شاید یہ کار بھی سڑک سے سلپ ہو کر یہاں آگری ہے"۔ نوجوان نے کار کے نزدیک جا کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے کار میں جھانکا تو کار میں اسے ایک نوجوان لڑکی دکھائی دی۔ اس کا سر سٹیئرنگ پر پڑا تھا اور وہ بے ہوش نظر آرہی تھی۔

"اوہ، کون ہو سکتی ہے یہ"۔ نوجوان نے کار کا دروازہ کھول کر اس لڑکی کو سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

" لڑکی، ہوش میں آؤ۔ لڑکی"۔ نوجوان نے اس لڑکی کو کاندھوں سے پکڑ کر زور زور سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ لیکن لڑکی کو ہوش نہ آیا۔ اسی لمحے نوجوان نے عقبی سمت سے کسی کار کے انجن کی آواز سنی تو وہ بوکھلا کر یکدم سیدھا ہو گیا۔ اس نے دیکھا تو اسے پہاڑی سڑک پر تیز روشنیاں آتی دکھائی دیں۔ شاید وہ وہی سیاہ کار والے تھے اور وہ اسی طرف آرہے تھے۔ نوجوان نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور پھر اس نے کوٹ کی ایک خفیہ جیب سے کوئی چیز نکالی اور اسے لڑکی کی جیکٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ اس نے جلدی سے کار کا دروازہ بند کیا اور تیزی سے کار کی اوٹ میں آگیا۔ کار کا اگلا سارا حصہ جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔ صرف اس کی ڈگی جھاڑیوں سے باہر تھی۔ نوجوان نے جلدی جلدی جھاڑیاں توڑ توڑ کر کار کی ڈگی پر ڈالنا شروع کر دیں۔ چند ہی لمحوں میں کار پوری طرح سے چھپ گئی تھی۔ نوجوان نے کار کا نمبر اور

ماڈل اچھی طرح سے دیکھ کر ذہن نشین کر لیا تھا۔

کار کو جھاڑیوں میں چھپاتے ہی نوجوان تیزی سے پلٹا اور بھاگتا ہوا ڈھلان چڑھ کر سڑک پر آگیا۔ سڑک کراس کر کے وہ تیزی سے ایک پہاڑی کی طرف بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ نہایت تیزی سے اس پہاڑی پر چڑھا جا رہا تھا۔ ابھی وہ پہاڑی کی چوٹی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اسی لمحے سیاہ کار موڑ کاٹ کر اس طرف آگئی۔

نوجوان چاہتا تو آسانی سے اچھل کر پہاڑی کی دوسری طرف کود کر سیاہ کار کی روشنی سے بچ سکتا تھا مگر وہ ایک لمحے کے لئے رک گیا تھا۔ جیسے ہی سیاہ کار اس طرف آئی اس کی تیز روشنی اس پر پڑی اور اسے یقین ہو گیا کہ کار میں موجود افراد نے اسے دیکھ لیا ہے تو نوجوان نے اپنا جسم موڑا اور قلابازی کھانے والے انداز میں پہاڑی کی دوسری طرف چلا گیا۔ اسی لمحے سیاہ کار کے دروازے کھلے اور اس میں موجود چاروں افراد اسلحہ لئے تیزی سے باہر آگئے۔

" وہ اس پہاڑی کے پیچھے گیا ہے۔ پکڑو اسے "۔ کسی نے چیخ کر کہا اور پھر اس نوجوان نے ان کے دوڑنے کی آوازیں سنیں۔ اس نے پہاڑی کی دوسری طرف آتے ہی خود کو جلدی سے سنبھال لیا تھا اور تیزی سے ہاتھوں اور پیروں کی مدد سے پہاڑی سے نیچے اترتا جا رہا تھا۔ پہاڑی سے نیچے اترتے ہی اسے ایک کھائی دکھائی دی۔ کھائی بے حد گہری معلوم ہو رہی تھی۔ کھائی کی دیواروں پر بڑی بڑی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ نوجوان نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر وہ ان جھاڑیوں

کو پکڑ کر جلدی جلدی اس کھائی میں اترنا شروع ہو گیا۔ جھاڑیاں چونکہ لمبی اور خاصی مضبوط تھیں۔ اس لئے اسے نیچے جانے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ ابھی وہ کچھ ہی نیچے گیا ہو گا کہ پہاڑی پر مسلح افراد چڑھ آئے اور انہوں نے یکلخت طاقتور ٹارچیں روشن کر لیں۔

" وہ اسی طرف گیا ہے۔ ان پہاڑیوں کی وجہ سے وہ زیادہ دور نہیں جا سکتا۔ ڈھونڈو اسے۔ وہ جہاں نظر آئے اسے گولیوں سے چھلنی کر دینا"۔ کسی نے چیختے ہوئے کہا تو نوجوان جلدی سے جھاڑیوں کے پیچھے آگیا۔ ایک ٹارچ کی روشنی اس کھائی میں پڑنے لگی۔ شاید کسی کو یہ خیال آگیا تھا کہ لمبی جھاڑیوں کی وجہ سے ان کا دشمن اس کھائی میں نہ اتر گیا ہو۔ ٹارچ کی روشنی میں کھائی کی گہرائی لامحدود نظر آ رہی تھی۔ نوجوان چونکہ پہلے ہی جھاڑیوں کے پیچھے ہو گیا تھا اس لئے ٹارچ کی روشنی اس پر نہ پڑ رہی تھی۔ چند لمحے کھائی میں اسی طرح روشنی پڑتی رہی پھر جیسے یکلخت ٹارچ بجھ گئی اور ہر طرف سے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر قدموں کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔ شاید وہ لوگ اس کی تلاش میں آگے نکل گئے تھے۔ نوجوان چند لمحے وہیں دبکا رہا پھر وہ جھاڑیوں کے عقب سے نکلا اور جھاڑیاں پکڑتا ہوا تیزی سے اوپر آنے لگا۔

اس نے کھائی سے سر نکالا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر نوجوان کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ وہ جلدی سے کھائی سے باہر آگیا۔ اس نے ٹارچوں

کی روشنیاں دیکھیں جو اس سے بہت دور جا چکی تھیں۔ وہ لوگ واقعی اس کی تلاش میں کافی دور نکل گئے تھے۔

" تم لوگ مجھے اب کبھی نہیں پا سکو گے "۔ نوجوان نے زہریلے انداز میں بڑبڑا کر کہا اور واپس پہاڑی کی طرف پلٹ پڑا اور پھر نہایت احتیاط سے دوبارہ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اس نے ان کی سیاہ کار پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ سٹیشن ویگن کو وہ پہلے ہی ہینڈ گرنیڈ سے تباہ کر چکا تھا۔ اب ان لوگوں کی سیاہ کار تھی جسے چھوڑ کر وہ پہاڑیوں پر آ گئے تھے۔ نوجوان نے سوچا تھا کہ اگر وہ ان کی سیاہ کار پر قبضہ کر کے وہاں سے نکل جائے تو وہ لوگ اسے کسی بھی صورت میں نہیں پکڑ سکیں گے۔

اس کا ریوالور چونکہ کار الٹنے کی وجہ سے کار میں ہی کہیں گر گیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ ان دشمنوں میں سے کوئی ایک کار کی حفاظت کے لئے کار کے پاس ہی موجود ہو۔ اس لئے نوجوان پہاڑی کا چکر کاٹ کر دوسری طرف سے آنا چاہتا تھا۔ ایک آدھ دشمن کو سنبھال لینا اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ ابھی نوجوان پہاڑی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک اس کا جسم ٹارچ کی تیز روشنی میں نہا گیا۔

خبردار "۔ ایک کڑکدار آواز نے کہا اور نوجوان نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ دشمن چالاک تھا۔ دو دشمن تو واقعی اس کی تلاش میں آگے نکل گئے تھے لیکن ان میں سے ایک وہیں رک گیا تھا کہ وہ واپس سڑک کی طرف جانے کی کوشش کرے گا تو اسے آسانی سے نظر

آ جائے گا۔ شاید اسی لئے اس نے اپنی ٹارچ بھی آف کر رکھی تھی۔ اس نے شاید اسے کھائی سے نکلتے اور پہاڑی پر چڑھتے دیکھ لیا تھا۔

نوجوان نے ٹارچ کی روشنی میں دوسری طرف چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اسی وقت کڑکدار آواز نے کہا۔

رک جاؤ راشد خان تمہارا کھیل اب ختم ہو گیا ہے "۔ وہی کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ نوجوان کے دل و دماغ میں جیسے آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر کھائی کی طرف چھلانگ لگانے کے لئے خود کو جھکایا مگر اچانک دشمن نے اس پر فائر کر دیا۔ زوردار دھماکے کی آواز دور تک گونجتی چلی گئی۔ گولی نوجوان کے قریب ایک چٹان پر پڑی تھی جس کی کچھ کرچیاں اڑ کر اس کے چہرے سے ٹکرائی تھیں۔ نوجوان سمجھ گیا کہ اس نے جان بوجھ کر اس کا نشانہ نہیں لیا تھا۔ اس نے فائر کر کے اپنے ساتھیوں کو اشارہ دیا تھا۔ جو اس کی تلاش میں دور چلے گئے تھے۔

" اپنے ہاتھ بلند کر کے میری طرف گھوم جاؤ راشد خان۔ ورنہ دوسری گولی تمہاری کمر میں بھی اتر سکتی ہے۔ میرا نام پاشا ہے اور پاشا کا نشانہ بے داغ ہے۔ یہ تمہیں بھی اچھی طرح سے معلوم ہے "۔ فائر کرنے والے نے سرد لہجے میں کہا۔ اسی لمحے دوسری طرف کی پہاڑی سے ایک اور مسلح شخص اوپر آ گیا۔ وہ شاید سڑک پر کار کی حفاظت پر مامور تھا۔ گولی چلنے کی آواز سن کر وہ اوپر آ گیا تھا۔ چند ہی لمحوں میں دوسرے دو مسلح افراد بھی وہاں پہنچ گئے۔ اب نوجوان ان چاروں کے درمیان

گھرا کھڑا تھا۔ وہ بری طرح سے پھنس گیا تھا۔ نوجوان کو اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے کھائی سے نکلنے میں جلد بازی کا مظاہرہ کیوں کیا تھا۔ اگر کچھ دیر وہ اور وہیں رک جاتا تو دشمن اسے آسانی سے ٹریس نہیں کر سکتے تھے۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پلٹ کر دشمن کی طرف دیکھنے لگا۔

" گڈ، اب نیچے آجاؤ"۔ اسی کڑکدار لہجے والے شخص نے کہا جس نے اپنا نام پاشا بتایا تھا۔ نوجوان راشد خان چٹانوں اور پتھروں پر پیر پھنساتا ہوا نیچے اترنے لگا اور پھر وہ کھائی کے کنارے پر آکر کھڑا ہو گیا۔ ٹارچ کی روشنی میں وہ ایک خوبرو نوجوان دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر داڑھی مونچھیں تھیں اور اس کے چہرے پر جا بجا زخموں کے نشان بھی دکھائی دے رہے تھے۔

" فلم کہاں ہے"۔ پاشا نے دو قدم آگے بڑھا کر سرد لہجے میں کہا۔ وہ چھٹا ہوا بدمعاش تھا۔ اس کے چہرے پر پرانے زخموں کے نشان تھے جو اسے بے حد بھیانک اور سفاک ظاہر کر رہے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹارچ تھی اور دوسرے ہاتھ میں مشین پسٹل۔

" فلم۔ کون سی فلم"۔ نوجوان راشد خان نے کہا۔ اس کے لہجے میں پریشانی اور خوف نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

" وہی فلم جو تمہیں بلیو اینجلز نے دی تھی"۔ پاشا نے غرا کر کہا۔

" بلیو اینجلز۔ کیا مطلب۔ تم کن بلیو اینجلز کی بات کر رہے ہو"۔ راشد خان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" راشد خان۔ اب تم ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ ہم نے تمہیں ایئرپورٹ کے ٹوائلٹ سے اس مائیکرو فلم کو حاصل کرتے دیکھ لیا تھا۔ اس وقت ہمارا ایک آدمی تمہارے پیچھے تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہیں قابو کرتا تم اس کو چکمہ دے کر وہاں سے نکل آئے۔ ہمارے آدمی نے ہمیں کال کر کے تمہارے بارے میں بتا دیا تھا۔ ہم نے اس راستے کی پکٹنگ کر رکھی تھی جہاں سے تم آنے والے تھے مگر تم نے ہمیں دیکھتے ہی بھاگ نکلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہم مسلسل تمہارے پیچھے لگے رہے۔ آخر کار ہم تم تک پہنچ ہی گئے۔ مجھے شک تھا کہ تم ہم سے بچنے کے لئے اس کھائی میں نہ اتر گئے ہو۔ اس لئے میں یہیں رک گیا تھا۔ اور پھر واقعی تم میرے اندازے کے مطابق اسی کھائی سے باہر نکلے تھے۔ تم شاید ہمیں ڈاج دے کر یہاں سے نکلنا چاہتے تھے۔ مگر........" پاشا کہتا چلا گیا۔

" تمہارے آدمی نے تمہیں غلط رپورٹ دی تھی پاشا۔ میں یہاں سے واپس جانے کے لئے ایئرپورٹ ضرور گیا تھا اور وہاں کے ٹوائلٹ میں بھی گیا تھا مگر میں نے وہاں سے کوئی فلم حاصل نہیں کی تھی۔ مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا تھا اسی لئے میں واپس شہر کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے میں کسی نے میری کار پر فائر کیا تو میں بوکھلا گیا اور اسی بوکھلاہٹ میں کار دوڑاتا لے گیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے پیچھے تم لوگ ہو ورنہ میں اسی وقت کار روک لیتا"۔ راشد خان نے جلدی جلدی سے کہا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو راشد خان۔ ہمیں پہلے ہی شک تھا کہ تم نے فلم ایئرپورٹ میں ہی کہیں چھپا رکھی ہے اور تم اسے واپس لینے وہاں ضرور جاؤ گے۔ جب تمہیں پرنس راسکل نے اپنی قید سے آزاد کیا تھا اس وقت پرنس راسکل کے حکم سے ہم نے تمہارے لباس میں چھوٹا سا ایف آر فون چھپا دیا تھا۔ جس کا رسیور ایئرپورٹ پر موجود ہمارے آدمی کے پاس تھا۔ ٹوائلٹ سے فلم حاصل کر کے تم نے شکر کے کلمات پڑھتے ہوئے کہا تھا کہ شکر ہے فلم محفوظ ہے۔ اب اس فلم کو میں نے ہر صورت میں عمران صاحب تک پہنچانا ہے بولو۔ کہا تھا ناں تم نے ایسا"۔ پاشا نے اسے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ غلط ہے۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا"۔ راشد خان نے چیخ کر کہا۔

"تمہاری آواز میں کہے ہوئے الفاظ ہمارے پاس ٹیپ ہیں۔ کہو تو تمہیں سناؤں"۔ پاشا نے جیب سے ایک مائیکرو ٹیپ نکال کر اس کی نظروں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔ ٹیپ کو دیکھ کر راشد خان کی آنکھوں میں الجھن ابھر آئی۔

"اب خاموش کیوں ہو گئے ہو"۔ پاشا نے مکروہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں مانتا ہوں کہ وہ مائیکرو فلم میرے پاس ہے۔ مگر........" راشد خان نے اچانک بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے

چہرے پر یکلخت چٹانوں جیسی سختی ابھر آئی تھی۔

"مگر۔ مگر کیا"۔ پاشا نے کہا۔

"اس فلم میں اس المناک، دردناک اور اس ظلم و بربریت کی داستان بند ہے پاشا جو تم لوگوں نے ہیون ویلی میں ڈھا رکھی ہے۔ اس فلم کو میں ساری دنیا کے سامنے لاؤں گا۔ اس فلم کو دیکھ کر ساری دنیا پر تم لوگوں کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔ راشد خان نے بڑے تلخ اور سرد لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، تم یہاں سے زندہ واپس جاؤ گے تو اس فلم کو کسی کے سامنے لا پاؤ گے ناں۔ ہم تمہارے ساتھ اس فلم کو بھی یہیں بھسم کر دیں گے"۔ پاشا نے غرا کر کہا۔

"میں یہاں سے زندہ بھی جاؤں گا اور اس فلم کو بھی دنیا پر عیاں کروں گا"۔ راشد خان نے عزم سے کہا۔ اور پھر اچانک اس نے پاشا اور اس کے دوسرے ساتھیوں کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی گنوں کی پرواہ کئے بغیر پاشا پر چھلانگ لگا دی۔ پاشا کھائی کے دوسرے کنارے پر کھڑا تھا لیکن اس نے جیسے ہی چھلانگ لگائی اسی لمحے پاشا سمیت اس کے ساتھیوں کی گنوں سے دھماکوں کے ساتھ شعلے نکلے اور راشد خان کو اپنے سینے، کمر اور پہلوؤں میں آگ کی گرم سلاخیں سی اترتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ نکلی اور وہ فضا میں رول ہوتا ہوا سیدھا کھائی میں گرتا چلا گیا۔ اس نے کھائی کی سائیڈوں پر موجود گھاس کو پکڑنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا

اور پھر اس کی چیخیں جیسے کھائی کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئیں۔

پاشا اور اس کے ساتھی آگے بڑھ کر ٹارچوں کی روشنیاں کھائی میں ڈالنے لگے لیکن چونکہ کھائی کی گہرائی لامحدود تھی۔ اس لئے ٹارچوں کی روشنی کے باوجود اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔

" کھائی کی جھاڑیوں پر آگ لگا دو تاکہ وہ دوبارہ باہر آنے کی کوشش نہ کرسکے"۔ پاشا نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

" اسے بے شمار گولیاں لگی ہیں باس اور اس کی چیخیں کھائی کی لامحدود گہرائیوں میں ڈوبتی ہوئی سنائی دیں تھیں۔ اس کا زندہ بچ نکلنا ناممکنات میں سے ہے۔ پھر بھلا وہ کھائی سے باہر کیسے آسکتا ہے"۔ اس کے ایک ساتھی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" جو کہہ رہا ہوں وہ کرو"۔ پاشا نے غرا کر کہا تو اس کے ساتھی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ کھائی کی خشک جھاڑیوں میں آگ لگانے میں مصروف ہو گیا۔ پاشا نے کچھ سوچ کر اپنے ساتھیوں کو واپس سڑک کی طرف جانے کا اشارہ کیا اور پھر وہ جیب سے ایک ہینڈ گرنیڈ نکال کر خود بھی پہاڑی پر چڑھتا چلا گیا۔ پہاڑی پر آکر اس نے ہینڈ گرنیڈ کی سیفٹی پن کھینچی اور پھر اس نے ہینڈ گرنیڈ کھائی کی طرف اچھال دیا۔

گرنیڈ کو کھائی میں اچھال کر وہ تیزی سے پہاڑی پر سے اترتا ہو سڑک پر آگیا اور بھاگتا ہوا اپنی کار کی طرف آگیا۔ اس کے ساتھی پہلے ہی کار میں بیٹھ چکے تھے۔ پاشا نے کار میں بیٹھنے کے لئے جیسے ہی کار کا

دروازہ کھولا اچانک خوفناک گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ زمین یوں دھلنے لگی جیسے زبردست بھونچال آ رہا ہو۔ چند لمحوں بعد خوفناک دھماکے کی بازگشت سنائی دی اور پہاڑی پر سے بے شمار پتھر اچھلے اور لڑھکتے ہوئے سڑک پر آگئے۔ ان پتھروں سے ان کی کار محفوظ رہی تھی۔

چلو، اب اس کے ساتھ ساتھ مائیکرو فلم بھی جل کر راکھ ہو چکی ہو گی"۔ پاشا نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ دوسرے ہی لمحے کار سٹارٹ ہوئی اور پھر مڑ کر تیزی سے اس طرف بڑھتی چلی گئی جس طرف سے آئی تھی۔

عمران اس وقت سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ بستر پر آ کر ابھی لیٹا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ہونہہ، یہ فون کرنے والے نہ جاگتے میں چین لینے دیتے ہیں اور نہ سوتے میں۔ جاگتے رہو تب بھی گھنٹی ٹرٹراتی رہتی ہے اور سو جاؤ تب بھی۔ نجانے اس فون کو بنانے والا کبھی خود بھی چین کی نیند سویا ہوگا یا نہیں"۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"عالم خواب میں جانے سے پہلے زبردستی جاگنے والا عمران بول رہا ہوں"۔ عمران نے تپائی پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر عجیب سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بلیک زیرو بول رہا ہوں عمران صاحب"۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"ظاہر ہے رات میں بلیک ہی بول سکتا ہے چاہے وہ ون ہو یا

زیرو۔ وائٹ زیرو ہوتا تو اس طرح کم از کم اس وقت تنگ نہ کرتا جب میں سارا دن کا تھکا ہارا سونے جا رہا تھا"۔ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب ایک ایمرجنسی معاملہ تھا اس لئے آپ کو کال کیا تھا"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ایمرجنسی تھی تو کسی میٹرنٹی ہوم میں کال کرتے۔ میں نے یہاں کوئی زچہ بچہ سنٹر کھول رکھا ہے کیا"۔ عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خیر تو ہے عمران صاحب۔ بڑے جھلائے ہوئے لگ رہے ہیں"۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شکر کرو کہ تم سے جھلاہٹ بھرے انداز میں بات کر رہا ہوں کیونکہ تم اس وقت میرے سامنے نہیں ہو۔ اگر تم میرے سامنے ہوتے تو یہی فون اٹھا کر میں تمہارے سر پر دے مارتا"۔ عمران نے کہا۔

"ارے، ارے ایسی کیا بات ہو گئی۔ آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں نے اس وقت آپ کو فون کر کے بہت بڑا جرم کیا ہے"۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جرم جیسا جرم۔ میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ اس جرم میں، میں تمہارا کورٹ مارشل کئے بغیر تمہیں پھانسی پر چڑھا دوں"۔ عمران نے بدستور جھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے ہاتھوں پھانسی پر بھی چڑھنے کے لئے تیار ہوں لیکن

مجھے میرا جرم تو بتا دیں"۔ بلیک زیرو نے مسلسل ہنستے ہوئے کہا۔

"صبح سے سلیمان نے مجھے کولہو کا بیل بنا رکھا تھا۔ اب سارا دن کام کر کے تھک ہار کر میں اپنی کمر سیدھی کرنے کے لئے بستر پر آیا ہی تھا کہ تم نے فون کی کرخت گھنٹی بجا کر میرے اعصاب کو ہی جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ جس پر مجھے شدید غصہ آگیا کہ میں فون کرنے والے کو کم از کم بے بھاؤ کی سنا کر دن بھر کی تھکاوٹ کی بھڑاس تو نکال لوں"۔ عمران نے کہا۔

"سلیمان نے آپ کو کولہو کا بیل بنا رکھا تھا۔ میں کچھ سمجھا نہیں"۔ بلیک زیرو نے حیران ہو کر کہا۔

"سمجھ ہوتی تو تم کچھ سمجھتے۔ اس لئے تو میں تمہیں بلیک اور زیرو کہتا ہوں۔ بلیک میں صرف ایک نقطے کی کمی ہے ورنہ واقعی تمہارا دماغ بالکل بلینک اور زیرو ہی ہے"۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو پھر ہنس پڑا۔

"پلیز عمران صاحب۔ بتائیں تو سہی۔ ہوا کیا ہے"۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونا کیا ہے۔ صبح ناشتے میں سلیمان نے میرے سامنے چائے کا ایک کپ، دو سلائس اور ایک انڈہ رکھا تو میں نے اس سے اتنا کہہ دیا کہ میں سارا دن مجرموں کے پیچھے دوڑ بھاگ کرتا رہتا ہوں۔ دشمنوں سے لڑائیاں لڑتا ہوں، ان کی گولیاں کھاتا ہوں۔ اپنی اس قدر انرجی ویسٹ کرتا ہوں اس کے لئے یہ ناشتہ میرے لئے ناکافی

ہے۔ جبکہ وہ خود سارا دن فلیٹ میں رہتا ہے۔ ٹی وی دیکھنے، آوارہ گردی کرنے یا پھر ریسٹ کرنے کے سوا اس کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا اور وہ طرح طرح کے حریرے، بادام، مغز اور نجانے کیا کیا الم غلم کھاتا رہتا ہے۔ اس کی صحت دن بدن اچھی ہوتی جا رہی ہے اور میں اتنا ہی کمزور اور دبلا ہوتا جا رہا ہوں۔ اس لئے سادہ ناشتہ وہ کیا کرے اور حریرے وغیرہ میرے لئے بنایا کرے۔ تو اس نے کہا کہ اس کا کام میں سنبھال لوں اور صرف ایک دن اس کے کام کر دوں تو وہ حریرے، بادام، مغز کیا دنیا کے ہر لوازمات میرے لئے مہیا کر دیا کرے گا چنانچہ میں نے حامی بھر لی۔ سلیمان نے میری جگہ سنبھال لی اور میں نے اس کی۔ میں کچن میں گھس گیا اور سلیمان نے مجھے نامراد شوہر کی طرح حکم دینا شروع کر دیا۔ میں سارا دن کچن کا سامان لانے باہر جاتا رہا۔ نمک، مرچ، ہلدی اور چینی پتی سے لے کر آٹے دال تک کو لانے کے لئے مجھے بازار کے کئی کئی چکر لگانے پڑے تھے کیونکہ کوئی مجھے ادھار دینے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ پتہ نہیں سلیمان ان سے کیا کیا بہانے کرتا تھا، کیا چکر چلاتا تھا کہ لوگ اسے لاکھوں تک کا ادھار دینے پر تیار ہو جاتے تھے۔ بہرحال بازار جانے، سامان لانے، سبزیاں بنانے، آٹا گوندھنے اور گھر کی صفائی کرتے کرتے میرا حشر بلکہ حشر نشر ہو گیا تب مجھے معلوم ہوا کہ واقعی گھر کا نظام سنبھالنے اور لوگوں سے ادھار سامان لینے کا جو فریضہ سلیمان ادا کر سکتا ہے وہ اس کی ہی ہمت ہے۔ میں تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

حریروں، باداموں اور مقوی مرکبات کی صرف اور صرف سلیمان کو ہی ضرورت ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں نے سلیمان سے معذرت چاہی اور اس کے سامنے ہاتھ پاؤں جوڑ کر کچن اس کے حوالے کر کے ٹوٹی پھوٹی حالت میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس وقت میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں بس بستر پر گروں اور لمبی تان کر سو جاؤں۔ اگلے دس روز تک مجھے کوئی نہ جگائے اور نہ میں جاگوں۔ مگر ابھی میں سویا بھی نہیں تھا کہ تم نے میرے کانوں پر فون کا بم گرا دیا۔ اب اس جرم کی تمہیں میں پھانسی کی سزا نہ دوں تو اور کیا کروں"۔ عمران کی زبان نان سٹاپ ٹرین کی طرح چل رہی تھی اور دوسری طرف بلیک زیرو قہقہے لگا رہا تھا۔

" چلیں، اسی بہانے آپ کو سلیمان کی اہمیت کا تو احساس ہوا کہ وہ آپ کے لئے کس قدر عظیم انسان ہے۔ آپ کو ادھار لا لا کر چائے پلانا اور کھانا کھلانا اس کی عظمت کی دلیل ہے"۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران بھی ہنس پڑا۔

" تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی آج مجھے یقین آیا ہے کہ سلیمان اپنے خرچے اور تنخواہوں کے لئے مجھ پر ایسے ہی نہیں چیختا چلاتا رہتا۔ میں نے دکانداروں سے وہ تمام لسٹیں حاصل کر لی ہیں جو سامان اس نے ان سے ادھار لیا تھا۔ چینی پتی کا ایک ماہ کا حساب دس لاکھ پچاس ہزار نو سو دس روپے بنتا ہے۔ اسی طرح دودھ والے کو پچیس لاکھ تیس ہزار چھ سو اکسٹھ روپے دینے ہیں۔ دوسرے ادھار آنے والے

سامان تو پوچھو ہی مت۔ سلیمان جیسا سگھڑ انسان واقعی میرے لئے کیا کچھ نہیں کر رہا۔ وہ اب تک میرے لئے کروڑوں کا قرض لے چکا ہے۔ جس میں سے میں نے ابھی تک ایک پھوٹی کوڑی بھی ادا نہیں کی۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ میں صبح اٹھ کر میں دو چار بینک لوٹ کر سلیمان کا قرض سے کچھ تو بوجھ ہلکا کروں"۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا۔

" ایک ماہ کا قرض اتارنے کے لئے اگر آپ دو چار بینک لوٹنے کا سوچ رہے ہیں تو پھر سلیمان کا سال بھر کا قرض اتارنے کے لئے آپ کو پورے دارالحکومت بلکہ پورے پاکیشیا کے بینک لوٹنے پڑ جائیں گے"۔ بلیک زیرو نے ہنس کر کہا۔

" اوہ، ہاں۔ واقعی مجھے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ آج سے میں سلیمان کے لئے اپنے دل میں بے پناہ ہمدردی محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے لئے پاکیشیا تو کیا پوری دنیا کے بھی بینک لوٹنے پڑے تو میں لوٹوں گا"۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو کی ہنسی تیز ہو گئی۔

" اچھا، اب اس ایمرجنسی کا کیا ہوا۔ مجھے چچا بنا رہے ہو یا تایا"۔ عمران نے کہا۔ پہلے تو بلیک زیرو جیسے عمران کی بات سمجھ نہ سکا تھا اس لئے خاموش ہو گیا تھا لیکن جیسے ہی بات اس کی سمجھ میں آئی وہ اس قدر زور سے ہنسا کہ عمران نے بوکھلا کر کان سے رسیور ہٹا لیا تھا۔

" ارے یار، آہستہ ہنسو۔ میں دل کا کمزور آدمی ہوں۔ کسی دن ہارٹ فیل ہو گیا تو پھر تم مجھے نہ چچا بنا سکو گے، نہ تایا"۔ عمران نے کہا

تو بلیک زیرو کے قہقہے ایک بار پھر اس کے کانوں کے پردے پھاڑنے لگے۔

"پہلے جی بھر کر ہنس اور قہقہے لگالو۔ جب ہنس ہنس کر تھک جاؤ تو پھر مجھے فون کر لینا۔ اتنی دیر میں، میں اپنی کمر سیدھی کر لوں"۔ عمران نے کہا۔

" ارے، ارے نہیں۔ آرام بعد میں کر لیجئے گا۔ پہلے میری بات سنیں"۔ بلیک زیرو نے جلدی سے کہا۔

" سناؤ، صبح سے سلیمان کی سن سن کر تھک گیا ہوں۔ اب تم بھی سنا لو گے تو کیا فرق پڑ جائے گا"۔ عمران نے کراہ کر کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

" ابھی کچھ دیر پہلے کافرستان سے ہمارے فارن ایجنٹ آغا جمشید کی کال آئی تھی"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

" آغا جمشید۔ اوہ، آغا جمشید کی ڈیوٹی تو ہیون ویلی میں تھی"۔ عمران نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

" کیا کہا ہے اس نے"۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

" آغا جمشید نے کہا ہے کہ وہ اس وقت ہیون ویلی کے ایک بڑے شہر متیارا میں ہے۔ متیارا میں ان دنوں آزادی وطن کی تحریک بے پناہ زور پکڑ چکی تھی۔ متیارا کا رہنے والا ہر شہری، کافرستانی فوج کے مظالم سے تنگ آکر گھروں سے باہر آگیا تھا اور انہوں نے کھل کر کافرستان

اور کافرستانی فوج کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس تحریک کا نام آزادی تحریک رکھا گیا تھا جس کی قیادت وہاں کے ایک مقامی شخص ابو عبداللہ کر رہے تھے۔ متیارا شہر کے ہر باسی نے ابو عبداللہ کے ساتھ مل کر شہر شہر اور گاؤں گاؤں جانے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ متیارا شہر کے ساتھ ساتھ پوری ہیون ویلی کا دورہ کریں گے اور انہیں نہ صرف کافرستانی افواج کے مظالم سے رہائی دلائیں گے بلکہ وہ اس بار کافرستان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے اور اس وقت تک چین نہیں لیں گے جب تک وہ ہیون ویلی سے کافرستانی افواج کو نکال باہر نہیں کرتے۔ ان کا ارادہ یہ بھی تھا کہ وہ کافرستانی افواج کو ہیون ویلی سے باہر نکال کر ہیون ویلی کا پاکیشیا سے الحاق کا باقاعدہ اعلان کر دیں گے اور ہیون ویلی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کافرستان کے چنگل سے چھڑوا لیں گے۔ ان کی تحریک روز بروز زور پکڑتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے کافرستانی حکومت بری طرح سے بوکھلا اٹھی تھی۔ انہوں نے اس تحریک کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ تب انہوں نے نہایت خفیہ طور پر اپنی ایک سپیشل فورس وہاں بھیج دی۔ جسے بلیک فورس کا نام دیا گیا ہے۔ بلیک فورس نے ہیون ویلی کے متیارا شہر میں جا کر نہ صرف ابو عبداللہ کو اغوا کر لیا بلکہ وہاں اس قدر قتل و غارت کا طوفان گرم کیا کہ متیارا شہر کی گلیاں، بازار اور سڑکیں انسانی لاشوں اور خون سے بھر گئے تھے۔

اس قدر بربریت، درندگی اور سفاکی دیکھ کر متیارا شہر کے لوگوں میں بے پناہ خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ لوگ اپنے گھروں میں مقید ہو کر رہ گئے تھے۔ بلیک فورس کے خلاف نہ تو کافرستانی آرمی کچھ کر رہی ہے اور نہ کافرستانی حکومت اس کا کوئی نوٹس لے رہی ہے۔

آغا جمشید نے شدید تگ و دو کے بعد نہ صرف اس دردناک، المناک اور اس ظلم و بربریت کی فلم تیار کر لی تھی جو بلیک فورس نے متیارا شہر کے مسلمانوں پر ڈھائے تھے بلکہ اس نے بلیک فورس میں موجود ان لوگوں کا بھی پتہ چلا لیا ہے جو کافرستانی ملٹری سیکرٹ سروس سے وابستہ تھے۔ یعنی کافرستان نے ملٹری سیکرٹ سروس کو بلیک فورس بنا کر ہیون ویلی میں ظلم و ستم کی داستانیں رقم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ آغا جمشید نے جو فلم تیار کی ہے اس میں ان تمام افراد کے چہرے بھی ہیں جو بلیک فورس سے وابستہ ہیں۔ بہرحال آغا جمشید کا کہنا ہے کہ اگر اس فلم کو کسی طرح انٹرنیشنل لیول پر ریلیز کر دیا جائے تو کافرستان کے عزائم، ان کے ظلم و ستم اور بربریت کی ساری حقیقت دنیا پر واضح ہو جائے گی اور دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ کافرستان نے ہیون ویلی کو کس طرح اور کس انداز میں اپنے قبضے میں لے رکھا ہے اور ہیون ویلی کے مسلمان کیا چاہتے ہیں۔ اس فلم کی بدولت کافرستان کا نہ صرف پوری دنیا کے سامنے پول کھل جائے گا بلکہ وہ ہیون ویلی کے مسلمانوں کو حق خود ارادیت دینے پر بھی مجبور

ہو جائے گا"۔ یہ سب کہہ کر بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔

"اوہ، کیا وہ فلم آغا جمشید کے پاس ہے"۔ عمران نے کہا۔ ہیون ویلی میں ہونے والے ظلم و ستم کی بات سن کر اس کا خون کھول اٹھا تھا اور اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی آ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں غم و اندوہ کے ساتھ کافرستانی حکومت کے خلاف شدید نفرت اور غصہ بھی عود کر آیا تھا۔

"نہیں، وہ فلم آغا جمشید کے پاس نہیں ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا تو عمران چونک پڑا۔

"فلم آغا جمشید کے پاس نہیں ہے تو کہاں ہے۔ کس کے پاس ہے وہ فلم"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"آغا جمشید نے اس فلم کو راشد خان کے حوالے کر دیا تھا اور اس نے راشد خان کو میک اپ کر کے اپنی نگرانی میں ہیون ویلی اور پھر کافرستان سے نکال دیا تھا۔ اس نے راشد خان کو کاسری رنگا اور پھر ناپال کے راستے ترکستان اور پھر پاکیشیا آپ کے پاس پہنچنے کی ہدایات دی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس فلم کو کسی بھی طرح آپ تک پہنچا دے۔ راشد خان اس فلم کو لے کر تقریباً چھ روز سے نکلا ہوا ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چھ روز سے۔ اوہ، پھر تو اسے اب تک میرے پاس پہنچ جانا چاہئے تھا"۔ عمران نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں، آغا جمشید نے یہی جاننے کے لئے کال کی تھی کہ راشد خان

آپ تک پہنچا ہے یا نہیں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اگر راشد خان چھ روز سے فلم لے کر نکلا ہوا ہے تو آغا جمشید نے اس کے بارے میں پہلے اطلاع کیوں نہیں دی"۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"اس کا کہنا ہے کہ ان دنوں ہیون ویلی کا تمام مواصلاتی نظام جام ہے۔ اس کے علاوہ ہیون ویلی سے آنے جانے والے تمام راستوں کو بھی مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ ہر طرف کافرستانی ایجنسیاں موجود ہیں۔ جو نہ کسی کو ہیون ویلی میں جانے دیتی ہے اور نہ ہیون ویلی سے کسی کو باہر آنے دیتی ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ کسی بھی طرح ہیون ویلی میں ہونے والے خونی ڈرامے اور بلیک فورس کے بارے میں کسی کو علم ہو۔ آغا جمشید شدید تگ و دو کے بعد کافرستان کی ایک سپیشل ایجنسی کے ایک چیف تک پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا اور پھر اس نے اس چیف کا میک اپ کیا اور ہیون ویلی سے باہر آ گیا۔ اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر میں پہنچتے ہی سب سے پہلے مجھے یہ رپورٹ دی تھی"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"حیرت ہے۔ اگر راشد خان کافرستان سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا تو اسے مجھے یا کم از کم تمہیں تو کنٹیکٹ کرنا چاہئے تھا۔ پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا"۔ عمران نے کہا۔

"اس بات پر تو میں پریشان ہوں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"پریشان ہونے سے کام نہیں چلے گا بلیک زیرو۔ یہ انتہائی

سیریئس معاملہ ہے۔ راشد خان اور آغا جمشید کی بھیجی ہوئی فلم کا ہم تک پہنچنا بے حد ضروری ہے۔ تم فوری طور پر صفدر، جولیا اور تنویر کو ایئرپورٹ بھیج دو۔ راشد خان ان سب کو پہچانتا ہے۔ اول تو وہ ابھی تک پاکیشیا پہنچا ہی نہیں۔ اگر پہنچ گیا ہوتا تو وہ مجھے یا تمہیں اپنے آنے کی اطلاع ضرور دیتا۔ لیکن بہرحال جولیا سے کہو کہ وہ پچھلے پانچ روز سے آنے والی کاسری رنکا، ناپال اور ترکستان کی فلائٹوں کی لسٹیں چیک کریں"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ کام میں نے پہلے ہی کر لیا ہے۔ میں نے ان تینوں کے ساتھ خاور کو بھی بھیج دیا ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ اچھا یہ بتاؤ۔ تمہارے پاس آغا جمشید کا کوئی کنٹیکٹ نمبر ہے"۔ عمران نے کہا۔

"آغا جمشید نے ایس ڈی تھرٹی ٹرانسمیٹر پر مجھ سے بات کی تھی۔ وہ اس وقت اپنے ہیڈ کوارٹر میں ہی ہوگا"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی بتاؤ مجھے"۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اسے فریکوئنسی نوٹ کرا دی۔

"ٹھیک ہے۔ میں آغا جمشید سے خود بات کرتا ہوں"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے فون بند کر دیا۔ اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال سا پھیل گیا تھا۔ ہیون ویلی میں ہونے والی ہولناک قتل و غارت اور ابو عبداللہ کے اغوا کا سن کر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔ چند لمحے عمران سوچتا رہا پھر وہ اٹھا اور اپنے سپیشل روم میں آ گیا۔ خفیہ الماری سے

اس نے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے آن کر کے بلیک زیرو کی بتائی ہوئی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔چند ہی لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے زوں زوں کی تیز آواز نکلنے لگی۔

" ہیلو، ہیلو پی اوڈی کالنگ۔ہیلو ہیلو۔اوور"۔ عمران نے ایک بٹن پریس کر کے زور زور سے کہا۔چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک تیز آواز سنائی دی۔ عمران آغا جمشید کو اپنا تعارف پرنس آف ڈھمپ کے تحت کراتا تھا جس کا پی اوڈی مخفف تھا۔

"یس اے جے اٹنڈنگ یو۔اوور"۔دوسری طرف سے کہا گیا۔

" کوڈ۔ اوور"۔ عمران نے آغا جمشید کی آواز پہچاننے کے باوجود نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" بلیو اینجلز۔اوور"۔دوسری طرف سے آواز آئی۔

" اے جے تم نے جو فلم بنائی تھی۔کیا اس کی تمہارے پاس کوئی اور کاپی ہے۔اوور"۔ عمران نے پوچھا۔

" نہیں۔میں نے اس فلم کی کوئی کاپی نہیں بنائی تھی۔اوور"۔آغا جمشید نے جواب دیا۔

" ہونہہ، تم نے آر کے کو سیدھا ناپال کے راستے کیوں نہیں بھیجا۔وہ کافرستان سے نکل چکا تھا تو پھر اسے دوسرے ملکوں میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔اوور"۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" ناپال کے راستے سخت خطرہ تھا۔یہاں جو خونی کھیل کھیلا گیا ہے اسے چھپانے کے لئے حکام بے حد سختی سے کام لے رہے ہیں۔ہر آنے

جانے والے پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے۔یہاں پر آنے جانے والے ہر راستے پر ڈی وی تھرٹی کیمرے لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نظروں سے کسی کا میک اپ بھی نہیں چھپ سکتا۔اگر میں نے آر کے کا میک اپ خود سی سی تھرٹین سے نہ کیا ہوتا تو ان کیمروں سے وہ بھی کسی طرح بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔سی سی تھرٹین کا میک اپ ہی اسے بچا سکتا تھا۔اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ جب میں نے فلم آر کے کے حوالے کی تھی تو اس کے جانے کے تقریباً ایک گھنٹے بعد اس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا چند نقاب پوش آ گئے اور انہوں نے مجھ سے اس فلم اور آر کے کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔ان کے کہنے کے مطابق اس ہوٹل کے ہر کمرے کی میں انہوں نے سپیشل ڈکٹا فون لگا رکھے تھے۔جنہیں کسی بھی قسم کے گائیگروں سے چیک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ان ڈکٹا فون سے انہوں نے میرے اور آر کے کے درمیان ہونے والی تمام بات چیت سن لی تھی۔وہ لوگ چونکہ اس ہوٹل سے کافی فاصلے پر تھے اس لئے وہاں پہنچنے میں انہیں وقت لگ گیا اور اس دوران آر کے وہاں سے جا چکا تھا۔بہر حال میرے لئے یہ صورتحال بے حد خوفناک تھی کہ ان لوگوں کو یہ علم ہو گیا ہے کہ میں نے کیا فلم بنائی ہے اور اس فلم کو میں نے آر کے کے حوالے کر کے اسے آپ کی طرف روانہ کر دیا ہے۔وہ چار نقاب پوش تھے۔انہوں نے یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ ان کا تعلق کس سرکاری یا غیر سرکاری ایجنسی سے ہے۔بہر حال مجھے معلوم تھا کہ ان کا تعلق یا تو

آرمی سے تھا یا پھر وہ لوگ بلیک فورس سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا تھا اور ان چاروں کو ہلاک کر کے وہاں سے نکل آیا تھا۔ اوور"۔ آغا جمشید نے عمران کو پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ وہ کوڈورڈز میں بات کر رہا تھا۔

" اوہ، اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کو فلم کے بارے میں پتہ چل چکا ہے۔ اوور"۔ عمران نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

" ظاہر سی بات ہے۔ اسی لئے میں نے آر کے کو کنٹیکٹ کر کے حکم دیا تھا کہ وہ سیدھے راستے سے آپ کے پاس جانے کی کوشش نہ کرے۔ اوور"۔ آغا جمشید نے جواب دیا۔

" تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ لوگ آر کے کے پیچھے نہیں ہوں گے۔ وہ آر کے کو آسانی کے ساتھ مجھ تک پہنچنے دیں گے۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

" جن راستوں سے میں نے آر کے کو بھیجا تھا۔ ان میں خطرات کم تھے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ آر کے آپ تک پہنچ جائے گا۔ ویسے بھی آر کے بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ وہ اپنی جان کی بازی لگا کر بھی فلم لے کر آپ تک پہنچے گا۔ اوور"۔ آغا جمشید نے کہا۔

" میں جانتا ہوں۔ آر کے کسی بھی طرح اس فلم کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ میں تو بس یہ سوچ رہا ہوں کہ اسے ایک بار مجھ سے یا چیف سے تو بات کر لینی چاہئے تھی۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

" فلم تو کسی نہ کسی طرح آپ تک پہنچ ہی جائے گی۔ میں نے

بلیک فورس کا گھناؤنا روپ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ انہوں نے انتہائی بے دردی اور درندگی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے معصوم بچوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ ان لوگوں کو ہلاک کر کے انہوں نے انتہائی بے رحمی سے ان کی لاشوں کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ وہ اس قدر روح فرسا اور ہولناک مناظر تھے جنہیں دیکھ کر میری روح تک تھرا اٹھی تھی۔ اوور"۔ آغا جمشید نے رقت بھرے لہجے میں کہا۔

" ان لوگوں نے آزادی کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے دے کر جس وطن کی مٹی کو اپنے خون سے سینچا ہے ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا اے جے۔ ان تمام لوگوں نے جام شہادت نوش کیا ہے۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

" اگر کسی طرح ہیون ویلی کے نئے لیڈر اے اے کو ان لوگوں سے چھڑوا لیا جائے اور بلیک فورس کا خاتمہ کر دیا جائے تو یہاں کے لوگوں میں آزادی وطن کی تحریک اور زور پکڑ جائے گی۔ ان میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے گا اور پھر وہ دن دور نہیں ہو گا جب وہ لوگ آزادی کی فضا میں چین اور سکون کا سانس لے سکیں گے۔ اوور"۔ آغا جمشید نے کہا۔

" میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں اے جے۔ تم فکر نہ کرو بلیک فورس نے جن لوگوں کا خون بہایا ہے۔ میں ان کا خون رائیگاں نہیں جانے دوں گا۔ بلیک فورس کو ان لوگوں اور ان معصوم بچوں کے

خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہوگا۔ میں اور میرے ساتھی ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑیں گے۔ ہم نہ صرف بلیک فورس کو تہس نہس کر دیں گے بلکہ ہر ممکن طریقے سے ان کی قید سے اے اے کو چھڑوانے کی کوشش کریں گے۔ اگر انہوں نے اے اے کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو ہم ان کے ملک میں ایسی خوفناک تباہی لائیں گے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اوور"۔ عمران نے انتہائی سرد اور خوفناک لہجے میں کہا۔

"اوہ، ویری گڈ۔ آپ لوگ جب بھی یہاں آئیں۔ مجھے اپنے آنے کی اطلاع دے دیں۔ میں اور میرے ساتھی اس مشن میں آپ کے ساتھ اپنی جانوں کی بازیاں لگانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اوور"۔ آغا جمشید نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اطلاع دے دوں گا۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کسی کو اس بات کا بھنک بھی نہیں لگنی چاہئے کہ وہاں ہم کسی خاص مقصد کے لئے آ رہے ہیں۔ یہ مشن ہمارا پرائیویٹ مشن ہوگا اور ہم اسے پرائیویٹ طور پر ڈیل کریں گے۔ ایک لحاظ سے تم اس مشن کو ہمارا سیکرٹ مشن بھی کہہ سکتے ہو۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا۔ اوور"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ تم ہمیں کافرستان کے کسی خفیہ راستے سے ایچ وی میں پہنچانے کا انتظام کر سکتے ہو۔ اوور"۔ عمران نے کسی خیال

کے تحت پوچھا۔

"ویسے تو یہاں کی آرمی نے ایچ وی کے تمام راستے بلاک کر رکھے ہیں اور انہوں نے ان راستوں پر اس قدر سخت پکٹنگ کر رکھی ہے کہ ان کی نظروں میں آئے بغیر چڑیا کا بچہ بھی وہاں نہیں جا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود میں ایک ایسے راستے کے بارے میں جانتا ہوں جہاں سے میں آپ کو لے کر ایچ وی میں پہنچ سکتا ہوں۔ وہ راستہ گو بے حد خطرناک، دشوار گزار اور مصائب سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم اس راستے سے ایچ وی میں پہنچ جائیں گے۔ اوور"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"ویری گڈ۔ مجھے اس راستے کی تفصیلات بتاؤ۔ اوور"۔ عمران نے کہا اور آغا جمشید عمران کو تفصیلات بتانے لگا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ان لوگوں کو اس راستے کا علم نہیں ہے اور انہوں نے اس راستے پر کسی قسم کی کوئی پکٹنگ نہیں کی۔ اوور"۔ ساری تفصیل سن کر عمران نے پوچھا۔

"ہاں، یہ کنفرم ہے۔ ان لوگوں کو اس راستے کے بارے میں کچھ نہیں پتہ۔ میں نے اس علاقے کا سروے کیا تھا۔ اگر ان لوگوں کو پتہ ہوتا تو میں اس قدر آسانی سے نہ ایچ وی میں جا سکتا تھا اور نہ ہی واپس آ سکتا تھا۔ اوور"۔ آغا جمشید نے جواب دیا۔

"گڈ شو۔ پھر تم تیار ہو۔ میں اپنے ساتھیوں سمیت ایک دو روز تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"اوکے۔ میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ اوور"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"اوکے۔ اوور اینڈ آل"۔ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر بند کر کے اس نے اسے دوبارہ خفیہ خانے میں رکھا اور سپیشل روم سے باہر آگیا۔ اس کا چہرہ سوچ و بچار کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ چند لمحے وہ سوچتا رہا پھر اس نے دوسرے کمرے میں جا کر لباس بدلا اور فلیٹ سے نکل آیا اور پھر وہ کچھ ہی دیر میں اپنی سپورٹس کار میں دانش منزل کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ تاکہ بلیک زیرو سے مل کر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہیون ویلی میں جانے اور وہاں کافرستان کو ایک بار پھر کاری ضرب لگانے کی پلاننگ کر سکے اور ان لوگوں کو سزا دے سکے جنہوں نے ہیون ویلی میں اس قدر قتل و غارت اور خون کی ہولی کھیلی تھی۔

کراسٹی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے جیسے اس کے شعور میں دھند سی چھائی رہی پھر اس کے ذہن سے دھند کا غبار چھٹنے لگا اور پھر چند ہی لمحوں بعد اسے پوری طرح سے ہوش آگیا تھا۔

وہ بدستور اپنی کار میں تھی اور کار جھاڑیوں میں جیسے چھپ کر رہ گئی تھی۔ کراسٹی کے سر میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ مگر ہوش میں آتے ہی اس نے زور زور سے سر جھٹکنا شروع کر دیا تھا۔ اسے یاد آگیا تھا کہ وہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس پر اپنی فوقیت جتانے کے لئے پاکیشیا کے ایک خوفناک بدمعاش پرنس راسکل کے کلب کی طرف جا رہی تھی تاکہ وہ اس کے خلاف بین الاقوامی مجرم ہونے کے ثبوت حاصل کرے اور پرنس راسکل اور اس کے گروپ کا خاتمہ کر دے مگر راستے میں ہی اس کی کار کا ٹائر پنکچر ہو گیا اور کار آؤٹ آف کنٹرول ہو کر نشیب میں اتر کر ایک درخت سے جا ٹکرائی جس کی وجہ

سے اس کا سر زور سے سٹیئرنگ سے ٹکر گیا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اسے اب ہوش آ رہا تھا۔ اس کی کار وہیں جھاڑیوں میں موجود تھی اور چونکہ وہ لمبی اور بڑی بڑی جھاڑیوں میں پوری طرح سے چھپ گئی تھی اس لئے شاید اس کی کار کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے ہی شاید کوئی اس کی مدد کو بھی نہیں آیا تھا۔

کراسٹی رات کے وقت فلیٹ سے نکلی تھی لیکن اب وہاں دن کی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ کئی گھنٹے بے ہوش رہی ہے۔ کراسٹی نے زور سے سر جھٹکا اور پھر وہ کار کا دروازہ کھول کار سے باہر آ گئی۔ کار گو جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی تھی لیکن وہ جھاڑیاں سخت نہیں تھیں جس کی وجہ سے کراسٹی کو کار کا دروازہ کھولنے میں دقت پیش آتی۔

کار سے نکل کر وہ جھاڑیاں ہٹاتی ہوئی باہر آئی اور چاروں طرف دیکھنے لگی اور پھر اس کی نظر دائیں طرف ایک الٹی ہوئی کار پر پڑی تو وہ بری طرح سے چونک اٹھی۔

" اوہ، شاید اس خطرناک موڑ پر میری کار کی طرح یہ کار بھی آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی تھی۔ اسی لئے یہ یہاں الٹی پڑی ہے"۔ کراسٹی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور تیزی سے کار کی طرف بڑھی۔ اس نے جھک کر کار میں جھانکا مگر کار بالکل خالی تھی۔ کراسٹی اٹھی اور کار کے چاروں طرف گھوم پھر کر اس کار کے مالک کو تلاش کرنے لگی مگر اسے وہاں دور دور تک کوئی دکھائی نہ دیا۔

" لگتا ہے کار والا کسی اور ذریعے سے واپس چلا گیا ہے۔ ظاہر ہے اسے جانا ہی تھا۔ الٹی ہوئی کار کو تو وہ لے جا نہیں سکتا تھا"۔ کراسٹی نے بڑبڑا کر کہا۔ پھر کندھے جھٹک کر وہ واپس اپنی کار میں آئی اور کار سٹارٹ کرنے لگی۔ تھوڑی سی کوششوں کے بعد آخر کار اس کی کار کا انجن جاگ اٹھا۔ کراسٹی نے بیک گیئر لگایا اور کار کو بیک کر کے جھاڑیوں سے باہر لے آئی۔ پھر اس نے موڑ کاٹا اور کار کو فل سپیڈ دے کر اسے نشیب سے نکال کر سڑک پر لے آئی۔

اس کی کار کی ڈگی میں فالتو ٹائر نہیں تھا اس لئے وہ اسی حالت میں کار کو چلا رہی تھی۔ ایک تو شدید تکلیف سے اس کا سر پھٹا جا رہا تھا۔ دوسرے دن کے وقت اس نے پرنس راسکل کے کلب میں جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اس لئے وہ واپس شہر کی طرف جا رہی تھی۔ ٹائر پنکچر ہونے کی وجہ سے وہ کار کو آہستہ آہستہ چلا رہی تھی۔ تقریباً چار گھنٹوں کی ڈرائیونگ کے بعد وہ شہر میں واپس آ گئی۔ شہر میں آ کر سب سے پہلے اس نے ٹائر بدلوایا اور پھر وہ واپس اپنے فلیٹ میں آ گئی۔

فلیٹ میں آ کر اس نے اپنے لئے ہاٹ کافی تیار کی اور اسے لئے ہوئے ڈرائینگ روم میں آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور کافی کے سپ لینے لگی۔ کافی ختم کر کے وہ اٹھی اور اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی۔ سر کا درد اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا اس لئے وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔ بیڈ روم میں آ کر کراسٹی نے جیکٹ اتاری اور اسے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر اچھال دیا۔ جیسے ہی جیکٹ کرسی پر گری اس

کی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکل کر نیچے گر پڑی۔ کراسٹی نے چونک کر اس ڈبیہ کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے اسے اٹھا لیا۔

" مائیکرو فلم۔ کیا مطلب، یہ مائیکرو فلم میری جیب میں کہاں سے آ گئی "۔ کراسٹی نے اس ڈبیہ کو الٹتے پلٹتے ہوئے حیرت سے دیکھ کر کہا۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ اس کے پاس اس قسم کی کوئی مائیکرو فلم موجود نہیں تھی۔ اس کی جیکٹ کی اندرونی جیبوں میں اسلحہ تھا جبکہ باہر کی جیبیں خالی تھیں اور کراسٹی نے اسی جیب سے مائیکرو فلم کی ڈبیہ کو نکل کر زمین پر گرتے دیکھا تھا۔ وہ کافی دیر سوچتی رہی کہ اس کی جیکٹ کی جیب میں وہ ڈبیہ کیسے اور کہاں سے آ گئی مگر اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے سر جھٹک دیا اور ڈبیہ کو لئے ہوئے بیڈ پر آ گئی۔ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر وہ غور سے اس ڈبیہ کو دیکھنے لگی۔

" کیا ہو سکتا ہے اس فلم میں "۔ کراسٹی نے ڈبیہ میں سے فلم نکال کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر وہ اسی طرح فلم کو الٹ پلٹ کر دیکھتی رہی پھر وہ کچھ سوچ کر اٹھی اور ایک وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے وارڈروب کھول کر اس میں سے اپنا بیگ نکالا اور اسے اٹھا کر بیڈ پر لے آئی۔ بیگ کو بیڈ پر رکھ کر اس نے اسے کھولا اور اس میں سے کپڑے اور دوسری چیزیں نکال کر بیڈ پر رکھیں اور پھر بیگ کی تہہ کو ادھیڑ کر اس نے ایک چھوٹا سا بریف کیس نکال لیا۔

اس نے بیگ کو ایک طرف ہٹایا اور بریف کیس کو سامنے رکھ

کر اسے کھولنے لگی۔ بریف کیس کھول کر اس نے ایک چھوٹا سا لائٹر نما آلہ نکالا اور پھر اس نے اس لائٹر نما آلے کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبایا تو لائٹر کا درمیانی حصہ کھل گیا۔ کراسٹی نے مائیکرو فلم کو اس خانے میں ڈال کر پش کیا تو مائیکرو فلم اس خانے میں اترتی چلی گئی اور خانہ بند ہو گیا۔ تب کراسٹی نے بریف کیس سے ایک گول شیشوں والی عینک نکالی۔ اس عینک کے شیشے سیاہ تھے۔ عینک کے ساتھ ایک تار لٹک رہی تھی جس کے سرے پر ایک چھوٹی سی پن لگی ہوئی تھی۔ کراسٹی نے اس پن کو لائٹر نما آلے کے ایک سوراخ میں فکس کیا اور عینک آنکھوں پر چڑھا لی۔ عینک چاروں طرف سے بند تھی اور اس کی آنکھیں پوری طرح سے سیاہ شیشوں میں چھپ گئی تھیں۔

کراسٹی نے لائٹر نما آلے کا بٹن پریس کیا تو اس کی آنکھوں کے سامنے سیاہ شیشوں میں چمک سی پیدا ہوئی اور دوسرے ہی لمحے شیشوں پر ایک منظر ابھر آیا۔ اس منظر میں ایک نہایت پر فضا اور خوبصورت وادی دکھائی دے رہی تھی۔ نیچے باریک حروف میں "ہیون ویلی" لکھا ہوا تھا۔

وادی انتہائی حسین، سرسبز، خوبصورت اور پر بہار دکھائی دے رہی تھی۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ، پھل پھول تھے اور اونچے اونچے پہاڑ اور پہاڑیوں پر جیسے برف کی سفید چادریں پھیلی ہوئی تھیں۔ فلم میں اس وادی کے انتہائی خوبصورت مناظر کو فلمایا گیا تھا۔ پھر فلم کا منظر بدلا اور فلم میں اس وادی میں رہنے والے لوگوں اور ان کے رہن

سہن کے بارے میں دکھایا جانے لگا۔اس کے بعد وادی میں ہر طرف
مسلح افراد دکھائی دینے لگے۔وادی میں رہنے والے لوگوں کے چہروں
پر بے حد معصومیت کے ساتھ ساتھ بے پناہ خوف و ہراس دکھائی
دے رہا تھا جبکہ تمام مسلح افراد بے حد سخت گیر اور خطرناک نظر آ رہے
تھے۔یہ افراد اس وادی کی ہر گلیوں اور بازاروں میں موجود تھے۔یوں
لگ رہا تھا جیسے وہاں ہر طرف کرفیو نافذ ہو۔وہ عام لوگوں کے ساتھ
نہایت سختی اور نفرت کا برتاؤ کرتے نظر آ رہے تھے۔چند مناظر میں یہ
مسلح افراد عام لوگوں پر سخت مظالم ڈھاتے دکھائی دیئے گئے تھے۔
کہیں کسی پر کوڑے برسائے جا رہے تھے۔کسی کو گھروں سے ان کے
بالوں سے پکڑ کر انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر باہر لایا جا رہا تھا اور پھر
انہیں نہایت بے دردی سے گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ان مظالم
کے شکار مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔کئی گھروں کو آگ لگائی جا رہی
تھی جس کے مکین اس آگ میں جلتے صاف دکھائی دے رہے تھے۔فلم
کا کوئی بھی منظر بناوٹی یا کیمرہ ٹرک نہیں تھا۔یوں لگ رہا تھا جیسے
کسی نے چھپ کر اس وادی اور وادی میں موجود مسلح افراد کو عام
لوگوں کے ساتھ اس قدر ظلم اور بربریت سے بھرپور مناظر کو
خصوصی طور پر فلمایا تھا۔چند مناظر میں گھاٹیوں، میدانوں، گلیوں
اور بازاروں میں لاشیں بھی پڑی نظر آ رہی تھیں جن کو جیسے وہاں سے
اٹھانے والا کوئی نہیں تھا۔اس کے علاوہ کچھ انسانوں کو درختوں کے
ساتھ پھندوں کے ساتھ بھی لٹکتے دکھایا جا رہا تھا جن کے ہاتھ پشت پر

بندھے ہوئے تھے۔

فلم کا منظر بدلا اور پھر فلم میں سڑکوں اور بازاروں میں جیسے
انسانوں کی لاشوں کے ڈھیر دکھائی دینے لگے۔ان لاشوں کے گرد بے
شمار سیاہ پوش گھومتے پھر رہے تھے۔جنہوں نے سیاہ رنگ کے چست
لباس پہن رکھے تھے۔اس لباسوں میں وہ سر سے پیروں تک ڈھکے
ہوئے تھے۔ان سیاہ پوشوں کے ہاتھوں میں جدید اسلحے کے ساتھ بڑے
بڑے کلہاڑے بھی دکھائی دے رہے تھے جن سے وہ سڑکوں پر پڑی
ہوئی لاشوں کے ٹکڑے کرتے پھر رہے تھے۔ان سیاہ پوشوں کے
سینوں پر سفید رنگ سے بلیک فورس لکھا ہوا صاف دکھائی دے رہا
تھا۔فلم میں ان سیاہ پوش بلیک فورس کے خونی مناظر کو بار بار
دکھایا جا رہا تھا جس میں بلیک فورس وادی کے نوجوانوں، بوڑھوں،
عورتوں اور بچوں کو بھی ان کے گھروں سے نکال نکال کر انہیں مار
رہے تھے۔وہ اس قدر ہولناک اور روح فرسا مناظر تھے جنہیں دیکھ
دیکھ کر کراسٹی کی روح تک لرز رہی تھی۔کئی بار اس کا دل چاہا تھا کہ
وہ مائیکرو فلم کو بند کر دے اور عینک اتار کر دور پھینک دے۔وہ خود
ایک سفاک اور انتہائی بے رحم مجرمہ تھی مگر اس قدر خوفناک اور
دل ہلا دینے والے مناظر اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔انسانوں
کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جا رہا تھا اور انہیں بلیک
فورس کے افراد جس بے دردی اور بے رحمی سے ہلاک کر رہے تھے
اس سے صاف پتہ چل رہا تھا جیسے سیاہ لباسوں میں چھپے ہوئے

انسانوں کے سینوں میں دل نہیں پتھر ہوں۔ وہ درندوں سے بدتر درندگی کا ثبوت دے رہے تھے۔

" اوہ، اس قدر ظلم، اس قدر بربریت۔ یہ لوگ کون ہیں، اور یہ بلیک فورس ان لوگوں پر اس قدر درندگی آمیز سلوک کیوں کر رہے ہیں "۔ کراسٹی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے فلم کا منظر بدلا اور ایک کیمپ دکھایا جانے لگا۔ اس کیمپ میں مسلح افراد کے ساتھ بلیک فورس کے افراد بھی موجود تھے۔ اس کیمپ میں بلیک فورس کے چہروں پر سے نقاب اترے ہوئے تھے اور فلم بنانے والا ان کے چہروں کا کلوزاپ لے رہا تھا۔ بلیک فورس کے بے شمار چہروں کے بعد ایک بھاری وجود اور خوفناک چہرے والے ادھیڑ عمر کا چہرہ سامنے آ گیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سفاکی اور درندگی ثبت نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں جیسے ان میں خون ہی خون بھرا ہو۔ اس کا سر گنجا اور چہرے پر سفید خشخشی داڑھی تھی۔ وہ شکل و صورت سے ہی کوئی بے رحم درندہ نظر آ رہا تھا۔ اسی لمحے سکرین سے وہ چہرہ غائب ہوا اور کراسٹی کو سکرین پر ایک تحریر چلتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔

تحریر میں عمران کو مخاطب کیا گیا تھا۔

عمران کا نام پڑھ کر کراسٹی بے اختیار چونک اٹھی تھی۔ لکھا گیا تھا۔ " عمران صاحب، یہ جو مناظر آپ نے دیکھے ہیں یہ " ہیون ویلی " کے حقیقی مناظر ہیں۔ میں نے ان مناظر کو بڑی مشکلوں اور محنت سے فلمایا ہے۔ کافرستانیوں نے ہیون ویلی کے مسلمانوں پر جو ظلم و

بربریت کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں۔ ان کے بارے میں پوری دنیا جانتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ساری دنیا نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور وہ اس حقیقت کو جھٹلاتی ہے کہ ہیون ویلی میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کافرستان یا کافرستانی آرمی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ کافرستانی آرمی ہیون ویلی میں امن و امان قائم رکھنے اور ان شرپسندوں کے خلاف کام کرنے میں مصروف ہے جو ہیون ویلی کے امن و امان کو تہہ و بالا کر رہے ہیں۔ وہ لوگ کون ہیں یہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی لیا ہو گا۔

سیاہ لباس والے افراد بلیک فورس کی نئی تنظیم ہے جنہوں نے حال ہی میں ہیون ویلی میں قدم رکھے ہیں اور انہوں نے ہیون ویلی میں اس قدر قتل و غارت پھیلا دی ہے کہ ان کے خوف سے ہیون ویلی میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔ بلیک فورس کے درندہ صفت تنظیم نوجوانوں، بوڑھوں اور عورتوں سمیت وہاں کے معصوم بچوں کو بھی اپنے ظلم کا نشانہ بنا رہی ہے اور وہ لوگ لاشوں کے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ متیارا شہر کا کوئی انسان خاص طور پر کوئی مسلمان ان سے محفوظ نہیں ہے۔ بلیک فورس متیارا شہر کے مسلمانوں کو نہایت بے رحمی سے ہلاک کرتے پھر رہے ہیں اور پھر وہ ان کی لاشوں کے بھی ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ اگر ان کو نہ روکا گیا تو وہ متیارا شہر کے ساتھ ساتھ ہیون ویلی کے تمام مسلمانوں کا وجود مٹا دیں گے۔ جب سے ہیون ویلی میں بلیک فورس آئی ہے، ہیون ویلی کا

ہر کام مفلوج ہو گیا ہے۔ ہیون ویلی کی زندگی کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ لوگ بلیک فورس کی دہشت سے اپنے گھروں میں مقید ہو کر رہ گئے ہیں۔ کاروبار بند ہو چکے ہیں۔ لوگ بھوک پیاس سے مر رہے ہیں۔ بیماروں کو علاج کے لئے لوگ بلیک فورس کے خوف سے ہسپتالوں تک نہیں لے جا سکتے۔ بلیک فورس ہر طرف دندناتی پھر رہی ہے اور مسلمانوں کو چن چن کر ہلاک کرنے میں مصروف ہے۔ اس بلیک فورس نے مسلمانوں کے بڑے لیڈر اور ہیون ویلی کی ایک بڑی تحریک کے سربراہ مسٹر ابو عبداللہ کو بھی اغوا کر کے کہیں غائب کر دیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بلیک فورس نے ابو عبداللہ کو قتل کر کے ان کی لاش کے بھی ٹکڑے کر کے کہیں پھینک دیئے ہیں۔

عمران صاحب ابو عبداللہ نے ہیون ویلی کے مسلمانوں کے لئے بہت کام کیا ہے۔ انہوں نے آزادی وطن کی ہیون ویلی میں جو تحریک چلائی تھی اس سے ہیون ویلی کا بچہ بچہ ان کے ساتھ قدم ملانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

کافرستان کی یہ ساری سازش اس تحریک کو ختم کرنے کے لئے تھی۔ اسی لئے انہوں نے ہیون ویلی میں بلیک فورس کو بھیجا تھا۔ میں نے اپنی کوششوں سے متیارا شہر سے دور ایک پہاڑی علاقے میں کافرستانی آرمی کے ایک بیس کیمپ میں جا کر وہاں بھی فلم بنائی تو مجھے وہاں بلیک فورس کے اصلی چہرے دکھائی دے گئے۔ وہ لوگ کوئی اور نہیں کافرستانی ملٹری سیکرٹ سروس کے افراد ہیں۔ جو بلیک

فورس کا روپ دھار کر ہیون ویلی میں آگ اور خون کی ہولی کھیلنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ سب سے آخری چہرہ بلیک فورس یعنی کافرستانی ملٹری سیکرٹ سروس کے سربراہ کمانڈر آندرے کا ہے۔ جو کمانڈر آندرے کہلاتا ہے۔ وہ دنیا کے سفاک اور انتہائی بے رحم انسانوں میں سے ایک ہے۔ انسانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مارنا اس کا پیشہ ہی نہیں بلکہ شوق بھی ہے۔

عمران صاحب، ہیون ویلی کے مسلمان اس وقت شدید مصیبت میں ہیں۔ وہ لوگ کسی ایسے مسیحا کے انتظار میں ہیں جو نہ صرف انہیں بلیک فورس کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھ سکے بلکہ ان کے لیڈر ابو عبداللہ کو ان کے درمیان واپس لا سکے۔ میں جانتا ہوں ان کو صرف آپ ہی روک سکتے ہیں۔ اگر آپ یہاں آ جائیں تو ہم آپ کے ساتھ مل کر نہ صرف بلیک فورس کا خاتمہ کر سکتے ہیں بلکہ کافرستان کو ایسا سبق سکھا سکتے ہیں کہ وہ پھر کبھی مسلمانوں پر اس طرح ظلم کرنے کے بارے میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکیں گے۔ میں اس وقت ہیون ویلی میں ہوں۔ یہاں ان لوگوں نے تمام مواصلاتی نظام جام کر رکھا ہے جس کی وجہ سے میں آپ سے رابطہ نہیں کر سکتا۔ میں بہت جلد یہاں سے نکل جاؤں گا۔ پھر آپ سے رابطہ کروں گا۔ اس فلم کو میں آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اگر اس فلم کو آپ دنیا کے سامنے اوپن کر دیں تب بھی کافرستان کی اصلیت اور ان کے عزائم دنیا کے سامنے آ جائیں گے۔ لیکن یہ کام اس وقت کیجئے گا جب ہم بلیک فورس کا خاتمہ

کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے چنگل سے ابو عبداللہ کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو جائیں بشرطیکہ وہ زندہ ہوں۔ میں آپ کا منتظر ہوں عمران صاحب۔ ہیون ویلی کے مسلمانوں کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے جیسے بھی ہو آپ ہیون ویلی کے مسلمانوں کو ان ظالموں کے ظلم سے نجات دلائیں۔ اس مشن میں، میں اور ہیون ویلی کا بچہ بچہ آپ کے ساتھ ہو گا"۔ اس تحریر کے ساتھ ہی آغا جمشید کا نام آیا اور فلم ختم ہو گئی۔

کراسٹی کا چشمہ تاریک ہو گیا تھا مگر وہ چشمہ آنکھوں پر لگائے گم صم بیٹھی تھی۔ اس کے دل و دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔

"اوہ، اس قدر ظلم اور بربریت۔ کافرستان، ہیون ویلی کے مسلمانوں پر اس قدر ظلم کیسے کر سکتا ہے اور کیوں"۔ کراسٹی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے آنکھوں سے چشمہ اتارا اور اسے لائٹرنما آلے کے ساتھ بیڈ پر رکھ دیا۔

"آغا جمشید نے کہا ہے کہ عمران کو ہیون ویلی کے مسلمانوں کو بلیک فورس کے ظلم سے بچانا ہے۔ اس کے لئے بلیک فورس کا خاتمہ کرنا ہو گا۔ اگر بلیک فورس کا خاتمہ کر دیا جائے تو نہ صرف ہیون ویلی کی زندگی پھر سے بحال ہو جائے گی بلکہ کافرستان کو بھی ایسا شدید دھچکا لگے گا کہ وہ واقعی آئندہ مسلمانوں کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے کا خیال دل میں نہ لائیں گے مگر بلیک فورس کا خاتمہ کس طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ بلیک فورس کے ساتھ کافرستانی آرمی بھی کام کر رہی ہے

اور ان کا پوری طرح ہیون ویلی پر کنٹرول ہے۔ کیا وہ لوگ عمران کو آسانی سے ہیون ویلی میں داخل ہونے دیں گے۔ کیا عمران بلیک فورس اور کافرستانی آرمی سے ٹکر لے سکے گا۔ وہ اکیلا وہاں جا کر کیا کر سکتا ہے۔ کیسے ہو گا یہ سب۔ کیسے"۔ کراسٹی سوچتی چلی گئی۔

کراسٹی کا خون کھول رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ خود کافرستان اور ہیون ویلی میں جائے اور وہاں جا کر بلیک فورس اور ان ظالموں کا سر کچل دے جنہوں نے ہیون ویلی کے مسلمانوں کے ساتھ اس قدر ظلم روا کر رکھا ہے۔ وہ کافی دیر سوچتی رہی پھر جیسے اچانک اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔ وہ بے اختیار چونک اٹھی۔

"اوہ، ایسا ممکن ہے۔ بالکل ایسا ممکن ہے۔ عمران تو وہاں جا کر کچھ نہیں کر سکے گا مگر میں ان لوگوں کے ساتھ ضرور ٹکر لے سکتی ہوں۔ میں ہیون ویلی میں جا کر بلیک فورس بلکہ کافرستانی آرمی کو بھی اس قدر شدید نقصان پہنچا سکتی ہوں کہ وہ ہیون ویلی کو چھوڑ کر وہاں سے نکل بھاگیں گے اور ہیون ویلی کے مسلمان سکھ اور چین کی زندگی بسر کر سکیں گے"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس نے بریف کیس سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے آن کرنے لگی۔ ٹرانسمیٹر کو آن کر کے اس نے چند بٹن پریس کئے اور اس پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ مادام کراسٹی سپیکنگ۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اوور"۔ کراسٹی نے فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے تیز تیز انداز میں کہا۔

"یس ایڈگر اسٹنڈنگ یو فرام ساک لینڈ۔ اوور"۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری اور کرخت آواز سنائی دی۔

"اوہ، ایڈگر تم۔ سی کاک کہاں ہے۔ میں مادام کراسٹی بول رہی ہوں۔ میری سی کاک سے بات کراؤ جلدی۔ اوور"۔ کراسٹی نے تیز لہجے میں کہا۔

"مادام باس تو یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں ایکریمیا گئے ہوئے ہیں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا گیا۔ شاید وہ مادام کراسٹی کو پہچانتا تھا۔

"ایکریمیا۔ اوہ، ایکریمیا کے کس شہر میں ہو گا وہ۔ اوور"۔ کراسٹی نے کہا۔

"وہ کرانسکو میں ہیں۔ اوور"۔ ایڈگر نے جواب دیا۔

"اس کا کوئی رابطہ نمبر ہے تمہارے پاس۔ اوور"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"یس مادام۔ اوور"۔ ایڈگر نے کہا۔

"گڈ، بتاؤ مجھے۔ مجھے اس سے نہایت ضروری بات کرنی ہے۔ اوور"۔ کراسٹی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"نمبر نوٹ کریں۔ اوور"۔ ایڈگر نے کہا اور کراسٹی کو ایک نمبر نوٹ کرانے لگا۔

"تھینک یو ایڈگر۔ میں بات کرتی ہوں اس سے۔ اوور"۔ کراسٹی نے کہا۔

"ضرور مادام۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔ اوور"۔ ایڈگر نے بڑے شائستہ لہجے میں کہا۔

"ایک بات بتاؤ ایڈگر۔ اوور"۔ کراسٹی نے کہا۔

"پوچھیں مادام۔ اوور"۔ ایڈگر نے کہا۔

"سی کاک کی ہائی ایجنسی کا نیٹ ورک پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ کیا اس کا نیٹ ورک کافرستان میں بھی کام کر رہا ہے۔ اوور"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"یس مادام۔ ہائی ایجنسی کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک کافرستان میں بھی موجود ہے۔ جس کا انچارج پروشو ہے۔ کیوں مادام آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔ اوور"۔ ایڈگر نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ پروشو اور اس کا گروپ کافرستان میں کس قسم کا کام کرتا ہے۔ اوور"۔ کراسٹی نے کہا۔

"وہی کام جو ہائی ایجنسی کا پیشہ ہے۔ اوور"۔ ایڈگر نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے اسلحے کی سمگلنگ، قتل وغارت اور انفارمیشن حاصل کرنا۔ اوور"۔ کراسٹی نے کہا۔

"یس مادام۔ اوور"۔ ایڈگر نے مبہم سے انداز میں جواب دیا۔

"گڈ، یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کے تعلق کافرستانی آرمی سے بھی ہیں۔ اوور"۔ کراسٹی نے کہا۔

"کافرستانی آرمی سے، کیا مطلب، میں سمجھا نہیں مادام۔ آپ کیا

پوچھنا چاہتی ہیں۔ اوور"۔ ایڈگر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ وہ کراسٹی کی باتوں کو شاید سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"مطلب یہ کہ سی کاک زیادہ تر اسلحہ آرمی والوں سے حاصل کرتا ہے جو اسے جدید ترین اسلحہ اونے پونے داموں میں فروخت کر دیتے ہیں۔

یہ کام ظاہر ہے وہ لوگ خاموشی سے ہی کرتے ہوں گے۔ کیا کافرستان میں بھی تم لوگوں کا ایسا ہی کوئی سلسلہ چل رہا ہے۔ میرا مطلب ہے کیا پروشو کے کافرستانی آرمی سے تعلقات بھی ہوں گے۔ اوور"۔ کراسٹی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"یس مادام، ایسا سلسلہ تو پوری دنیا کے ساتھ چل رہا ہے۔ کافرستانی آرمی بھی پروشو کو خفیہ طور پر اسلحہ فراہم کر رہی ہے۔ جنہیں پروشو سمگل کر کے دوسرے ملکوں میں پہنچا کر ایجنسی کے لئے بڑی بڑی رقمیں فراہم کرتا ہے۔ اوور"۔ ایڈگر نے جواب دیا۔

"گڈ، تب تو میرا کام ہو جائے گا۔ اوکے ایڈگر۔ میں پہلے سی کاک سے بات کر لوں پھر اگر ضرورت ہوئی تو میں تم سے بات کر لوں گی۔ اوور"۔ کراسٹی نے کہا۔

"اوکے۔ اوور"۔ ایڈگر نے کہا۔

"اوکے۔ اوور اینڈ آل"۔ کراسٹی نے کہا اور اس نے ایڈگر سے رابطہ ختم کر کے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور ٹرانسمیٹر کو بریف کیس میں رکھ کر اس نے دوسری چیزیں بھی سمیٹیں اور انہیں واپس بیگ میں

رکھ کر بیگ اٹھا کر واپس وارڈروب میں رکھ دیا اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گئی۔

کمرے میں آ کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور جلدی جلدی نمبر پریس کرنے لگی۔ اس نے انکوائری سے ایکریمیا اور پھر کرانسکو کا رابطہ نمبر لے کر ایڈگر کا بتایا ہوا نمبر ملانا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ ہائی ایجنسی کے چیف سی کاک سے بات کر رہی تھی۔

سی کاک ساک لینڈ کی ایک بین الاقوامی سیکرٹ آرگنائزیشن ہائی ایجنسی کا چیف اور کراسٹی کا بھائی تھا۔ کراسٹی کی سینڈیکیٹ صرف چند افراد پر مشتمل تھی اور وہ اپنا کام ادھر ادھر سے آدمی ہائر کر کے پورا کر لیتی تھی لیکن اس کے بھائی سی کاک کی تنظیم بے حد وسیع تھی۔ جس کا نیٹ ورک پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ سی کاک جو جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا کراسٹی کا چھوٹا بھائی تھا اور کراسٹی سے بے حد ڈرتا تھا۔

کراسٹی آج تک سی کاک کے کسی کام کے آڑے نہیں آئی تھی اور نہ ہی اس نے کبھی اپنے بھائی سے کسی قسم کی مدد حاصل کی تھی۔ لیکن اب ایک تو اس کا سینڈیکیٹ ختم ہو چکا تھا دوسرے اس نے ساک لینڈ کو چھوڑ کر پاکیشیا میں رہ کر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے ہیون ویلی میں جانے اور وہاں جا کر بلیک فورس کے خلاف کام کرنے کے لئے اسے بھائی کی مدد کی ضرورت پڑ گئی تھی۔

کراسٹی نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اکیلی کافرستان جائے گی اور ہائی ایجنسی کے ساتھ مل کر وہ بلیک فورس کے خلاف کام کرے گی۔ بلیک فورس کے ساتھ ساتھ وہ کافرستانی آرمی کو بھی ناکوں چنے چبوادے گی۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی کوشش کرے گی کہ بلیک فورس کے قبضے سے ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کے سربراہ ابو عبداللہ کو بھی آزاد کرا سکے۔ اس سے ایک تو ہیون ویلی کے مسلمانوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ جائے گی دوسرے بلیک فورس جیسی درندہ صفت اور جلاد فورس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا کام ہوگا جس کو عمران تو کیا، ایکسٹو، پاکیشیا سیکرٹ سروس اور پاکیشیا کی حکومت بھی سراہے گی اور کراسٹی کو آسانی کے ساتھ پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل ہونے کا موقع مل جائے گا۔

کراسٹی کو یقین تھا کہ سی کاک اسے کسی بھی کام سے منع نہیں کر سکے گا۔ کراسٹی سی کاک سے کافرستان میں ہائی ایجنسی کے گروپ کو اپنے انڈر لینا چاہتی تھی۔ جن کی مدد سے وہ کافرستانی آرمی اور پھر ان کے ذریعے ہیون ویلی اور پھر بلیک فورس تک رسائی حاصل کر سکتی تھی۔ جس کے لئے اس نے دل ہی دل میں پوری طرح منصوبہ بندی کر لی تھی۔

سی کاک نے واقعی کراسٹی کو انکار نہیں کیا تھا۔ اس نے کراسٹی کو پروشو کا رابطہ نمبر اور اس کا مکمل پتہ بتا دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ اس

سلسلے میں خود بھی پروشو کو انفارم کر دے گا اور اگر کراسٹی کو اور بھی کسی مدد کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی اسے بہم پہنچا دے گا۔

"گڈ، یہ ہوئی ناں بات۔ اب دیکھتی ہوں بلیک فورس میرے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے سے کیسے بچ سکے گی"۔ کراسٹی نے فون بند کر کے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر عجیب ساجوش اور خوشی کی چمک تھی۔

"عمران صاحب، کیا آپ کو یقین ہے کہ ان لوگوں نے ابو عبداللہ کو اب تک زندہ رکھا ہوگا۔ جو لوگ ہیون ویلی کے معصوم بچوں کو درندگی سے ہلاک کرنے سے دریغ نہیں کرتے تو وہ لوگ ابو عبداللہ کو زندہ کیسے چھوڑ سکتے ہیں"۔ بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران ابھی کچھ دیر پہلے دانش منزل پہنچا تھا۔ اس نے بلیک زیرو کو آغا جمشید سے ہونے والی تمام بات چیت سے آگاہ کر دیا تھا اور اسے بتا دیا تھا کہ وہ ہیون ویلی میں جا کر نہ صرف بلیک فورس کا خاتمہ کرے گا بلکہ ان کی قید سے ابو عبداللہ کو بھی آزاد کرائے گا۔ جس پر بلیک زیرو نے یہ جواب دیا تھا۔

"ابو عبداللہ ابھی زندہ ہے بلیک زیرو۔ وہ لوگ اسے آسانی سے نہیں مار سکتے"۔ عمران نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ بات آپ اس قدر یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں"۔ بلیک زیرو نے حیرانی سے پوچھا۔

"ابو عبداللہ ہیون ویلی میں اس وقت ہر دلعزیز انسان ہیں۔ ان کی وجہ سے ہیون ویلی میں آزادی کی تحریک کا ان لوگوں میں نیا شعور بیدار ہوا ہے اور انہوں نے ابو عبداللہ ہی کی وجہ سے اپنے دلوں میں نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا تھا۔ بلیک فورس جس طرح ہیون ویلی کے مسلمانوں کو ہلاک کر رہی ہے اگر انہیں ابو عبداللہ کو مارنا ہوتا تو وہ انہیں سب کے سامنے مارتے یا پھر ان کو مار کر وہ ان کی لاش کو بیچ چوراہے میں لٹکا دیتے تاکہ دوبارہ کوئی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت نہ کر سکے۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آغا جمشید اس کے بارے میں بھی مجھے بتا دیتا اور ایک بات اور بھی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"وہ کیا"۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ابو عبداللہ کا نام اس وقت پوری دنیا میں مشہور ہے۔ لوگ انہیں اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ بلیک فورس نے ہیون ویلی میں جو قیامت ڈھائی ہے وہ اسے لاکھ چھپانے کی کوششیں کریں مگر وہ ایک نہ ایک روز ضرور اوپن ہوگی اور پوری دنیا ان سے ابو عبداللہ کے بارے میں سوال کر سکتی ہے۔ جس کے لئے انہیں ابو عبداللہ کو زندہ رکھنا ضروری ہے"۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا۔

"لیکن انہوں نے ابو عبداللہ کو رکھا کہاں ہو گا۔ ہیون ویلی میں یا پھر وہ انہیں کہیں اور لے گئے ہوں گے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"یہ بات تو وہیں جا کر ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ میں نجومی تو ہوں نہیں جو یہاں بیٹھے بیٹھے حساب کتاب لگا کر تمہیں بتا سکوں کہ انہوں نے ابو عبداللہ کو کہاں رکھا ہو گا"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا تو بلیک زیرو اپنے سوال پر خود ہی شرمندہ ہو گیا کیونکہ واقعی اس کا سوال بے معنی سا تھا۔

"کیا ہیون ویلی میں آپ کا مشن صرف بلیک فورس کا خاتمہ کرنا اور ان کی قید سے ابو عبداللہ کی رہائی کا ہی ہو گا"۔ بلیک زیرو نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔

"ہاں۔ کیوں"۔ عمران نے چونک کر کہا۔

"نہیں، میں سوچ رہا تھا کہ اگر آپ ابو عبداللہ کو رہائی دلا کر بلیک فورس کا خاتمہ کر دیں تو کیا وہ یہ کوشش دوبارہ نہیں کریں گے۔ ابو عبداللہ کو دوبارہ بھی اغوا کیا جا سکتا ہے اور بلیک فورس جیسی کسی اور فورس کو بھی وہاں قتل و غارت کرانے کے لئے بھیجا جا سکتا ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ، یہ واقعی قابل غور پہلو ہے۔ یقیناً وہ لوگ یہ کام دوبارہ بھی کر سکتے ہیں"۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تب پھر آپ کو کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے کہ ایک تو ابو عبداللہ کی زندگی ان لوگوں سے محفوظ ہو جائے دوسرے وہ لوگ

دوبارہ ہیون ویلی کے مسلمانوں پر اس قدر ظلم و ستم کرنے کی ہمت نہ کر سکیں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"تمہارے ذہن میں ایسا کوئی لائحہ عمل ہے تو بتاؤ"۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایسا انہیں صرف خوفزدہ کر کے ہی کیا جا سکتا ہے"۔ بلیک زیرو نے سوچتے ہوئے کہا۔

"خوفزدہ کر کے"۔ عمران نے اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اگر ان لوگوں کا کوئی دفاعی سٹور اڑا دیا جائے یا اس ملک کے صدر اور وزیراعظم کو ہلاک کر دیا جائے تو میرے خیال میں انہیں خاصا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ صدر اور وزیراعظم کی ہلاکت سے وہ لوگ خوفزدہ بھی ہو جائیں گے اور انہیں یہ باور کرا دیا جائے گا کہ اگر انہوں نے ہیون ویلی سے فورس واپس نہ بلائی تو ان کے ملک کا نہ کوئی صدر زندہ رہے گا اور نہ وزیراعظم"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں ہم اس ملک میں بننے والے صدور اور وزیراعظموں کو ہلاک کرتے رہیں گے اور کیا وہ اس اقدام سے اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں گے"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر پہلے کی طرح آپ کافرستان کے ڈیم، اسلحے کے ڈپو اور ان کی اہم تنصیبات کو اڑا دیں۔ کافرستان کو شدید سے شدید نقصان پہنچا کر انہیں ڈرایا دھمکایا جا سکتا ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں، ایسا ہم پہلے بھی کئی بار کر چکے ہیں۔ اگر وہ ان باتوں سے ڈرنے والے ہوتے تو اور چاہیئے ہی کیا تھا"۔ عمران نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"انہیں اپنی طاقت پر بے پناہ گھمنڈ ہے عمران صاحب۔ جب تک آپ ان کا گھمنڈ نہیں توڑیں گے۔ تب تک وہ کیسے سدھر سکتے ہیں"۔ بلیک زیرو نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ان کا گھمنڈ توڑنے کے بارے میں ہی میں سوچ رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"انہیں اپنی ایٹمی ٹیکنالوجی اور میزائل سسٹم کا غرور ہے۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو ٹیکنالوجی ان کے پاس ہے وہ پوری دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ جب تک وہ لوگ اس ٹیکنالوجی پر کام کرتے رہیں گے اس وقت تک ان کے غرور اور گھمنڈ کو کسی بھی طرح سے نہیں توڑا جا سکتا"۔ بلیک زیرو نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"گڈ آئیڈیا"۔ اچانک عمران نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"آئیڈیا۔ اوہ، تو کیا آپ کو کوئی آئیڈیا سوجھ گیا ہے"۔ بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

"تم نے کہا ہے کہ جب تک وہ ایٹمی ٹیکنالوجی پر کام کرتے رہیں گے یعنی ایٹم بم اور میزائل بناتے رہیں گے اس وقت تک ان کا گھمنڈ نہیں ٹوٹ سکتا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، لیکن اس میں آئیڈیئے والی کون سی بات ہے"۔ بلیک زیرو نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اگر ان لوگوں کو ایٹم بم اور میزائل بنانے سے روک دیا جائے تو........" عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ کیسے ممکن ہے۔ اوہ، کہیں آپ کافرستان کے ان سائنسدانوں کو ہلاک کرنے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے جو ان پراجیکٹس پر کام کر رہے ہیں"۔ بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

"اماں یار۔ کبھی تو اپنے دماغ پر بوجھ ڈال لیا کرو۔ سائنسدانوں کو ہلاک کرنے سے کیا ہوگا۔ وہاں لاکھوں نہیں تو ہزاروں سائنسدان ہوں گے۔ ہم کن کن کو ہلاک کرتے پھریں گے۔ ایک سائنسدان مرے گا تو اس کی جگہ دوسرا آگے آجائے گا"۔ عمران نے ایک بار پھر منہ بنا کر کہا۔

"آپ نے خود ہی کہا تھا کہ ان لوگوں کو ایٹمی ٹیکنالوجی کے کام کرنے سے روک دیا جائے تو۔ یہ کام تو سائنسی لیبارٹریاں اڑا کر کیا جا سکتا ہے یا پھر ان خاص سائنسدانوں کو ہلاک کر کے جو ان پراجیکٹس کے اصل کرتا دھرتا ہوں"۔ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ان کے چند سائنسدانوں یا اہم ہستیوں کو اغوا کر کے انہیں ہیون دیلی کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اس طرح وہ کافرستان کو ہمیشہ اپنے دباؤ میں رکھ سکتے ہیں کہ اگر انہوں نے دوبارہ ابو عبداللہ کو چھیڑنے یا ہیون دیلی میں

شرانگیزی پھیلانے کی کوشش کی تو وہ ان لوگوں کو ہلاک کر دیں گے۔ جب تک وہ اہم ہستیاں ہیون ویلی کے مسلمانوں کے قبضے میں رہیں گی۔ میرا خیال ہے کہ کافرستان ان کے خلاف کوئی جارحانہ قدم نہ اٹھا سکے گا"۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ، ویری گڈ آئیڈیا۔ واقعی اگر کافرستان کی اہم ہستیوں کو ہیون ویلی کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے تو کافرستان ان کے خلاف ہر طرح کی شرپسندی سے باز آسکتا ہے۔ واقعی عمران صاحب اس سے بہتر آئیڈیا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ واقعی بے حد ذہین ہیں۔ واہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے واقعی بے پناہ ذہانت سے نوازا ہے"۔ بلیک زیرو نے عمران کی جانب تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا واقعی، لیکن سلیمان کا تو کہنا ہے کہ میرے دماغ میں سوائے بھوسے کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگر میرے سر میں دماغ ہوتا تو میں اس طرح بے یار و مددگار سوپر فیاض کے فلیٹ میں پڑا رہتا"۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"خیر یہ تو نہ کہیں۔ میں سلیمان کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ وہ ایسی بات کہہ ہی نہیں سکتا"۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بڑے اس کے ہمدرد بن رہے ہو۔ کہیں اس نے حریرے، مغز بادام اور عمدہ ناشتہ کرانے کی تمہیں رشوت میں دعوت تو نہیں دے دی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اچھا چھوڑو۔ اب یہ سوچو کہ ہمیں کن اہم ہستیوں کو اغوا کر کے ہیون ویلی کے مسلمانوں کے حوالے کرنا چاہئے۔ وہ ایسے لوگ ہوں جن کی اہمیت واقعی کافرستان کے لئے بے حد ضروری ہو"۔ عمران نے کہا۔

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔ آپ ایٹمی ٹیکنالوجی کے اصل موجد ڈاکٹر راشد اور تھری سٹار میزائل کے موجد ڈاکٹر رام پرشاد کو ہیون ویلی کے مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ جب تک وہ دونوں مسلمانوں کی قید میں رہیں گے کافرستان انہیں اور ابو عبداللہ کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکے گا"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"گڈ یہی مناسب رہے گا۔ اس سلسلے میں کافرستان کی آرمی اور ہو سکتا ہے کافرستانی سیکرٹ سروس ان دونوں سائنسدانوں کی تلاش میں خفیہ کاروائیاں کرے مگر ہم ان دونوں کو ایسی جگہوں پر رکھیں گے جہاں ان کی سوچ بھی نہ جا سکتی ہو۔ وہ ساری عمر بھی سر پٹکتے رہیں گے تب بھی ان دونوں کو تلاش نہ کر سکیں گے"۔ عمران نے کہا۔

"دونوں سائنسدان جہاں بھی رہیں مگر خفیہ ذرائع سے ان دونوں کی ویڈیو ٹیپس آئے دن کافرستانی حکام کو بھجوانا پڑیں گی۔ ایسا نہ ہو کافرستانی یہ سمجھ بیٹھیں کہ ان لوگوں نے ان دونوں سائنسدانوں کو ہلاک کر دیا ہے جس کا بدلہ لینے کے لئے وہ ہیون ویلی

کے مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ خوفناک انداز میں ظلم کرنا شروع کر
دیں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں یہ بہت ضروری ہے۔ بہرحال تم ممبروں کو کال کرو۔ ہم جلد
سے جلد کافرستان روانہ ہو جائیں تو اچھا ہوگا"۔ عمران نے کہا۔

"کن کن کو آپ اس مشن پر ساتھ لے جائیں گے"۔ بلیک زیرو
نے پوچھا۔

"تمہیں چھوڑ کر سبھی کو"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں، مجھے کیوں نہیں۔ آپ نے مجھے یہاں باندھ کر رکھا
ہے۔ کم از کم اس مشن میں تو مجھے ساتھ لے چلیں"۔ بلیک زیرو نے
منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تم اس مشن پر خود ہی چلے جاؤ
اور مجھے یہاں رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ جاؤ تاکہ میں
تمہارے کسی کام میں مداخلت نہ کر سکوں"۔ عمران نے کہا۔

"یہ تو خیر ہو نہیں سکتا۔ آپ کے سامنے بھلا میری کیا بساط ہے"۔
بلیک زیرو نے جلدی سے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں ہر بار یہ سمجھانا ضروری ہے کہ تمہاری یہاں کسی بھی
وقت ضرورت پڑ سکتی ہے"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ، نن۔ نہیں۔ میں نے تو یونہی ایک بات کی تھی"۔ بلیک
زیرو نے بوکھلا کر کہا۔

"یونہی بات کرنے سے پہلے سوچ لیا کرو"۔ عمران نے اسی لہجے

میں کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ عمران کے کہنے پر
سیکرٹ سروس کے ممبروں کو کال کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"یہ بتاؤ۔ تم نے صفدر اور جولیا کو ایئرپورٹ بھیجا تھا۔ انہوں نے
راشد خان کے بارے میں کوئی اطلاع دی ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"نہیں، انہیں وہاں سے کوئی کلیو نہیں ملا تھا۔ بیرون ممالک سے
آنے والی تمام فلائٹس کی پچھلے ہفتے سے لے کر اب تک انہوں نے
تمام لسٹیں حاصل کر لی ہیں مگر ان میں کہیں راشد خان کا نام نہیں
ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے راشد خان اپنے اصلی نام و پتے سے یہاں آیا
ہوگا"۔ عمران نے اسے گھور کر کہا۔

"اوہ نہیں، میرا مطلب تھا آغا جمشید نے راشد خان کا جو نام اور
حلیہ بتایا تھا اس کے مطابق راشد خان ابھی تک پاکیشیا نہیں پہنچا
ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا تو عمران اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"جولیا اور صفدر نے ویژن روم سے چند ویڈیو فلمیں حاصل کی
ہیں۔ ان فلموں میں بیرون ملک سے آنے والے ہر شخص کی تصویر
ریکارڈ رکھی جاتی ہے۔ جولیا، صفدر اور چوہان انہی فلموں کو دیکھنے میں
مصروف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ راشد خان جس میک اپ میں ہوا وہ
اسے آسانی سے پہچان لیں گے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ انہیں آلینے دو۔ پہلے میں اپنے مشن کی تفصیلات بتا
دوں۔ پھر میں انہیں فلمیں دیکھنے کے لئے آزاد چھوڑ دوں گا۔ چاہے وہ

کارٹون فلمیں دیکھیں یا ہارر"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو عمران کی جانب یوں دیکھنے لگا جیسے سوچ رہا ہو کہ وہ عمران کے اس مذاق پر سنجیدہ رہے یا زور زور سے ہنسنا شروع کر دے۔

سیاہ رنگ کی ایک بڑی سی کار تیز رفتاری سے شہر کی سڑکوں پر دوڑی جا رہی تھی۔ کار پر ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا جس پر ایک سفید ناگ پھن پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا۔ یہ کافرستان کی ایک نئی اور سپیشل ایجنسی وائٹ کوبرا کا مخصوص نشان تھا۔

کار کی پچھلی نشست پر وائٹ کوبرا کا چیف مارشل مہادیو تھا جو انتہائی درجے کا ظالم اور سفاک آدمی تھا۔ مارشل مہادیو کی لغت میں رحم نام کا کوئی لفظ سرے سے موجود ہی نہ تھا۔ وہ انسانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مارنے کا شوقین تھا۔ خاص طور پر اسے پاکیشیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں سے شدید نفرت تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا ورنہ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں سمیت پاکیشیا کا نام بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیتا۔

مارشل مہادیو کا تعلق کافرستان کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے تھا

جس کا نام بدل کر اس نے وائٹ کوبرا رکھ لیا تھا اور وہ اپنے حلقے میں وائٹ کوبرا کے نام سے ہی مشہور تھا۔

مارشل مہادیو ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس کا چہرہ بے حد بڑا اور سیاہ تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور کبوتر کے خون کی طرح سرخ تھیں۔ اس کے چہرے پر شیطانیت اور خباثت جیسے ثبت ہو گئی تھی۔ چہرے پر چھائی ہوئی چٹانوں جیسی سختی نے اسے مجسم دہشت بنا دیا تھا۔ غصیلی طبیعت رکھنے کی وجہ سے اس نے جیسے کسی سے سیدھے منہ بات کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ ہر شخص کے ساتھ لڑ پڑنے والے انداز میں پیش آتا تھا۔

ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا سربراہ ہونے اور اس کے دہشت ناک رویئے کی وجہ سے حکومت کے اعلیٰ عہدیدار بھی اس کے نام سے خوف کھاتے تھے۔ مارشل مہادیو کو حکومت کے تمام عہدیداروں پر فوقیت حاصل تھی۔ وہ سوائے صدر اور وزیراعظم کے کسی کو جوابدہ نہیں تھا۔

صدر اور وزیراعظم اسے ایسے مشنوں پر کام کراتے تھے جن میں زیادہ سے زیادہ خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی اور سینکڑوں انسانوں کو ہلاک کیا جانا ہوتا تھا۔ مارشل مہادیو کے زیادہ تر مشن دوسرے ملک کے خلاف ہی ہوتے تھے۔

اس وقت مارشل مہادیو کو صدر نے کال کر کے بلایا تھا۔ وہ کسی اہم سلسلے میں اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اس کی کار

نہایت تیزی سے ایوان صدر کی طرف دوڑی جا رہی تھی۔

کار کا ڈرائیور ایک نوجوان میجر ہری چند تھا۔ جو نہایت خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی ایوان صدر میں داخل ہوئی تو اس کار اور کار پر لگے جھنڈے کو دیکھ کر اسے بغیر کسی چیکنگ کے اندر جانے دیا گیا۔ ڈرائیور نے کار اندر لے جا کر عمارت کے قریب روکی جہاں کافرستان کے صدر کا ملٹری سیکرٹری کرنل وشال اس کے استقبال کے لئے پہلے سے ہی موجود تھا۔ جیسے ہی کار رکی۔ ملٹری سیکرٹری کرنل وشال نے آگے بڑھ کر نہایت احترام سے کار کا دروازہ کھولا تو مارشل مہادیو نہایت شان سے کار سے باہر آ گیا۔ ملٹری سیکرٹری اور وہاں پر موجود ملٹری کے نوجوانوں نے اسے فوجی سیلوٹ کیا۔

"صدر صاحب موجود ہیں"۔ مارشل مہادیو نے ان کے سیلوٹ پر کسی قسم کا کوئی رد عمل ظاہر نہ کرتے ہوئے کرنل وشال سے پوچھا۔ اس کا لہجہ حسب عادت بے حد کرخت اور پھاڑ کھانے والا ہی تھا۔

"یس سر۔ وہ بے صبری سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ ملٹری سیکرٹری نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ اکیلے ہیں یا پرائم منسٹر بھی ان کے ہمراہ ہیں"۔ مارشل مہادیو نے پوچھا۔

"فی الحال تو وہ اکیلے ہیں۔ ان کے حکم سے میں نے جناب پرائم منسٹر کو بھی کال کیا تھا۔ وہ بھی بس پہنچنے ہی والے ہیں"۔ ملٹری

سیکرٹری کرنل وشال نے کہا تو مارشل مہادیو نے اثبات میں سرہلا دیا۔

ملٹری سیکرٹری اسے لے کر میٹنگ روم میں آ گیا۔ جہاں صدر مملکت اپنے صوفے پر بیٹھے کسی فائل کا مطالعہ کر رہے تھے۔ قدموں کی آواز سن کر انہوں نے سر اٹھایا اور پھر مارشل مہادیو کو دیکھ کر انہوں نے فائل سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

" آیئے مارشل مہادیو۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا"۔ صدر نے آگے بڑھ کر مارشل مہادیو سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

" آپ نے مجھے ایمرجنسی کال کر کے بلایا تھا"۔ مارشل مہادیو نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

" ہاں، ہمارے سامنے ایک اہم معاملہ آیا ہے۔ جس کے لئے میں نے آپ کو خاص طور پر بلایا ہے"۔ صدر نے کہا۔

" کیا معاملہ ہے سر"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" آپ بیٹھئے۔ وزیراعظم صاحب آ جائیں پھر بات کرتے ہیں"۔ صدر نے کہا اور مارشل مہادیو نے اثبات میں سرہلایا اور سائیڈ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ صدر بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ صدر نے میز پر پڑی ہوئی فائل اٹھائی اور اسے مارشل مہادیو کی جانب بڑھا دیا۔

" جب تک وزیراعظم صاحب آتے ہیں آپ اس وقت تک اس فائل کا مطالعہ کر لیں"۔ صدر نے کہا تو مارشل مہادیو نے سرہلا کر ان سے فائل لے لی اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔

" پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ اوہ، یہ تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل ہے"۔ مارشل مہادیو نے فائل کے پہلے صفحے پر نظر ڈالتے ہی بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

" ہاں، یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں ہماری انٹیلی جنس، سیکرٹ سروس اور ملٹری انٹیلی جنس کی مرتب کی ہوئی فائل ہے۔ اس فائل میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کارناموں کے ساتھ ساتھ ان کے کام کرنے کے انداز اور ان لوگوں کے اوریجنل فوٹو گرافس ہیں۔ آپ ان فوٹو گرافس کو اچھی طرح سے دیکھ لیں اور ان کے بارے میں تفصیلات جان لیں کہ وہ کیسے لوگ ہیں۔ پھر اس سلسلے میں آگے بات ہو گی"۔ صدر مملکت نے سنجیدگی سے کہا۔

مارشل مہادیو چند لمحے حیرانی سے صدر کی جانب دیکھتا رہا۔ جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ صدر اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے کارناموں کی فائل کیوں دے رہے ہیں۔ پھر اس نے سر جھٹکا اور فائل پڑھنے اور ان میں لگے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کے فوٹو گراف دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔

کچھ دیر بعد وزیراعظم بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس دوران مارشل مہادیو فائل میں لگے تمام صفحات کو پوری طرح سے پڑھ چکا تھا۔

" آپ نے پڑھ لیا ہے مارشل مہادیو کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے رکن کس قسم کے انسان ہیں"۔ صدر مملکت نے کچھ دیر بعد مارشل مہادیو سے مخاطب ہو کر اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ۔اس فائل میں ان لوگوں کی تفصیلات کم اور کارناموں کی بھرمار زیادہ ہے" ۔مارشل مہادیو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ بھی پڑھ لیا ہوگا کہ یہ لوگ جب بھی کافرستان آتے ہیں تو کافرستان کا سکون تہ و بالا کر کے رکھ دیتے ہیں ۔اب تک یہ لوگ بیسیوں بار کافرستان آچکے ہیں اور انہوں نے کافرستان کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچایا ہے ۔انہوں نے کافرستان کو ایسے ایسے زخم لگائے ہیں جن پر ہم آج تک مرہم لگاتے چلے آ رہے ہیں ۔مگر وہ زخم مٹنے کا نام ہی نہیں لیتے ۔کافرستان میں آکر وہ آندھی اور طوفان کی طرح کام کرتے ہیں ۔ان کو روکنے اور ان کو ہلاک کرنے کے لئے ہم انٹیلی جنس، ملٹری انٹیلی جنس، سیکرٹ سروس، سپیشل فورسز اور ملٹری سیکرٹ سروس کے ساتھ ساتھ تقریباً تمام سپیشل ایجنسیوں کو آگے کر چکے ہیں مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان کے مقابلے میں ہم نے ہمیشہ مات ہی کھائی ہے ۔یہاں تک کہ وہ لوگ کافرستان میں اپنا جو بھی مشن لے کر آئے ہیں انہیں کبھی بھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا" ۔یہ کہہ کر صدر خاموش ہو گئے ۔جیسے مسلسل بولتے بولتے تھک گئے ہوں ۔

"ہمیں سیکرٹ سروس کے چیف پنڈت نارائن کی صلاحیتوں پر بے حد ناز تھا مگر وہ بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کو کافرستان میں تباہی پھیلانے سے نہ روک سکا تھا" ۔صدر نے کہا۔

"ہونہہ، یہ اتفاق ہی ہے کہ وہ لوگ جب بھی یہاں آئے ہیں ۔

میں کسی نہ کسی مشن کے سلسلے میں ملک سے باہر ہی رہا ہوں ۔اگر ان دنوں میں یہاں ہوتا جب وہ لوگ یہاں موجود تھے تو میں ان میں سے کسی ایک کو بھی یہاں سے زندہ نہ بچ نکلنے دیتا" ۔مارشل مہادیو نے غراکر کہا۔

"مارشل مہادیو ۔آپ یہ تو جانتے ہیں کہ ہیون ویلی کے سلسلے میں کافرستان اور پاکیشیا کے درمیان کس قدر کشیدگی چل رہی ہے ۔ہیون ویلی کے سلسلے میں پاکیشیا ہمیں ہر ممکن طریقے سے پوری دنیا میں بدنام کرتا چلا آ رہا ہے ۔پاکیشیا کے ساتھ ساتھ ہیون ویلی کے مسلمانوں میں بھی یہ بات دن بدن زور پکڑتی جا رہی تھی کہ انہیں حق خود ارادیت دیا جائے اور وہ کافرستان سے الگ ہو کر ایک الگ اور خود مختار وطن بنائیں ۔حالانکہ ان کا اصل مقصد ہیون ویلی کا پاکیشیا سے الحاق ہے اور ہیون ویلی پاکیشیا جیسے ملک کے ساتھ الحاق کرے یہ ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں ۔ہیون ویلی میں بھی آئے دن علیحدہ مملکت کے لئے تحریکیں سر اٹھاتی رہتی ہیں ۔جن کو کچلنے کے لئے ہم نے وہاں ملٹری ایکشن کر رکھا ہے ۔ان لوگوں کو روکنے کے لئے وہاں ہمیں ہر ممکن اقدام کرنے پڑتے ہیں ۔پچھلے دنوں ان کے ایک نئے لیڈر ابو عبداللہ کی قیادت میں ایک نئی تحریک نے زور پکڑا تھا جس کی وجہ سے ہیون ویلی کے مسلمان انتہائی جوش و خروش کا مظاہرہ کرنے لگے تھے ۔انہوں نے وہاں موجود ملٹری کی بھی پرواہ نہ کی تھی ۔وہ سب ایک ہوتے جا رہے تھے اور ابو عبداللہ کی روز بروز بڑھتی

ہوئی مقبولیت کی خبریں عالمی میڈیا تک پہنچنا شروع ہو گئی تھیں۔ مسلمانوں کا فیورٹ لیڈر ہونے کی وجہ سے ہم اسے کسی بھی طرح ہلاک تو نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ہم نے اس کے خلاف چند فرضی مقدمات قائم کئے اور ہیون ویلی کے چند نام نہاد دشمنوں سے جھگڑا کرا دیا۔ جسے ہم نے خصوصی طور پر میڈیا کوریج دی تھی۔ ابو عبداللہ کے نام نہاد دشمنوں نے ابو عبداللہ کو غائب کرانے کی دھمکیاں دی تھیں۔

لیکن ہیون ویلی کے مسلمانوں نے ان لوگوں کو وہاں سے مار بھگایا تھا۔ بہرحال ہمارا مقصد چونکہ پورا ہو چکا تھا اس لئے ہم نے اپنی پلاننگ کے تحت ملٹری سیکرٹ سروس کو بلیک فورس کے روپ میں ہیون ویلی بھیج دیا۔ ہیون ویلی میں بلیک فورس نے نہ صرف ابو عبداللہ کو اغوا کر لیا بلکہ وہاں ابو عبداللہ کے حامیوں کو چن چن کر ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ بلیک فورس نے ان لوگوں میں خوف و دہشت پھیلانے کے لئے ان کی لاشوں کے ٹکڑے کر کے متیارا شہر کے ہر گلی اور بازاروں میں پھینک دیئے تھے۔ بلیک فورس کا چیف کمانڈر آندرے ہے وہ اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا تھا یہ تو میں نہیں جانتا لیکن ہاں، ان تمام معاملات کو خفیہ رکھنے کی ہم نے بھرپور کوشش کی تھی۔ ہم نے ہیون ویلی اور اس کے ارد گرد کے علاقوں کے تمام مواصلاتی نظام کو جام کر دیا تھا تاکہ ان ہلاکتوں کی اطلاع کسی بھی طرح ہیون ویلی سے باہر نہ جا سکے۔ اس کے علاوہ ہم نے سوائے

آرمی کے افراد کے ہر خاص و عام کو ہیون ویلی میں آنے اور جانے سے روک دیا تھا۔

بلیک فورس اپنے تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی تھی۔ وہاں آرمی کے ایک سپیشل سرچ سیکشن نے ڈیوسائنگم ریزز کا جال پھیلا رکھا تھا تاکہ وہاں خفیہ طور پر بھی چاہے تو کوئی فلم یا تصویریں نہ بنا سکے۔ ڈیوسائنگم ریزز کی وجہ سے ہر قسم کے کیمرے بلاک ہو جاتے ہیں۔ ڈیوسائنگم سسٹم چند روز تو صحیح ورک کرتا رہا لیکن پھر اچانک اس میں کوئی تکنیکی فالٹ پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے متیارا شہر پر سے ڈیوسائنگم ریزز کا جال ٹوٹ گیا تھا۔ اس سسٹم کو ٹھیک ہونے میں کئی روز لگ گئے تھے جب سسٹم ٹھیک ہوا تو سسٹم نے اس بات کا کاشن دینا شروع کر دیا کہ ہیون ویلی کی ایچ ڈی ڈیجیٹل کیمرے سے باقاعدہ فلم بنائی جا رہی ہے۔ وہ فلم کیا تھی اور اس میں کون سے سین فلم بند کئے گئے تھے اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہو سکا تھا۔ بہرحال ہمارے لئے یہ بات تشویشناک تھی کہ ہیون ویلی میں کوئی فلم تیار کی گئی ہے۔ اس فلم کی تلاش میں سرچ سیکشن فوری وطر پر حرکت میں آ گیا۔ آرمی سرچ سیکشن نے نہ صرف ہیون ویلی بلکہ ارد گرد کے علاقوں کی بھی چھان بین شروع کر دی تھی۔ پھر انہیں اطلاع ملی کہ ہیون ویلی کے ایک شہر جمشید آباد کے ایک ہوٹل جس کا نام الطاہر ہوٹل ہے کے ایک کمرے سے دو افراد کی آواز ریکارڈ کی گئی ہے جس میں ہیون ویلی میں ہونے والی قتل و غارت پر مبنی بنی

ہوئی فلم کا بھی ذکر کیا گیا۔ ان لوگوں کی آوازوں کو چونکہ ڈائریکٹ
کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے تحت ریکارڈ کیا جا رہا تھا اس لئے اسے وہاں
والا کوئی نہیں تھا۔ جب کمپیوٹر میں ہیون ویلی کا نام فیڈ ہوا تو کمپیوٹر
نے خطرے کا کاشن دینا شروع کر دیا۔ جس پر اس کمپیوٹر کو چیک
گیا اور اس کی ریکارڈنگ آن کی گئی تو یہ بات سامنے آ گئی کہ کسی
ایجلز کے سربراہ آغا جمشید نے خفیہ طور پر ایچ وی ڈیجیٹل کیمرے
ہیون ویلی میں نہ صرف بلیک فورس کے ہاتھوں ہونے والی قتل
غارت کی فلم بنالی تھی بلکہ اس نے بلیک فورس کے کیمپ میں گھ
کر بلیک فورس کے ان افراد کی تصویریں بھی کھینچ لی تھیں جو ا
میں ملٹری سیکرٹ سروس کے افراد تھے۔ اس آغا جمشید نے اس فلم
کسی راشد خان نامی ایجنٹ کے حوالے کیا تھا اور اسے حکم دیا تھا ک
جلد سے جلد اس فلم کو پاکیشیا میں علی عمران تک پہنچا دے۔ اس
کے ذریعے وہ لوگ نہ صرف ساری حقیقت جان لیں گے بلکہ اس
کے ذریعے وہ کافرستان کے عزائم کو پوری دنیا کے سامنے بے نقاب
سکتے ہیں۔ اس ریکارڈنگ کو کمپیوٹر سے ٹریس کرنے اور سننے
ایک گھنٹہ لگ گیا تھا۔ بہرحال سرچ سیکشن نے یہ رپورٹ فوری
پر ایک سپیشل ایجنسی کو دی جس کا سربراہ کرنل واسو تھا۔ کر
واسو اس ہوٹل سے چونکہ بہت دور تھا اس لئے اس نے بے وقو
مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں آرمی کو بھیجنے کی بجائے اس ہوٹل
قریب موجود ایک بدنام زمانہ کلب کے غنڈے جیگر کو کہا کہ ہ

الطاہر کے کمرہ نمبر دو سو نو میں موجود افراد کو اغوا کرے۔ جیگر کرنل
واسو کا دوست تھا۔ جیگر نے اور زیادہ حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
خود وہاں جانے کے اپنے چار نقاب پوش غنڈوں کو بھیج دیا۔

کرنل واسو نے مختصر طور پر جیگر کو بتا دیا تھا کہ وہ دونوں افراد
فوج کے باغی ہیں۔ ان کے پاس ایک مائیکرو فلم ہے۔ انہیں ان
دونوں سے اس فلم کو بھی حاصل کرنا ہے۔ جیگر نے یہی تفصیل ان
چار غنڈوں کو بتا دی تھی۔ جب وہ چاروں غنڈے وہاں پہنچے تو کمرے
میں صرف ایک شخص موجود تھا۔ ان چاروں غنڈوں نے جو سیاہ نقاب
میں تھے اس نوجوان کو گھیرے میں لے لیا اور اس سے فلم اور اس کے
ساتھی کے بارے میں پوچھنے لگے۔ جس پر اس نوجوان نے اچانک ان
پر حملہ کر دیا اور ان چاروں کو ہلاک کر کے وہاں سے نکل جانے میں
کامیاب ہو گیا"۔ صدر یہ سب بتا کر ایک بار پھر خاموش ہو گئے تھے۔
وزیراعظم اور مارشل مہادیو خاموشی اور نہایت دلچسپی سے یہ سب سن
رہے تھے جیسے صدر مملکت انہیں کوئی نہایت دلچسپ اور سسپنس
سے بھرپور کہانی سنا رہے ہوں۔

" ان لوگوں کی تلاش بڑے پیمانے پر شروع کر دی گئی تھی۔ یہ
اطلاعات مجھے ملیں تو میں پریشان ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے حکم
دے دیا کہ ان دونوں مجرموں اور فلم کو کسی بھی طرح پاکیشیا نہیں
پہنچنا چاہئے۔ پاکیشیا اس فلم کو ساری دنیا کے سامنے اوپن کرنے میں
ایک لمحے کی بھی چوک نہیں کرے گا اور عمران اور پاکیشیا سیکرٹ

سروس کے عفریتوں کو جب معلوم ہوگا کہ ملٹری سیکرٹ سروس ہی اصل میں بلیک فورس ہے اور انہوں نے ہیون ویلی میں اس قدر بے گناہ انسانوں کا خون بہایا ہے تو وہ آندھی اور طوفان سے بھی زیادہ خوفناک روپ دھار کر یہاں آجائیں گے۔ پھر وہ لوگ کافرستان کا کیا حال کریں گے۔ اس خیال سے ہی میری روح لرز اٹھی تھی۔ میں نے وزیراعظم صاحب سے اس سلسلے میں بات کی تو انہوں نے پاکیشیا میں کافرستان کے فارن ایجنٹوں کو فوری طور پر حرکت میں آنے کا حکم دے دیا۔

فارن ایجنٹوں نے پاکیشیا کے ایئرپورٹس اور ان تمام راستوں کی چیکنگ کر لی اور اپنے ساتھ سپیشل میک اپ چیک کرنے والے گلاسز لے گئے تھے۔ ہم نے فارن ایجنٹس کو حکم دیا تھا کہ وہ جس کسی کو میک اپ میں دیکھیں اسے اٹھا لیں اور اس سے ہر ممکن طریقے سے فلم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ فلم حاصل کر کے وہ اسے فوری طور پر تلف کر کے اس پاکیشیائی ایجنٹ کا خاتمہ کر دیں۔ پھر یہی ہوا۔ پاکیشیا کے دارالحکومت کے ایئرپورٹ پر ہمارے ایک فارن ایجنٹ کو ایک شخص میک اپ میں نظر آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اس کے بارے میں اطلاع دی تو اس ایجنٹ کو ان لوگوں نے وہیں گھیرنے کی کوشش کی۔ ایجنٹ کو ان لوگوں کے ارادوں پر شاید شک ہو گیا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ ان لوگوں کو دوبارہ نظر آیا۔ اس کا حلیہ بدلا ہوا تھا۔ اس نے شاید چھپ

کر اپنا میک اپ صاف کر دیا تھا۔ لیکن وہ اپنا لباس بدلنا بھول گیا تھا یا شاید اس کے پاس دوسرے لباس کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ بہرحال اس ایجنٹ کو وہاں سے اٹھا لیا گیا اور اسے لے کر اپنے اڈے پر چلے گئے۔ اس کی تلاشی لی گئی مگر اس کے پاس سے کوئی فلم برآمد نہ ہوئی۔ اس کے پاس مختصر سا بیگ تھا۔ اس کے بیگ سے ایسے کاغذات ضرور مل گئے تھے جن سے یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ وہی ایجنٹ ہے جو بلیو اینجلز سے ہیون ویلی کی فلم پاکیشیا لایا تھا۔ ہمارے ایجنٹوں نے اس پر بے پناہ تشدد کیا مگر وہ بے حد سخت جان ثابت ہوا تھا۔ اس نے انہیں فلم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ جس پر ہمارے ایجنٹس کو شک ہوا کہ ہو سکتا ہے اس ایجنٹ نے اس فلم کو ایئرپورٹ پر ہی کہیں چھپا دیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے پلاننگ کرتے ہوئے اس ایجنٹ کو چھوڑ دیا۔

پاکیشیائی ایجنٹ ان کے اندازے کے ٹھیک مطابق ایئرپورٹ گیا تھا اور اس نے ایئرپورٹ کے واش روم سے وہ فلم نکال لی تھی جسے اس نے وہاں آتے ہی حفاظت کے پیش نظر چھپا دیا تھا۔ ہمارے ایجنٹوں نے اسے ایک بار پھر پکڑنا چاہا مگر وہ ان کے اندازوں سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوا تھا۔ وہ انہیں چکمہ دے کر نکل بھاگا۔ لیکن پھر وہ ایک پہاڑی علاقے میں گھیر لیا گیا۔ اس نے ہمارے ایجنٹوں کے ساتھ لڑنے کی کوشش کی تھی جس پر ہمارے ایجنٹوں نے اسے مار کر ایک گہری کھائی میں پھینک دیا۔ ان ایجنٹوں نے ہمیں یہ اطلاع دے دی ہے کہ انہوں نے پاکیشیائی ایجنٹ سے وہ مائیکرو فلم برآمد کر

لی تھی۔ جسے انہوں نے اسی وقت تلف کر دیا تھا۔ اس طرح اس
سارے ڈرامے کا ڈراپ سین ہو گیا اور فلم پاکیشیا کے ہاتھ لگنے سے ن
گئی۔ اس طرح ہمارا ایک مسئلہ تو حل ہو گیا ہے لیکن ہمارا دو
مسئلہ آغا جمشید ہے جو نجانے کون ہے۔ اس نے ہیوون ویلی میں فل
بنائی تھی اور وہ بلیک فورس کی اصلیت بھی جانتا ہے۔ شد
کوششوں کے باوجود وہ کسی طرح ٹریس نہیں ہو رہا تھا۔ ہمیں خط
ہے کہ وہ ضرور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو یا پھر علی عمرا
سے بات کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ انہیں ساری حقیقت
دے گا۔ جس کے نتیجے میں کافرستان ایک بار پھر خوفناک تباہی
لپیٹ میں آ جائے گا"۔ صدر مملکت نے کہا اور خاموش ہو گئے۔ شا
انہوں نے اپنی بات مکمل کر لی تھی۔

"آپ کا مطلب ہے اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اور علی عمران
حقیقت کا پتہ چل گیا تو وہ یہاں آ جائیں گے"۔ مارشل مہادیو
ساری بات سمجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں"۔ صدر مملکت نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ یہاں آ کر کیا کریں گے"۔ مارشل مہادیو نے ہونٹ چبا
ہوئے کہا۔

"ان کے پاس دو اہم پوائنٹس ہیں۔ ایک بلیک فورس اور دو
ابو عبداللہ۔ وہ ابو عبداللہ کو آزاد کرانے اور بلیک فورس کا خا
کرنے یہاں آ سکتے ہیں"۔ وزیراعظم نے پہلی بار زبان کھولتے ہو

کہا۔

"تو آپ کیا چاہتے ہیں"۔ چند لمحے توقف کے بعد مارشل مہادیو
نے کہا۔

"عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کافرستان میں آنا کسی بھی
طرح سودمند نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اول تو وہ کافرستان میں
آنے ہی نہ پائیں اور اگر آئیں تو یہاں سے زندہ بچ کر نہ جائیں۔ آپ
اور آپ کی فورس بے پناہ صلاحیتوں کی مالک ہے۔ اگر آپ یہ ذمہ
داری قبول کر لیں تو مجھے یقین ہے کہ علی عمران اور اس کے ساتھی
کافرستان میں نہ اپنا کوئی مشن مکمل کر پائیں گے اور نہ یہاں سے زندہ
بچ کر جا سکیں گے"۔ وزیراعظم نے کہا۔

"تو آپ نے مجھے یہاں اس مقصد کے لئے بلایا ہے"۔ مارشل
مہادیو نے صدر اور وزیراعظم کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے
لہجے میں بے پناہ سرد مہری تھی۔ جیسے اس کے سامنے ملک کے صدر اور
وزیراعظم نہیں بلکہ اس سے کم عہدے دار بیٹھے ہوں۔

"یس مارشل مہادیو۔ ہم اپنی تمام فورسز اور ایجنسیوں کو آزما چکے
ہیں مگر ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ان طوفانوں کو روکنے کی
صلاحیتیں رکھتا ہو۔ ہماری نظر میں صرف آپ کی ذات ایسی ہے جو علی
عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار
ثابت ہو سکتی ہے"۔ صدر مملکت نے کہا۔

"اور مارشل مہادیو اس وقت ملک جس معاشی اور سیاسی بحران

سے گزر رہا ہے وہ آپ سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ ایسے میں کوئی بڑی تباہی کافرستان کو کس قدر پیچھے دھکیل دے گی اس کا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے"۔ وزیراعظم نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں آنے کی کوشش کریں۔ وہ ڈائریکٹ ہیون ویلی میں بھی تو جا سکتے ہیں۔ ہیون ویلی کی سرحد ان کے ملک سے بھی لگتی ہے اور پھر بلیک فورس اور ابو عبداللہ بھی تو وہیں ہیں"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یہ ہم نہیں جانتے وہ یہاں یا ہیون ویلی میں کیسے اور کس راستے سے آئیں گے۔ بس آپ یہ ذمہ داری اٹھا لیں کہ وہ لوگ اس بار ہر صورت میں اور ہر حال میں ناکام رہیں گے۔ ان کو ٹریس کیسے کرنا ہے اور انہیں کیسے روکنا ہے اور یہ کہ انہیں ہلاک کیسے کرنا ہے یہ سوچنا آپ کا کام ہے"۔ صدر نے کہا تو مارشل مہادیو ہونٹ بھینچے چند لمحے ان دونوں کو غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں مگر ...." مارشل مہادیو نے جیسے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"مگر۔ مگر کیا"۔ صدر اور وزیراعظم نے ایک ساتھ کہا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں اپنے طریقے اور اپنے انداز میں کام کروں گا۔ آپ کو تمام ایجنسیوں، خاص طور پر سیکرٹ سروس کے

چیف پنڈت نارائن کو ہدایات دینا ہوں گی کہ وہ ضرورت پڑنے پر میرے احکامات کی تعمیل کرے گا۔ کسی نے بھی میرے حکم کی سرتابی کی تو میں اسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ ابو عبداللہ کو میری کسٹڈی میں دینا ہوگا۔ اس کی حفاظت میں کروں گا۔ تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہیون ویلی اور اس کے اردگرد موجود ایجنسیوں اور کمانڈوز کے تمام آفیسر کو میرے انڈر رہنا ہوگا۔ وہ ہر معاملے اور ہر کام میں میرا پورا ساتھ دیں گے۔ چاہے میں ان کے ساتھ مل کر ہیون ویلی کے کسی پورے شہر کو ہی کیوں نہ اڑا دوں"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔ اس کی بات سن کر صدر اور وزیراعظم حیرت اور الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ کی ساری باتیں ہم تسلیم کرتے ہیں مگر یہ شہر اڑانے والی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی"۔ وزیراعظم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"عمران اور اس کے ساتھیوں کی خصلت میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ ہیون ویلی میں ان کے ہمدردوں کی تعداد ہزاروں نہیں تو سینکڑوں میں ضرور ہوگی۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ ان لوگوں کو پناہ دینے کے لئے ہیون ویلی کے ہر گھر کا دروازہ ان کے لئے کھلا ہوگا۔ ایسے میں ان لوگوں کے ساتھ اگر میں دوسرے لوگوں کو بھی ہلاک کرنا چاہوں تو مجھے اس کی کھلی اجازت ہونی چاہئے"۔ مارشل مہادیو

نے کہا۔ صدر اور وزیراعظم چند لمحے خاموشی سے سوچتے رہے پھر صدر نے اثبات میں سرہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کو ہر طرح کی اتھارٹی دینے کے لئے تیار ہوں مگر پھر میں آپ سے کوئی تاویل نہیں سنوں گا کہ عمران اور اس کے ساتھی کیوں اور کیسے بچ کر نکل گئے"۔ صدر نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں کی موت اٹل ہوگی۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میں ان کی لاشیں لا کر آپ کے قدموں میں نہیں ڈال دیتا میں چین کی نیند نہیں سوؤں گا"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔ اس کے لہجے میں عجیب سی خوشی تھی۔ ہائی اتھارٹی مل جانے سے اس کی حیثیت حددرجہ بڑھ گئی تھی۔ وہ پوری طرح سے کافرستان میں سیاہ اور سفید کا مالک بن گیا تھا۔ پھر وہ خوش کیوں نہ ہوتا۔

"اوکے، میں ابھی کچھ دیر میں آپ کو سپیشل ہائی اتھارٹی جاری کر دیتا ہوں اور سرکلر جاری کر دیتا ہوں۔ آج سے وہی کچھ ہوگا جو آپ چاہیں گے"۔ صدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے اٹھتے ہی وزیراعظم اور مارشل مہادیو بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر وزیراعظم اور مارشل مہادیو نے ہاتھ ملائے اور صدر سے اجازت لے کر وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

کراسٹی کا تعلق چونکہ ساک لینڈ سے تھا اور ساک لینڈ کافرستان کا حلیف ملک تھا اس لئے کراسٹی کو کافرستان میں آنے میں کوئی پرابلم نہیں ہوئی تھی۔ وہ پہلے ساک لینڈ گئی اور پھر وہاں سے اپنے سپیشل کاغذات تیار کرا کر کافرستان پہنچ گئی تھی۔ وہ اس وقت دارالحکومت کے ایک فائیو سٹار ہوٹل کے ایک کمرے میں موجود تھی۔ وہ اپنے بھائی سی کاک کے کہنے پر اس ہوٹل میں آئی تھی۔ جس نے اسے دوبارہ کال کر کے کہا تھا کہ اس نے کافرستان میں ہائی ایجنسی کے ایک گروپ کو اس کے متعلق تمام ہدایات دے دی ہیں جس کا باس پروشو ہے۔ پروشو اس سے ملنے خود ہی وہاں آجائے گا اور کراسٹی کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا۔ سی کاک نے کراسٹی کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ پروشو کافرستان کے ایک کلب کا منیجر ہے۔ سی کاک نے کراسٹی کو پروشو کے کلب کا نام، پتہ اور اس کا فون نمبر بھی بتا دیا تھا تاکہ ضرورت پڑنے پر

وہ اس سے کوئی بھی مدد لے سکے۔

اس وقت کراسٹی صوفے پر بیٹھی پروشو کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ پھر پروشو نے اسے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے تک اس کے پاس پہنچ جائے گا اور پھر واقعی ایک گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی تو کراسٹی نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر ایک درمیانے قد کا خوبصورت نوجوان موجود تھا۔ جس کی آنکھوں میں فراست کی چمک جھلک رہی تھی۔

"پروشو"۔ کراسٹی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس مادام"۔ نوجوان نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ کراسٹی نے راستہ چھوڑ دیا تو نوجوان اندر آ گیا۔ کراسٹی نے دروازہ بند کیا اور مڑ کر واپس آ گئی اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ نوجوان مؤدبانہ انداز میں کھڑا تھا۔

"بیٹھو"۔ کراسٹی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"تھینک یو مادام"۔ نوجوان نے کہا اور کراسٹی کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تمہیں سی کاک کی طرف سے ہدایات تو مل گئی ہوں گی"۔ کراسٹی نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس مادام۔ چیف نے مجھے آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کرنے کا حکم دیا ہے"۔ پروشو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہاں تمہارے ساتھ کتنے آدمی کام کر رہے ہیں"۔ کراسٹی نے

پوچھا۔

"یہاں ہمارا بہت بڑا گروپ ہے مادام جس میں دو سو سے زیادہ آدمی موجود ہیں"۔ پروشو نے جواب دیا۔

"گڈ، سی کاک نے بتایا تھا کہ تمہارے یہاں کی فوج اور فوج کے بڑے بڑے عہدے داروں سے روابط ہیں"۔ کراسٹی نے کہا۔

"یس مادام"۔ پروشو نے مبہم سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ابو عبداللہ کو جانتے ہو"۔ کراسٹی نے اچانک کہا تو پروشو یکلخت چونک پڑا۔

"ابو عبداللہ۔ وہ ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کا لیڈر"۔ پروشو نے سرسراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں اسی کی بات کر رہی ہوں"۔ کراسٹی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یس مادام۔ میں انہیں جانتا ہوں۔ اس کی شخصیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے"۔ پروشو نے جواب دیا۔

"گڈ، کیا تمہیں معلوم ہے کہ ابو عبداللہ کو بلیک فورس نے اغوا کر لیا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"بلیک فورس۔ یہ بلیک فورس کیا ہے مادام۔ میں نے تو سنا تھا کہ ابو عبداللہ اور اس کی مخالف پارٹی کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا اور انہی لوگوں نے ابو عبداللہ کو اغوا کیا ہے۔ یہ واقعہ تو ہیون ویلی میں ہوا تھا۔ کافرستانی حکام ابو عبداللہ کی بازیابی کے لئے کام کر رہے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ وہ بہت جلد ابو عبداللہ کو ڈھونڈ نکالیں گے اور اغوا کرنے والے مجرموں کو کڑی سے کڑی سزادیں گے "۔پروشو نے کہا۔

" ہونہہ، اس کا مطلب ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے "۔ کراسٹی نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

" میں سمجھا نہیں مادام"۔پروشو نے حیران ہو کر کہا۔

" دیکھو پروشو۔ تمہیں میرے ساتھ کام کرنا ہے۔ تم مجھے معقول آدمی نظر آرہے ہو۔ تمہاری آنکھوں کی فراست بتا رہی ہے کہ تم ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ جرأت مند اور دلیر بھی ہو۔ اس لئے میں تمہیں ساری بات بتا دیتی ہوں "۔ کراسٹی نے کہا۔

" یہ آپ کا حسن ظن ہے مادام۔ چیف بھی میرے کام سے بے حد خوش ہیں "۔پروشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے میں تم پر اعتماد کرتی ہوں۔ لیکن بہر حال اتنا یاد رکھنا کہ میں غلطی کرنے والوں کے معاملے میں انتہائی بے رحم واقع ہوئی ہوں "۔ کراسٹی نے بھیانک لہجے میں کہا۔

" آپ بے فکر رہیں مادام۔ میرے کسی کام میں غلطی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔پروشو نے بااعتماد انداز میں کہا۔

" اوکے، تو سنو۔ میں یہاں بلیک فورس کا خاتمہ کرنے اور ان کی قید سے ابو عبداللہ کو آزاد کرانے آئی ہوں۔ ابو عبداللہ کو اس کی کسی مخالف پارٹی نے نہیں بلکہ حکومت کے اشارے پر بلیک فورس نے اغوا کیا ہے اور بلیک فورس کافرستان ملٹری سیکرٹ سروس کا دوسرا

نام ہے"۔ کراسٹی نے کہا اور اس کی بات سن کر پروشو بے اختیار اچھل پڑا۔اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئی تھیں۔

" یہ، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مادام۔ ابو عبداللہ کو حکومت کے اشارے پر اغوا کیا گیا ہے"۔پروشو نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

" ہاں "۔ کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا اور پھر اس نے پروشو کو اس فلم اور فلم میں موجود تفصیلات کے بارے میں سب کچھ بتا دیا جسے سن کر پروشو حیرت سے جیسے پتھر کا بت سا بن کر رہ گیا تھا۔

" اوہ، یہ لوگ اس حد تک جا سکتے ہیں۔ میں نے سنا تو تھا کہ ہیون ویلی کے مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہیں ہے مگر یہ سب کچھ کافرستانی حکومت کی ایماء پر ہو رہا ہے یہ واقعی میرے لئے انوکھی بات ہے"۔پروشو نے کہا۔

" ہاں، میں انسانیت کے ان دشمنوں کو سبق سکھانے کے لئے آئی ہوں۔ اس سلسلے میں تم اور تمہارے گروپ نے میرا ساتھ دینا ہے "۔ کراسٹی نے کہا۔

" یس مادام۔ میں اور میرا گروپ آپ کے ساتھ ہے"۔پروشو نے کہا۔

" گڈ، اب تمہیں پہلا کام یہ کرنا ہے کہ تمہیں اس بات کا پتہ لگانا ہے کہ ان لوگوں نے ابو عبداللہ کو کہاں رکھا ہوا ہے۔ کیا وہ واقعی ہیون ویلی میں ہی ہے یا اسے انہوں نے کسی اور خفیہ مقام میں چھپا رکھا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مادام۔ میں یہ کام کر لوں گا۔ ہیون ویلی کے ایک شہر پرلاک نگر کی آرمی کا ایک کرنل دیش سنگھ میرا دوست ہے۔ وہ یقیناً جانتا ہوگا کہ ابو عبداللہ کہاں ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پہلے ہم ان کی قید سے ابو عبداللہ کو آزاد کرائیں گے۔ اس کے بعد ہم ہیون ویلی میں جائیں گے اور وہاں موجود بلیک فورس کا خاتمہ کر دیں گے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"بہتر، میں آج سے ہی ابو عبداللہ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا کام شروع کر دیتا ہوں"۔ پروشو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے ہی اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوں تو مجھے فوراً رپورٹ دینا"۔ کراسٹی نے اسے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"رائٹ مادام"۔ پروشو نے اثبات میں سر ہلا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے مؤدبانہ انداز میں کراسٹی کو سلام کیا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو کراسٹی نے اٹھ کر کمرے کا دروازے بند کیا اور اسے لاک کر کے واپس صوفے پر آ بیٹھی۔ اسے پروشو کی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا کہ وہ بہت جلد ابو عبداللہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لے گا۔ سی کاک نے اسے پروشو کی ذہانت، فراست اور اس کی اپروچ کے بارے میں کھل کر تفصیل بتا دی تھی۔ ابھی پروشو کو وہاں سے گئے کچھ ہی دیر ہوئی ہو گی کہ اچانک کمرے کے دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔

دستک کی آواز سن کر کراسٹی چونک پڑی تھی۔ وہ یہی سمجھی تھی کہ شاید پروشو کو کوئی بات یاد آ گئی ہو گی یا پھر وہ کچھ پوچھنے کے لئے واپس آیا ہوگا۔ وہ اٹھی اور اس نے لاک کھول کر دروازہ اوپن کر دیا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا۔ اسی لمحے اسے ایک زوردار دھکا لگا اور پھر کمرے میں چار مسلح ملٹری کے جوان گھستے چلے گئے۔

عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک خصوصی طیارے میں کافرستان کے ہمسایہ ملک پاگام پہنچا تھا اور پھر وہ سب دو بڑی جیپوں میں سوار ہو کر پاگام کے مشرقی پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے جس کے ساتھ کافرستان کا سرحدی علاقہ لگتا تھا۔ آغا جمشید کو عمران نے وہاں پہنچنے کی اطلاع دے دی تھی۔ جو ان کی امداد کے لئے وہاں پہنچ گیا تھا اور پھر عمران نے نہایت خفیہ طور پر کافرستان میں داخل کرنے کا پروگرام مرتب کر لیا۔

عمران اور اس کے ساتھی دو جیپوں میں سوار ٹیڑھے میڑھے پہاڑی علاقے میں نہایت تیزی سے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ اگلی جیپ میں عمران ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا۔ اس کے ساتھ جولیا، تنویر اور نعمانی تھے جبکہ پچھلی جیپ کا سٹیئرنگ جوزف کے ہاتھوں میں تھا۔ اس کے ساتھ صفدر، خاور، چوہان اور صدیقی تھے۔

عمران نے ان سب کو دانش منزل میں بلا کر مشن کے بارے میں بریف کر دیا تھا۔ وہ سب کافرستان کے بہیمانہ ظلم کے بارے میں سن کر بھڑک اٹھے تھے۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ کافرستان کو اس ظلم اور بربریت کی نہایت خوفناک سزا دیں گے جو انہوں نے ہیون ویلی کے مسلمانوں پر ڈھائے تھے۔

عمران نے بطور ایکسٹو انہیں حکم دیا تھا کہ وہ کافرستان میں ایک بار پھر کھل کر اور آزادی سے کام کریں گے۔ وہاں کے حالات کے پیش نظر انہیں جو بھی اقدام کرنا پڑیں وہ کر سکتے تھے۔ لیکن بہر حال انہیں عمران کی ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہو گا۔ عمران کے منصوبے کے تحت انہیں اپنے مشن کا آغاز کافرستان سے ہی کرنا تھا۔ انہیں وہاں کے دو نامور سائنسدانوں کو اغوا کرنا تھا۔ ان سائنسدانوں کو اغوا کرنے کے بعد انہیں سب سے پہلے ابو عبداللہ کو تلاش کرنا تھا اور پھر بلیک فورس کا مکمل طور پر خاتمہ کرنا تھا۔ ایکسٹو نے سیکرٹ سروس کے ممبروں سے یہ بھی کہا تھا کہ انہیں یہ مشن تیز ترین کارروائیوں کے تحت سر انجام دینا ہو گا۔ اس مشن میں انہیں شدید مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے مگر ان کی ہمت اور ان کی دلیری ہی انہیں ہر مرحلے میں کامیابی دے گی۔

اس کے علاوہ ایکسٹو نے ان پر یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ ان کی معمولی سی غفلت بھی ناقابل برداشت ہو گی اور وہ ان کی ایک ایک لمحے کی کارکردگی پر مسلسل نظریں رکھے گا۔

سیکرٹ سروس کے تمام ممبر چونکہ اس تیز رفتار اور خوفناک مشن کے تصور میں الجھے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے ایکسٹو سے کوئی سوال وجواب نہیں کئے تھے اور نہ ہی اس وقت کسی کو سوال کرنے کا ہوش تھا۔

عمران بھی راشد خان کے لئے خاصا الجھا ہوا تھا۔ صفدر اور جولیا نے ایئرپورٹ سے ملنے والی تمام فلمیں دیکھ لی تھیں مگر انہیں راشد خان کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ عمران چونکہ بلیک فورس کے ظلم و بربریت سے آگاہ ہو چکا تھا اور اسے تمام حالات کی خبر مل چکی تھی اس لئے اس نے راشد خان اور اس فلم کی تلاش میں وقت کا ضیاع مناسب نہ سمجھا تھا اور فوری طور پر اس نے کافرستان جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ راشد خان اگر زندہ ہوا تو وہ فلم لے کر خود ہی ایکسٹو تک پہنچ جائے گا۔ اس نے بلیک زیرو کو بھی ہدایات دی تھیں کہ وہ اپنے طور پر راشد خان کی تلاش جاری رکھے۔

اس وقت وہ سب میک اپ میں تھے۔ ان کے پاس کافرستانی کاغذات تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ کافرستان کے شہری ہیں اور سیروتفریح کی غرض سے ایک گروپ کی صورت میں ہمسایہ ملک میں گئے تھے اور اب واپس لوٹ رہے تھے۔ آغا جمشید کے ساتھیوں نے انہیں سرحد کراس کرا کر اسی راستے پر آگے جانے کو کہا تھا اور انہوں نے عمران کو بتایا تھا کہ پہاڑی علاقے کی دوسری طرف آغا جمشید خود ان کے استقبال کے لئے موجود ہوگا۔ رات کا وقت تھا اور ہر سو گہری

تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں دیوہیکل پہاڑیاں بے حد خوفناک لگ رہی تھیں۔ اس اندھیرے میں ایسے پہاڑی اور ٹیڑھے میڑھے راستے پر سفر کرنا بے حد دشوار تھا۔ مگر جیپوں کے سٹیئرنگ عمران اور جوزف کے ہاتھوں میں تھے اس لئے اندھیرے اور جیپوں کی ہیڈلائٹس بجھی ہونے کے باوجود جیپیں نہایت تیزی سے آگے بڑھی جا رہی تھیں۔

انہیں سفر کرتے ہوئے چار گھنٹے ہو چکے تھے۔ وہ سرحدی علاقے سے کافی دور آ گئے تھے۔ عمران ڈرائیونگ کرنے کے ساتھ ساتھ نہایت محتاط انداز میں اردگرد کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ اس کے ساتھی ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح سے تیار تھے۔ لیکن ابھی تک کوئی خطرہ ان کے سامنے نہیں آیا تھا۔ اس لئے وہ سب خاموشی سے سفر کر رہے تھے۔

"عمران ابھی کتنا سفر باقی ہے"۔ جولیا نے جو شاید مسلسل سفر کرتے کرتے تھک گئی تھی عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ارے تم ابھی سے تھک گئی ہو۔ ابھی تو بہت سفر باقی ہے۔ زندگی کا سفر بے حد طویل ہے۔ بچپن سے لے کر جوانی کا سفر، جوانی سے بڑھاپے کا سفر اور پھر آخرت کا سفر۔ جوانی کے سفر میں اگر کوئی شریک حیات مل جائے تو سنا ہے کہ بڑھاپے اور آخرت کا سفر بے حد سہل ہو جاتا ہے۔ لیکن شاید میری زندگی میں سفر ہی سفر ہے اور وہ بھی بغیر کسی شریک حیات کے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مسلسل خاموشی سے سفر کرتے ہوئے شاید وہ بھی اکتا گیا تھا۔ اس
لئے جیسے ہی جولیا نے زبان کھولی اس کی زبان کا چرخہ چل پڑا تھا۔

" میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں سمجھے"۔ جولیا نے منہ
بناتے ہوئے کہا۔

" تو کیا ان خوفناک پہاڑیوں، ٹیڑھے میڑھے راستوں ا
اندھیرے میں تم بھیروی سننے کے موڈ میں ہو"۔ عمران نے مسکرا
ہوئے کہا۔

" عمران پلیز۔ میں واقعی تھک گئی ہوں"۔ جولیا نے جھلائے ہوئے
لہجے میں کہا اس کے چہرے پر واقعی تھکاوٹ کے تاثرات تھے۔

" تھک گئی ہو تو پیچھے چلی جاؤ اور اپنے بھائی سے کہو کہ وہ تمہیں
تھپکیاں دے کر اور لوریاں سنا کر سلا دے۔ وہ آخر کس مرض کی
ہے"۔ عمران نے کہا۔

" شٹ اپ۔ زیادہ بکواس کی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا
تنویر نے عمران کی بات سن کر غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

" لو، بی ینڈکی کو بھی آخر کار زکام ہو ہی گیا"۔ عمران نے کہا۔ اس
سے پہلے کہ تنویر اس جملے پر کوئی رد عمل ظاہر کرتا۔ عمران نے اچانک
بریک پیڈل دبا کر جیپ روک دی۔ اس کی جیپ رکتے ہی
جوزف نے بھی جیپ روک لی تھی۔ عمران کی عقابی نظریں ا
پہاڑیوں پر گھومنے لگی تھیں۔

" کیا ہوا"۔ جولیا نے عمران کو اس طرح اچانک چوکنا ہوتے د

کر جلدی سے پوچھا۔

" کچھ نہیں، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم سب خطرے میں ہیں۔ کچھ
خفیہ نگاہیں ہمارا تعاقب کر رہی ہیں"۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے
ہوئے کہا۔

" تو پھر ہم یہیں اتر جاتے ہیں۔ اس طرح جیپوں میں آگے جانے
سے خطرہ بڑھ بھی سکتا ہے"۔ تنویر نے کہا۔

" تمہارے ہوتے ہوئے کسی خطرے کی کیا جرأت کہ وہ بڑھ
سکے۔ تمہیں دیکھتے ہی ہر قسم کا خطرہ سکڑ جاتا ہے"۔ عمران نے کہا اور
اس کی بات سن کر جولیا اور نعمانی ہنس پڑے جبکہ تنویر برا سا منہ بنا
کر رہ گیا تھا۔

" کیا بات ہے عمران صاحب۔ آپ نے جیپ کیوں روک لی"۔
اسی لمحے پیچھے سے صفدر نے جیپ سے اتر کر عمران کے پاس آ کر کہا۔

" میرے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ........"
عمران نے کہا اور اس کی بات سن کر وہ سب ہنس پڑے۔

" اس بے ہودہ بکواس کا مطلب"۔ جولیا نے اسے گھورتے ہوئے
کہا۔

" مطلب بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم سب تیار ہو جاؤ۔ خطرہ واقعی
ہمارے سروں پر آ گیا ہے"۔ عمران نے سامنے سڑک کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر وہ سب چونک پڑے۔

" صفدر، تم اپنی جیپ میں جاؤ۔ میرا خیال ہے آگے انہوں نے

راستہ روک رکھا ہے۔ اگر ہم یہاں رکے رہے تو ہمارے لئے خطرناک ہوگا۔ ہم آگے جا کر ان سے بات کریں گے"۔ عمران نے کہا تو صفدر سر ہلا کر تیزی سے پیچھے بھاگ گیا۔

"اوہ تمہارا مطلب ہے آگے رینجرز یا فوج موجود ہے"۔ جولیا نے چونک کر کہا۔

"نہیں، میرے باراتی وہاں موجود ہیں۔ جو ہم دونوں کے استقبال کے لئے وہاں پھولوں کے ہار لئے کھڑے ہیں"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا اور جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ عمران نے جیپ ایک بار پھر آگے بڑھا دی۔ جیپ مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی جیسے ہی ایک کھلی سڑک پر آئی اچانک ہر طرف سے جیسے وہاں روشنی کا سیلاب آ گیا۔ روشنی طاقتور ٹارچوں اور سامنے کھڑی تین ہیوی جیپوں کی تھی۔ جیپوں کے سامنے اور پہاڑیوں کے اردگرد بے شمار مسلح افراد چھپے ہوئے تھے۔ جنہوں نے آن واحد میں انہیں گھیر لیا تھا۔ سامنے جیپوں کے قریب مسلح افراد نے ایک قطار بنا رکھی تھی اور ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں جن کا رخ لامحالہ ان کی طرف تھا۔ عمران کے حلق سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گئی۔ انہیں واقعی بری طرح سے گھیر لیا گیا تھا۔ اس نے جیپ روک لی تھی۔ جوزف نے بھی اس کی تقلید میں جیپ روک لی تھی۔ ہر طرف مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے۔ جو شاید ان کے انتظار میں پہلے ہی وہاں چھپے ہوئے تھے۔

"خبردار، اپنے ہاتھ بلند کر کے جیپوں سے باہر آ جاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں بھون کر رکھ دیں گے"۔ سامنے سے ایک دیوہیکل شخص نے مائیکرو فون میں چیختے ہوئے کہا۔

"تیار رہو۔ ہمیں ان کا گھیرا توڑ کر ہر حال میں یہاں سے نکلنا ہے"۔ عمران نے کہا اور تیزی سے جیپ سے اچھل کر نیچے آ گیا۔

"اپنے دوسرے ساتھیوں سے بھی کہو کہ وہ بھی نیچے آ جائیں"۔ سامنے موجود مائیکروفون والے نے کہا۔ وہ شاید ان کا انچارج تھا۔

"کون ہو تم لوگ اور تم نے اس طرح ہمیں کیوں گھیر لیا ہے"۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ اپنے ساتھیوں سے کہو کہ جیپوں سے باہر آ جائیں ورنہ ہم بم مار کر جیپیں اڑا دیں گے"۔ انچارج نے کڑک کر کہا۔

"سنو، ہم سیاح ہیں اور پاگام میں سیر کرنے کے لئے گئے تھے۔ اب ہم وہاں سے لوٹ کر آ رہے ہیں۔ ہمارے پاس تمام کاغذات ہیں۔ تم وہ کاغذات چیک کر لو"۔ عمران نے آہستہ آہستہ اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جہاں ہو وہیں رک جاؤ۔ آگے مت بڑھو ورنہ مار دیئے جاؤ گے"۔ انچارج نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا مگر اس وقت تک عمران انچارج اور اس کے ساتھیوں کے کافی قریب آ گیا تھا جو قطار میں مشین گنیں اٹھائے کھڑے تھے۔ اسی لمحے عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی

سے حرکت میں آیا اور پھر اس نے جیب سے ایک بم نکال کر ان کی طرف اچھال دیا۔ ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور سڑک پر موجود انچارج سمیت تمام مسلح افراد کے جسم کئی ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر سڑک پر بکھرتے چلے گئے۔

عمران ان پر بم پھینک کر چھلانگ لگا کر ایک پہاڑی چٹان کے قریب آ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ بم پھٹتا وہ بجلی کی سی تیزی سے چٹان کی آڑ لے چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور پھر اچانک اس کی گن پہاڑیوں پر کھڑے مسلح افراد پر گولیاں برسانے لگی جو حیرت سے آنکھیں پھاڑے سڑک پر اپنے ساتھیوں کے بکھرے ہوئے ٹکڑے اور آگ دیکھ رہے تھے۔ یہی لمحہ ان پر بھاری ثابت ہوا تھا۔ اسی لمحے کا فائدہ اٹھا کر سیکرٹ سروس کے ممبر بھی مشین گنیں لے کر جیپوں سے باہر آ گئے اور پھر وہ پہاڑی علاقہ جیسے مشین گنوں کی خوفناک تڑتڑاہٹ اور انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔

سیکرٹ سروس کے ممبروں کو سڑک پر موجود مسلح افراد پر فائرنگ کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آ رہی تھی مگر جو مسلح افراد پہاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے وہ ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے اس لئے وہ جگہیں بدل بدل کر ان پر فائرنگ کر رہے تھے۔

"ان پہاڑیوں پر بم پھینکو۔ جلدی"۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔ دوسرے ہی لمحے ماحول بموں کے خوفناک دھماکوں سے تھرا اٹھا۔ پہاڑی چٹانیں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہی تھیں۔

مسلح افراد بھی ان پر گولیاں اور بم برسا رہے تھے مگر وہ چونکہ ایک جگہ ٹھہرتے نہیں تھے اس لئے بم اور ان دشمنوں کی گولیاں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی تھیں۔ پھر صفدر اور تنویر تیزی سے ایک پہاڑی پر چڑھتے چلے گئے اور انہوں نے پوری قوت سے پہاڑیوں میں چھپے ہوئے مسلح افراد پر حملہ کر دیا تھا جن کی تعداد سو سے زائد تھی۔ عمران اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں نے ان پر جس طرح اچانک اور نہایت خوفناک انداز میں حملہ کیا تھا اس سے وہ بری طرح سے بوکھلا اٹھے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے اور ان کا ایک نشانہ بھی صحیح نہیں پڑ رہا تھا اور وہ آسانی سے سیکرٹ سروس کے ممبروں کا نشانہ بنتے جا رہے تھے۔

پھر اچانک فائرنگ کی آواز تیز ہو گئی۔ پہاڑیوں کی دوسری جانب سے خوفناک انداز میں فائرنگ کی جا رہی تھی اور مسلح افراد اچھل اچھل کر گر رہے تھے۔

"اوہ شاید ہماری مدد کے لئے کمک آ پہنچی ہے"۔ عمران نے کہا۔ گولیوں کی آواز کافی دیر تک گونجتی رہی پھر یہ آواز آہستہ ہوتے ہوئے یکدم رک گئی۔ پہاڑی پر سے البتہ دوڑتے قدموں کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

"رک جاؤ۔ شاید ہمارے ساتھی ہیں"۔ عمران نے چیخ کر کہا تو اس کے ساتھیوں نے بھی فائرنگ روک دی البتہ وہ آنے والے ممکنہ خطرے سے نپٹنے کے لئے چٹانوں کی آڑ میں ضرور ہو گئے تھے اور پھر

پہاڑیوں پر قدموں کی آواز آ کر رک گئی۔ عمران نے حلق سے ایک جنگلی بٹیر کی آواز نکالی۔ تب جواب میں اسے بھی جنگلی بٹیر کی آواز سنائی دی۔

"آغا، کیا یہ تم ہو"۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ اس نے جان بوجھ کر آغا جمشید کا نام نہیں لیا تھا۔

"یس سر۔ آپ لوگ کہاں ہیں۔ بے فکر ہو کر باہر آ جائیں۔ ہم نے ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے"۔ پہاڑی پر سے آغا جمشید کی آواز سنائی دی اور پھر ایک لمبا اور مضبوط جسم کا مالک نوجوان اور اس کے چند ساتھی تیزی سے نیچے اترنے لگے۔ عمران نے پہلی ہی نظر میں آغا جمشید کو پہچان لیا تھا۔

"سوری عمران صاحب۔ مجھے آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی"۔ آغا جمشید نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"یہ سب کیا ہے آغا جمشید۔ تمہارے آدمیوں نے تو کہا تھا کہ آگے راستہ کلیئر ہے۔ اگر راستہ کلیئر تھا تو یہ لوگ یہاں کدھر سے آ گئے"۔ عمران نے آغا جمشید کو غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں جانتا عمران صاحب۔ میں نے اس علاقے کا سروے کیا تھا تو یہ علاقہ بالکل کلیئر تھا۔ شاید یہ لوگ کسی دوسرے راستے سے یہاں آئے ہیں"۔ آغا جمشید نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دوسرے راستے سے تمہاری کیا مراد ہے"۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"یہاں سے ایک کلومیٹر دور سڑک تین مختلف علاقوں کی طرف مڑتی ہے۔ ایک سڑک مرگان کی طرف جاتی ہے۔ ایک پاران کی طرف اور تیسری سڑک دولت نگر کی طرف جاتی ہے۔ ہم شمال کی طرف سے آئے تھے وہاں ایک ہی راستہ ہے جو شام پور کی طرف جاتا ہے"۔ آغا جمشید نے جلدی سے کہا۔

"اوہ، اس صورت میں تو آگے ہمارے لئے مزید خطرات ہو سکتے ہیں۔ کیا تم نے ان راستوں کو چیک نہیں کیا تھا"۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"چیک کیا تھا۔ مگر"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"یہاں ہم نے اچھی خاصی تباہی پھیلائی ہے۔ دھماکوں کی آواز دور دور تک گئی ہو گی۔ اگر مزید ملٹری یا کوئی اور فورس یہاں آ گئی تو ہمارے بچ نکلنے کے امکان بے حد کم ہوں گے۔ اس لئے اب ہمیں وقتی طور پر انہی پہاڑیوں میں کہیں پناہ لینی ہو گی۔ کیا یہاں قدرتی غار نہیں ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ اگر ہم غاروں طرف چلے جائیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ ان میں سے ایک غار یہاں سے دور ایک چھوٹے سے پارا کنار نامی علاقے کی طرف نکلتا ہے۔ اگر ہم پارا کنار کی طرف نکل جائیں تو وہاں سے آگے جانا ہمارے لئے مشکل نہیں ہو گا"۔ آغا جمشید نے جلدی سے کہا۔

"تو پھر سوچ کیا رہے ہو۔ چلو جلدی"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

اس کے ساتھیوں نے جلدی جلدی جیپوں سے اپنا سفری سامان اٹھایا اور بیگ کمروں پر لاد کر تیزی سے پہاڑیوں پر چڑھتے چلے گئے۔ عمران نے کچھ سوچ کر آغا جمشید اور اس کے تین ساتھیوں کو ساتھ لیا اور پھر اس نے ان کی مدد سے اپنی جیپوں میں چار چار فوجیوں کی لاشیں اٹھا کر ڈالیں اور پہاڑی پر آ گیا۔ اس نے پہاڑی پر آتے ہی ایک ایک فائر بم ان جیپوں پر اچھال دیا۔ زوردار دھماکے ہوئے اور دونوں جیپیں آگ کی لپیٹ میں آکر دھڑا دھڑ جلنے لگیں۔

" اوہ، تم نے ان جیپوں پر فائر بم اس لئے پھینکے ہیں تاکہ وہ لوگ یہی سمجھ سکیں کہ ہم ان کے حملے سے ہٹ ہو گئے ہیں"۔ جولیا نے عمران کی اس حرکت کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

" اگر تنویر کی طرح عقلمند ہوئے تو شاید وہ دھوکہ کھا جائیں ورنہ اتنے سمجھدار تو وہ بھی ہوں گے کہ ہم نے جیپوں میں بیٹھے بیٹھے اتنے فوجیوں کو کیسے مار دیا"۔ عمران نے مسکرا کر کہا اور تنویر چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہ عمران کی بات نہ سمجھ سکا ہو۔

" تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے"۔ جولیا نے جھلا کر کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا اور پھر وہ لوگ پہاڑیوں پر بھاگتے چلے گئے۔ آغا جمشید ان پہاڑیوں پر یوں چڑھا جا رہا تھا جیسے وہ یہیں پلا بڑھا ہو۔ مختلف راستوں اور دروں سے ہوتے ہوئے وہ کافی دور آ گئے تھے۔ سامنے اونچی اور بڑی بڑی پہاڑیوں کا طویل سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ ان پہاڑیوں میں قدرتی غار بھی تھے اور جانوروں کے بھٹ بھی۔

" آیئے عمران صاحب اس طرف۔ اس پہاڑی میں وہ غار ہے جس میں سے غار در غار ایک راستہ نکلتا ہے جو سیدھا ہمیں پارا کنار پہنچا دے گا"۔ آغا جمشید نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک غار میں تھے۔ غار میں اندھیرا تھا لیکن ان کے پاس چونکہ طاقتور ٹارچیں تھیں اس لئے انہیں آگے بڑھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہو رہی تھی۔ غار میں بے شمار دوسرے غاروں کے راستے تھے جو غار در غار دور تک چلے گئے تھے۔ وہ سب تھکے ہوئے تھے مگر اس خطرناک صورتحال میں ان کا کہیں رک جانا ان کے لئے موت کا پیغام بن سکتا تھا اس لئے وہ تیزی سے غاروں میں آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے اور پھر وہ تقریباً دو گھنٹوں کے بعد ایک سیدھے غار میں سفر کر رہے تھے۔

" عمران صاحب، یہ غار زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں ہمیں پارا کنار لے جائے گا"۔ آغا جمشید نے عمران کے ساتھیوں کے چہروں پر تھکاوٹ کے آثار دیکھ کر جلدی سے کہا۔

" یہ غار ہمیں کہاں لے جائے گا۔ ہمیں تو ایسا لگ رہا ہے جیسے اس غار کو ہی ہم کہیں لے جا رہے ہیں"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔ ابھی وہ کچھ ہی آگے گئے ہوں گے کہ عمران یکلخت ٹھٹھک کر رک گیا۔

" اب کیا ہوا"۔ جولیا نے اسے رکتے دیکھ کر کہا۔ اسے رکتے دیکھ کر باقی افراد بھی رک گئے تھے۔

"خطرہ۔ آگے خطرہ ہے"۔ عمران کے منہ سے سرسراتی ہوئی آوا
نکلی۔ اس کی بات سن کر وہ سب چونک پڑے تھے۔ عمران نے لیکن
اپنی ٹارچ بجھا دی تھی۔ عمران کی بات سن کر اس کے سبھی ساتھیو
نے اپنی اپنی ٹارچیں بند کر دیں تھیں اور غار میں گھپ اندھیرا ہو گ
تھا۔

"خطرہ، کیسا خطرہ"۔ جولیا نے چونک کر کہا۔ اسی لمحے اچانک
سامنے سے آگ کے دو شعلے سے ہوا میں تیرتے ہوئے انہیں اپنی طر
آتے نظر آئے۔

"لیٹ جاؤ۔ جلدی نیچے لیٹ جاؤ۔ وہ میزائل چلا رہے ہیں"۔ عمرا
نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور وہ سب بوکھلا کر تیزی سے ز
پر گرے اور زمین سے چپک گئے۔ اسی لمحے آگ کے گولے شا
شائیں کی خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے ان کے اوپر سے گزرتے
گئے اور پھر کچھ دور وہ دونوں گولے جا کر غار کی دیوار سے ٹکرائے
غار جیسے انتہائی ہولناک اور کان پھاڑ دینے والے دھماکوں سے گ
اٹھا۔

وہ فوجی وردیوں میں ملبوس تھے۔ وہ تعداد میں چار تھے اور انہوں
نے کراسٹی پر گنیں تان رکھی تھیں اور ان کی نظریں کمرے کا جائزہ لے
رہی تھیں۔ اسی لمحے ادھیڑ عمر فوجی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے
چہرے پر درشتگی تھی۔

"کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو"۔ کراسٹی نے ان کی جانب
تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

اس کمرے اور اس کے سامان کی تلاشی لو"۔ درشت چہرے والے
نے کراسٹی کی بات جیسے ان سنی کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔
وہ شاید ان کا انچارج تھا۔ اس کا حکم سنتے ہی وہ فوجی تیزی سے کمرے
اور کراسٹی کے سامان کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے۔

"یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو۔ تمہیں اس طرح میرے کمرے میں
آنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ جانتے ہو میں کون ہوں"۔ کراسٹی نے

بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن
تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس
ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔

"آپ خاموش رہیں۔ ہمیں اپنا کام کرنے دیں۔ پھر آپ کو بتا
جائے گا کہ ہم کون ہیں اور یہاں کیا کرنے آئے ہیں"۔ انچارج
کرخت لہجے میں کہا۔

"دیکھو، میرا تعلق ساک لینڈ سے ہے اور میں یہاں سیاحت
لئے آئی ہوں۔ کیا یہاں سیاحوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے"
کراسٹی نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔ ہمارا تعلق ملٹری سے ہے اور ہمیں ہر کسی کو چیک
کرنے کا اختیار ہے"۔ انچارج نے کڑک کر کہا۔

"لیکن تم لوگوں کا چیک کرنے کا یہ انداز بالکل غلط ہے۔ م
اس کے لئے اپنے سفارت خانے میں احتجاج کروں گی"۔ کراسٹی
غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہمیں مطمئن ہو لینے دو۔ پھر جو چاہے کرتی رہنا"۔ انچارج نے
کر کہا۔ اس کی بات سن کر کراسٹی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا
اس نے خود پر جبر کئے رکھا۔ وہ چاہتی تو ان پانچوں کا آسانی سے خا
کر سکتی تھی لیکن وہ یہاں خاص مقصد کے لئے آئی تھی۔ اس لئے
ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے وہ مشکوک ہو جائیں۔ ویسے
وہ اپنے ساتھ ایسی کوئی چیز نہیں لائی تھی جو اسے مشکوک بنا

ہو۔ یہ شاید ان لوگوں کی روٹین کی چیکنگ تھی۔ لیکن ان کی چیکنگ
کا انداز غلط تھا جو کراسٹی کو پسند نہیں آیا تھا۔

"تمہارے کاغذات اور پاسپورٹ کہاں ہے"۔ انچارج نے کراسٹی
سے مخاطب ہو کر کہا۔ کراسٹی نے جیکٹ کی جیب سے پاسپورٹ نکال
کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ انچارج نے پاسپورٹ کھول کر اسے دیکھنا
شروع کر دیا۔

"باقی کاغذات میرے بیگ میں ہیں۔ دکھاؤں"۔ کراسٹی نے بیڈ
پر پڑے ہوئے اپنے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کا
بیگ کھلا ہوا تھا جو اس کے ساتھیوں نے کھولا تھا اور اس کی ساری
چیزیں نکال کر بیڈ پر بکھیر دی تھیں۔

"نہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ انچارج نے اس کا
پاسپورٹ اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔ جسے کراسٹی نے لے کر واپس
جیب میں ڈال لیا تھا۔

"ملا کچھ"۔ انچارج نے تلاشی لینے والے ساتھیوں سے مخاطب ہو
کر پوچھا۔

"نو سر"۔ ان فوجیوں نے جواب دیا جو کمرے اور کراسٹی کے
سامان کی مکمل تلاشی لے چکے تھے۔

"ٹھیک ہے۔ جسونت سنگھ کو بلاؤ۔ وہ اس کی تصویر لے کر
ہیڈ کوارٹر بھجوا دے"۔ انچارج نے کہا۔

"تصویر۔ کیا مطلب۔ کیا اب آپ لوگ میری تصویر اتاریں

گے "۔ کراسٹی نے چونک کر کہا۔

" ہاں، ہم اپنے ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے اور آپ جیسے لوگوں کے تحفظ کے لئے ایسے اقدام کرتے رہتے ہیں۔ ہم خاص طور پر غیر ملکیوں کی تصویریں اپنے ریکارڈ میں ضرور رکھتے ہیں"۔ انچارج نے کہا۔ اس بار اس کا لہجہ قدرے نرم تھا۔ شاید کراسٹی کے کمرے سے کچھ نہ ملنے کی وجہ سے وہ مایوس ہو گیا تھا۔ اس کے کہنے پر ایک فوجی کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہمراہ ایک اور فوجی تھا جس کے پاس ایک جدید ساخت کا کیمرہ تھا۔ اس کیمرے کو دیکھ کر کراسٹی کے چہرے پر پریشانی ابھر آئی تھی۔ وہ سپیشل ساخت کا کیمرہ تھا جس میں ڈبل تصویریں اتارنے کی خصوصیت تھی۔ اس کیمرے سے ایک تو عام تصویر اترتی تھی لیکن دوسری تصویر ہر قسم کے میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے چہرے کی ہوتی تھی۔ اس کیمرے کو کسی بھی میک اپ سے ڈاج نہیں دیا جا سکتا تھا۔

کراسٹی میک اپ میں ہی یہاں آئی تھی۔ اس کیمرے کو دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی کیونکہ اگر اس کیمرے سے اس کی تصویر کھینچی جاتی تو اس کے میک اپ زدہ چہرے کے ساتھ ساتھ اس کے اصلی چہرے کی بھی تصویر آجاتی۔ جو اس کے لئے انتہائی خطرناک صورتحال پیدا کر سکتی تھی۔

" آؤ جسونت سنگھ یہ مادام سنوریا ہیں۔ ان کی تصویر اتار لو"۔

انچارج نے آنے والے فوجی سے کہا۔

" یس سر"۔ جسونت سنگھ نے کہا اور کیمرہ لے کر کراسٹی کے سامنے آگیا۔

" نہیں میں تصویر نہیں اترواؤں گی"۔ کراسٹی نے اچانک کہا اور اس کی بات سن کر انچارج اور جسونت سنگھ چونک پڑے۔

"تصویر نہیں اترواؤ گی۔ کیا مطلب، کیوں "۔ انچارج نے چونک کر کہا۔ اس کے لہجے میں یکلخت شک کی پرچھائیاں ابھر آئی تھیں۔

" ہونہہ، اگر تمہیں میری تصویر ہیڈ کوارٹر ہی بھجوانی ہے تو میری کوئی بھی تصویر لے جائیں میرے پاس بہت سی ایکسٹرا تصویریں ہیں"۔ کراسٹی نے جلدی سے کہا۔

" سوری مادام سنوریا۔ ہمیں آپ کی تصویریں نہیں اس کیمرے سے اتری ہوئی تصویر چاہیئے"۔ انچارج نے کہا۔

" اسی کیمرے سے۔ وہ کیوں۔ کیا اس کیمرے میں، میں زیادہ حسین نظر آؤں گی"۔ کراسٹی نے جھلا کر کہا۔

"آپ حسین نظر آئیں گی یا نہیں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ یہ ہمارا سپیشل کیمرہ ہے۔ یہ دوہری تصویر اتارتا ہے"۔ انچارج نے منہ بنا کر کہا۔

" دوہری تصویر سے آپ کی کیا مراد ہے"۔ کراسٹی نے انجان بن کر کہا۔

" اس کیمرے سے میک اپ کو بھی چیک کیا جا سکتا ہے۔

کافرستان میں آئے دن دہشت پھیلانے کے لئے غیر ملکی دہشت گر
آتے رہتے ہیں۔ وہ عموماً میک اپ میں ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم ہ
غیر ملکی کی اس کیمرے سے تصویریں اتارتے ہیں تاکہ اگر کوئی میک
اپ میں ہو تو اس کا اصلی چہرہ ہمارے سامنے آجائے"۔ انچارج نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، تو آپ کو شک ہے کہ میں میک اپ میں ہوں"
کراسٹی نے منہ بنا کر کہا۔

"ہو بھی سکتی ہیں۔ ہمارے شک کے زمرے سے کوئی بھی باہ
نہیں ہوتا۔ جسونت سنگھ اتارو اس کی تصویر"۔ انچارج نے پہلے
کراسٹی سے اور پھر اس نے جسونت سنگھ سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
جسونت سنگھ نے اثبات میں سر ہلا کر ایک بار پھر کیمرہ سیدھا کر لیا۔

"ایک منٹ۔ میری بات سنو"۔ کراسٹی نے جلدی سے کہا۔

"بولو، کیا کہنا ہے تمہیں"۔ انچارج نے جھلا کر کہا۔

"تم لوگوں کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"کون سا طریقہ"۔ انچارج نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ
کہا۔

"یہی تصویریں اتارنے والا۔ تم اس کیمرے سے جو تصویر
اتارتے ہو اور اس کے نیگٹو ہیڈ کوارٹر بھیجتے ہو ناں"۔ کراسٹی
کہا۔

"ہاں۔ کیوں"۔ انچارج نے حیران ہو کر کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے تم لوگ جس انداز میں کارروائی کرتے ہو
جتنی دیر میں تمہاری تصویریں ڈویلپ ہوتی ہیں کیا اتنی دیر اگر کوئی
مجرم ہوا تو وہاں وہ رکا رہے گا"۔ کراسٹی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہم اتنے بھی احمق نہیں ہیں مادام سنوریا۔ جب تک ہیڈ کوارٹر
ہمیں تصویروں کی "اوکے" رپورٹ نہیں دے دیتا آپ جیسے افراد
پوری طرح ہماری نگرانی میں رہتے ہیں"۔ انچارج نے مسکراتے
ہوئے کہا اور کراسٹی دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہنے لگی۔

"پھر بھی۔ اس سے تو بہتر یہی ہے کہ آپ میک اپ واشر اپنے
ساتھ رکھا کریں۔ آپ کو جس کسی پر شک ہو میک اپ واشر سے
اس کا چہرہ صاف کر لیا کریں۔ اس طرح آپ کا بھی قیمتی وقت بچ
جائے گا اور ہم جیسے لوگوں کا بھی"۔ کراسٹی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمیں کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں۔ یہ ہم بہتر جانتے ہیں۔ آپ
انکوائری کے لئے ہمارے ساتھ نہیں جانا چاہتیں تو آپ کے لئے بہتر
ہے کہ جسونت سنگھ کو اپنی تصویر بنانے دیں"۔ انچارج نے ایک
بار پھر کرخت لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، ٹھیک ہے اتار لیں میری تصویر۔ لیکن کیا آپ مجھے
بتائیں گے کہ مجھے کب تک آپ لوگوں کی نگرانی میں رہنا ہوگا"۔
کراسٹی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جب تک آپ کافرستان میں ہیں"۔ انچارج نے کہا اور کراسٹی
خون کے گھونٹ بھر کر رہ گئی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس انچارج

اور اس کے ساتھیوں کو یہیں ہلاک کر دے مگر وہ خود پر جبر کئے رہی۔
جسونت سنگھ نے اس کی دو تین زاویوں سے مختلف تصویریں بنائیں
اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

"جب تک ہمیں تصویروں کی "اوکے" رپورٹ نہیں مل جاتی اس
وقت تک آپ اس ہوٹل بلکہ اس کمرے سے باہر نہیں جا سکتیں مس
سنوریا۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ اپنے نقصان کی خود ذمہ دار ہوں
گی"۔ انچارج نے کہا اور کراسٹی غرا کر رہ گئی۔ انچارج اپنے ساتھیوں
کو لے کر کمرے سے نکل گیا اور کراسٹی نے غصے سے دروازہ بند کر کے
اسے دوبارہ لاک لگا دیا۔

"یہاں تو واقعی جنگل کا قانون معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ میرے
ساتھ ایسے پیش آ رہے ہیں تو انہوں نے ہیون ویلی کے مسلمانوں کا
کیا حال کر رکھا ہوگا"۔ کراسٹی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

انچارج اس کی سپیشل کیمرے سے تصویریں لے گیا تھا اور اس
کیمرے سے اس کے سامنے اس کا اصل چہرہ آ جانا تھا۔ اس لئے کراسٹی
کا اب وہاں رکنا اس کے لئے خطرناک ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے
وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چند لمحے وہ سوچتی رہی پھر اس نے بیڈ
پر پڑا ہوا بیگ الٹا کیا اور اس کے خفیہ خانوں کو کھولنے لگی۔ بیگ کے
خفیہ خانوں سے اس نے میک اپ کا سامان نکالا اور ایک لباس اٹھا
کر واش روم میں گھس گئی۔ کچھ دیر بعد وہ واش روم سے نکلی تو اس کے
لباس کے ساتھ ساتھ اس کا حلیہ بھی بدلا ہوا تھا۔ اس نے مادام سنوریا

کا میک اپ صاف کر کے اس کی جگہ نیا میک اپ کر لیا تھا۔ بیگ کے
خفیہ خانوں سے اس نے ضرورت کی چند چیزیں نکالیں اور دروازے
کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے جھک کر دروازے کے کی ہول سے آنکھ
لگائی۔ اس کا کمرہ چونکہ سب سے آخر میں اور راہداری کے بالکل
سامنے تھا اس لئے کی ہول سے اسے ساری راہداری دکھائی دے رہی
تھی۔ راہداری کے سرے پر سیڑھیاں تھیں جن کے پاس دو مسلح فوجی
کھڑے تھے۔ جن کی نظروں میں آئے بغیر کوئی نیچے نہیں جا سکتا تھا۔

کراسٹی کا کمرہ تیسرے فلور پر تھا۔ وہ واپس پلٹی اور کھڑکی کی طرف آ
گئی جو ہوٹل کے عقب کی طرف تھی۔ کراسٹی نے باہر دیکھا اور پھر
کھڑکی کھول لی۔ پیچھے ایک دوسرے ہوٹل کی بلڈنگ تھی۔ سامنے اس
ہوٹل کا بھی عقب تھا اور نیچے ایک پتلی سی گلی بنی ہوئی تھی جہاں کاٹھ
کباڑ کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کراسٹی نے نیچے دیکھا۔ کچھ فاصلے پر کھڑکی کے
نیچے پتلی سی کارنس بنی ہوئی تھی جو ایک سرے سے دوسرے سرے
تک جا رہی تھی۔ کراسٹی چند لمحے سوچتی رہی پھر وہ کھڑکی سے نکل کر
اس کارنس پر آ گئی۔ عمارت کی دیواریں ڈبوں جیسی بنی ہوئی تھیں۔
ایک ڈبہ باہر تھا جبکہ دوسرا ڈبہ اندر کی طرف تھا۔ اس لئے کراسٹی کو
ان ڈبوں کو پکڑ کر کارنس پر آگے بڑھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ
رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ کارنس پر چلتی ہوئی ساتھ والے کمرے کی
کھڑکی کی طرف آ گئی۔ اتفاق سے کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ کراسٹی نے
خود کو دیوار کے ساتھ چپکاتے ہوئے سر کھڑکی کی طرف کیا اور کمرے

میں جھانکنے لگی۔ کمرہ خالی تھا۔ البتہ دائیں طرف ایک واش روم تھا۔ جہاں سے کسی کے نہانے اور نہاتے ہوئے گنگنانے کی آواز آرہی تھی۔ کراسٹی کے لئے موقع اچھا تھا وہ جلدی سے سیدھی ہو کر کھڑکی کے سامنے آئی اور اس نے کھڑکی کے چوکھٹے کو پکڑ کر اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور پھر نہایت آہستگی سے کود کر کمرے میں آ گئی۔ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی کمرے کے دروازے کے قریب پہنچی ہی تھی کہ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور کراسٹی یکلخت ٹھٹھک کر رک گئی۔ آنے والا نجانے کون تھا۔ وہ اسے دیکھ کر چونک سکتا تھا اور کمرے کا مالک دستک کی آواز سن کر کمرے سے باہر آسکتا تھا۔ کراسٹی بری طرح سے الجھ گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

جہازی سائز کے ایک کمرے میں ایک طویل و عریض میز کے پیچھے مارشل مہادیو ایک اونچی نشست کی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ایک ضخیم فائل دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں موجود تھا۔

صدر اور وزیراعظم نے سرکلر جاری کرتے ہوئے اسے ایک سپیشل ہائی اتھارٹی لیٹر جاری کر دیا تھا جس کی وجہ سے مارشل مہادیو کے پاس اتنی پاور آ گئی تھی کہ وہ پورے ملک کی بنیادیں تک ہلا سکتا تھا۔ صدر اور وزیراعظم کو چھوڑ کر وہ اس سپیشل ہائی اتھارٹی سے ہر شعبے کے عہدے دار پر ہاتھ ڈال سکتا تھا۔

مارشل مہادیو سپیشل ہائی اتھارٹی حاصل کر کے بہت خوش تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس سپیشل ہائی اتھارٹی کو حاصل کر کے پورے کافرستان کا بے تاج بادشاہ بن گیا ہو۔ وہ کچھ بھی کرتا اس سے

کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔

اپنے ہیڈ کوارٹر میں آتے ہی اس نے ملٹری سے لے کر تمام سپیشل ایجنسیوں اور سیکرٹ سروس کے سربراہوں کو بلا کر ان کے ساتھ میٹنگ کی گئی تھی اور ان پر اپنا رعب جھاڑتے ہوئے انہیں ہیون ویلی اور پورے ملک کی سرحدوں کی طرف پھیل جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ وہ کافرستان میں آنے جانے والوں پر گہری نظر رکھیں۔ خاص طور پر وہ کافرستان میں آنے والے ہر فرد کی چھان پھٹک کریں اور انہیں جس کسی پر شک ہو اسے بے دریغ گولی مار دیں اور بعد میں اس کی انکوائری کریں۔ اس کے بعد جو ہوگا وہ خود ہی سنبھال لے گا۔ اس نے تمام انتظامات اپنی نگرانی میں مکمل کروا کر خود ہیون ویلی میں جا کر بلیک فورس سے ابو عبداللہ کو اپنی کسٹڈی میں لیا تھا اور اسے لے کر نہایت خفیہ انداز میں ہیڈ کوارٹر آ گیا تھا۔

ابو عبداللہ کو اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کے تہہ خانے میں اپنی فورس کی نگرانی میں رکھ لیا تھا اور وہاں اس نے ایسے سائنسی انتظامات کر دیئے تھے کہ کسی بھی طرح کوئی ابو عبداللہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مارشل مہادیو نے اپنے ہیڈ کوارٹر کا جو حفاظتی انتظام کر رکھا تھا وہ اس قدر سخت تھا کہ ایک معمولی مکھی بھی اس کے ہیڈ کوارٹر میں داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ ویسے بھی اس کا ہیڈ کوارٹر دارالحکومت سے دور ایک مخصوص علاقے میں زمین کے نیچے تھا۔ اوپر زرعی فارم تھا۔ جہاں اس کے آدمی کسانوں کے روپ میں موجود

رہتے تھے۔ اس علاقے کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان زرعی فارمز کے نیچے فوج کے ایک اعلیٰ شعبے کا ہیڈ کوارٹر ہو سکتا ہے۔ اس لئے مارشل مہادیو پوری طرح سے مطمئن تھا کہ اگر عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کافرستان میں آ بھی گئے تو اول تو وہ اس کے ہاتھوں زندہ نہیں بچ سکیں گے اور اگر وہ بالفرض محال کسی بھی طرح بچ گئے تو وہ لوگ اس کے ہیڈ کوارٹر کو کسی بھی صورت میں تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں سوائے ٹکریں مار کر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کے علاوہ مارشل مہادیو نے ہیون ویلی کے سرحدی علاقوں کی حفاظت اور زیادہ سخت کر دی تھی۔ ہیون ویلی کا مواصلاتی نظام پہلے سے ہی جام تھا۔ مارشل مہادیو نے ہیون ویلی میں آنے جانے والی پروازیں بھی روک دی تھیں اور ہر قسم کی ٹرانسپورٹ کے وہاں آنے جانے کے راستے بند کروا دیئے تھے۔ اس کا حکم تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر اگر ملک کا صدر اور وزیراعظم تک ہیون ویلی میں جانے کی کوشش کریں تو وہ اسے بھی روک دیں۔ جب تک ان کے ساتھ مارشل مہادیو خود نہیں ہوگا یا اس کا مخصوص اجازت نامہ نہیں ہوگا نہ کوئی ہیون ویلی میں جا سکتا تھا اور نہ ہیون ویلی سے آ سکتا تھا۔ اس نے ان علاقوں سے تمام فوج کو ہٹا کر سپیشل ایجنسیوں کو تعینات کر دیا تھا تاکہ وہ کھل کر کام کر سکیں۔

یہ تمام انتظامات مارشل مہادیو نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ

سروس کا راستہ روکنے کے لئے کرائے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی طریقے اور کسی بھی روپ میں ہیون ویلی میں جانے کی کوشش کریں۔ عمران اور اس کے ساتھیوں سے گو مارشل مہادیو کا پہلے کبھی ٹکراؤ نہیں ہوا تھا مگر وہ ان کے کارناموں اور ان کے کام کرنے کے انداز سے بخوبی واقف تھا۔ اس لئے وہ کسی بھی قسم کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ ویسے بھی صدر اور وزیراعظم نے اس بار اس کی ذات پر اعتماد کیا تھا اور اس اعتماد کی بنیاد پر انہوں نے اسے سپیشل پاور اتھارٹی لیٹر جاری کیا تھا۔ اس سپیشل ہائی پاور اتھارٹی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے کے لئے اس کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ صدر اور وزیراعظم کے اعتماد کو کسی بھی طرح ٹھیس نہ پہنچائے اور جیسے بھی ممکن ہو وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور علی عمران کو ان کے ارادوں میں ناکام کرتے ہوئے ہمیشہ کی نیند سلا دے۔ اس نے جو انتظامات کئے تھے وہ ان سے پوری طرح سے مطمئن تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی راستے سے کافرستان میں داخل ہونے کی کوشش کریں وہ اس کے آدمیوں کی نظر سے نہ بچ سکیں گے۔

مارشل مہادیو تمام کام نپٹا کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں آ گیا تھا۔ اس وقت وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے متعلق ایک فائل دیکھ رہا تھا۔ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوری پوری معلومات کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں

کے کام کرنے سے وہ تمام پہلوؤں سے اچھی طرح سے آگاہ ہو جائے تاکہ عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی مرحلے پر اسے دھوکہ نہ دے سکیں۔

اسی لمحے میز کے کنارے پر پڑے ہوئے ایک سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ مارشل مہادیو نے فائل سے نظریں اٹھائیں اور پھر اس نے فائل بند کر کے میز کی سائیڈ پر پڑی باسکٹ میں رکھ دی۔

"یس، مارشل مہادیو سپیکنگ"۔ مارشل مہادیو نے رسیور اٹھا کر اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"چیف۔ جی ایس بارڈر لائن سے تھرڈ سیکشن کا سیکنڈ آفیسر روی کمار ایک اہم اطلاع آپ کو براہ راست دینا چاہتا ہے"۔ دوسری طرف سے اس کے پرسنل سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سیکنڈ آفیسر روی کمار۔ کیا اطلاع دینا چاہتا ہے وہ"۔ مارشل مہادیو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"میں نے اس سے پوچھا تھا مگر وہ بضد ہے کہ اس کے پاس ایک اہم اطلاع ہے جسے وہ براہ راست آپ تک پہنچانا چاہتا ہے"۔ سیکرٹری نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بات کراؤ اس سے"۔ مارشل مہادیو نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"یس سر"۔ سیکرٹری نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد فون میں ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد ایک تیز مگر مؤدبانہ آواز سنائی

دی۔

"سیکنڈ آفیسر روی کمار بول رہا ہوں جناب"۔ دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"یس آفیسر۔ کیا اطلاع ہے تمہارے پاس جو تم براہ راست مجھے دینا چاہتے ہو"۔ مارشل مہادیو نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"سر میں آپ کو پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں رپورٹ دینا چاہتا ہوں"۔ دوسری طرف سے آفیسر روی کمار نے کہا۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کا سن کر مارشل مہادیو بری طرح سے چونک پڑا تھا۔

"پاکیشیائی ایجنٹ۔ کیا مطلب"۔ مارشل مہادیو نے تیز لہجے میں کہا۔

"سر وہ لوگ کافرستان میں داخل ہو چکے ہیں"۔ دوسری طرف سے آفیسر روی کمار نے کہا تو اس کی بات سن کر مارشل مہادیو اس بری طرح سے اچھل پڑا جیسے اس کے سر پر یکلخت کوئی بم خوفناک دھماکے سے پھٹ پڑا ہو۔

"پاکیشیائی ایجنٹ کافرستان میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو آفیسر"۔ مارشل مہادیو نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ میرے پاس اس کے حتمی ثبوت ہیں"۔ آفیسر روی کمار نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ کیا ثبوت ہیں تمہارے پاس۔ پہلے یہ بتاؤ تمہارا تعلق کس فورس سے ہے۔ اگر تم جانتے ہو کہ پاکیشیائی ایجنٹ کافرستان

میں داخل ہو رہے ہیں تو تم نے ان کو روکا کیوں نہیں۔ وہاں کیا تم سب جھک مارنے کے لئے موجود ہو"۔ مارشل مہادیو نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا۔

"سر، میرا تعلق سپیشل تھرڈ سیکشن سے ہے۔ میری ڈیوٹی پاگام کے جی ایس بارڈر لائن پر ہے۔ تھرڈ سیکشن کے انچارج فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ ہیں سر۔ انہوں نے مجھے بارڈر لائن سے دس کلو میٹر دور کا ایریا دے رکھا ہے تاکہ میں پاگام کے ذیلی گاؤں چاراک کے ہر آنے جانے والے راستے پر نظر رکھ سکوں۔ یہاں سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر ایک جنگل ہے۔ جس کے بعد آگے پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہی پہاڑی سلسلہ دور تک کافرستان کی سرحدوں میں چلا جاتا ہے۔ میں احتیاط کے پیش نظر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس جنگل کی طرف آ گیا تھا۔ میں جنگل سے ابھی کچھ ہی آگے گیا تھا کہ مجھے ایک درخت کے پیچھے سے کسی کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں اور میرے ساتھی چونک کر احتیاط سے آگے بڑھے تو ایک شخص ٹرانسمیٹر پر تھرڈ سیکشن کے انچارج فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کا انداز تحکمانہ تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ آفیسر رنجیت سنگھ نو افراد کا ایک گروپ پاگام کے راستے تمہاری طرف آ رہا ہے۔ کیا تم نے ان کو کافرستانی سرحد میں داخل کرانے کے تمام راستے کلیئر کر دیئے ہیں۔ جواب میں ٹرانسمیٹر پر میں نے اپنے انچارج رنجیت سنگھ کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ہاں، تمام راستے کلیئر ہیں۔ میں نے اپنے تمام

آدمیوں کو یہاں سے ہٹا دیا ہے۔ گروپ جیسے ہی یہاں آئے گا میں انہیں سپیشل جیپیں دے کر آگے روانہ کر دوں گا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ شخص کوئی جواب دیتا۔ دوسری طرف سے فرسٹ آفیسر نے کہا۔ مسٹر سندیپ وہ لوگ شاید پہنچ گئے ہیں۔ مجھے ان لوگوں کو آگے پاس کر لینے دو پھر میں تم سے بات کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا رابطہ ختم ہو گیا۔ تب میں اور میرے ساتھیوں نے اس نوجوان جسے فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ نے مسٹر سندیپ کہہ کر مخاطب کیا تھا کو اچانک گھیر لیا۔ وہ ہمارے ہی سیکشن کا آدمی تھا۔ ہمیں وہاں دیکھ کر وہ بوکھلا گیا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر وہاں سے بھاگنا چاہا مگر میں نے اسے گولی مار کر زخمی کر دیا۔ پھر میں نے اسے وہیں باندھ لیا اور اس سے پوچھ گچھ کی کہ وہ کن لوگوں کو آفیسر رنجیت سنگھ سے آگے پاس کرنے کی بات کر رہا تھا۔ مگر اس نے زبان نہ کھولی تب مجھے اس پر شدید تشدد کرنا پڑا۔ اس نے شدید تشدد کے بعد مجھے آخر بتا ہی دیا کہ وہ نو افراد پاکیشیائی ایجنٹ ہیں جنہیں پاگام کی سپیشل فورس کے توسط سے آگے پہنچانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اس سے مزید پوچھ گچھ کرتا اس نے اچانک میرے ایک ساتھی سے اس کا پسٹل چھینا اور خود کو گولی مار کر ہلاک کر لیا"۔ یہ کہہ کر دوسری طرف موجود سیکنڈ آفیسر روی کمار خاموش ہو گیا۔

"پاکیشیائی ایجنٹوں کو تھرڈ سیکشن کے فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ سرحد میں داخل ہونے میں مدد کر رہا ہے۔ یہ تم کیا کہہ رہے

آفیسر"۔ ساری بات سن کر مارشل مہادیو نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر، میں صحیح کہہ رہا ہوں۔ فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ ان پاکیشیائی ایجنٹوں سے ملے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس لئے مجھے اور میرے چند خاص آدمیوں کو وہاں سے ہٹا دیا تھا"۔ سیکنڈ آفیسر روی کمار نے کہا۔

"اوہ گاڈ۔ آفیسر رنجیت سنگھ تھرڈ سیکشن کا انچارج دشمنوں سے ملا ہوا ہے۔ کہاں ہے وہ میری اس سے بات کراؤ جلدی۔ میں اس کا کورٹ مارشل کر دوں گا۔ میں اسے اپنے ہاتھوں شوٹ کروں گا۔ غدار۔ کہاں ہے وہ بات کراؤ میری"۔ مارشل مہادیو نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

"سر میں اس وقت بارڈر لائن سے دس کلومیٹر دور ہوں اور فرسٹ آفیسر بارڈر لائن پر ہیں۔ انہوں نے اب تک یقیناً ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو بارڈر کراس کرا دیا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ وہ گروپ آگے بڑھے اس لئے میں نے آپ سے براہ راست بات کرنا مناسب سمجھا تھا۔ میں سیل فون سے بات کر رہا ہوں سر"۔ دوسری طرف سے سیکنڈ آفیسر روی کمار نے جلدی جلدی سے کہا۔

"اوہ، ڈیم وہ لوگ بارڈر کراس کر گئے ہیں۔ بیڈ ویری بیڈ۔ تھرڈ سیکشن کے علاوہ ارد گرد کے علاقوں میں اور کون سے سیکشن موجود ہیں"۔ مارشل مہادیو نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"کرنل رنجیت سنگھ نے ان علاقوں میں کسی کی ڈیوٹی لگنے ہی نہیں دی تھی سر۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ پاگام کے علاقے کی بارڈر لائن پر موجود رہیں گے اور اس علاقے کو وہ خود ہی سنبھال لیں گے۔ البتہ بارڈر لائن سے تیس کلو میٹر دور ایک سڑک تین مختلف علاقوں کی طرف جاتی ہے۔ ایک مرگان کی طرف، ایک پاران کی طرف اور ایک دولت نگر کی طرف اور اس کے آگے ایک اور بڑی سڑک شام پور کی طرف نکلتی ہے۔ دولت پور میں آئرن گروپ کے آفیسر رگھویر موجود ہیں سر۔ اگر انہیں کسی طرح اطلاع دے دی جائے تو وہ پاکیشیائی گروپ کو مین سڑک پر ٹریپ کر سکتے ہیں"۔ آفیسر روی کمار نے جلدی سے کہا۔

"اوہ، تمہارے پاس آفیسر رگھویر کا کوئی رابطہ نمبر ہے"۔ مارشل مہادیو نے تیز لہجے میں کہا۔

"آفیسر رگھویر کے پاس آر تھرٹی ٹرانسمیٹر ہے سر۔ جبکہ میرے پاس صرف سیل فون ہے۔ سپیشل آر تھرٹی ٹرانسمیٹر فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ کے پاس بھی ہے۔ مگر وہ بھلا آفیسر رگھویر کو کیوں اطلاع دیں گے"۔ سیکنڈ آفیسر روی کمار نے کہا۔

"ہونہہ، میں ابھی ٹرانسمیٹر سیکشن سے بات کرتا ہوں۔ میں اسے حکم دوں گا کہ وہ ان لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکیں۔ میں ان کی مدد کے لئے اور سپیشل فورس بھی وہاں بھیج دوں گا"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یس سر۔ یہی مناسب رہے گا اور سر ایک بات اور"۔ سیکنڈ آفیسر روی کمار نے جلدی سے کہا۔

"بولو جلدی، بولو"۔ مارشل مہادیو نے خشک لہجے میں کہا۔

"سر ہو سکتا ہے وہ لوگ سیدھے سڑک پر جانے کی بجائے پہاڑی راستوں سے آگے جانے کی کوشش کریں۔ شام پور سے آگے جو پہاڑی سلسلہ ہے وہاں ایسی پہاڑیاں موجود ہیں جن میں بے شمار غار ہیں۔ ان غاروں میں چند غار ایسے بھی ہیں جو غار در غار دور تک چلے جاتے ہیں اور ایک راستہ وہاں سے سیدھا پاراکنار کے علاقے میں جا نکلتا ہے۔ پاراکنار میں بھی ایک ایجنسی موجود ہے۔ جس کی کمان مسٹر ٹھاکرے کے ہاتھوں میں ہیں۔ آپ انہیں بھی الرٹ کر دیں۔ اگر وہ لوگ ان غاروں سے اس طرف آنے کی کوشش کریں تو ان لوگوں کو وہیں روک دیا جائے"۔ سیکنڈ آفیسر روی کمار نے کہا۔

"ہونہہ، ٹھیک ہے۔ ان لوگوں کو کافرستان میں داخل ہونا بہت مہنگا پڑے گا۔ انہیں یہاں ان کی موت کھینچ لائی ہے۔ دیکھتا ہوں وہ لوگ آگے کیسے بڑھتے ہیں اور آفیسر رنجیت سنگھ۔ اس کا تو میں جو حشر کروں گا اسے دیکھ کر اس کی نسلیں بھی کانپ اٹھیں گی"۔ مارشل مہادیو نے غراتے ہوئے کہا اور اس نے فون بند کر دیا۔ پھر اس نے جلدی سے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور جلدی جلدی نمبر پریس کرنے لگا۔

"یس ریڈیو کنٹرول روم"۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی

دی۔

" مارشل مہادیو سپیکنگ "۔ مارشل مہادیو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

" اوہ، یس سر۔ حکم سر۔ میں سارجنٹ آندرے بول رہا ہوں سر"۔ دوسری طرف سے مارشل مہادیو کا نام سن کر بے حد بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

" کنٹرول روم کا انچارج کون ہے۔ میری اس سے بات کرا جلدی "۔ مارشل مہادیو نے تیز لہجے میں کہا۔

" یس سر۔یہاں کے انچارج کیپٹن دیش پانڈے ہیں سر۔ بات کیجئے سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد دوسری گھبراہٹ زدہ آواز سنائی دی۔

" کیپٹن دیش پانڈے بول رہا ہوں سر۔ حکم سر"۔ کیپٹن دیش پانڈے نے انتہائی خوفزدہ مگر بے حد مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" دیش پانڈے۔ میری بات غور سے سنو"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور پھر وہ کیپٹن دیش پانڈے کو ٹرانسمیٹر پر دولت نگر میں موجود سپیشل آفیسر رگھویر اور پارا کنار میں موجود مسٹر ٹھاکرے کو ٹرانسمیٹر کال کرنے کی ہدایات دینے لگا۔

" یس سر۔ میں ابھی انہیں ریڈیو فریکونسی پر اطلاع دے دیتا ہوں "۔ کیپٹن دیش پانڈے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" اور سنو، پاگام ایریئے میں فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ کی ڈیوٹی

ہے۔اس کے پاس بھی آر تھرٹی ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ تم کوشش کرنا کہ یہ میسج اس کے ٹرانسمیٹر پر نشر نہ ہو اور ہاں آفیسر رگھویر اور مسٹر ٹھاکرے کو میری طرف سے حکم دینا کہ اس گروپ کو ہلاک کرنے کے لئے اگر انہیں پورا پہاڑی علاقہ بھی اڑانا پڑے تو وہ اس سے دریغ نہ کریں۔ اٹ از مائی آرڈر۔ اوکے "۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" اوکے سر"۔ کیپٹن دیش پانڈے نے کہا۔

" ان کے ساتھ تم مسلسل رابطہ رکھنا اور مجھے پل پل کی رپورٹ کرنا سمجھے "۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" رائٹ سر"۔ کیپٹن دیش پاندے نے جواب دیا۔

" تو جلدی کرو انہیں کال۔ ایسا نہ ہو وہ گروپ دور نکل جائے" مارشل مہادیو نے کہا اور ایک جھٹکے سے اس نے فون بند کر دیا۔

" ہونہہ، رنجیت سنگھ۔ تم نے ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو کافرستان میں آنے کا راستہ دے کر خود اپنی ارتھی تیار کر لی ہے۔ تمہارا انجام عبرتناک ہوگا انتہائی عبرتناک "۔ مارشل مہادیو نے کہا۔ پھر اس نے ایک بار پھر فون کا رسیور اٹھایا اور سپیشل فورس کو ہدایات دینے لگا کہ وہ پاگام کے بارڈر پر موجود رنجیت سنگھ اور اس کے ساتھ موجود تمام افراد کو گرفتار کر لیں۔ اس نے سپیشل فورس کو حکم دیا تھا کہ وہ ان سب کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر انہوں نے لڑنے کی کوشش کی تو وہ ان سب کا خاتمہ وہیں کر دیں۔ لیکن اسے انچارج رنجیت سنگھ زندہ چاہئے ہر حال میں۔

سپیشل فورس کو ہدایات دے کر اس نے ایئر مارشل کو فون
کر کے پاگام کے سرحدی علاقے کی طرف ایئر فورس بھیجنے کا حکم دیا
تھا۔ یہاں بھی اس نے سختی سے حکم دیا تھا کہ وہ دشمن ایجنٹوں کو
ہلاک کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت استعمال کریں اور اس گروپ
کو ہلاک کرنے کے لئے پہاڑی پر کلسٹر بم اور میزائل بھی ماریں۔ اس
گروپ کو کسی بھی حال میں زندہ نہیں رہنا چاہئے۔ پھر فون بند کر کے
مارشل مہادیو اٹھا اور میز کے پیچھے سے نکل کر باہر آگیا اور تیز تیز قدم
اٹھاتا ہوا آفس کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ خود بھی
سپیشل ہیلی کاپٹر پر پاگام کے پہاڑی راستے کی طرف جانا چاہتا تھا
شاید ان لوگوں کا انجام وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔

ہولناک دھماکوں کے ساتھ خوفناک گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا ہوئی
اور غار یوں لرزنے لگا جیسے زبردست بھونچال آ رہا ہو۔ دور غار میں آگ
کا ایک بہت بڑا الاؤ سا روشن ہو گیا تھا جس کی وجہ سے غار میں تیز
روشنی پھیل گئی تھی۔

عمران اور اس کے ساتھی سیدھے غار میں تقریباً ایک کلو میٹر آگے
بڑھ آئے تھے اس لئے ان خوفناک میزائلوں کے دھماکوں سے محفوظ
رہے تھے مگر غار جس بری طرح سے لرز رہا تھا اس سے چٹانیں اور پتھر
ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے اردگرد گر رہے تھے اور وہ سب زمین سے
جونکوں کی طرح چپکے ہوئے تھے۔ اسی لمحے سامنے سے شائیں شائیں کی
آوازیں اور انگارے برساتے ہوئے دو میزائل آئے اور ان کے اوپر سے
گزرتے چلے گئے۔

"کروٹیں بدل کر دیواروں کے ساتھ لگ جاؤ"۔ عمران نے حلق

کے بل چیختے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے کروٹیں بدل کر غار کی دیواروں کی طرف ہو گئے۔

مزید دو دھماکے ہوئے اور پتھروں اور گرد کا طوفان سا غار میں آ گیا۔ دوسرے دو میزائل بھی دور جا کر پھٹے تھے۔

" غار میں میزائل پر میزائل برسائے جا رہے ہیں عمران۔ کچھ کرو۔ نہیں تو ہم انہی پہاڑیوں کے نیچے ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائیں گے"۔ جولیا نے چیختے ہوئے کہا۔ اسی لمحے زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی طرف کی غار کی دیوار پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہو۔ وہ اور اس کے ساتھی تیزی سے کروٹیں بدل کر پیچھے ہٹ گئے تھے ورنہ بڑے بڑے چٹان نما پتھر ان پر آ گرتے۔ عمران نے پھرتی سے دوبارہ ٹارچ روشن کی۔ واقعی ایک طرف سے دیوار پھٹ گئی تھی اور سامنے ایک عجیب و غریب سا راستہ بن گیا تھا۔ عمران نے ٹارچ کی روشنی اس دراڑ میں ڈالی تو اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک آ گئی۔

" سب لوگ اس طرف آ جاؤ۔ یہاں ایک قدرتی سرنگ ہے"۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا اور اٹھ کر جھکے جھکے انداز میں اس دراڑ کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

غار میں یکے بعد دیگرے میزائل داغے جا رہے تھے جس کی وجہ سے پورے غار میں زلزلہ سا آیا ہوا تھا۔ زمین اور غار کی دیواریں بری طرح سے لرز رہی تھیں۔ پتھروں اور دھول سے جیسے غار میں طوفان

سا آ گیا تھا۔ عمران کے ساتھی اٹھے اور گرتے پڑتے عمران کی تقلید میں اس دراڑ میں گھستے چلے گئے۔ عمران سب سے آگے تھا۔ وہ ٹارچ کی روشنی ڈالتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اپنی ٹارچیں روشن کر لی تھیں۔ وہ لرزتی ہوئی دیواروں کا سہارا لے کر چل رہے تھے۔ یہاں بھی پتھر گر رہے تھے مگر یہاں دھول نہیں تھی۔ راستہ ٹیڑھا میڑھا سا تھا۔ لمحے لمحے بعد موڑ آ رہا تھا۔ ایک موڑ مڑتے ہی عمران کو یکلخت ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ آگے راستہ تو تھا مگر وہ سیدھا یا دائیں بائیں جانے کی بجائے نیچے جا رہا تھا۔ یعنی آگے غار نما سرنگ عمودی انداز میں نیچے کی طرف جاتی دکھائی دے رہی تھی۔

" اوہ، اب کیا کریں"۔ جولیا نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ اس کے ساتھی بھی عمودی نشیب کو دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ وہ آگے روشنی پھینک کر اس راستے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر انہیں سوائے ٹیڑھے میڑھے راستے کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

" ہمیں نیچے جانا ہو گا۔ اگر ہم یہیں رکے رہے تو وہ لوگ یہاں آ پہنچیں گے اور ہم چوہوں کی طرح مارے جائیں گے۔ اس بار انہوں نے ہمارے استقبال کی زبردست تیاریاں کر رکھی ہیں۔ سارے کا سارا علاقہ ان کے کنٹرول میں ہے اور ہم نے ان کے جن ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے اب تک تو انہیں ان کی بھی خبر مل گئی ہو گی۔ اپنی مدد کے لئے اب انہوں نے ایئر فورس بھی منگوا لی ہو گی۔ اس پوزیشن میں اگر ہم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو وہ ہمارا کیا حشر کریں گے۔ مجھے یہ

بتانے کی ضرورت نہیں ہے"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن ہم یہاں بھی تو زیادہ دیر نہیں رک سکتے۔ ہم جوں جوں آگے بڑھتے جائیں گے آگے آکسیجن کم ہوتی جائے گی اور پھر یہ نشیب کی طرف جاتا ہوا راستہ نہ جانے ہمیں کہاں لے جائے گا"۔ جولیا نے کہا۔

"عمران صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں مس جولیا۔ ان غاروں سے باہر نکلنا ہمارے لیئے اس وقت خودکشی کے مترادف ہوگا۔ قدرت نے ہماری مدد کرتے ہوئے ایک دراڑ بنا کر ہمیں اس راستے تک پہنچا دیا ہے تو ہمیں آگے بھی کوئی نہ کوئی راستہ مل ہی جائے گا۔ اگر ہم اسی غار میں پڑے رہتے تو واقعی اب تک ہزاروں لاکھوں ٹن ملبے تلے دب چکے ہوتے"۔ صفدر نے کہا۔ اسی لمحے زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور غار بری طرح سے لرزنے لگا۔

شاید خوفناک دھماکوں سے وہ غار گر گیا تھا جس میں یہ لوگ پہلے موجود تھے۔ غار کی زبردست لرزش کی وجہ سے ان کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے قدم جمانے، دیواروں کو پکڑ کر ان کا سہارا لینے اور خود کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ لڑکھڑائے اور پھر گر پڑے۔ گر کر انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ان کی یہ کوشش بھی ناکام رہی تھی اور پھر وہ نشیب میں بری طرح سے الٹ پلٹ کر گرتے چلے گئے۔ غار کی لرزش اس قدر تیز تھی کہ انہیں کسی بھی طرح سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ وہ لڑھکتے ہوئے غار کی ایک دیوار سے ٹکرائے اور پھر مڑ کر گرتے چلے گئے۔ اس

طرف نیچے جانے والا راستہ تقریباً سیدھا تھا یعنی وہ کسی طرف موڑ یا بل نہیں کھا رہا تھا۔ اس طرح وہ کافی نیچے جا کر جیسے خالی کئے ہوئے بوروں کی طرح ایک دوسرے کے اوپر گرتے چلے گئے۔ ان کے ہاتھوں سے ٹارچیں پہلے ہی گر چکی تھیں مگر وہ بھی ان کے ساتھ لڑھکتی ہوئیں نیچے آگئی تھیں۔ جس کی وجہ سے چند ٹارچیں تو بجھ گئی تھیں مگر تین ٹارچیں روشن تھیں جس کی وجہ سے وہاں اندھیرا نہیں تھا۔

بری طرح لڑھکنے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے کی وجہ سے انہیں خراشیں تو ضرور آئی تھیں لیکن وہ بری طرح سے زخمی نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے منہ سے چیخیں نکلی تھیں۔ نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ عمران، صفدر اور جولیا نے لپک کر تینوں جلتی ہوئی ٹارچیں اٹھا لی تھیں اور وہ چاروں طرف روشنی ڈال کر دیکھنے لگے۔

وہ زمین کی تہہ میں گول گڑھے نما جگہ تھی۔ وہاں ایک تو وہ راستہ تھا جہاں سے وہ لڑھکتے ہوئے نیچے آئے تھے جبکہ ایک بڑا سوراخ انہیں سامنے کافی بلندی پر دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن وہ سوراخ چونکہ کافی بلندی پر تھا اس لئے وہ اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے کہ وہ محض ایک سوراخ ہے یا اس سوراخ میں بھی آگے جاتا ہوا کوئی غار یا راستہ ہے۔

"یہ ہم کہاں آگئے ہیں"۔ تنویر نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"پاتال میں"۔ عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔ اس وقت تک

دھماکوں کی آواز اور زمین کی لرزش بند ہو گئی تھی۔ شاید ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ انہوں نے ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو ان پہاڑیوں کے نیچے ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا ہے۔

"پاتال میں۔ کیا مطلب"۔ اس کی بات سن کر جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"جہاں تک میرا علم بتاتا ہے پاتال زمین کی سب سے آخری تہہ کو کہتے ہیں اور ہم جس بلندی سے نیچے آئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم اس وقت زمین پر نہیں بلکہ پاتال میں ہیں۔ اب دعا کرو ہمارے سامنے کہیں سے پاتال کا کوئی جن ظاہر نہ ہو جائے۔ اس جن سے ہمیں بچانے کے لئے نہ تو یہاں عمرو عیار آئے گا اور نہ ہرکولیس"۔ عمران نے کہا تو اس کے ساتھیوں کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

"عمران صاحب، میں نے تو سنا ہے کہ پاتال میں چڑیلیں اور بھوت رہتے ہیں۔ جنوں کی دنیا تو الگ ہی ہوتی ہے"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چ چڑیلیں۔ بھبھ بھوت۔ ارے یار کیوں ڈرا رہے ہو۔ تت، تم تو جانتے ہو کہ میں کس قدر کمزور دل کا مالک ہوں۔ ایک بھوت پہلے ہی میرا خون چوس رہا ہے۔ اگر یہاں اور بھوت آ گئے تو میرے ساتھ ساتھ وہ تم سب کا بھی خون چوس جائیں گے۔ کک، کیوں تنویر۔ میں سچ کہہ رہا ہوں ناں"۔ عمران نے گھبرائی ہوئی نظروں سے تنویر کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے جبکہ تنویر عمران کی جانب خشمگیں نظروں سے گھور رہا تھا۔

"تو میں تمہیں بھوت نظر آتا ہوں"۔ تنویر نے غرا کر کہا۔

"ارے نن، نہیں یار۔ قسم لے لو جو میں نے تمہارا نام لیا ہو"۔ عمران نے اس قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھیوں کے قہقہے نکل گئے تھے جبکہ آغا جمشید اور اس کے ساتھی حیرت زدہ نظروں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کی جانب دیکھ رہے تھے کہ وہ اس قدر خوفناک سچوئیشن اور ماحول میں ہنسی مذاق کر رہے ہیں جہاں موت ہر طرف ان کے ارد گرد ناچتی پھر رہی تھی۔ وہ شاید نہیں جانتے تھے کہ جیالے جاسوسوں کا یہ ٹولہ ایسا تھا جو موت کو بھی سامنے دیکھ کر نہ گھبراتے تھے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسی طرح ہنسنا مسکرانا جانتے تھے۔

"عمران صاحب، ان لوگوں نے اس سارے علاقے کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اب ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے۔ جس راستے سے ہم یہاں آئے ہیں وہ راستہ بھی انہوں نے میزائل مار کر بند کر دیا ہے"۔ آغا جمشید نے عمران کی توجہ موجودہ صورتحال کی طرف مبذول کرتے ہوئے کہا۔

"چلو اور کچھ نہیں تو انہیں یہ تو یقین ہو گیا ہو گا کہ ان لوگوں نے ہمیں ہلاک کر دیا ہے"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔ اس کے ساتھی مسکرا دیئے جبکہ آغا جمشید اور اس کے ساتھیوں نے بے اختیار ہونٹ

بھیج لئے تھے۔

" آغا جمشید ٹھیک کہہ رہا ہے عمران۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ جلد سے جلد تلاش کر لینا چاہیئے۔ آخر ہم یہاں کب تک چھپے رہیں گے"۔ جولیا نے معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" کیا ضرورت ہے ہمیں دوسرا راستہ ڈھونڈنے کی"۔ عمران نے جھلا کر کہا تو سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

" کیوں، ضرورت کیوں نہیں ہے"۔ جولیا نے اسے گھور کر کہا۔

" اچھا خاصا پرسکون ماحول ہے۔ کھانے پینے کا وافر سامان ہمارے پاس موجود ہے۔ یہاں ہوا کی بھی آمدورفت ہو رہی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں خاموشی سے آٹھ دس دن یہیں گزار دینے چاہئیں۔ جب وہ لوگ تھک جائیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ ہم ان کے ہاتھوں لقمہ اجل ہو چکے ہیں تو وہ یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔ میدان صاف ہو جائے گا تو ہم باہر نکل جائیں گے"۔ عمران نے لاپرواہی سے کہا اور پھر اس نے واقعی کاندھوں سے بیگ اتار کر ایک طرف رکھا اور زمین پر دیوار کے ساتھ یوں آرام سے پاؤں پسار کر بیٹھ گیا۔ جیسے وہ واقعی وہاں آرام کرنے کے لئے آیا ہو۔

" تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ ہم یہاں رہیں گے اس گھٹن زدہ زمین دوز تہہ میں"۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" فی الحال میرا دشمنوں سے مفت میں گولیاں کھانے کا کوئی شوق

نہیں ہے۔ اگر تمہارا ایسا پروگرام ہو تو تم اپنی مرضی کر سکتے ہو۔ میں تو سونے لگا ہوں۔ تھکاوٹ اور نیند نے میرا برا حال کر رکھا ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے بیگ پر سر رکھا اور اطمینان سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے ہی لمحے اس کے وہاں خراٹوں کی آواز گونجنے لگ گئی تھی۔ اس کے ساتھی حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے انہیں عمران کی منطق سمجھ میں نہ آئی ہو۔ عمران جیسا انسان دشمنوں سے بچنے کے لئے اس طرح چھپا رہے یہ تو ممکن ہی نہ تھا۔ پھر وہ اب ایسا کیوں کر رہا تھا۔

" میرا خیال ہے عمران صاحب ہی نہیں اس بھاگ دوڑ میں ہم سب بھی بری طرح سے تھکے ہوئے ہیں۔ عمران صاحب چاہتے ہیں کہ ہمیں یہیں رک کر کچھ دیر ریسٹ کر لینا چاہیئے۔ پھر نجانے حالات کیسے ہوں اور ہمیں ریسٹ کرنے کا موقع ملے نہ ملے"۔ صفدر نے کہا۔ تو اس کے سبھی ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

" تو یہی بات سیدھے منہ سے نہیں کہہ سکتا تھا یہ"۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" میں نے منہ ٹیڑھا کر کے بھی ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی"۔ عمران نے خراٹے روک کر آنکھیں کھولے بغیر کہا تو اس کے ساتھی ہنس پڑے۔ اس بار آغا جمشید اور اس کے ساتھی بھی بے اختیار مسکرا دیئے تھے اور پھر وہ سب لوگ وہاں آرام کرنے کے لئے اپنے کاندھوں سے بیگ اتار کر دیواروں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ تنویر نے بھی

کاندھوں نے بیگ اتار دیا تھا مگر وہ بیٹھا نہیں تھا بلکہ ٹارچ کی روشنی میں اوپر موجود سوراخ کو دیکھ رہا تھا۔

"اب تم بھی آرام کر لو۔ کیوں بلاوجہ ٹارچ کے ساتھ ساتھ اپنی انرجی ضائع کر رہے ہو"۔ عمران نے ایک بار پھر خراٹے روک کر کہا تو اس کے ساتھی ایک بار پھر مسکرا دیئے۔

"مس جولیا، اس سوراخ سے اچھی خاصی ہوا اندر آ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سوراخ بند نہیں ہے اور یقیناً اس کا کوئی دہانہ قریب ہی کہیں موجود ہے"۔ تنویر نے کہا۔

"تو تم کیا چاہتے ہو"۔ جولیا نے پوچھا۔

"میں اوپر جا کر اس راستے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب تک مجھے ان غاروں سے نکلنے کا راستہ نہیں مل جاتا میں آرام نہیں کروں گا"۔ تنویر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اصل میں اس کی فطرت میں نچلا بیٹھا رہنا نہیں تھا۔ وہ تیز رفتاری اور فوری کام کرنے کا عادی تھا۔ حالانکہ تھکاوٹ سے اس کا بھی جسم دکھ رہا تھا مگر اسے آرام سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ پہلے وہ باہر جانے کا کوئی راستہ تلاش کرے پھر وہ آرام کرے گا۔

"لیکن، یہ سوراخ تو کافی اونچا ہے۔ تم اوپر کیسے جاؤ گے"۔ جولیا نے کہا۔

"اگر جوزف اور صفدر میری مدد کریں تو میں اس سوراخ میں جا سکتا ہوں"۔ تنویر نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے جوزف، صفدر کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لے اور تم صفدر کے کاندھوں پر چڑھ کر اس سوراخ تک جاؤ گے"۔ جولیا نے کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کیوں صفدر، کیا کہتے ہو"۔ جولیا نے صفدر کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں مس جولیا۔ ٹیم کے لیڈر عمران صاحب ہیں۔ ان سے پوچھ لیں جو یہ کہیں گے وہی بہتر ہو گا"۔ صفدر نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران آنکھیں بند کئے پڑا اسی طرح خراٹے نشر کرنے میں مصروف تھا۔

"عمران، بتاؤ تنویر کو اس سوراخ میں بھیجا جائے یا نہیں"۔ جولیا نے عمران کو پکارتے ہوئے کہا۔ لیکن عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسی طرح خراٹے لیتا رہا۔

"عمران، میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں"۔ جولیا نے چیخ کر کہا لیکن عمران بھلا اتنی آسانی سے کہاں ماننے والوں میں سے تھا۔ اس کے سر پر جوں تک نہ رینگی تھی۔ وہ بدستور خراٹے نشر کر رہا تھا جیسے واقعی وہ گہری نیند سو رہا ہو۔

"ہونہہ، اس پر تو احمق پن کا بھوت سوار ہے۔ یہ اب آسانی سے میری کہاں سنے گا"۔ جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

"بھوت، ارے باپ رے کہاں ہے بھوت۔ کون ہے بھوت۔ تنویر"۔ عمران نے یکلخت بوکھلا کر اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ کھڑا ہو کر

بری طرح سے اچھلتے ہوئے یوں کپڑے جھاڑنے لگا جیسے اس کے لباس میں کوئی زہریلا کیڑا گھس گیا ہو۔ یہ دیکھ کر اس کے سبھی ساتھی جلدی سے سیدھے ہو گئے تھے۔

"کیا ہوا، یہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بھبھ۔ بھوت کو جھاڑ رہا ہوں"۔ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا اور وہ سب ایک بار پھر ہنسنے لگے۔ اس بار تنویر بھی ہنس پڑا تھا۔

"جہاں تم جیسا احمق بھوت ہو وہ جھاڑنے سے نہیں بلکہ جھاڑ جھنکار سے مار کھا کر ہی بھاگتا ہے"۔ تنویر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور جہاں تم جیسا عظیم بھوت ہو وہ جھاڑ جھنکار سے بھی نہیں بلکہ جھاڑو کھانے سے بھاگتا ہے"۔ عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا اور گڑھا اس کے ساتھیوں کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔ جبکہ تنویر خجل سا ہو کر برے برے منہ بنانے لگا تھا۔

"احمق پن چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ہمیں اس سوراخ میں جانا چاہئے یا نہیں"۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں"۔ عمران نے کہا تو وہ سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ تنویر نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے تھے۔

"کیوں، آخر اس راستے کو دیکھ لینے میں کیا حرج ہے"۔ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔

"اس ٹیم کی لیڈر تم ہو یا میں"۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم۔ کیوں"۔ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔ اس جملے پر اس کے دوسرے ساتھی بھی حیرانی سے عمران کو دیکھنے لگے تھے جیسے انہیں عمران کی بات کا مطلب سمجھ میں نہ آیا ہو۔

"اگر تم اور یہ سب مجھے لیڈر تسلیم کرتے ہیں تو میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو"۔ عمران نے یکلخت سرد لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

"کیا کریں۔ تم ہی بتا دو"۔ جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اسے عمران کے اس انداز پر غصہ آگیا تھا۔

"آرام۔ صرف آرام"۔ عمران نے کہا اور ایک بار پھر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر کے دوبارہ خراٹے لینا شروع ہو گیا۔ جولیا اور تنویر اسے غصیلی نظروں سے گھور رہے تھے۔

"تمہیں آرام کرنا ہے تو کرو مگر میں یہاں آرام کرنے کے لئے نہیں آیا۔ میں جا رہا ہوں"۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جانے سے پہلے اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد میرے نام کرتے جانا تاکہ تمہارے بعد میں اور تمہاری بہن سکھ اور چین کی زندگی بسر کر سکیں"۔ عمران نے آنکھیں کھولے بغیر کہا اور اس کی بات سن کر تنویر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ جبکہ صفدر اور دوسرے ممبروں کے لبوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"شٹ اپ"۔ تنویر نے گرج کر کہا۔

"صفدر یہ تمہیں کہہ رہا ہے"۔ عمران نے کہا تو صفدر ہنس پڑا۔

"مس جولیا آپ میرے ساتھ چلیں گی یا میں اکیلا ہی جاؤں"۔

تنویر نے سر جھٹک کر اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ اس جیسے احمق کے پاس رکنا فضول ہی ہے "۔ جولیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اسے اٹھتے دیکھ کر تنویر کی آنکھوں میں چمک سی آگئی تھی۔

" صفدر، یہ لوگ چلے جائیں تو چیف کو کال کر کے رپورٹ دے دینا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں مارے جائیں اور ان کے قتل کا الزام مجھ حقیر فقیر پر آجائے "۔ عمران نے کہا تو جولیا اور تنویر پلٹ کر اس کی طرف خونی نظروں سے دیکھنے لگے۔ گو عمران نے یہ بات عام اور سادہ سے انداز میں کہی تھی مگر انہوں نے اس کے لہجے میں چھپی ہوئی دھمکی کو واضح طور پر محسوس کر لیا تھا۔ اس کے کہنے کا مطلب واضح تھا کہ اگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ ان کے خلاف چیف کو رپورٹ کر دے گا۔ عمران کی بات نہ ماننے پر چیف ان کا کیا حشر کرے گا یہ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے۔

" ہونہہ، تو تم ہمیں چیف کی دھمکی دے رہے ہو "۔ تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

" یہ ہمیں کیا دھمکی دے گا۔ میں خود چیف سے بات کرتی ہوں اور اس سے پوچھتی ہوں کہ اس نے ہمیں یہاں کام کرنے کے لئے بھیجا ہے یا آرام کرنے کے لئے "۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس نے جلدی سے اپنا بیگ اٹھایا اور اسے کھولنے لگی۔ شاید وہ بیگ سے

ٹرانسمیٹر نکالنا چاہتی تھی۔

" صفدر، مس جولیا سے کہو کہ اول تو ہم زمین کی تہہ میں موجود ہیں۔ جہاں سے اس کا ٹرانسمیٹر چیف تک رسائی حاصل نہ کر سکے گا۔ دوسرے ان پہاڑیوں کے گرد مسلح افراد ہیں۔ جن کے پاس یقیناً ریڈیو کنٹرولڈ آلات ہیں۔ اگر انہوں نے کال چیک کر لی تو پھر ہمیں واقعی اس جگہ ٹنوں مٹی کے نیچے دفن ہو کر ہمیشہ کی اور گہری نیند سونا پڑ جائے گا "۔ عمران نے کہا اور جولیا کے ہاتھ رک گئے۔ اسے عمران کی بات سمجھ آگئی تھی۔ واقعی اگر باہر اس کی ٹرانسمیٹر کال چیک کر لی جاتی تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ پاکیشیائی ایجنٹ ابھی زندہ ہیں تب وہ یقیناً ایک بار پھر میزائلوں اور بموں کی بارش کر دیتے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے اس جگہ زندہ دفن ہو سکتے تھے۔ جولیا ہونٹ بھینچ کر بیٹھ گئی۔ اس نے تنویر کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ تنویر غصے میں ہونے کے باوجود جولیا کے اشارے پر بیٹھ گیا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر عمران کے لئے شدید غصہ نظر آرہا تھا۔ مگر وہ اسے سوائے گھورنے کے اور کیا کر سکتے تھے۔ وہاں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ البتہ اس خاموشی میں چند لمحوں بعد عمران کے ایک بار پھر خراٹے گونجنا شروع ہو گئے تھے۔

کراسٹی دستک کی آواز سن کر ایک لمحے کے لئے پریشان سی ہو گئی تھی مگر دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے حرکت میں آئی اور وہ کھڑکی کے بڑے پردوں کے پیچھے چھپ گئی۔ اسی لمحے دروازے پر پھر دستک کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے"۔ واش روم سے کسی نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"ویٹر جناب۔ آپ کے لئے کافی لایا ہوں"۔ دروازے کے باہر سے آواز سنائی دی۔

"اوہ، اچھا رکو میں آتا ہوں"۔ واش روم میں موجود شخص نے کہا۔ پھر چند لمحوں بعد کراسٹی نے واش روم کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ اس نے ذرا سا پردہ سرکا کر دیکھا وہ ایک ادھیڑ عمر شخص تھا جس نے تولئے کو اپنے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک باوردی ویٹر اندر آ گیا۔ اس

نے ادھیڑ عمر کو سلام کیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت ٹرے تھی جس پر کافی کا ایک مگ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ٹرے سے مگ اٹھا کر میز پر رکھ دیا۔

"اور کوئی حکم جناب"۔ ویٹر نے ادھیڑ عمر کی طرف مڑ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کچھ نہیں"۔ ادھیڑ عمر نے کہا تو ویٹر اثبات میں سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کمرے سے باہر گیا تو ادھیڑ عمر نے دروازہ بند کر دیا اور دوبارہ واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ شاید اس کا نہانا ابھی باقی تھا۔ واش روم میں جا کر اس نے دروازہ بند کیا تو کراسٹی نے اطمینان کا سانس لیا اور پردے کے پیچھے سے باہر آ گئی اور پھر وہ رکے بغیر تیزی سے دروازے کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ اس نے آہستگی سے دروازے کی چٹخنی کھولی اور پھر اطمینان سے دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ سیڑھیوں کے پاس دو مسلح فوجی بدستور موجود تھے لیکن اب کراسٹی کو ان کی پرواہ نہیں تھی۔ اس نے چونکہ مقامی لڑکی کا میک اپ کر رکھا تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ فوجی اسے پہچان نہ سکیں اور نہ ہی روکنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ ان کے انچارج نے کہا تھا کہ وہ ہوٹلوں میں صرف غیر ملکیوں کی چیکنگ کے لئے موجود ہیں اور پھر وہی ہوا فوجیوں نے اس پر اچٹتی ہوئی نظر ڈالی تھی۔ کراسٹی ان کے قریب سے بغیر کوئی تاثر دیئے خاموشی سے گزرتی چلی گئی اور سیڑھیاں اترنے لگی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ہال میں آئی اور پھر ہال کراس کر کے وہ مین

دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ چند ہی لمحوں کے بعد وہ ہوٹل سے باہر تھی۔ سڑک پر اس نے قریب سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ گئی۔

"نیو کمرشل پلازہ"۔ کراسٹی نے کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سرہلا کر ٹیکسی آگے بڑھادی۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ ایک کمرشل پلازہ میں موجود تھی۔ کمرشل پلازہ میں آکر اس نے ایک فون بوتھ میں آکر پروشو کے وی ٹو کلب میں فون کیا۔

"یس۔ وی ٹو کلب"۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میری مسٹر وکرم سے بات کراؤ۔ میں مادام ریکھا بول رہی ہوں"۔ کراسٹی نے پروشو سے طے شدہ ناموں کے مطابق کہا۔

"اوہ مادام۔ سر تو یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہ تو آپ سے ملنے گئے تھے۔ ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں"۔ دوسری طرف سے لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ وہ آئے تو کہنا کہ وہ میرا انتظار کرے میں وہیں آ رہی ہوں"۔ کراسٹی نے کہا۔

"اوکے مادام۔ میں انہیں کہہ دوں گی"۔ لڑکی نے جواب دیا اور کراسٹی نے فون بند کر دیا۔ فون بوتھ سے نکل کر وہ باہر آئی اور سڑک پر آکر وہ ایک بار پھر ٹیکسی میں آ بیٹھی۔

"السن روڈ"۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

ڈرائیور نے اثبات میں سرہلایا اور ٹیکسی آگے بڑھادی۔ ٹیکسی مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی تقریباً آدھے گھنٹے بعد السن روڈ کی طرف مڑ گئی۔

"السن روڈ پر آپ کو کہاں جانا ہے میڈم"۔ ڈرائیور نے کراسٹی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"وی ٹو کلب"۔ کراسٹی نے جواب دیا تو ڈرائیور نے اثبات میں سرہلادیا۔ کچھ ہی دیر میں ٹیکسی وی ٹو کلب کے سامنے پہنچ گئی تو کراسٹی ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دے کر اتر آئی اور کلب کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

کلب کا ہال بے حد وسیع تھا۔ وہاں اس وقت زیادہ لوگ نہیں تھے۔ کراسٹی ان پر اچٹتی سی نگاہ ڈالتی ہوئی بار ٹینڈر کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ جہاں ایک نوجوان موجود تھا۔

"یس مادام"۔ نوجوان نے کراسٹی سے نہایت خوش اخلاقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مادام ریکھا"۔ کراسٹی نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ آپ، ایک منٹ میں باس کو اطلاع کرتا ہوں"۔ نوجوان نے چونک کر کہا۔ پھر وہ تیزی سے سائیڈ کی دیوار پر لگے انٹرکام کی طرف بڑھا اور اس نے رسیور کان سے لگا کر ایک نمبر پریس کر دیا۔ اس نے دوسری طرف کسی سے بات کی اور رسیور رکھ کر واپس کراسٹی کی طرف آگیا۔

"کیا مسٹر وکرم واپس آچکے ہیں"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"یس مادام۔ وہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے آئے تھے"۔ نوجوان نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ اس نے ایک ویٹر کو اشارہ کیا۔ ویٹر قریب آیا تو نوجوان نے اس سے کہا کہ وہ مادام کو باس کے کمرے میں لے جائے۔

"آئیں مادام"۔ ویٹر نے کہا تو کراسٹی اس کے ساتھ چل پڑی۔ ویٹر نے کاؤنٹر سے ملحقہ ایک دروازہ کھولا اور کراسٹی کے ساتھ اندر چلا گیا۔ سامنے ایک طویل راہداری تھی۔ ویٹر کراسٹی کو لئے ہوئے راہداری کے سرے پر آگیا اور ایک کمرے کے دروازے پر رک گیا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔

"یس"۔ اندر سے ایک آواز سنائی دی تو ویٹر نے دروازے کا ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔

"آئیں مادام"۔ ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں کہا تو کراسٹی سر ہلا کر کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ بے حد وسیع اور نہایت خوبصورت آفس نما کمرہ تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے پروشو بیٹھا تھا۔ جیسے ہی کراسٹی کمرے میں داخل ہوئی وہ اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ یہاں مادام۔ سب خیریت تو ہے ناں"۔ پروشو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ کراسٹی آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے ویٹر کی طرف دیکھا جو اس کے ساتھ اندر آگیا تھا۔ پروشو کراسٹی کی نظروں کا مفہوم سمجھ گیا تھا۔ اس نے اشارے سے ویٹر کو واپس جانے کا اشارہ کیا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر اسے سلام کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا اور

اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

"پروشو۔ میں ہوٹل میں ملٹری کی نظروں میں آگئی تھی۔ اس سے پہلے کہ ان لوگوں پر میری اصلیت کھلتی میں وہاں سے نکل آئی"۔ کراسٹی نے کہا اور اس نے پروشو کو ساری تفصیل بتا دی۔

"اوہ، سوری مادام۔ میری وجہ سے آپ کو تکلیف اٹھانا پڑی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں کی ملٹری ہوٹلوں میں رہنے والے غیر ملکیوں کی اس طرح چیکنگ کر رہی ہے تو میں آپ کو کبھی ہوٹل میں نہ ٹھہراتا"۔ پروشو نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"چھوڑو یہ بتاؤ یہاں میرے رہنے کا کوئی اور انتظام ہو سکتا ہے"۔ کراسٹی نے سر جھٹک کر کہا۔

"یس مادام۔ کیوں نہیں۔ یہاں قریب ہی میرا فلیٹ ہے۔ آپ وہاں چلی جائیں۔ وہاں آپ کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کر دی جائے گی"۔ پروشو نے کہا۔

"تمہارے فلیٹ میں۔ پھر تم کہاں جاؤ گے"۔ کراسٹی نے چونک کر کہا۔

"میں یہیں کلب میں رہ لوں گا۔ اس کے علاوہ بھی میرے بہت سے ٹھکانے ہیں۔ آپ میری فکر نہ کریں"۔ پروشو نے کہا تو کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اچھا، تمہارے ذمہ میں نے جو کام لگایا تھا اس کا کیا کیا"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"میں آپ سے ملنے کے بعد یہاں کے ایک مشہور سیون سٹار کلب کے مالک جیری کے پاس گیا تھا مادام۔ جیری کا کلب ایک تو بہت بڑا ہے دوسرے اس کے پاس نایاب سے نایاب شراب کا ذخیرہ ہے جس کے لئے اس کے کلب میں بڑے بڑے رئیس، وزرا اور فوج کے اعلیٰ عہدے دار جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جیری کی فوج میں بہت جان پہچان ہے۔ ویسے بھی جیری فوج کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے اور انہیں فروخت کرنے کا اونچے پیمانے پر دھندہ کرتا ہے اور فوج کے بارے میں جو معلومات اس سے مل سکتی ہیں وہ کسی اور سے نہیں مل سکتی تھیں اس لئے میں نے سوچا کہ مجھے اس سلسلے میں جیری سے بات کرنی چاہئے۔ جیری میرا دوست ہے اور اسے اس مقام تک پہنچانے میں، میں نے اس کی بہت مدد کی تھی جس کی وجہ سے وہ میرا بہت احسان مند ہے۔ بہرحال میں نے اس سے بات کی ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلے مین میری پوری مدد کرے گا۔ اس نے مجھ سے ایک دو دن کا وقت مانگا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں یہ بتانے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا کہ ہیون ویلی کے اصلی حالات کیا ہیں اور بلیک فورس نے آزادی کے تحریک کے سربراہ ابوعبداللہ کو کہاں چھپا رکھا ہے"۔ پروشو نے کراسٹی کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ تمہارے بھروسے کا آدمی ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"جی ہاں مادام۔ میں نے آپ کو بتایا ہے ناں کہ اسے اس مقام تک لانے میں میرا بہت بڑا ہاتھ ہے"۔ پروشو نے اثبات میں سرہلاتے

ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم کسی کرنل ویش سنگھ سے بات کرو جو ہیون ویلی کے کسی قریبی علاقے میں موجود ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"میں اس سے بھی بات کروں گا۔ لیکن جو معلومات مجھے جیری سے مل سکتی ہیں اتنی معلومات شاید کرنل ویش سنگھ بھی نہ رکھتا ہو"۔ پروشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ کراسٹی نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی تو پروشو نے کراسٹی سے ایکسکیوز کر کے میز پر پڑے ہوئے کئی فون سیٹوں میں سے ایک زرد رنگ کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ وکرم سپیکنگ"۔ پروشو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"جیری بول رہا ہوں۔ کیا تمہارا فون محفوظ ہے"۔ دوسری طرف سے ایک کھردری سی آواز سنائی دی۔

"جیری، اوہ ایک منٹ"۔ پروشو نے چونک کر کہا اور جیری کا نام سن کر کراسٹی بھی چونک پڑی۔ پروشو نے فون پر لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تا کہ اس کے اور جیری کے درمیان ہونے والی بات چیت کراسٹی بھی سن سکے۔

"ہاں، اب بولو"۔ پروشو نے کہا۔

"تم نے مجھے جو کام کہا تھا میں اس سلسلے میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں"۔ دوسری طرف سے جیری کی آواز سنائی دی۔

"اوہ، اتنی جلدی۔ تم نے تو کہا تھا کہ تم مجھے ایک دو روز میں جواب دو گے"۔ پروشو نے حیران ہو کر کہا۔

"اتفاق سے میرے کلب میں ایک ایسا شخص آگیا تھا جو اس سلسلے میں بے حد اہم معلومات رکھتا ہے۔ اس لئے میں نے اسے اپنے سپیشل روم میں بلا لیا اور پھر میں نے اسے دنیا کی سب سے نایاب اور پرانی شراب پلانی شروع کر دی۔ جب وہ آؤٹ ہو گیا تو میں نے اس سے اپنے مطلب کی معلومات اگلوا لیں"۔ جیری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ شو۔ یہ ہوئی ناں بات۔ وہ آدمی کون ہے اور اس نے تمہیں کیا بتایا ہے"۔ پروشو نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ آدمی کون ہے تم اس بات کو جانے دو۔ میں تمہیں اس سے حاصل کردہ معلومات کے بارے میں بتا دیتا ہوں"۔ جیری نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میرے لئے معلومات زیادہ ضروری ہیں۔ بتاؤ"۔ پروشو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم جس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو وہ اس وقت ہیون ویلی میں نہیں ہے"۔ جیری نے کہا۔

"اوہ، تو پھر وہ کہاں ہے"۔ پروشو نے جلدی سے کہا۔

"تم مارشل مہادیو کے بارے میں جانتے ہو"۔ جیری نے اس بار کچھ بتانے کی بجائے الٹا پروشو سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"مارشل مہادیو، نہیں۔ کون ہے وہ"۔ پروشو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو پھر سنو۔ مارشل مہادیو کافرستان کا ہوا ہے۔ موت کا اگر کوئی دوسرا نام ہے تو وہ نام مارشل مہادیو ہے۔ جس کا تعلق کافرستان کی ایک ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے ہے۔ اس ایجنسی کا نام وائٹ کوبرا ہے۔ کافرستان میں صدر اور وزیراعظم کے بعد تیسرا نام مارشل مہادیو کا لیا جاتا ہے۔ جو اس ملک میں ہر طرح کے اختیارات کا مالک ہے۔ مارشل مہادیو بے حد سخت گیر، ظالم، بے رحم اور انتہائی خطرناک ترین انسان ہے۔ جس کے سامنے انسان زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ مارشل مہادیو عموماً غیر ملکوں میں جا کر اپنے مشنز مکمل کرتا ہے۔ اس کے مشن ایسے ہوتے ہیں جن میں قتل و غارت اور تباہی و بربادی کا عمل دخل ہو۔ مارشل مہادیو کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آج تک اپنے کسی مشن میں ناکام نہیں ہوا۔ وہ جہاں بھی گیا ہے ہر طرف انسانی لاشوں کے انبار اور تباہی و بربادی کے ایسے نشانات چھوڑ کر آیا ہے جو کسی بھی صورت میں نہیں مٹ سکتے۔ بہرحال صدر اور وزیراعظم نے اس بار اسے کافرستان میں ایسی وہ تمام پاورز دے دی ہیں جس سے کام لے کر وہ پورے ملک میں اپنا تسلط قائم کر سکتا ہے۔ صدر اور وزیراعظم کو معلومات ملی ہیں کہ پاکیشیا سے کچھ ایجنٹ کافرستان میں آ رہے ہیں جن کا ٹارگٹ اس بار ہیون ویلی کی اس آزادی کی تحریک کا سربراہ

ابو عبداللہ ہے جسے وہ ہر صورت میں ہٹ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کا الزام وہ کافرستان پر ڈال کر کافرستان کو پوری دنیا میں بدنام کر سکیں۔ اس لئے صدر اور وزیراعظم کے کہنے پر اس سربراہ ابو عبداللہ کو مارشل مہادیو نے اپنی کسٹڈی میں لے لیا ہے۔ وہ خود ہیون ویلی میں گیا تھا اور وہاں سے نہایت خفیہ طریقے سے ابو عبداللہ کو نکال لایا تھا۔ مارشل مہادیو نے ابو عبداللہ کو کہاں رکھا ہے یہ کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی مارشل مہادیو نے اس کے بارے میں کسی کو بتایا ہے"۔ دوسری طرف موجود جیری نے پروشو کو ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ، کیا اس آدمی کو بھی نہیں معلوم کہ مارشل مہادیو، ابو عبداللہ کو کہاں لے گیا ہے"۔ پروشو نے پوچھا۔

" نہیں، وہ آدمی مارشل مہادیو سے متعلق نہیں ہے۔ مارشل مہادیو کی وائٹ کوبرا ایجنسی ملٹری سے وابستہ ضرور ہے مگر وہ ملٹری سے الگ تھلگ کام کرتی ہے۔ اس وقت کافرستان میں جتنی ایجنسیاں ہیں وائٹ کوبرا ایجنسی ان سب سے زیادہ منظم، باوسائل اور خطرناک ترین ایجنسی ہے"۔ جیری نے جواب دیا۔

" تمہارا تعلق بھی تو ملٹری کے اہم لوگوں سے ہے۔ کیا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ مارشل مہادیو ابو عبداللہ کو کہاں لے گیا ہوگا"۔ پروشو نے کہا۔

" وائٹ کوبرا کے ایجنٹ خفیہ ہیں اور میں نے سنا ہے کہ مارشل

مہادیو نے اپنا ہیڈ کوارٹر بھی کسی خفیہ مقام پر بنا رکھا ہے۔ جس کی خبر شاید صدر اور وزیراعظم کو بھی نہیں ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو مارشل مہادیو اسے اپنے ہیڈ کوارٹر میں ہی لے گیا ہوگا"۔ جیری نے کہا۔

" کیا تم اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو"۔ پروشو نے کراسٹی کے اشارے پر پوچھا۔

" نہیں، یہ بے حد مشکل کام ہے۔ جو کام مجھ سے نہیں ہو سکتا میں اس کی حامی نہیں بھر سکتا"۔ جیری نے معذرت خواہانہ لہجے میں جواب دیا۔

" لیکن جیری تم نے مارشل مہادیو کے متعلق جو کچھ بتایا ہے اس لحاظ سے وہ یہاں کا ایک نامور انسان ہے۔ اس سے بہرحال کسی نہ کسی طرح رابطہ تو کیا جا سکتا ہے۔ کیا تم اس کا مجھے کوئی رابطہ نمبر بھی نہیں بتا سکتے"۔ پروشو نے کہا تو کراسٹی پروشو کے اس ذہانت آمیز سوال پر اس کی جانب تحسین بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

" رابطہ نمبر تو شاید مل جائے۔ مگر........" جیری نے سوچتے ہوئے کہا۔

" مگر کیا"۔ پروشو نے پوچھا۔

" تم شاید اس کے فون نمبروں سے اس کے ہیڈ کوارٹر کی لوکیشن چیک کرنا چاہتے ہو"۔ جیری نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا"۔ پروشو نے کہا۔

"مائی ڈیئر، مارشل مہادیو ٹاپ رینک کا آدمی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے اس کے ہیڈ کوارٹر میں عام نمبر ہوں گے۔ اس کے پاس یقیناً سیٹلائیٹ سسٹم کے نمبر ہوں گے جن کو ٹریس کرنا یا ان سے لوکیشن معلوم کرنا ناممکنات میں سے ہوتا ہے"۔ جیری نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم اس بات کو چھوڑو۔ مجھے تم بس کسی طرح اس کا کوئی رابطہ نمبر دے دو۔ پھر دیکھو میں کس طرح اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں"۔ پروشو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ایک گھنٹے بعد فون کرتا ہوں"۔ جیری نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تو پروشو نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"گڈ۔ تم نے جیری سے واقعی اچھی خاصی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ لیکن تم اس سے مارشل مہادیو کا رابطہ نمبر کیوں مانگ رہے ہو۔ اگر اس کے فون نمبرز سیٹلائٹ سسٹم کے تحت ہوئے تو ہم ان سے کیا معلومات حاصل کر سکیں گے"۔ کراسٹی نے پہلے تعریفی لہجے میں پھر حیران ہو کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں مادام۔ اگر مارشل مہادیو کے فون نمبر سیٹلائٹ سسٹم کے تحت بھی ہوئے تو میں ان سے معلوم کر لوں گا کہ وہ نمبر کہاں کام کر رہے ہیں اور ان کی لوکیشن کیا ہے"۔ پروشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، لیکن کیسے"۔ کراسٹی نے حیران ہو کر کہا۔

"ایکریمیا کے ایک سائنسدان ڈاکٹر کرافٹ ہیں جو کام تو حکومت ایکریمیا کے لئے کرتے ہیں مگر وہ خفیہ طور پر ہماری ہائی ایجنسی کے مفادات کے لئے بھی ایجادات بناتے رہتے ہیں۔ ان سے ہمارے گریٹ باس سی کاک کے بہترین مراسم ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے ایک ایسا آلہ تیار کیا ہے جس کی مدد سے وہ ہر قسم کے ٹیلیفون نمبروں اور ٹرانسمیٹر فریکوئنسیوں کے ذریعے ان کے ورکنگ مقامات کو نہ صرف ٹریس کر لیتے ہیں بلکہ وہ اس آلے کی مدد سے اس جگہ کی بالکل صحیح صحیح لوکیشن بھی بتا سکتے ہیں چاہے وہ ٹیلی فون سیٹ زمین کی گہرائیوں میں کیوں نہ نصب ہو۔ اس کے لئے انہوں نے ایکریمیا کے ایک سیٹلائٹ کے ساتھ خفیہ طور پر ایک خاص آلہ بھی خلا میں پہنچا دیا ہے۔ جس سے وہ اپنے گھر بیٹھے اس آلے کی مدد سے تمام کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ گریٹ باس سی کاک کی طرح وہ میرے بھی بہت اچھے دوست ہیں۔ اگر جیری مجھے مارشل مہادیو کا کوئی فون نمبر مہیا کر دے تو میں ڈاکٹر کرافٹ کو فون کر کے یہ نمبر بتا دوں گا۔ وہ اس فون نمبر کو اپنے کمپیوٹرائزڈ آلے میں فیڈ کریں گے اور چند ہی لمحوں میں بتا دیں گے کہ وہ ٹیلی فون نمبر کافرستان کے کس حصے اور کس علاقے میں کام کر رہا ہے"۔ پروشو نے کہا تو کراسٹی اس کی جانب ستائشی نظروں سے دیکھنے لگی وہ سوچ رہی تھی کہ اس سلسلے میں اس نے پروشو جیسے ذہین انسان کو اپنے ساتھ ملا کر کوئی غلطی نہیں کی

تھی۔

"گڈ، یہ بتاؤ۔ تمہارے یہاں اڈے کتنے ہیں"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"اس شہر میں تو میرے دس اڈے ہیں البتہ اگر آپ پورے کافرستان کے بارے میں پوچھ رہی ہیں تو ہائی ایجنسی کے یہاں دو سو سے زائد اڈے ہیں جہاں ہزاروں آدمی کام کرتے ہیں"۔ پروشو نے کہا۔ وہ چونکہ جانتا تھا کہ کراسٹی، سی کاک کی بہن ہے اس لئے وہ اس سے کچھ نہیں چھپا رہا تھا۔ ویسے بھی سی کاک نے اسے ہدایات دی تھیں کہ وہ کراسٹی کے ساتھ مکمل تعاون کرے۔ کراسٹی سے اسے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ اگر مارشل مہادیو نے ابو عبداللہ کو اپنے ہیڈ کوارٹر میں رکھا ہوا ہے تو اس کا ہیڈ کوارٹر بھی معمولی نہیں ہوگا۔ اس کی حفاظت کے لئے اس نے یقیناً سخت اور خطرناک انتظام کر رکھے ہوں گے۔ اس کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرنے کے لئے ہمیں بے شمار آدمیوں اور خطرناک اسلحے کی ضرورت ہوگی۔ کیا تم یہ سب مہیا کر لو گے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"آپ آدمیوں اور اسلحے کی کوئی فکر نہ کریں مادام۔ یہاں میرے پاس دو سو آدمی ہیں۔ ضرورت پڑنے پر میں مزید آدمی بھی بلا سکتا ہوں اور رہی اسلحے کی بات تو میرے پاس اسلحے کی بھی کوئی کمی نہیں ہے"۔ پروشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے"۔ کراسٹی نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری مادام۔ میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہی نہیں۔ فرمائیں آپ کیا پینا پسند کریں گی"۔ پروشو نے چونک کر خجل لہجے میں کہا۔

"بڑی دیر بعد خیال آیا ہے۔ بہر حال بلیک وہسکی کا ایک جام منگوا لو"۔ کراسٹی نے مسکراتے ہوئے کہا تو پروشو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے انٹر کام کا رسیور اٹھا کر ایک نمبر پریس کرتے ہوئے کسی کو بلیک وہسکی لانے کا حکم دیا اور رسیور رکھ دیا۔

"اگر آپ آرام کرنا چاہتی ہیں تو یہاں ریسٹ روم بھی موجود ہے مادام۔ جیری نے ایک گھنٹے بعد فون کرنے کو کہا ہے اور پھر ڈاکٹر کرافٹ سے بات کرنے اور لوکیشن چیک کرانے میں وقت لگ جائے گا۔ اگر آپ چاہیں تو........" پروشو نے کہا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ میں واقعی کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔ کہاں ہے ریسٹ روم"۔ کراسٹی نے کہا۔

"آیئے میں آپ کو لئے چلتا ہوں"۔ پروشو نے اٹھتے ہوئے کہا تو کراسٹی سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر وہ دونوں کمرے سے نکلتے چلے گئے۔

نیلے رنگ کا ایک بڑا گن شپ ہیلی کاپٹر نہایت تیزی سے اڑتا ہوا پارا کنار کی طرف جا رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی پائلٹ سیٹ پر ایک نوجوان آفیسر تھا اور اس کے ساتھ مارشل مہادیو بیٹھا ہوا تھا۔ مارشل مہادیو کے کانوں پر ہیڈ فون چڑھے ہوئے تھے جس میں سے ایک چھوٹا سا مائیک نکل کر اس کے منہ کے قریب آ رہا تھا۔ یہ ہیڈ فون اور مائیک ہیلی کاپٹر کے ہائی رینج ٹرانسمیٹر سے منسلک تھے۔

ہیلی کاپٹر کی دونوں سائیڈوں پر سفید کوبرا کے مخصوص نشان بنے ہوئے تھے اور وہ انتہائی تیز رفتاری سے شہروں، دریاؤں اور پہاڑوں پر سے گزرتا جا رہا تھا۔ اس کی رفتار اس وقت کسی جیٹ جہاز سے کسی بھی طرح کم نہیں تھی۔ ہیلی کاپٹر ہر طرح کے میزائلوں، بموں اور آٹو میٹک مشین گنوں سے لیس تھا۔

مارشل مہادیو ہیلی کاپٹر کے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکوئنسی ملاتے

ہوئے بار بار ایک بٹن کو پریس کر رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آواز نکل رہی تھی پھر اچانک مارشل مہادیو نے جو اس بٹن کو پریس کیا جسے وہ بار بار دبا رہا تھا وہ اچانک روشن ہو گیا۔

"ہیلو، ہیلو مارشل مہادیو کالنگ۔ ہیلو۔ ہیلو"۔ بٹن کو روشن ہوتے دیکھ کر مارشل مہادیو نے جلدی جلدی سے کہنا شروع کر دیا۔

"یس ریڈیو کنٹرول روم اٹنڈنگ یو"۔ ٹرانسمیٹر سے کھڑکھڑاہٹ کی آواز آئی اور پھر اچانک ایک انسانی آواز سنائی دی۔

"مارشل مہادیو بول رہا ہوں"۔ مارشل مہادیو نے کڑکدار لہجے میں کہا۔

"اوہ، یس سر۔ میں کیپٹن دیش پانڈے بول رہا ہوں سر"۔ دوسری طرف سے ریڈیو کنٹرول روم کے انچارج کیپٹن دیش پانڈے کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ہیلی کاپٹر کے ٹرانسمیٹر میں چونکہ ہیڈ فون پر مائیک بھی ایڈجسٹ تھا اس لئے مارشل مہادیو کو بار بار اوور نہ کہنا پڑ رہا تھا۔

"کوئی رپورٹ ملی ہے"۔ مارشل مہادیو نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ابھی ابھی جی ایس بارڈر کی طرف سے ایک اطلاع آئی ہے"۔ کیپٹن دیش پانڈے نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"کیا رپورٹ ہے"۔ مارشل مہادیو نے پوچھا۔

"سر، جی ایس بارڈر سے پچیس کلو میٹر دور پہاڑی علاقے میں آفیسر رگھویر اور ان کے ساتھیوں پر خوفناک حملہ کیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے

میں آفیسر رگھویر اور ان کے تمام ساتھی مارے گئے ہیں"۔ کیپٹن دیش پانڈے نے کہا اور مارشل مہادیو کے چہرے پر سنسنی سی پھیل گئی۔

"کس نے ان پر حملہ کیا تھا اور تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی ہے"۔ چند لمحے توقف کے بعد مارشل مہادیو نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"سر، آفیسر رگھویر کے گروپ کا ریڈیو آپریٹر زندہ ہے۔ وہ اس حملے میں شدید زخمی ہوا تھا مگر وہ ہلاک نہیں ہوا تھا۔ میں آپ کے حکم سے ان سے بار بار رابطہ کر رہا تھا۔ اس نے آخر میری کال رسیو کر لی۔ میں نے آپ کے حکم پر آفیسر رگھویر اور پاراکنار میں موجود مسٹر ٹھاکرے کو اطلاع دے دی تھی۔ آفیسر رگھویر نے فوری طور پر آگے بڑھ کر اس راستے کی پکٹنگ کر لی تھی۔ کچھ دیر بعد وہاں دو جیپیں آئیں تو آفیسر رگھویر نے ان کو گھیر لیا۔ ان جیپوں میں سے اگلی جیپ میں سے ایک نوجوان اتر آیا۔ آفیسر رگھویر بار بار انہیں حکم دے رہا تھا کہ جیپوں میں سوار تمام لوگ باہر آ جائیں۔ مگر جو نوجوان اگلی جیپ سے اترا تھا اس نے اچانک جیب سے ایک بم نکال کر آفیسر رگھویر اور اس کے قریب کھڑے مسلح افراد پر اچھال دیا۔ جس کے نتیجے میں ہولناک دھماکے سے آفیسر رگھویر اور اس کے ساتھیوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ کیپٹن رگھویر کے ساتھی کچھ سمجھتے نوجوان کے ساتھی جیپوں سے باہر آئے اور انہوں نے جدید اور خوفناک اسلحے سے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کا حملہ اس قدر شدید اور جارحانہ تھا کہ کسی بھی طرح آفیسر

رگھویر کے ساتھیوں کو بچنے کا موقع ہی نہ مل رہا تھا۔ پھر مخالف سمت سے بھی جیسے ان لوگوں کی مدد کے لئے کوئی پارٹی آ گئی جنہوں نے پیچھے سے آفیسر رگھویر کے ساتھیوں پر ہلہ بول دیا تھا۔ اس خوفناک حملے میں وہ سب لوگ مارے گئے تھے سر۔ ریڈیو آپریٹر نے مزید بتاتے ہوئے کہا تھا کہ کچھ دیر بعد ان حملہ آوروں کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ پہلے جو لوگ جیپوں میں آئے تھے ان کی تعداد نو تھی مگر بعد میں ان کے جو ساتھی آئے تھے ان کی تعداد بیس کے قریب تھی جن کا انچارج کوئی آغا جمشید نامی شخص تھا۔ پہلے آنے والے نو افراد کا انچارج آغا جمشید سے باتیں کرنے لگا۔ اتفاق سے ریڈیو آپریٹر ان لوگوں کے قریب ہی موجود تھا۔ جسے وہ شاید مردہ سمجھ رہے تھے۔ وہ لوگ اپنی جیپوں کو تباہ کر کے پہاڑی علاقے کی طرف گئے تھے۔ آغا جمشید نے بتایا تھا کہ ان پہاڑیوں میں چند ایسے غار ہیں جو غار در غار اندر جاتے ہیں اور ان میں سے ایک غار کا راستہ پاراکنار کی طرف نکلتا ہے۔ آغا جمشید کا کہنا تھا کہ اگر وہ لوگ پاراکنار کی طرف نکل جائیں تو وہ ایسے انتظام کر سکتا ہے کہ وہ وہاں سے آسانی کے ساتھ نکل جائیں"۔ کیپٹن دیش پانڈے نے مارشل مہادیو کو ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ جسے سنتے ہوئے مارشل مہادیو کا چہرہ غصے سے مزید سیاہ ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"ہونہہ، تم نے اس کی اطلاع پاراکنار میں موجود مسٹر ٹھاکرے کو دی ہے"۔ مارشل مہادیو نے غراتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ میں نے ریڈیو آپریٹر کی رپورٹ سنتے ہی فوری طور پر اس کی اطلاع مسٹر ٹھاکرے صاحب کو دے دی تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ پوری طرح سے تیار ہیں۔ دشمنوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے۔ اگر ان کے ساتھ پوری پلاٹون بھی ہوتی تو وہ ان کا بھی آسانی سے مقابلہ کر سکتے ہیں"۔ کیپٹن دیش پانڈے نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم اسے اطلاع دے دو کہ میں ان کے پاس پہنچ رہا ہوں اور ان کی مدد کے لئے ایئر فورس بھی آ رہی ہے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"او کے سر، میں ابھی انہیں یہ اطلاع پہنچا دیتا ہوں"۔ کیپٹن دیش پانڈے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ اوور اینڈ آؤٹ"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے ہیڈ فون کانوں سے اتار دیئے۔ اس کی آنکھوں میں سوچ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔ وہ یہ خبر سن کر پریشان ہو گیا تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹوں اور ان کے گنے چنے ساتھیوں نے آفیسر رگھوبر کی فورس پر حملہ کر کے انہیں جس طرح سے ہلاک کیا تھا اس سے ان کی طاقت کا صاف اندازہ ہو رہا تھا۔ پاکیشیائی ایجنٹ وہاں اکیلے نہیں تھے ان کی مدد کو جو لوگ وہاں آئے تھے وہ بھی جدید اسلحے سے لیس تھے۔ مگر وہ لوگ کون تھے اور کہاں سے آئے ہوں گے۔ کہیں ان لوگوں کا تعلق اس فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ سے تو نہیں تھا جس نے ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو کافرستان میں داخل ہونے میں مدد دی تھی۔

مارشل مہادیو نے سوچا۔ پھر وہ جوں جوں سوچتا گیا اسے یقین ہوتا گیا کہ وہ لوگ یقیناً فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ کے ساتھی ہوں گے۔ جس نے ان علاقوں میں کسی کی ڈیوٹی لگنے ہی نہیں دی ہو گی۔ اس نے ان لوگوں کی مدد کے لئے یقیناً اپنے آدمی چھپا رکھے ہوں گے تاکہ آڑے وقت میں ایک تو وہ ان کی مدد کر سکیں اور دوسرے وہ انہیں کافرستان کے شہروں میں پہنچا دیں۔

لیکن وہ پاکیشیائی ایجنٹ کون تھے۔ کیا وہ عمران اور اس کے ساتھی تھے۔ مارشل مہادیو نے اچانک ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ اس نے سوچا کہ ہیون ویلی اور پاگام کا علاقہ دو مخالف سمتوں میں تھا اور جس علاقے سے پاکیشیائی ایجنٹ کافرستان میں داخل ہوئے تھے وہاں سے ہیون ویلی سینکڑوں کلو میٹر کی دوری پر تھی۔ اگر یہ لوگ عمران اور اس کے ساتھی تھے تو ان لوگوں نے اتنے دور دراز کا راستہ کیوں اپنایا تھا۔ ہیون ویلی میں جانے کے لئے وہ دوسرے راستے بھی اختیار کر سکتے تھے پھر انہیں پاگام کے راستے وہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔

"ہونہہ، شاید ان لوگوں کا خیال ہو گا کہ ان راستوں پر ہماری توجہ دوسرے راستوں کی بہ نسبت کم ہو گی۔ وہ دور سے ہی سہی مگر کافرستان میں داخل ہو کر آسانی سے آگے بڑھ سکتے ہیں"۔ مارشل مہادیو نے سر جھٹک کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسے فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ جیسے غدار پر بھی شدید غصہ آ رہا تھا جس نے ان پاکیشیائی

ایجنٹوں کو کافرستان میں داخل کرایا تھا۔ یہ تو اتفاق ہی تھا کہ سیکنڈ آفیسر روی کمار ان لوگوں میں سے نہیں تھا اور وہ اتفاقاً اس جنگل میں چلا گیا تھا جہاں ایک سندیپ نامی آدمی فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ سے باتیں کر کے اسے پاکیشیائی ایجنٹوں کی آمد کی اطلاع دے رہا تھا۔ اگر سیکنڈ آفیسر روی کمار نے ان کی باتیں سن نہ لی ہوتیں تو فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ اپنے مقصد میں یقیناً کامیاب ہو جاتا۔

مارشل مہادیو نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ اور ان لوگوں کو اس قدر کڑی اور خوفناک سزائیں دے گا جنہوں نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو کافرستان میں داخل کرایا تھا کہ ان کی نسلیں بھی ان کا انجام دیکھ کر کانپ اٹھیں گی۔

"سر، ہم پارا کنار پہنچ گئے ہیں"۔ پائلٹ نے مارشل مہادیو سے مخاطب ہو کر مؤدبانہ لہجے میں کہا تو مارشل مہادیو اپنے خیالوں کے سمندر سے نکل آیا۔ اس نے نیچے دیکھا وہاں ہر طرف پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ ایک صاف اور کھلے میدان میں ہر طرف مسلح افراد پھیلے ہوئے تھے۔ جنہوں نے چاروں طرف تیز روشنیاں جلا رکھی تھیں۔ وہ سب پہاڑی علاقے کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے۔ ایک جگہ ایک پہاڑی دور تک ٹوٹ پھوٹ کر بکھری ہوئی دکھائی دے رہی تھی جس میں سے دھواں اور گرد ابھی تک اٹھ رہا تھا۔ زیادہ تر افراد اس پہاڑی کے گرد منڈلا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں طاقتور ٹارچیں تھیں جن کی روشنیاں ڈالتے ہوئے وہ اس پہاڑی کے اردگرد بھاگتے

پھر رہے تھے۔ پہاڑیوں کے اوپر چھ گن شپ اور دو ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر منڈلا رہے تھے۔ جن سے منسلک بڑی سرچ لائٹیں ان پہاڑیوں پر پڑ رہی تھیں۔ سارے کا سارا علاقہ ان روشنیوں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے ہیلی کاپٹر نیچے لے جاؤ"۔ مارشل مہادیو نے کہا تو پائلٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے صاف اور ہموار جگہ دیکھ کر ہیلی کاپٹر نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ اس ہیلی کاپٹر اور اس پر بنے سفید کوبرا کے نشانوں کو مسلح افراد چونک چونک کر دیکھ رہے تھے اور پھر جب ہیلی کاپٹر نیچے اترنے لگا تو کئی افراد دوڑتے ہوئے اس طرف آنے لگے۔

ہیلی کاپٹر جیسے ہی نیچے اترا۔ مارشل مہادیو ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر نیچے آ گیا۔ اس وقت تک وہ افراد دوڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے قریب آ گئے تھے جیسے ہی مارشل مہادیو ہیلی کاپٹر سے باہر آیا ان کی ایڑیاں بج اٹھیں اور مارشل مہادیو کو فوجی انداز میں سیلوٹ کرنے لگے۔ پھر ایک ادھیڑ عمر شخص فوجی چال چلتا ہوا مارشل مہادیو کے قریب آ گیا۔ اس کے سینے پر کرنل کے عہدے کے بیج تھے۔ ایک بیج پر اس کا نام کندہ تھا۔ وہ مسٹر ٹھاکرے تھا۔

"ٹھاکرے سر"۔ مسٹر ٹھاکرے نے آگے بڑھ کر مارشل مہادیو کو ایک بار پھر فوجی سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔ وہاں چونکہ ہیلی کاپٹر کے انجن کا تیز شور تھا اس لئے مارشل مہادیو نے اثبات میں سر ہلایا اور

اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس کے آگے بڑھتے ہی بہت سے مسلح افراد نے انہیں چاروں طرف سے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں"۔ مارشل مہادیو نے مسٹر ٹھاکرے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"سر ہم نے دشمن ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیا ہے"۔ مسٹر ٹھاکرے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو مارشل مہادیو چونک پڑا۔

"دشمن ایجنٹوں کا تم نے خاتمہ کر دیا ہے۔ کہاں۔ کیسے"۔ مارشل مہادیو نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"سر ہمیں آپ کا حکم ملا تھا کہ دشمن ایجنٹ پہاڑی غاروں کے راستے پاراکنار کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ انہیں فوراً ہلاک کر دیا جائے ہم نے ان پہاڑیوں کا محاصرہ کر لیا تھا۔ خاص طور پر ہم نے ان پہاڑیوں میں موجود غاروں کے قریب سخت حفاظتی انتظامات کر دیئے تھے۔ ہمیں ریڈیو کنٹرول روم سے یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ ان دشمن ایجنٹوں کی تعداد تیس کے قریب ہے مگر ان کے پاس جدید اور خطرناک اسلحہ ہے۔ اس اسلحے سے انہوں نے پاراکنار کی دوسری طرف ایک علاقے میں آفیسر رگھویر اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس لئے ہم ان سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ پاراکنار کی طرف کئی غار ہیں مگر ان میں سے ایک غار بہت بڑا اور طویل تھا جو غار در غار دوسری طرف جا نکلتا تھا۔ اس لئے ہمارا اندازہ تھا کہ اگر دشمن ایجنٹ آئے تو اسی غار کے راستے آئیں گے۔ ہم نے

اس غار کے دہانے پر طاقتور نائٹ ٹیلی سکوپ نصب کر دیں تھیں۔ ان طاقتور نائٹ ٹیلی سکوپ میں ہمیں وہ دشمن نظر آ گئے تھے۔ ان کے پاس واقعی جدید اسلحہ اور طاقتور ٹارچیں تھیں جن کی روشنی میں وہ آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ان کے کاندھوں پر بڑے بڑے تھیلے بھی تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایجنٹ ہر قسم کے خطرناک اسلحے سے لیس ہیں۔ ان ایجنٹوں کو چونکہ ہم نے دیکھ لیا تھا اس لئے ہم نے ان کا اسی غار میں خاتمے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ میرے حکم پر غار میں یکے بعد دیگرے دو میزائل داغ دیئے گئے۔ میزائل غار میں جا کر پھٹے اور پھر ان پہاڑیوں میں جیسے زلزلہ سا آ گیا۔ پھر میں نے غار میں کئی میزائل داغنے کا حکم دیا۔ ہم غار میں اس وقت تک میزائل برساتے رہے جب تک غار مکمل طور پر تباہ نہ ہو گیا۔ آپ دیکھ سکتے ہیں یہ ساری کی ساری پہاڑی بیٹھ گئی ہے۔ دشمن ایجنٹ جو اس غار میں موجود تھے۔ اول تو میزائلوں کے پھٹنے سے ہی ہلاک ہو گئے ہوں گے۔ لیکن اگر وہ کسی بھی طرح ان میزائلوں سے بچ بھی نکلے ہوں گے تو غار کے بیٹھنے سے ان کی ہڈیوں تک کا سرمہ بن چکا ہو گا"۔ مسٹر ٹھاکرے نے جلدی جلدی مگر نہایت مؤدبانہ انداز میں مارشل مہادیو کو ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، آپ بتا رہے ہیں کہ اس غار میں غار در غار سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اگر وہ لوگ میزائلوں کے پھٹنے سے پہلے کسی دوسرے غار میں چلے گئے ہوں تو"۔ مارشل مہادیو نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں سر، ایسا نہیں ہو سکتا"۔ مسٹر ٹھاکرے نے جلدی سے کہا۔

"کیوں، کیوں نہیں ہو سکتا۔ آپ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں کیا جانتے ہیں"۔ مارشل مہادیو نے اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں تو نہیں جانتا سر۔ لیکن اس غار کے بارے میں میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ غار تقریباً تین کلو میٹر طویل اور بالکل سیدھا تھا۔ تین کلومیٹر کے بعد غار میں ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے جہاں سے غار دوسرے غاروں سے ملتا ہے۔ ہم نے جب ٹیلی نائٹ سکوپ سے ان ایجنٹوں کو دیکھا تھا تو وہ غار میں ایک ڈیڑھ کلو میٹر تک آگے بڑھ آئے تھے۔ اس سارے راستے میں کوئی دوسرا غار تو کیا کسی جانور کا معمولی سا بھٹ بھی نہیں تھا۔ ان کے پاس آگے آنے یا واپس جانے کا کوئی چانس نہیں تھا"۔ مسٹر ٹھاکرے نے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، کیا انہوں نے کوئی جوابی کارروائی کی تھی"۔ مارشل مہادیو نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں سر، ہم نے ان کو اتنا موقع ہی نہیں دیا تھا"۔ مسٹر ٹھاکرے نے جواب دیا۔

"آپ نے غار میں کتنے میزائل پھینکے تھے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔ اس کا انداز جرح کرنے والا تھا۔

"آٹھ میزائل سر"۔ مسٹر ٹھاکرے نے کہا۔

"کیا ان آٹھ میزائلوں کے دھماکوں کے علاوہ بھی یہاں اور دھماکے ہوئے تھے"۔ مارشل مہادیو نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اور دھماکے۔ نہیں سر۔ غار میں میزائلوں کے سوا اور کوئی دھماکہ نہیں ہوا تھا"۔ مسٹر ٹھاکرے نے مارشل مہادیو کی بات کو نہ سمجھنے والے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، اس کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ آپ نے دشمن ایجنٹوں کو ہلاک کر دیا ہے"۔ مارشل مہادیو نے کہا اس کے لہجے میں اب غراہٹ بھی تھی۔

"یس۔ یس سر۔ مگر سر، وہ........" مسٹر ٹھاکرے نے گڑبڑائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ ابھی تک مارشل مہادیو کی باتوں کو نہ سمجھ پا رہا تھا۔ نجانے مارشل مہادیو اس سے کیا کہنا چاہ رہا تھا۔

"مسٹر ٹھاکرے۔ ابھی ابھی آپ نے بتایا ہے کہ آپ نے پاکیشیائی ایجنٹوں کے پاس جدید اسلحہ اور ان کے کاندھوں پر بڑے بڑے بیگ دیکھے تھے"۔ مارشل مہادیو نے اسی انداز میں کہا۔

"یس۔ یس سر"۔ مسٹر ٹھاکرے نے زور زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ان کے اسلحے میں گنیں اور ہر قسم کے بم وغیرہ بھی ہوں گے اور کچھ نہیں تو وہ اپنے ساتھ ہینڈ گرنیڈ تو ضرور لائے ہوں گے۔ جن کا استعمال وہ آفیسر رگھویر اور اس کے ساتھیوں پر بھی کر چکے تھے"۔

مارشل مہادیو نے کہا۔

"یس سر"۔ مسٹر ٹھاکرے نے رٹے رٹائے جملے کی طرح کہا۔ البتہ اس کے چہرے پر الجھن تھی۔ جیسے وہ ابھی تک مارشل مہادیو کی بات کو نہ سمجھ سکا ہو۔

"تو پھر آپ کی عقل کیوں کام نہیں کرتی۔ آپ نے ان ایجنٹوں پر میزائل داغے تھے۔ زمین پر لیٹ کر وہ ان میزائلوں سے تو بچنے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے مگر جب ان پر پہاڑی ٹوٹ کر گری تھی تو ان کے ساتھ ساتھ ان کے پاس موجود اسلحے کو بھی اس ملبے تلے پس جانا چاہئے تھا۔ یہ پہاڑیاں سنگی ہیں۔ ان کے پتھر اور چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر جب ان پر گری ہوں گی تو ان سے ان کے پاس موجود اسلحے کو بھی پھٹ جانا چاہئے تھا۔ کیا آپ نے ایسی کوئی آواز یا دھماکہ سنا تھا"۔ مارشل مہادیو نے باقاعدہ وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ نن، نو۔ نو سر"۔ مسٹر ٹھاکرے نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ مارشل مہادیو کی بات سن کر اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

"اگر یہاں میزائلوں کے سوا کوئی دھماکہ نہیں ہوا تو اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے"۔ مارشل مہادیو نے اسے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔ مارشل مہادیو واقعی ذہین تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر پاکیشیائی ایجنٹ واقعی عمران اور اس کے ساتھی ہیں تو وہ اس آسانی سے مارے جائیں یہ کیسے ممکن تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں تو مشہور تھا کہ وہ یقینی موت سے بھی بچ نکلنے کی صلاحیتیں رکھنے والے انسان ہیں۔ پھر

وہ اس غار میں مسٹر ٹھاکرے جیسے عام کرنل کے ہاتھوں مارے جائیں یہ بات کسی طرح مارشل مہادیو کے حلق میں نہیں اتر رہی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے پاس اگر جدید اسلحہ اور بم تھے تو ان بموں کو ان سنگی چٹانوں اور ہزاروں لاکھوں ٹن وزنی پہاڑی کے نیچے آ کر دھماکوں سے پھٹ جانا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے پاس دھماکہ خیز مواد نہیں تھا یا پھر وہ لوگ اس پہاڑی میں دفن ہونے سے بچ نکلے ہیں۔

"لیکن سر، یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان کے پاس دھماکہ خیز مواد ہی نہ ہو"۔ مسٹر ٹھاکرے نے جلدی سے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے مارشل مہادیو کی سوچ پڑھ لی ہو۔

"ہاں، ایسا ممکن ہے۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اسلحے میں اپنے ساتھ بم وغیرہ نہ لائے ہوں"۔ مارشل مہادیو نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"سر، ہو سکتا ہے ان کے پاس بم وغیرہ موجود رہے ہوں۔ ان کا جب آفیسر رگھویر اور ان کے ساتھیوں سے مقابلہ ہوا تو ان کے پاس بموں کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہو"۔ مسٹر ٹھاکرے نے ایک اور پوائنٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں، یہ ممکن ہے۔ لیکن بہرحال میرا دل نہیں مانتا۔ وہ لوگ اس آسانی سے ہلاک ہونے والوں میں سے نہیں ہیں"۔ مارشل

مہادیو نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

" سر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ غار کے جس حصے میں وہ لوگ موجود تھے وہاں ایسی کوئی جگہ یا راستہ نہیں تھا جہاں وہ پناہ لے سکتے ہوں۔ میں اس غار کو اندر جا کر پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا ہوں"۔ مسٹر ٹھاکرے نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

" ویل مسٹر ٹھاکرے۔ اگر آپ کی بات درست ہے اور آپ نے ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیا ہے تو آپ نے واقعی ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ بہرحال آپ فی الحال ان علاقوں کو چاروں طرف سے گھیرے رکھیں اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اگر وہ لوگ زندہ بچ گئے ہیں تو کسی نہ کسی راستے سے وہ باہر آنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ اگر وہ لوگ یہاں سے زندہ بچ کر نکل گئے تو میں آپ کا کیا حشر کروں گا یہ آپ شاید سوچ بھی نہ سکیں گے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔ اس کا انداز بے حد سخت تھا۔

" یس سر۔ آپ بے فکر رہیں سر۔ وہ لوگ اول تو زندہ نہیں بچے ہیں لیکن پھر بھی اگر وہ زندہ ہوئے تو میں انہیں ہلاک کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت لگا دوں گا"۔ مسٹر ٹھاکرے نے بااعتماد لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے۔ پھر میں چلتا ہوں۔ میرے خیال میں میرا یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ آپ میرا فون نمبر اور سپیشل ٹرانسمیٹر فریکوئنسی نوٹ کر لیں۔ اگر کوئی اہم بات ہو تو مجھ سے بات کر لیں"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور پھر اس نے اپنا فون نمبر اور

فریکوئنسی نوٹ کرا دی۔

" اور ہاں، میں یہاں کرینیں اور جدید مشینری بھجوا دوں گا۔ آپ کو جس جگہ یقین ہو کہ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی لاشیں موجود ہیں اس جگہ کو صاف کرائیں۔ جب تک میں ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی لاشیں یا ان کی لاشوں کے ٹکڑے نہ دیکھ لوں گا مجھے یقین نہیں آئے گا کہ وہ ایجنٹ ہلاک ہو چکے ہیں"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" رائٹ سر۔ میں آپ کو بہت جلد ان کی کچلی ہوئی لاشوں کی اطلاع دوں گا"۔ مسٹر ٹھاکرے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ مارشل مہادیو مڑا اور اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف چل پڑا۔ مسلح افراد اسے سیلوٹ کر رہے تھے مگر مارشل مہادیو ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بدستور الجھن نظر آ رہی تھی۔ جیسے اسے ابھی تک عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کا یقین نہ آیا ہو۔

عمران نے آنکھیں کھولیں اور ان سب کو سویا ہوا دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے یہ سارا ڈرامہ جان بوجھ کر کیا تھا۔

ایک تو وہ طویل سفر کر کے آ رہے تھے پھر انہیں کافرستانی ایجنسی کا مقابلہ کرنا پڑا تھا اور اس کے بعد وہ جس تیزی سے غاروں میں سفر کرتے رہے تھے عمران نے اپنے ساتھیوں کے چہروں پر شدید تھکاوٹ کے آثار دیکھ لئے تھے۔ اس قدر خطرناک صورتحال میں وہ رکنا نہیں چاہتا تھا مگر پھر قدرتی طور پر ملنے والے نئے راستے سے گزر کر جب وہ اس گڑھے نما جگہ میں گرے تو عمران کو یہ جگہ قدرے محفوظ معلوم ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دیر یہاں ریسٹ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تنویر اور جولیا شدید تھکاوٹ کے باوجود یہاں سے نکلنے کے لئے کسی راستے کی تلاش کے لئے کام کرنا

چاہتے تھے مگر عمران نے انہیں ایسا کرنے سے سختی سے روک دیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ آگے حالات اس سے بھی بدتر اور خوفناک ہو سکتے ہیں۔ جس مشن پر وہ کام کرنے کے لئے آئے تھے ہو سکتا ہے پھر انہیں آرام کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کو ریسٹ کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا تاکہ وہ ریسٹ کر کے تازہ دم ہو جائیں اور آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح سے ہوشیار رہیں۔

تھکاوٹ عمران کو بھی تھی۔ وہ بھی ایک گھنٹے کے لئے سو گیا تھا۔ لیکن وہ فوراً ہی جاگ گیا تھا۔ عمران کی عادت تھی کہ شدید تھکاوٹ کے بعد اسے اگر ایک آدھ گھنٹے کی گہری اور پرسکون نیند آ جاتی تو اس کی ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی تھی اور وہ دوبارہ گھنٹوں کام کرنے کے لئے پوری طرح سے چاک و چوبند ہو جاتا تھا۔

اس وقت بھی وہ تقریباً ایک گھنٹے کے لئے سویا تھا۔ اب وہ اٹھا تو پوری طرح سے چاک و چوبند ہو چکا تھا۔ تنویر اور جولیا جو اس پر غصہ کر رہے تھے وہ بھی سوئے ہوئے تھے۔ البتہ ان میں جوزف جاگ رہا تھا۔ شاید وہ ابھی تک نہیں سویا تھا۔ اس کے چہرے پر نیند اور تھکاوٹ کا شائبہ تک نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران اسے جاگتے دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ اب تک ان سب کی حفاظت کے لئے جاگ رہا ہے۔ عمران اس کی وفاداری پر دل ہی دل میں اسے داد دینے لگا۔ ایسا پہلے بھی کئی بار ہو چکا تھا۔ عمران اور اس کے سبھی ساتھی سو جاتے تھے اور جوزف

جاگ کر ان کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتا رہتا تھا تاکہ دشمن ان کی غفلت میں انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کر سکیں۔ جوزف اس وقت تک جاگتا رہتا تھا جب تک عمران جاگ کر خود اسے سونے کے لئے نہیں کہہ دیتا تھا۔ یہ جوزف کا خاصہ بن چکا تھا اس لئے اب عمران کو اسے کچھ کہنے یا سمجھانے کی ضرورت بھی نہ پڑتی تھی۔ یہ بات سیکرٹ سروس کے تمام ممبر بھی جانتے تھے۔ اسی لئے وہ سب بے فکری سے گہری نیند سو جاتے تھے کہ جوزف خطرے کی صورت میں انہیں فوراً جگا سکتا ہے۔

عمران کو آنکھیں کھولتے اور اٹھتے دیکھ کر جوزف نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمران نے اشارے سے اسے بولنے سے روک دیا۔ البتہ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

عمران نے اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے اس نے ایک لمبی نال والا پسٹل نکالا اور چند ضروری چیزیں نکال کر اپنی جیب میں رکھیں اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ قدموں کی آواز پیدا کئے بغیر جوزف کے پاس آ گیا۔ اس نے رسی کا گچھا بھی بیگ سے نکال لیا تھا جس کے ایک سرے پر چار نوکوں والا آنکڑہ لگا ہوا تھا۔

"جوزف، میں اوپر جا رہا ہوں"۔ عمران نے جوزف کے قریب آ کر آہستگی سے کہا۔

"میں آپ کے ساتھ چلوں باس"۔ جوزف نے بھی دھیمے لہجے میں کہا۔

"نہیں، یہاں ابھی تک کوئی نہیں آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے یہ جگہ سیف ہے۔ وہ لوگ یقیناً یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم غار کے ملبے تلے زندہ دفن ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی خطرہ ہوتا تو وہ اب تک ہمارے سامنے آ چکا ہوتا۔ میں اس راستے کو چیک کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت تک تم ریسٹ کر لو"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن باس"۔ جوزف نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو کہہ رہا ہوں وہ کرو"۔ عمران نے اسے گھور کر کہا۔

"یس باس"۔ جوزف نے فوراً ہی مانتے ہوئے کہا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ عمران کی ہر بات فوراً مان جاتا تھا چاہے وہ بات اس کے فیور میں ہو یا نہ ہو۔

"تو جاؤ اور سو جاؤ"۔ عمران نے کہا تو جوزف ایک خالی جگہ جا کر لیٹ گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کسی ننھے بچے کو اس کے باپ نے ڈپٹ کر سونے کے لئے کہا ہو اور وہ سہم کر فوراً ہی سو جانے کے لئے لیٹ گیا ہو۔ چاہے اسے نیند آئے یا نہ آئے۔ عمران اس کا معصومانہ اور فرمانبردارانہ انداز دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر اس سوراخ کی طرف دیکھا جس کا قطر خاصا بڑا تھا۔ البتہ وہ کافی اونچائی پر تھا۔ اس کی اونچائی تقریباً بیس پچیس فٹ سے زیادہ تھی۔ اس سوراخ سے مسلسل ہوا آ رہی تھی۔ جس سے تنویر کی طرح عمران کو بھی یقین تھا کہ غار یا سرنگ کا کوئی دہانہ اس سوراخ سے دور نہیں ہے۔ ویسے بھی رات کا وقت تھا۔ اس

لئے سوراخ سے روشنی آنے کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ جس سے وہ اندازہ لگا پاتا کہ غار یا سرنگ کا دہانہ نزدیک ہے یا دور۔

عمران نے رسی کا گچھا کھول کر زمین پر ڈال دیا اور آنکڑے کو رسی سے پکڑ کر لٹکا لیا۔ وہ سوراخ کے عین نیچے کھڑا تھا۔ اس نے رسی گھمائی اور پھر اس نے رسی کو تیز گردش دیتے ہوئے یکلخت آنکڑے کو سوراخ کی طرف اچھال دیا۔ آنکڑہ سیدھا سوراخ کے پار جا گرا تھا۔ سوراخ کے باہر آنکڑہ گرنے کی ہلکی سی آواز پیدا ہوئی تھی۔ عمران نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا مگر اس آواز پر ان پر کوئی رد عمل نہیں ہوا تھا۔ وہ بدستور سو رہے تھے۔ عمران نے رسی کو دیوار کے قریب لے جا کر ایک خاص انداز میں کھینچنا شروع کر دیا۔ آنکڑہ سوراخ کے سرے تک گھسٹتا ہوا آیا اور پھر وہ سرے پر کہیں پھنس گیا۔

عمران نے رسی کو زور سے کھینچا۔ آنکڑہ سرے پر مضبوطی کے ساتھ جم گیا تھا۔ رسی کو زور زور سے کھینچنے پر بھی وہ نیچے نہیں آیا تھا۔ تب عمران رسی سے لٹک گیا اور دوسرے ہی لمحے وہ رسی کو پکڑ کر دیوار کے ساتھ اپنے پیر جماتا ہوا بندروں کی سی پھرتی سے اوپر چڑھتا جا رہا تھا۔ سوراخ کے سرے پر آ کر اس نے کنارا پکڑا اور اپنے دونوں ہاتھوں کا زور لگا کر اپنا جسم اوپر اٹھانے لگا۔ اس نے مخصوص انداز میں جسم اٹھایا دوسرے ہی لمحے وہ سوراخ میں پہنچ چکا تھا۔ سوراخ میں آتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ بھی غالباً ایک غار ہی تھا۔ عمران نے جیب سے ٹارچ نکالی اور اسے روشن کر کے اس کی

روشنی میں غار دیکھنے لگا۔ غار بے حد طویل اور دور تک جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ غار کی طوالت دیکھ کر عمران حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جس طرح وہاں تیز ہوا آ رہی تھی۔ عمران کا خیال تھا کہ اس غار کا دہانہ قریب ہی ہونا چاہیئے تھا مگر غار کا دہانہ اسے دور دور تک دکھائی نہ دے رہا تھا۔

عمران نے جیب سے ایک چشمہ نکال کر آنکھوں پر لگا لیا۔ اس چشمے کے لینز براؤن تھے۔ یہ عمران کا اپنا تیار کردہ سپیشل گلاسز والا چشمہ تھا جس کے گلاسز رات کی تاریکی میں نائٹ ٹیلی سکوپ کی طرح سے کام کرتے تھے۔ عمران نے ٹارچ آف کر کے جیب میں رکھی اور سپیشل گلاسز والے چشمے کی مدد سے غار کو دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اس نے احتیاط کے پیش نظر جیب سے لمبی نال والا پسٹل نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔

گو غار تاریک، خاموش اور دور تک خالی معلوم ہو رہا تھا مگر عمران ٹارچ کی روشنی میں دشمنوں کو چوکنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے سپیشل گلاسز والا چشمہ آنکھوں پر لگا کر ٹارچ بند کر دی تھی۔

غار کافی کشادہ اور صاف تھا۔ آگے جا کر عمران کو اوپر غار میں جگہ جگہ دراڑیں نظر آنے لگیں جو زیادہ بڑی اور چوڑی تو نہیں تھی مگر ان میں سے ہوا کا گزر ہو سکتا تھا۔ ان دراڑوں کو دیکھ کر عمران کو اندازہ ہوا کہ وہاں ہوا کی آمد و رفت کا منبع کیا ہے۔ شاید یہ دراڑیں خوفناک دھماکوں اور شدید ترین لرزش کی وجہ سے وہاں بن گئی تھیں۔ جو

قدرت کی طرف سے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے لئے کسی عظیم عطیے سے کم نہ تھیں۔ ان دراڑوں کی وجہ سے ہی وہاں ہوا کی آمدورفت کا سلسلہ بن گیا تھا۔ ورنہ عمران اور اس کے ساتھی جس گہرائی میں پہنچ چکے تھے وہاں آکسیجن کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آکسیجن کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ وہاں اتنی دیر ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی کھل کر سانس لے سکتے تھے۔ قدرت کے اس عظیم عطیے پر عمران دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگا جس نے ان لوگوں کو زندہ رکھنے کی سبیل پیدا کر دی تھی۔

غار آگے جا کر دائیں طرف مڑ گیا تھا۔ اس طرف غار کی چوڑائی کم تھی مگر اس کی طوالت ویسی ہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے غار کا دوسرا سرا ہی نہ ہو۔ غار واقعی شیطانی کی آنت کی طرح لمبا ہی ہوتا جا رہا تھا۔ پھر تقریباً دو گھنٹوں بعد عمران کو سامنے سے ہوا کے تھپیڑے پڑنے لگے تو وہ سمجھ گیا کہ اب غار کا دہانہ زیادہ دور نہیں ہے اور پھر جیسے ہی وہ ایک موڑ مڑا اسے دہانہ دکھائی دے گیا۔ عمران دہانے کو دیکھ کر کھل اٹھا تھا۔ باہر ابھی تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عمران نے ریسٹ واچ دیکھی تو اس وقت رات کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ سامنے کھلا آسمان تھا جہاں جگنو کی طرح ننھے منے ستارے چمک رہے تھے۔

عمران دیواروں کے ساتھ لگ کر احتیاط کے ساتھ غار کے دہانے کی طرف بڑھنے لگا۔ دہانہ گو زیادہ چوڑا نہیں تھا لیکن اس میں سے ایک انسان آسانی سے گزر سکتا تھا۔ دہانے کے قریب آکر عمران رک گیا

اور دیوار کے ساتھ پشت لگا کر باہر کی سن گن لینے لگا۔ لیکن باہر گہری خاموشی مسلط تھی۔ عمران احتیاط سے غار سے باہر نکلا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔ سامنے ہر طرف گھنے درختوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ وہاں اس قدر کثیر تعداد میں درخت تھے کہ وہ سارا علاقہ کسی گھنے جنگل کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ جنگل بالکل خاموش تھا۔ جیسے وہاں دور نزدیک کوئی ذی روح نہ ہو۔

عمران ابھی جنگل کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی کلائی پر ضربات لگنے لگیں۔ اس نے چونک کر ریسٹ واچ کی طرف دیکھا پھر دو کے ہندسے کو سپارک ہوتے دیکھ کر وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"اس کا مطلب ہے ان سب نے ریسٹ کر لیا ہے اور وہ جاگ گئے ہیں"۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ دو کے ہندسے کے چمکنے کا مطلب تھا کہ جولیا اسے کال کر رہی تھی۔ عمران نے کچھ سوچ کر گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچ لیا۔

"یس۔ اوور"۔ عمران نے عام سے لہجے میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ ان اطراف میں ہر طرف سپیشل فورسز کے افراد پھیلے ہوئے ہیں جن کے پاس یقیناً ریڈیو کنٹرول آلات ہوں گے۔ وہ ان کی فریکوئنسی چیک کر سکتے تھے۔ اس لئے عمران نے جان بوجھ کر اپنا نام نہیں لیا تھا۔

"تم کہاں ہو۔ ہمیں اس راستے میں جانے سے منع کر کے خود باہر نکل گئے ہو اور ہم۔ اوور"۔ جولیا کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"ارے ارے ناراض کیوں ہو رہی ہو پری چہرہ۔ میں کب سے

تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ تم جہاں ہو بس بھاگتی ہوئی میرے پاس آ جاؤ۔ میں یہاں تمہارے انتظار اور فراق میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں۔ اوور"۔ عمران نے جلدی جلدی سے کہا۔

"کیا ہم وہیں سے تمہارے پاس آئیں جہاں سے تم گئے تھے۔ اوور"۔ جولیا نے کہا۔ وہ عمران کے اس انداز سے بات کرنے کا مطلب سمجھ گئی تھی کہ کال ٹریس ہو سکتی ہے۔

"ہاں، دنیا میں ایک ہی راستہ ہے جو سیدھا میری طرف آتا ہے۔ بس تم دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آؤ۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم پہنچ رہے ہیں۔ اوور"۔ جولیا نے کہا اور پھر اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور یوں سر ہلانے لگا جیسے جولیا نے اس کی باتوں کو سمجھ کر عقلمندی کا ثبوت دیا ہو۔ اس نے انہیں بھاگ کر آنے کی بات اس لئے کی تھی کہ جس راستے سے وہ آیا تھا وہ بہت طویل تھا اور اسے غار کے دہانے تک پہنچتے پہنچتے دو گھنٹے لگ گئے تھے اگر وہ لوگ آہستہ روی سے چلتے تو انہیں بھی اس تک پہنچنے میں کافی وقت لگ جاتا۔ جس کے نتیجے میں انہیں یہیں صبح ہو جاتی جبکہ عمران اب اپنے ساتھیوں کو لے کر یہاں سے جلد سے جلد نکل جانا چاہتا تھا اور ان کے لئے اندھیرا ہی سود مند ثابت ہو سکتا تھا۔

اس کے سبھی ساتھی غار کے دہانے پر پہنچے تو ان کے سانس پھولے ہوئے تھے۔ وہ شاید بھاگتے ہوئے یا پھر تیز تیز چلتے ہوئے آئے تھے۔ لیکن پھر بھی انہیں غار تک پہنچتے پہنچتے ایک گھنٹہ لگ گیا تھا۔

"اوہ، یہ تو ماکار جنگل ہے۔ یہ ہم کہاں نکل آئے ہیں"۔ آغا جمشید نے جنگل کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی کے عالم میں کہا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں، کیا اس جنگل میں کوئی خطرہ ہے"۔ عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہاں، اس جنگل میں بلیک کمانڈوز موجود ہے۔ انہوں نے یہاں اپنے لئے ملٹری چھاؤنی بنا رکھی ہے۔ اس جنگل پر پوری طرح ان بلیک کمانڈوز کا کنٹرول ہے۔ ہم اس کے شمال کی سمت میں موجود ہیں۔ مشرقی سمت پر صحرائے واگار ہے جو روسیاہ کی طرف جاتا ہے۔ مغربی اطراف میں سمندر ہے اور جنوب کا ہی ایک ایسا راستہ ہے جہاں سے شہری حدود کو جانے کے لئے سڑکیں موجود ہیں۔ مگر ان سڑکوں پر جانے کے لئے ہمیں بہرحال بلیک کمانڈوز کی اس چھاؤنی میں سے ہی گزرنا ہوگا"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"اگر یہاں چھاؤنی ہے تو ان اطراف میں کوئی سرچ ٹاور کیوں نظر نہیں آ رہا اور نہ ہی یہاں دور نزدیک کوئی کمانڈوز موجود ہے"۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جنگل کا یہ حصہ دلدلی ہے عمران صاحب۔ یہاں بڑی بڑی اور خوفناک دلدلیں موجود ہیں۔ بلیک کمانڈوز کا خیال ہے کہ کوئی بھی انسان یا جانور کسی بھی طرح ان دلدلوں کو عبور کر کے جنگل میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انہوں نے یہاں ٹاور بنانے یا کمانڈوز

تعینات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی"۔ آغا جمشید نے کہا اور عمران سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا۔

"اگر ایسی بات ہے تو ہمارا اس طرف آنا بے کار ہی گیا ہے۔ ہمیں اب واپس جا کر کوئی اور راستہ تلاش کرنا ہوگا"۔ جولیا نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"کیوں تنویر، تمہارا کیا خیال ہے۔ ہمیں واپس جانا چاہئے یا نہیں"۔ عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں۔ ہم یہاں واپس جانے کے لئے نہیں آئے۔ ہم آگے بڑھیں گے اور اس چھاؤنی کو تاراج کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے"۔ تنویر نے عمران کی توقع کے مطابق جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ، لیکن عمران صاحب اس طرف جانا تو صریحاً موت ہوگا۔ وہ کوئی چھوٹی موٹی چھاؤنی نہیں ہے۔ وہاں سینکڑوں کی تعداد میں کمانڈوز ہیں جو ہر قسم کے اسلحے سے مسلح ہیں۔ اگر انہوں نے ہمیں پکڑ لیا تو ہمارا بے حد بھیانک حشر کریں گے"۔ آغا جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"تو کیا تم ان سے ڈرتے ہو"۔ عمران نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"بات ڈرنے کی نہیں حکمت عملی کی ہے عمران صاحب"۔ آغا جمشید نے جلدی سے کہنا چاہا۔

"ہم یہاں جس مشن پر کام کرنے آئے ہیں اس میں ہم حکمت عملی

اور پیش بندی پر قناعت نہیں کر سکتے۔ ان حالات میں ہمارے سامنے جو آیا اسے ختم کر دینے میں ہی عقلمندی ہے۔ اب تم خود ہی دیکھ لو ان لوگوں نے ہمیں مارنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ اب بھی اگر انہیں موقع مل گیا تو کیا وہ ہمیں چھوڑیں گے"۔ تنویر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اوہ، کیا آپ اس چھاؤنی کو اڑانے کا پروگرام بنا رہے ہیں"۔ آغا جمشید نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر سنسنی تھی۔

"نہیں، ہم اپنے ساتھ پھولوں کے گلدستے لے جائیں گے اور کہیں گے کہ وہ ان گلدستوں کے بدلے میں ہمیں چھاؤنی سے گزرنے کا موقع دے دیں"۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"لیکن عمران صاحب........" آغا جمشید نے کہا۔

"آغا جمشید میں تمہیں دلیر اور باہمت انسان سمجھتا تھا۔ مگر اب تمہاری باتوں سے مجھے شک ہو رہا ہے کیا تم واقعی وہی آغا جمشید ہو جس نے اکیلے ہی ہیون ویلی میں جا کر اور دشمنوں کے درمیان رہ کر فلم بنائی تھی"۔ عمران نے یکلخت انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر آغا جمشید کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔

"ع، ع، عمران صاحب"۔ آغا جمشید نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"خاموش۔ ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی ہے۔ تمہارے اس بزدلانہ رویئے سے مجھے شدید کوفت ہوئی ہے۔ اس لئے میں تمہیں حکم

دیتا ہوں کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابھی اور اسی وقت واپس چلے جاؤ۔ تم یہاں سے جس طرح چاہو بچ کر نکل سکتے ہو نکل جاؤ۔ تمہارے راستے الگ ہیں اور ہمارے الگ"۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"نن، نہیں عمران صاحب۔ مم، میں۔ میں........" آغا جمشید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔ چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا"۔ عمران نے گرجتے ہوئے کہا اور آغا جمشید کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ عمران کو اس قدر غصے میں دیکھ کر اس کے اور آغا جمشید کے ساتھی بھی دنگ رہ گئے تھے۔

"سس، سوری عمران صاحب۔ میں۔ میں........" آغا جمشید نے تھرتھراتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے کہہ رہا ہوں ناں کہ چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں تمہیں سچ مچ گولی مار دوں گا"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا اور جیب سے پسٹل نکال کر اس کا رخ آغا جمشید کی طرف کر دیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ درشتگی تھی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے آغا جمشید نے اس کی بات نہ مانی تو وہ اسے سچ مچ گولی مار دے گا۔ آغا جمشید کی حالت دیکھنے والی ہو گئی تھی۔ وہ ترحم زدہ نگاہوں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"عمران۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ یہ آئندہ ایسی بات

نہیں کرے گا"۔ جولیا نے معاملہ بگڑتے دیکھ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ۔ اگر کسی نے ہمدردی جتانے کی کوشش کی تو اسے بھی ان کے ساتھ واپس جانا ہو گا"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کی آنکھوں میں عمران کے رویئے پر نمی سی آ گئی تھی۔

"آغا جمشید میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں۔ میری نظروں سے دور ہو جاؤ ورنہ میں گولی چلانے سے قطعی نہیں ہچکچاؤں گا"۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب میں بزدل نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے بزدلوں جیسی بات کی تھی۔ میں تو آپ کو ممکنہ خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر........" آغا جمشید نے روہانسے انداز میں کہا۔

"مگر۔ مگر کیا"۔ عمران نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں بزدل ہوں اور آپ کے ساتھ کام کرنے کے لائق نہیں ہوں تو آپ مجھے گولی مار دیں۔ مگر میں واپس نہیں جاؤں گا"۔ آغا جمشید نے چند لمحے توقف کے بعد خود کو سنبھالتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے"۔ عمران غرایا۔

"جی ہاں"۔ آغا جمشید نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا میں گولی چلادوں"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"یس چلادیں"۔ آغا جمشید نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"ایک بار پھر سوچ لو"۔ عمران نے کہا۔

"سوچ لیا ہے عمران صاحب۔ اگر میں آپ کے ساتھ کام نہیں کر سکتا تو مجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ مجھے بزدلی کا طعنہ دیں یہ میں کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ جیسے انسان کے ہاتھوں اگر مجھے موت آجائے تو میرے لئے اس سے بڑی خوش نصیبی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے"۔ آغا جمشید نے جذباتی لہجے میں کہا۔ آغا جمشید اپنے رویئے پر سخت نادم ہو رہا تھا مگر عمران جیسے کسی طرح اس کی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہو رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اب سیکرٹ سروس کے ممبران کو بھی عمران پر غصہ آنے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ تو پھر میری حکم عدولی پر موت کا مزہ چکھو"۔ عمران نے کڑکدار لہجے میں کہا ساتھ ہی اس نے پسٹل کا ٹریگر دبا دیا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو کراسٹی نے اٹھ کر ٹی وی آف کرنے کے بعد آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ اس وقت وی ٹو کلب کے ریسٹ روم میں تھی۔ چونکہ پروشو کو جیری اور پھر ڈاکٹر کرافٹ سے معلومات حاصل کرنے میں وقت لگ سکتا تھا اس لئے پروشو کے کہنے پر کراسٹی ریسٹ روم میں آگئی تھی۔ وہاں اسے سہولت کا تمام سامان میسر تھا۔ اس لئے کراسٹی نے وہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے بلیک وہسکی کمرے میں ہی پہنچادی گئی تھی۔ کراسٹی نے بلیک وہسکی پیتے ہوئے ٹی وی آن کر لیا تھا اور اس وقت ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔ تقریباً دو گھنٹوں کے بعد اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا تو اس کی توقع کے مطابق باہر پروشو ہی موجود تھا۔

"آجاؤ"۔ کراسٹی نے اسے راستہ دیتے ہوئے کہا تو پروشو اندر آ

گیا۔ کراسٹی نے دروازہ بند کیا اور آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی اس نے پروشو کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کچھ معلوم ہوا"۔ کراسٹی نے پروشو کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں مادام"۔ پروشو نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں، کیا مطلب۔ کیا جیری نے تمہیں مارشل مہادیو کا نمبر نہیں بتایا ہے یا ڈاکٹر کرافٹ اس نمبر سے مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کی لوکیشن معلوم کرنے میں ناکام رہا ہے"۔ کراسٹی نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جیری کو مارشل مہادیو کا نمبر معلوم نہیں ہو سکا ہے مادام۔ ابو عبداللہ کو اپنے قبضے میں لینے کے بعد اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کے تمام نمبرز بدلوا دیئے ہیں۔ اس کے نمبر ٹاپ سیکرٹ رکھے گئے ہیں۔ جو چند خاص لوگوں کے سوا کسی کو نہیں معلوم"۔ پروشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی مایوسی کا عنصر تھا۔

"اوہ، یہ کب ہوا ہے"۔ کراسٹی نے جلدی سے کہا۔

"ایسا آج بلکہ دو گھنٹے قبل ہوا ہے مادام۔ جیری نے اپنے توسط سے مارشل مہادیو کا ایک نمبر حاصل کر لیا تھا۔ میں نے اس نمبر کے بارے میں ڈاکٹر کرافٹ سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ نمبر آف ہے اور کسی کے استعمال میں نہیں ہے تو میں نے دوبارہ جیری سے بات کی اور اس نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے فون کر کے بتایا ہے کہ

مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کے تمام نمبرز بدل چکے ہیں"۔ پروشو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ، ویری بیڈ۔ اب کیا ہوگا۔ مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کو ہم کہاں اور کیسے ڈھونڈیں گے"۔ کراسٹی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"اس سلسلے میں جیری نے مجھے ایک ٹپ دی ہے مادام"۔ پروشو نے کہا تو کراسٹی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیسی ٹپ"۔ کراسٹی نے کہا۔

"جیری نے بتایا ہے کہ اگر آپ ہوٹل گرین کراس کے مینجر جیکال کو ٹٹولیں تو وہ ہمیں مارشل مہادیو اور اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتا ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"جیکال۔ کون ہے وہ اور وہ ہمیں مارشل مہادیو اور اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کیا بتا سکتا ہے"۔ کراسٹی نے حیران ہو کر کہا۔

"جیکال مارشل مہادیو کا بہنوئی ہے۔ جس قدر اس کے مارشل مہادیو سے تعلقات ہیں شاید ہی اتنے تعلقات اس سے کسی اور کے ہوں۔ مارشل مہادیو عموماً جیکال سے ملنے اس کے ہوٹل میں آتا جاتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ جیکال کو بھی مارشل مہادیو کے ساتھ آتے جاتے دیکھا گیا ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"اوہ، پھر تو جیکال واقعی کام کا آدمی ثابت ہو سکتا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"یس مادام"۔ پروشو نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"یہ جیکال کیسا آدمی ہے۔ کیا وہ آسانی سے ہمیں سب کچھ بتا دے گا"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"نہیں مادام وہ اس علاقے کا کنگ ہے۔ ہوٹل گرین کراس اس کا مخصوص اڈا ہے۔ جہاں دنیا کی ہر برائی اور جرم ہوتے ہیں۔ جیکال اور اس کے ساتھی انتہائی وحشی، ہتھ چھٹ اور بے رحم قسم کے لوگ ہیں۔ کسی سے سیدھے منہ بات کرنا تو جیسے انہوں نے سیکھا ہی نہیں ہے"۔ پروشو نے جواب دیا۔

"ہونہہ، وہ مجھ سے زیادہ ہتھ چھٹ، بے رحم اور خطرناک نہیں ہوں گے۔ میں اس جیکال سے ملنے ضرور جاؤں گی اور دیکھوں گی وہ کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں"۔ کراسٹی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کیا ضرورت ہے مادام۔ آپ کہیں تو میں اور میرے ساتھی اسے یہیں اٹھا لاتے ہیں"۔ پروشو نے جلدی سے کہا۔

"نہیں، اس سے ملنے اور اس سے معلومات حاصل کرنے میں خود جاؤں گی"۔ کراسٹی نے اسے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا تو پروشو خاموش ہو گیا۔

"تم مجھے میک اپ کا سامان لا دو۔ میں اور زیادہ وقت برباد نہیں کر سکتی۔ ایسا نہ ہو ہم یہاں مارشل مہادیو کا ہیڈ کوارٹر ہی ڈھونڈتے رہ جائیں اور وہ ابو عبداللہ کا ہی خاتمہ کر دیں یا پھر پاکیشیا سیکرٹ

سروس یہاں پہنچ جائے اور وہ ابو عبداللہ کو آزاد کرا کر لے جائے۔ میں ان کے آنے سے پہلے یہ کام کر لینا چاہتی ہوں۔ یہ مشن میرا ہے اور اسے میں ہی مکمل کروں گی"۔ کراسٹی نے کہا۔

"جو حکم مادام"۔ پروشو نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تو اس کے پاس میک اپ باکس تھا۔

"بیٹھو میں ابھی آتی ہوں"۔ کراسٹی نے کہا اور میک اپ باکس لئے کمرے سے ملحق دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ کمرے سے نکلی تو اس کا حلیہ ہی بدلا ہوا تھا۔ وہ مردانہ لباس میں تھی اور اس نے ایسا میک اپ کیا تھا جس سے وہ پوری طرح ایک مرد کے روپ میں آ گئی تھی۔ اس نے سیاہ رنگ کی پتلون پہن رکھی تھی اور سرخ رنگ کی جیکٹ۔ اس کے گلے میں زرد رنگ کا رومال تھا جو اسے دور سے ہی بد معاش ٹائپ ظاہر کر رہا تھا۔ اس کے بائیں رخسار پر زخم کا لمبا نشان تھا جو واقعی اسے ہیبت ناک بنا رہا تھا۔ آنکھیں سرخ اور اس کا چہرہ اس قدر سخت ہو گیا تھا جیسے وہ ایک نازک اندام لڑکی نہ ہو بلکہ ہتھ چھٹ اور انتہائی خطرناک اور بے رحم غنڈہ ہو۔

پروشو اسے اس حلیئے میں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ اٹھ کر اس کی جانب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے کراسٹی دنیا کا نواں عجوبہ ہو۔

"کیوں، کیسا لگ رہا ہوں"۔ کراسٹی نے بارعب لہجے میں اپنی

آواز مردانہ بناتے ہوئے کہا۔

" حیرت انگیز مادام۔آپ تو پہچانی ہی نہیں جارہیں۔اگر آپ نے یہیں میک اپ نہ کیا ہوتا تو میں آپ کو کسی طرح سے پہچان ہی نہیں سکتا تھا"۔پروشو نے حیرت اور تعریفی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

" اب بتاؤ۔جیکال زیادہ خطرناک غنڈہ ہے یا میں"۔کراسٹی نے مسکراتے ہوئے کہا تو پروشو بے اختیار مسکرا دیا۔

"اب میں کیا کہوں مادام۔آپ کو دیکھ کر شاید جیکال کے پسینے ہی چھوٹ جائیں گے"۔پروشو نے کہا۔

" گڈ، تم بھی ہلکا پھلکا میک اپ کر لو اور میرے ساتھ چلو"۔کراسٹی نے کہا۔

" یس مادام"۔پروشو نے کہا اور وہ تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔چند لمحوں بعد وہ بھی میک اپ تبدیل کر چکا تھا۔اس نے اتنا جاندار میک اپ نہیں کیا تھا لیکن بہرحال وہ بھی چھٹا ہوا بدمعاش نظر آرہا تھا۔

" اتنا خاص میک اپ نہیں ہے۔لیکن بہرحال ٹھیک ہے۔آؤ"۔کراسٹی نے کہا اور پھر وہ دونوں کمرے سے نکل آئے۔کراسٹی کے حکم سے پروشو نے ضروری اسلحہ ساتھ لے لیا تھا۔تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں ایک نئے ماڈل کی کار میں ہوٹل گرین کراس کی جانب اڑے جارہے تھے۔کار کی ڈرائیونگ پروشو کر رہا تھا۔

"یہاں سے کتنی دور ہے ہوٹل گرین کراس"۔کراسٹی نے پروشو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" زیادہ دور نہیں ہے مادام۔بس ہم اگلے چوک کو کراس کر کے مڑیں گے تو ہوٹل گرین کراس آجائے گا"۔پروشو نے جواب دیا تو کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" سنو، میرا نام شارک ہے اور تم میرے نمبر ٹو جسٹن ہو۔ہم ناراک سے ایک مخصوص اسلحے کی ڈیل کرنے جیکال کے پاس جارہے ہیں۔ہمارا تعلق ایکریمیا کی ایک جرائم پیشہ تنظیم برائٹ سینڈیکیٹ سے ہے"۔کراسٹی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"یس مادام"۔پروشو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" کیا تم جیکال کو پہچانتے ہو"۔کراسٹی نے پوچھا۔

" یس مادام۔اس کا تعلق جرائم پیشہ افراد سے ہے۔اس سے میں برائٹ سینڈیکیٹ کے چیف راکلے کی حیثیت سے اسلحے کی دو ڈیلز بھی کر چکا ہوں"۔پروشو نے جواب دیا۔

" اوہ، تب تو ہمارا کام اور آسان ہو جائے گا"۔کراسٹی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔پروشو نے چوک کراس کر کے جیسے ہی کار دائیں طرف موڑی انہیں ہوٹل گرین کراس کا جہازی سائز کا نیون سائن دکھائی دے گیا۔وہ ایک وسیع و عریض عمارت تھی جو آٹھ منزلہ تھی۔جیسے ہی پروشو نے کار کو ہوٹل کے کمپاؤنڈ کی طرف موڑا اسی لمحے کمپاؤنڈ سے ایک سیاہ رنگ کی کار نکلی اور ان کے قریب سے گزرتی

چلی گئی۔

کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لمبا تڑنگا اور ٹھوس جسم کا آدمی موجود تھا۔ اسے دیکھ کر پروشو چونک پڑا تھا۔ اس نے یکدم کار روک دی تھی۔

" یہ جیکال ہے۔ یہ تو کہیں باہر جارہا ہے"۔ پروشو نے تیز لہجے میں کہا اور کراسٹی چونک پڑی۔ سیاہ کار سڑک پر مڑ کر تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

" اوہ، تو پھر اس کے پیچھے چلو۔ جلدی"۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو نے اثبات میں سرہلا دیا۔ اس نے کار کو بیک کیا اور پھر کار موڑ کر اس سیاہ کار کے پیچھے دوڑانے لگا۔

" میرے خیال میں اب اسے اغوا کرنا ہی مناسب رہے گا۔ نجانے یہ کہاں جارہا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"یہی مناسب رہے گا مادام۔ اگر یہ کسی سنسان سڑک کی طرف گیا تو ہم اسے آسانی سے گھیر لیں گے"۔ پروشو نے کہا تو کراسٹی نے سر ہلا دیا۔

سیاہ کار نہایت تیزی سے آگے بڑھی جا رہی تھی۔ پروشو نہایت ماہرانہ انداز میں سیاہ کار سے مناسب فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کر رہا تھا تاکہ جیکال ہوشیار نہ ہو سکے۔ ویسے بھی اس سڑک پر ٹریفک کی آمدورفت جاری تھی۔ اس لئے جیکال کو اپنے تعاقب کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔

سیاہ کار کافی آگے جا کر ایک چوک سے دوسری سڑک کی طرف مڑ گئی۔

" اوہ، یہ تو ساحل سمندر کی طرف جارہا ہے"۔ پروشو نے اسے اس مخصوص سڑک کی طرف مڑتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔

" چلو اچھا ہے۔ اس طرف ٹریفک بھی کم ہو گا۔ وہیں اسے گھیرنے کا بہتر موقع مل سکتا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔ اسی لمحے انہیں اپنے پیچھے کسی گاڑی کے تیز ہارن کی آواز سنائی دی۔ کراسٹی نے پلٹ کر دیکھا ان کے پیچھے ایک سٹیشن ویگن آرہی تھی۔

" انہیں راستہ دو"۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو نے اثبات میں سرہلا کر اپنی کار دائیں طرف کر لی۔ اسی لمحے سٹیشن ویگن تیزی سے ان کے قریب سے نکلی اور پھر وہ بجائے آگے جانے کے اچانک سڑک پر ترچھی ہو کر رک گئی۔

" اوہ شاید ہمیں گھیرا جارہا ہے"۔ پروشو نے جلدی سے کہا۔ سٹیشن ویگن چونکہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ اس لئے پروشو نے جلدی سے بریک دبا کر کار روک لی تھی۔ جیسے ہی کار رکی اسی لمحے سٹیشن ویگن کا دروازہ کھلا اور اس میں سے آٹھ مشین گن بردار غنڈے نکلے اور تیزی سے ان کی کار کے گرد پھیل گئے۔

" باہر نکلو ورنہ بھون دیئے جاؤ گے"۔ ایک مشین گن بردار نے ان کے قریب آتے ہوئے کہا۔ پروشو اور کراسٹی نے طویل سانس لئے اور دروازے کھول کر باہر آگئے۔ انہوں نے خود ہی کار سے نکلتے ہی ہاتھ

اٹھالئے تھے۔

"ان کی تلاشی لو"۔اسی غنڈے نے کہا تو دو مشین گن بردار آگے بڑھے اور انہوں نے ان کی بڑے ماہرانہ انداز میں تلاشی لیتے ہوئے ان کی جیبوں سے تمام اسلحہ نکال لیا۔

"کون ہو تم اور ہمیں اس طرح سے کیوں گھیرا گیا ہے"۔کراسٹی نے مردانہ آواز میں مگر سخت لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، تو یہ لوگ ماسٹر جیکال پر حملہ کرنے کی نیت سے اس کا تعاقب کر رہے تھے"۔مشین گن بردار نے کہا اور اس کی بات سن کر پروشو اور کراسٹی دونوں چونک پڑے۔صاف ظاہر تھا کہ جیکال کو اپنے تعاقب کا علم ہو گیا تھا اور اس نے کار سے ٹرانسمیٹر یا پھر سیل فون سے کال کر کے ان غنڈوں کو وہاں بلا لیا تھا۔جنہوں نے آن واحد میں وہاں پہنچ کر انہیں گھیر لیا تھا۔جیکال کی سیاہ کار آگے جا کر ایک ذیلی سڑک پر مڑ گئی تھی۔

"انہیں گاڑی میں بٹھا دو۔یہ کون ہیں اور ماسٹر جیکال کا تعاقب کیوں کر رہے تھے ماسٹر جیکال خود ہی ان سے پوچھیں گے"۔مشین گن بردار نے کہا اور پھر ان دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھ کر انہیں زبردستی سٹیشن ویگن میں بٹھا دیا گیا۔سٹیشن ویگن کے شیشے کلرڈ تھے اس لئے وہ باہر کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔سٹیشن ویگن کافی دیر تک چلتی رہی اور پھر ایک دھچکے سے رک گئی۔سٹیشن ویگن کا دروازہ کھولنے سے پہلے مشین گن برداروں نے ان دونوں کی آنکھوں پر سیاہ پٹیاں

باندھ دی تھیں تا کہ وہ اردگرد کے ماحول کو چیک نہ کر سکیں۔پھر ان دونوں کو سٹیشن ویگن سے اتارا گیا اور انہیں بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے جایا جانے لگا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک عمارت میں تھے۔انہیں کرسیوں پر بٹھا کر ان کے جسموں اور کرسیوں کے گرد رسیاں باندھی جانے لگیں۔انہیں اچھی طرح سے باندھ کر ان کی آنکھوں سے پٹیاں اتار لی گئیں۔کراسٹی اور پروشو آنکھیں جھپکا جھپکا کر ماحول کا جائزہ لینے لگے۔

کمرہ خاصا وسیع مگر ہر قسم کے سامان سے عاری تھا۔کمرے کے درمیان میں وہی دو کرسیاں موجود تھیں جن پر بٹھا کر انہیں باندھا گیا تھا۔کمرے میں چار مشین گن بردار موجود تھے۔باقی شاید کمرے سے باہر رہ گئے تھے۔

اسی لمحے کمرے میں وہی لمبا تڑنگا اور ٹھوس جسم کا مالک نوجوان داخل ہوا جسے پروشو نے ہوٹل گرین کراس سے سیاہ کار میں نکلتے دیکھا تھا۔وہ جیکال تھا جس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی اور بے رحمی ثبت نظر آ رہی تھی۔

"ہونہہ، تو یہ دونوں میرا تعاقب کر رہے تھے"۔جیکال نے ان کے قریب آ کر انہیں غور سے دیکھ کر ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

"یس ماسٹر۔ان سے خطرناک اسلحہ بھی برآمد ہوا ہے۔لگتا ہے ان کے ارادے ٹھیک نہیں تھے"۔ایک مشین گن بردار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔یہ وہی آدمی تھا جو وہاں اپنے ساتھیوں کو احکامات دے

رہا تھا۔

" کون ہو تم اور میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے "۔ جیکال نے ان دونوں کی جانب خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

" ہم تمہارا تعاقب ضرور کر رہے تھے مسٹر جیکال مگر ہمارے ارادے خطرناک نہیں تھے "۔ پروشو نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

" اوہ، تمہارے پاس مشین پسٹل بم اور جو دوسرا اسلحہ برآمد ہوا ہے اس کے باوجود تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے ارادے خطرناک نہیں تھے "۔ جیکال نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

" وہ اسلحہ ہماری حفاظت کے لئے تھا۔ جو ہم ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہیں "۔ پروشو نے جواب دیا۔

" ہونہہ، تمہارے لئے بہتر یہی ہوگا کہ اپنے بارے میں سچ سچ بتا دو۔ میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے کہ میں فضولیات میں الجھا رہوں "۔ جیکال نے کرخت لہجے میں کہا۔

" میرا تعلق ایکریمیا کی برائٹ سینڈیکیٹ سے ہے۔ اسی برائٹ سینڈیکیٹ سے جس کے ساتھ تم دو ماہ قبل اسلحے کی بگ ڈیل کر چکے ہو "۔ پروشو نے موجودہ خطرناک صورتحال کی وجہ سے خود کو چھپانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ اس لئے اس نے اسے اپنے بارے میں خود ہی بتا دیا تھا۔ اس کی بات سن کر کراسٹی نے یوں سر ہلا دیا تھا جیسے وہ پروشو کے اس دانشمندانہ جواب سے مطمئن ہو۔

" برائٹ سینڈیکیٹ۔ کیا مطلب، تم برائٹ سینڈیکیٹ کے

بارے میں کیا جانتے ہو "۔ جیکال نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

" اس لئے کہ برائٹ سینڈیکیٹ میری ہے اور میں برائٹ سینڈیکیٹ کا چیف راکلے ہوں "۔ پروشو نے کہا اور جیکال حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہ اس نوجوان کو مخبوط الحواس سمجھ رہا ہو۔

" کیا بک رہے ہو۔ راکلے کو میں پہچانتا ہوں۔ تم راکلے کیسے ہو سکتے ہو۔ اور اگر تم راکلے ہو تو تمہیں اس طرح میرا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت تھی "۔ جیکال نے حیرت اور الجھن زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" تمہاری پہلی بات کا تو جواب یہ ہے کہ میں پہلے بھی تم سے میک اپ میں مل چکا ہوں اور اس وقت بھی میں میک اپ میں ہی ہوں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ میں ایک اور سپیشل ڈیل کے سلسلے میں تم سے ملنے آیا تھا کہ میں نے تمہیں کار میں ہوٹل سے باہر جاتے دیکھا۔ میرا تم سے ملنا بے حد ضروری تھا اس لئے میں کار موڑ کر تمہارے پیچھے آ گیا۔ تم سمجھے شاید ہم کوئی خطرناک مجرم ہیں اور تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم نے سیل فون یا پھر ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمی بلا لئے جنہوں نے ہمیں راستے میں ہی گھیر لیا اور ہمیں یہاں لے آئے۔ انہوں نے ہمیں کچھ کہنے سننے کا موقع ہی نہیں دیا تھا "۔ پروشو نے کہا اور اس کی ذہانت پر کراسٹی دل ہی دل میں قائل ہو گئی۔ پروشو واقعی اس خطرناک سچوئیشن کو نہایت ذہانت

سے سنبھال رہا تھا۔

" ہونہہ، تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم راکلے ہی ہو"۔ جیکال نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

" ثبوت کے طور پر تم سے فائنل ڈیل کی ہونے والی تمام تفصیلات بتا سکتا ہوں اور مجھے اس گارنٹڈ چیک کا نمبر بھی یاد ہے"۔ پروشو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے فائنل ڈیل اور گارنٹڈ چیک کی تفصیلات جیکال کو بتانی شروع کر دیں۔ جسے سن کر جیکال کے چہرے پر قدرے اطمینان آگیا۔

" ٹھیک ہے۔ مجھے یقین آگیا ہے کہ تم واقعی راکلے ہو۔ لیکن تمہیں اس طرح میرا تعاقب نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تم ہوٹل میں جا کر میرے مینجر رام داس سے ملتے تو وہ مجھے کال کر کے واپس بلا لیتا۔ تمہاری اس حرکت پر میرے آدمی تمہارا خاتمہ بھی کر سکتے تھے"۔ جیکال نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" میں نے کہا نا کہ میرا تم سے ملنا بے حد ضروری تھا۔ اس بار میں تم سے پہلے سے دس گنا بڑی ڈیل کرنے آیا ہوں"۔ پروشو نے اسے لالچ دیتے ہوئے کہا۔ دس گنا ڈیل کا سن کر جیکال کی آنکھوں میں بے پناہ چمک آگئی تھی۔ کراسٹی اس دوران بالکل خاموش بیٹھی رہی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ جیسے اس کا پروشو سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

" ٹھیک ہے۔ بتاؤ اس بار کیا ڈیل کرنے آئے ہو۔ اور یہ کون ہے"۔ جیکال نے کراسٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" یہ میرا نمبر ٹو جسٹن ہے"۔ پروشو نے جواب دیا۔

" جسٹن۔ لیکن پہلے جب تم اپنے ساتھ لائے تھے اسے بھی تم اپنا نمبر ٹو بتا رہے تھے اور اس کا نام"۔ جیکال نے اس کی جانب ایک بار پر شک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ ایک بار پھر سرد ہو گیا تھا۔

" اس کا نام ہارپر تھا۔ وہ اس وقت ایکریمیا میں ہے۔ میں نے اسے اپنے سینڈیکیٹ کے دوسرے سیکشن میں ٹرانسفر کر دیا ہے۔ اب میرا نمبر ٹو یہ جسٹن ہی ہے"۔ پروشو نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ، ڈیل کے بارے میں بتاؤ"۔ جیکال نے سر جھٹکتے ہوئے کہا وہ پروشو کی باتوں سے اب مطمئن نظر آ رہا تھا۔ پروشو اس کے لئے نیا آدمی نہیں تھا۔ اس نے جو تفصیلات بتائی تھیں وہ جیکال کو مطمئن کرنے کے لئے کافی تھیں۔

" کیا اسی حالت میں میرے ساتھ ڈیل کرو گے"۔ پروشو نے کہا۔

" اوہ، ٹھیک ہے۔ سنو میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ ان دونوں کو وہیں لے آؤ یہ دشمن نہیں ہیں"۔ جیکال نے مشین گن برداروں سے مخاطب ہو کر کہا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ جیکال مڑا اور تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی مشین گن بردار آگے بڑھے اور انہوں نے کراسٹی اور پروشو کی رسیاں کھولنا شروع کر دیں۔

" چلو"۔ مشین گن بردار نے ان سے مخاطب ہو کر اس بار قدرے

نرم لہجے میں کہا۔

"ہماری چیزیں تو ہمیں لوٹا دو۔ تم نے اپنے باس کے منہ سے سن ہی لیا ہے کہ ہم دشمن نہیں ہیں"۔ پروشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پرس، کارڈز اور دوسری چیزیں تو ہم تمہیں دے دیتے ہیں۔ البتہ اسلحہ ہم تمہیں تب واپس دیں گے جب تم یہاں سے واپس جاؤ گے"۔ مشین گن بردار نے کہا اور پھر اس نے جیبوں سے وہی چیزیں نکال کر پروشو اور کراسٹی کو واپس کر دیں۔

"آؤ"۔ مشین گن بردار نے کہا اور پھر وہ ان دونوں کو لئے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے وہ ایک کمرے کے دروازے پر آ گئے۔ مشین گن بردار نے کمرے کا دروازہ کھولا اور وہ اندر آ گئے۔

یہ ایک خاصا بڑا اور ہر قسم کے سامان سے آراستہ کمرہ تھا۔ ایک طرف ایک بڑی سی میز موجود تھی جہاں جیکال ایک کرسی پر بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ کراسٹی اور پروشو جیسے ہی اندر آئے اس نے فون بند کر دیا۔

"آ جاؤ۔ بیٹھو"۔ اس نے کہا تو کراسٹی اور پروشو اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تم جاؤ"۔ جیکال نے مشین گن بردار سے کہا اور مشین گن بردار سر ہلا کر اسے سلام کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

"ہاں، اب بولو"۔ جیکال نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کیا تمہارا یہ کمرہ محفوظ ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"کیوں"۔ جیکال نے چونک کر پوچھا۔

"میں اس بار تمہارے ساتھ سپیشل ڈیل کرنے آیا ہوں جیکال۔ میں نہیں چاہتا کہ اس ڈیل کے بارے میں کسی کو علم ہو۔ ہوٹل میں تو تمہارا آفس ساؤنڈ پروف تھا۔ کیا یہاں ایسا کوئی انتظام نہیں ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"یہ میرا خاص اڈا ہے اور یہاں میرے تمام آدمی خاص ہی ہیں۔ بہرحال تمہاری تسلی کے لئے میں یہاں بھی ساؤنڈ پروف انتظام کر دیتا ہوں"۔ جیکال نے کہا اور پھر اس نے میز کے نیچے ہاتھ لے جا کر کوئی بٹن پریس کیا تو اچانک چھت اور کمرے کی دیواروں پر ربڑ کی موٹی تہیں چڑھتی چلی گئیں۔

"گڈ، اب ٹھیک ہے"۔ پروشو نے کہا۔ کراسٹی اب تک بالکل خاموش تھی البتہ اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی میز پر پڑے ایک پیپر ویٹ سے کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ جیسے وہ وقت گزاری کے لئے ایسا کر رہی ہو۔ پروشو نے کراسٹی کی طرف دیکھا۔ اسی لمحے کراسٹی نے پیپر ویٹ اٹھایا اور پھر اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ دوسرے ہی لمحے پیپر ویٹ پوری قوت سے جیکال کی پیشانی سے جا ٹکرایا اور جیکال بری طرح سے چیختا ہوا کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا، پروشو اور کراسٹی تیزی سے اٹھے اور پروشو

تیزی سے جیکال کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے جیکال کو اس کی گردن سے پکڑ کر کراسٹی کی طرف اچھال دیا۔ جیسے ہی جیکال کراسٹی کے قریب گرا۔ اسی لمحے کراسٹی کی لات چلی اور جیکال بری طرح سے چیختا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ کراسٹی نے اس کی کنپٹی پر لات جمائی تھی۔ کراسٹی نے دوسری بار اس کی کنپٹی پر ٹھوکر ماری تو تڑپتا ہوا جیکال یکلخت ساکت ہو گیا۔

"اسے باندھ کر صوفے پر ڈال دو"۔ کراسٹی نے کہا۔ پروشو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور تیزی سے کمرے میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کے پٹ کھلے تھے۔ ایک خانے میں اسے نائیلون کی رسی نظر آ گئی۔ پروشو نے رسی اٹھائی اور اس سے جیکال کے ہاتھ پیر باندھنے لگا۔ وہ اٹھا کر اسے صوفے پر ڈالنے ہی لگا تھا کہ کراسٹی نے اسے روک دیا۔

"یہیں پڑا رہنے دو اسے اور اسے ہوش میں لاؤ"۔ کراسٹی نے کہا۔ پروشو نے جھک کر جیکال کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی ناک پکڑ لی۔ چند ہی لمحوں میں جیکال کا جسم دم گھٹنے سے تڑپا اور اس نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔ جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں پروشو نے اس کی ناک اور منہ سے ہاتھ ہٹا لئے۔ جیکال کی پیشانی پر پیپر ویٹ لگنے سے بڑا سا گومڑا ابھر آیا تھا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے تکلیف کی شدت سے بری طرح سے چیخنا شروع کر دیا۔

"کون ہو تم اور میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو"۔ جیکال نے

ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"مارشل مہادیو کہاں ہے"۔ کراسٹی نے اس سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں پوچھا۔ اس نوجوان کو لڑکی کی آواز میں بات کرتے دیکھ کر جیکال کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"کک، کیا مطلب۔ تت، تم۔ تم ...." اس کے منہ سے ہکلاہٹ زدہ آواز نکلی۔

"ہاں، میں لڑکی ہوں اور میرا نام کراسٹی ہے"۔ کراسٹی نے اسے اپنا اصل نام بتاتے ہوئے کہا۔

"کراسٹی۔ کون کراسٹی۔ اوہ مگر راکلے تو کہہ رہا تھا"۔ جیکال نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"راکلے کو چھوڑو اور میری بات کا جواب دو۔ مارشل مہادیو کہاں ہے اور اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ مجھے پوری تفصیل بتاؤ ورنہ میں تمہاری ایک ایک ہڈی توڑ دوں گی"۔ کراسٹی نے اس کی پسلیوں میں ایک بھرپور لات مارتے ہوئے کہا اور جیکال بری طرح سے چیختے ہوئے ماہی بے آب کی طرح پھڑکنے لگا۔ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے مسخ ہو گیا تھا۔

"بولو۔ جلدی بتاؤ"۔ کراسٹی نے ایک اور لات اس کی پسلیوں میں مارتے ہوئے کہا۔ اس کے حلق سے پھنکاریں سی نکل رہی تھیں۔

"مم، میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا"۔ جیکال نے بری طرح سے تڑپتے اور چیختے ہوئے کہا۔

"تم جانتے ہو۔ تم سب کچھ جانتے ہو۔ بولو مارشل مہادیو کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ بولو"۔ کراسٹی نے کہا اور پھر اس کی ٹانگیں مشینی انداز میں جیکال کی پسلیوں اور چہرے پر پڑنے لگیں۔ جیکال کے منہ سے خوفناک چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ اس بری طرح سے تڑپ رہا تھا جیسے ذبح کیا ہوا بکرا تڑپتا ہے۔

"بولو، جلدی بولو۔ مارشل مہادیو کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔ کراسٹی نے اس کے جبڑے پر لات ماری تو جیکال کی چیخوں سے کمرے کی چھت اڑنے لگی۔

"مم، میں نہیں جانتا۔ مم میں کچھ نہیں جانتا"۔ جیکال بے حد سخت جان ثابت ہو رہا تھا۔ اس قدر مار کھانے کے باوجود بھی وہ کچھ بتانے کے لئے تیار نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا جواب سن کر کراسٹی پر جیسے وحشت کا دورہ سا پڑ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ پیر چل رہے تھے اور جیکال کی جیسے ایک ایک ہڈی ٹوٹتی جا رہی تھی۔

"تم جانتے ہو۔ تمہیں سب کچھ بتانا ہوگا۔ بولو۔ بتاؤ"۔ کراسٹی نے اس پر مسلسل ٹھوکریں برساتے ہوئے کہا۔

"بب، بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ فار گاڈ سیک رک جاؤ"۔ جیکال نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا تو کراسٹی رک گئی۔

"بتاؤ جلدی اور سنو اگر تم نے کوئی بات غلط بتائی تو تمہیں اس کا بھیانک خمیازہ بھگتنا ہوگا"۔ کراسٹی نے کہا۔

"پپ، پانی۔ مجھے پانی پلاؤ"۔ جیکال نے تڑپتے ہوئے کہا۔ اس کا

سارا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا اور اس کا جسم بدستور پھڑک رہا تھا۔

"نہیں، پہلے تفصیل بتاؤ جب تک تم تفصیل نہیں بتاؤ گے تمہیں پانی کی ایک بوند بھی نہیں ملے گی"۔ کراسٹی نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"وہ، وہ میرا عزیز ہے۔ مم، میری بیوی کا بھائی"۔ جیکال نے رک رک کر کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں بتاؤ"۔ کراسٹی نے غرا کر کہا۔

"ہیڈ کوارٹر، میں نہیں جانتا۔ اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر سیکرٹ رکھا ہوا ہے۔ وہ مجھے وہاں کبھی نہیں لے کر گیا اور نہ ہی اس نے کبھی مجھے بتایا ہے کہ اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔ جیکال نے جلدی جلدی سے کہا۔

"پھر جھوٹ۔ میں تمہیں آخری وارننگ دے رہی ہوں جیکال۔ سچ سچ بتا دو ورنہ میں تمہارا اس قدر بھیانک حشر کروں گی کہ مرنے کے بعد بھی تمہاری روح صدیوں تک چیختی اور تڑپتی رہے گی"۔ کراسٹی نے چیخ کر کہا۔

"مم، میں سچ کہہ رہا ہوں"۔ جیکال نے کانپتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، تم ایسے نہیں مانو گے۔ ٹھہرو ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ تم کیا سچ کہہ رہے ہو اور کیا جھوٹ۔ پروشو میز پر شراب کی بوتل پڑی ہے وہ لاؤ"۔ کراسٹی نے پھنکارتے ہوئے کہا تو پروشو میز کی طرف بڑھ گیا

اور وہاں سے شراب کی بوتل اٹھا کر کراسٹی کے قریب سے آیا۔ کراسٹی نے اس سے بوتل لی اور اس کا ڈھکن کھول دیا۔ جیکال اس کی جانب دہشت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کراسٹی کیا کر رہی ہے۔ کراسٹی نے بوتل کا ڈھکن اتار کر ایک طرف پھینک دیا اور جیکال کے قریب آ گئی۔

" دیکھو جیکال میں تشدد کے معاملے میں انتہائی حد تک جا سکتی ہوں۔ تم جیسے انسانوں کو اذیت دینے میں مجھے ملکہ حاصل ہے۔ میرے تشدد کے سامنے پتھر بھی بول پڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اگر تم خوفناک اور اذیت ناک تشدد سے بچنا چاہتے ہو تو مجھے میرے سوالوں کا جواب دے دو ورنہ........ " کراسٹی نے کہا۔

" مم، میں سچ کہہ رہا ہوں کراسٹی۔ میں واقعی مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں لاعلم ہوں۔ تم میری بات کا یقین کیوں نہیں کر رہیں "۔ جیکال نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور کراسٹی نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"پروشو، اس کے پیروں سے بوٹ اور جرابیں اتار دو "۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو جیکال کے قریب آ گیا اور اس کے بوٹ کے تسمے کھولنے لگا۔

" یہ، یہ تم کیا کر رہی ہو۔ تت، تم کیا کرنی چاہتی ہو "۔ جیکال نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

" ابھی معلوم ہو جاتا ہے "۔ کراسٹی نے سفاک لہجے میں کہا۔ پروشو نے جیکال کے جوتے اور جرابیں اتار دی تھیں۔

" اس کی پتلون اس کے گھٹنوں تک اونچی کر دو "۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو نے ایسا ہی کیا۔ وہ بھی حیران ہو رہا تھا کہ کراسٹی ایسا کیوں کر رہی ہے۔

" گڈ، اب تم پیچھے ہٹ جاؤ "۔ کراسٹی نے کہا اور پروشو اٹھ کر پیچھے ہٹ گیا تو کراسٹی نے بوتل کی شراب جیکال کے پیروں پر ڈالنا شروع کر دی۔ جب جیکال کے دونوں پاؤں شراب سے بھیگ گئے تو کراسٹی نے بوتل پروشو کی طرف بڑھا دی جسے پروشو نے پکڑ لیا۔

" لائٹر ہے تمہارے پاس "۔ کراسٹی نے کہا اور اس کی بات سن کر جیکال اور پروشو دونوں چونک اٹھے۔ وہ جیسے کراسٹی کا پروگرام سمجھ گئے تھے کہ کراسٹی کیا کرنا چاہتی ہے۔ جیکال نے انتہائی ہولناک انداز میں چیخنا شروع کر دیا تھا۔

" نہیں، تت تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ تم۔ تم........ " جیکال نے خوفناک انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اس اثناء میں پروشو نے جیب سے لائٹر نکال کر کراسٹی کو دے دیا تھا۔

"مارشل مہادیو کا اصل ہیڈ کوارٹر کہاں ہے "۔ کراسٹی نے لائٹر جلا کر بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"جب میں کچھ جانتا ہی نہیں تو میں تمہیں کیا بتاؤں "۔ جیکال نے ایک بار پھر جیسے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔

" اوکے۔ ایسے ہی سہی "۔ کراسٹی نے کہا اور پھر اس نے یکلخت لائٹر جلا کر اور نیچے جھک کر جیکال کے پیروں پر آگ لگا دی۔ شراب میں

الکحل شامل تھا جس نے آن واحد میں آگ پکڑ لی تھی۔ جیکال نے پیر سکیڑ کر اور چیخ چیخ کر اسے منع کرنے کی کوشش کی مگر کراسٹی آگ لگا چکی تھی۔ دوسرے ہی لمحے کمرے میں جیسے جیکال کی چیخوں کا طوفان سا آگیا اور وہ پیر اٹھا اٹھا کر زور زور سے زمین پر پٹخنے لگا۔ جیکال کے منہ سے چیخوں کا طوفان برآمد ہو رہا تھا مگر کراسٹی اٹھ کر ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی تھی اور بڑی دلچسپی سے اسے تڑپتے اور چیختے دیکھ رہی تھی۔ چند ہی لمحوں میں کمرے میں گوشت جلنے کی سرانڈ پھیل گئی اور جیکال کے حلق سے نکلنے والی چیخیں یکلخت رک گئیں۔ وہ اس خوفناک اذیت کو برداشت نہ کرتے ہوئے ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔

" آگ بجھا دو "۔ کراسٹی نے اسے بے ہوش ہوتے دیکھ کر پروشو سے کہا۔ پروشو نے جلدی سے صوفے پر پڑا ہوا کپڑا کھینچا اور اسے دوہرا تہرا کرتے ہوئے جیکال کے قریب آگیا۔ اس نے کپڑے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جیکال کے پیروں میں لگی ہوئی آگ کو بجھانا شروع کر دیا۔ آگ بجھ گئی تھی مگر اس وقت تک جیکال کے پیر بری طرح سے جل گئے تھے اور اس کے دونوں پیر پنڈلیوں تک سیاہ ہو کر پھول گئے تھے۔ کراسٹی نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر جیکال کی پسلیوں پر زور زور سے ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں۔ تیسری یا چوتھی ضرب پر جیکال بری طرح سے تڑپا اور اسے ہوش آگیا مگر اس نے ہوش میں آتے ہی پھر ہولناک انداز میں چیخنا شروع کر دیا تھا۔

" تم اس قدر بے رحم، سفاک اور درندہ صفت ہو۔ تم انسان

نہیں ہو سکتیں۔ تم انسان نہیں ہو سکتیں "۔ جیکال نے کراسٹی کی طرف دہشت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

" ہاں، میں تم جیسے درندوں کے لئے واقعی انسان نہیں ہوں۔ پروشو، اس بار شراب جیکال کے چہرے پر ڈال دو۔ میں اب اس کے چہرے پر آگ لگاؤں گی "۔ کراسٹی نے پہلے جیکال سے اور پھر اپنے ساتھی پروشو سے مخاطب ہو کر کہا۔

" نہیں، نہیں رک جاؤ۔ فار گاڈ سیک رک جاؤ۔ میں اور تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔ سب کچھ "۔ جیکال نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا اور کراسٹی کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ آگئی۔ اس نے پروشو کی طرف دیکھا تو پروشو نے بھی دھیرے سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

" اپنے ساتھی سے کہو کہ مجھے شراب کے دو گھونٹ پلا دے۔ مم، میرا حلق سوکھ رہا ہے۔ مم، میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ پلیز صرف دو گھونٹ "۔ جیکال نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ کراسٹی نے اشارہ کیا تو پروشو سر ہلا کر جیکال کے قریب بیٹھ گیا اور اس نے شراب کی بوتل کا دہانہ جیکال کے منہ سے لگا دیا اور جیکال یوں گھونٹ بھرنے لگا جیسے وہ صدیوں کا پیاسا ہو۔ اس نے ایک ہی سانس میں بہت سی شراب حلق میں اتار لی تھی۔ یہ دیکھ کر پروشو نے بوتل اس کے منہ سے ہٹا لی۔

" بس "۔ پروشو نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

" ایک گھونٹ اور پلیز۔ پلیز........ " جیکال نے حسرت زدہ لہجے

میں کہا۔

"نہیں جیکال۔ اب میرا اور اپنا وقت ضائع مت کرو۔ میں تمہیں اس سے زیادہ ڈھیل نہیں دے سکتی"۔ کراسٹی نے کہا تو جیکال متوحش نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"مارشل مہادیو کا ہیڈ کوارٹر دارالحکومت کے مشرقی کنارے پر ایک غیر آباد علاقے میں ہے۔ وہاں بے شمار زرعی فارم ہیں۔ ان زرعی فارموں کے نیچے اس نے اپنا خفیہ اور جدید ترین سہولیات سے آراستہ ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے"۔ جیکال نے کہنا شروع کیا۔

"پوری تفصیل بتاؤ مجھے۔ ہیڈ کوارٹر میں جانے کا راستہ کہاں سے ہے اور وہاں اس نے حفاظت کے کیا انتظامات کر رکھے ہیں"۔ کراسٹی نے سخت لہجے میں کہا اور جیکال اسے مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کی تفصیل بتانے لگا۔

"کیا وہاں کوئی فوجی چھاؤنی بھی ہے"۔ اس کے خاموش ہونے پر کراسٹی نے پوچھا۔

"نہیں، وہاں جتنے بھی زرعی فارم ہیں وہ مارشل مہادیو کے ہی ہیں اور ان زرعی فارموں میں جتنے بھی ورکرز ہیں وہ سب مہادیو کے ہی آدمی ہیں۔ جو ہر وقت مسلح رہ کر وہاں کی نگرانی کرتے ہیں"۔ جیکال نے جواب دیا۔ وہ شاید کراسٹی کی خوفناک تشدد پسندی کو اچھی طرح سے جان گیا تھا اس لئے اب وہ کراسٹی کے ہر سوال کا جواب دے رہا تھا۔

"وہاں زرعی فارموں کی تعداد کتنی ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"چار۔ چار زرعی فارم ہیں وہاں"۔ جیکال نے جواب دیا۔

"ہوں، اب یہ بتاؤ کہ ان زرعی فارموں میں جو محافظ ہیں اور مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں جو لوگ ہیں ان کی تعداد کتنی ہے اور کس کیٹیگری کے لوگ ہیں"۔ کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"وہ سب منجھے ہوئے اور انتہائی تربیت یافتہ افراد ہیں۔ ان میں رینجرز بھی ہیں، کمانڈوز بھی اور فوج کے اعلیٰ شعبوں کے تیز رفتار ایجنٹ بھی جو ہر قسم کی خطرناک سچوئیشن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور ان کی تعداد بے شمار ہے"۔ جیکال نے جواب دیا۔

"تم مارشل مہادیو کی کس کمزوری سے واقف ہو"۔ کراسٹی نے اس سے ایک اور رخ پر سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"کمزوری سے۔ کیا مطلب"۔ جیکال نے اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"مارشل مہادیو شادی شدہ ہے یا........" کراسٹی نے کہا۔

"اوہ نہیں، مارشل مہادیو بے حد خشک مزاج اور انتہائی سخت دل انسان واقع ہوا ہے۔ وہ ایسے روگ پالنے کا عادی نہیں ہے"۔ جیکال نے اس کی بات سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"کیا مارشل مہادیو کی کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے کہا ناں مارشل مہادیو ان معاملات میں بے حد سخت ہے"۔ جیکال نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"ہونہہ، کیا تم مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں آزادی سے آجا سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے روک ٹوک کئے بغیر تمہارے لئے ہیڈ کوارٹر میں جانے پر کوئی پابندی تو نہیں ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"پابندی، ہونہہ۔ مارشل مہادیو اپنے سائے سے بھی بدکنے والا انسان ہے۔ بغیر چیکنگ کے وہ کسی کو ان اطراف میں پھٹکنے بھی نہیں دیتا جہاں اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ میں بھی اس کے ہیڈ کوارٹر میں تب جا سکتا ہوں جب وہ خود مجھے لے جائے۔ اکیلا میں کسی ایمرجنسی کی بھی صورت میں وہاں نہیں جا سکتا"۔ جیکال نے کہا۔

"ہیڈ کوارٹر کے تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو ہیڈ کوارٹر کے بارے میں پوری معلومات رکھتا ہو اور بغیر کسی روک ٹوک کے ہیڈ کوارٹر میں آتا جاتا ہو"۔ کراسٹی نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تم مارشل مہادیو کے اور اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو۔ تم اس سے چاہتی کیا ہو"۔ جیکال نے سر جھٹک کر کہا۔

"ہم کیا چاہتے ہیں اور کیوں معلومات حاصل کر رہے ہیں تم ان باتوں کو چھوڑو۔ صرف اتنا جواب دو جو تم سے پوچھا جائے"۔ کراسٹی نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، اس ہیڈ کوارٹر میں اگر مارشل مہادیو کے بعد کسی کا ہولڈ

ہے تو وہ کیپٹن ماریا ہے۔ مارشل مہادیو کے بعد وہی تمام انتظامات سنبھالتی ہے اور وہی ایسی لڑکی ہے جو ہیڈ کوارٹر کے تمام مرحلوں سے آسانی سے گزر سکتی ہے۔ بغیر کسی سیکورٹی چیکنگ کے اور بغیر کسی روک ٹوک کے"۔ جیکال نے سر جھٹک کر جواب دیا تو کراسٹی کی آنکھوں میں یکلخت امید کے دیئے جل اٹھے۔

"اوہ، اس کی کوئی خاص وجہ ہے کیا"۔ کراسٹی نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں، کیپٹن ماریا کو مارشل مہادیو نے اپنے ہیڈ کوارٹر کا سیکنڈ انچارج بنا رکھا ہے"۔ جیکال نے جواب دیا تو کراسٹی کا چہرہ دمک اٹھا۔

"کیپٹن ماریا کے بارے میں مجھے تفصیل بتاؤ۔ اس کا حلیہ، اس کا قد وقامت، اس کا فون نمبر اور اس کی رہائش کا پتہ سب کچھ"۔ کراسٹی نے تیز تیز لہجے میں کہا تو جیکال ایک بار پھر بولنا شروع ہو گیا۔ کیپٹن ماریا کے بارے میں تفصیل جان کر کراسٹی کی آنکھوں کی چمک کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ جیسے اسے اس کے مطلب کی معلومات مل گئی ہوں۔

"گڈ، اب یہ بتاؤ یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں تمہارے کتنے آدمی موجود ہیں"۔ کراسٹی نے کہا۔

"یہ میرا نیو کالونی کا اڈا ہے۔ میں کبھی کبھی یہاں وقت گزاری کے لئے آجاتا ہوں۔ یہاں دو مسلح محافظ اور سوائے میرے دو تین ملازموں کے کوئی نہیں ہوتا"۔ جیکال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور وہ مسلح آدمی جنہیں تم نے ہمیں گھیرنے کے لئے بلایا تھا"۔ کراسٹی نے کہا۔

"ان لوگوں کا کام ختم ہو گیا تھا۔ دو آدمیوں کو روک کر میں نے باقی سب کو واپس بھیج دیا تھا"۔ جیکال نے کہا۔ کراسٹی نے اس سے چند ایک مزید سوال کئے اور پھر اس نے مطمئن ہو کر پروشو کی طرف دیکھا۔

"اسے آف کر دو"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس کی بات سن کر جیکال بری طرح سے چیخنے لگا مگر پروشو نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اس نے شراب کی بوتل ایک میز پر مار کر توڑی۔ بوتل کا نچلا حصہ کسی خنجر کی طرح تیز دھار اور نوکیلا ہو گیا تھا۔ پروشو نے جھک کر بوتل کے نوکیلے حصے کو پوری قوت سے چیختے ہوئے جیکال کے عین سینے میں مار دیا۔ بوتل کا نوکیلا حصہ شاید جیکال کی پسلیوں کو توڑتا ہوا سیدھا اس کے دل میں جا گھسا تھا۔ جس کی وجہ سے جیکال کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکلی اور پھر اس کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئی تھیں۔

"دیکھو یہاں کوئی اسلحہ مل جائے۔ ہمیں اس کے تمام آدمیوں کو یہاں سے ہلاک کر کے نکلنا ہے"۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو نے اثبات میں سر ہلایا اور وارڈروب کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد اسے ایک خانے سے مشین پسٹل اور ریوالور مل گئے۔ وہاں دوسرے اسلحے کے ساتھ سائیلنسر بھی موجود تھے۔ کراسٹی کے کہنے پر

پروشو نے دو مشین پسٹلز پر سائیلنسر لگا دیئے۔ ایک پسٹل اس نے کراسٹی کو دے دیا اور ایک خود رکھ لیا۔ اس دوران کراسٹی نے میز کے پیچھے جا کر میز کے نیچے ایک سائیڈ پر لگا ہوا بٹن پریس کر کے کمرے کا ساؤنڈ پروف سسٹم آف کر دیا تھا۔ پھر جیسے ہی ربڑ کی موٹی تہہ دروازے سے ہٹی کراسٹی دروازے کی سائیڈ کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی تا کہ دروازہ کھلنے پر باہر موجود مسلح افراد اسے نہ دیکھ سکیں۔

پروشو نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو اسے وہی دو محافظ دکھائی دیئے جو انہیں جیکال کے کمرے تک لائے تھے۔ دروازہ کھلنے پر وہ چونک پڑے تھے۔

"باس تمہیں اندر بلا رہا ہے"۔ پروشو نے کہا اور دروازے سے ہٹ گیا۔ وہ بھی تیزی سے دیوار کے ساتھ لگ گیا تھا۔ باس کا سن کر دونوں مسلح افراد تیز تیز چلتے ہوئے اندر آ گئے اور پھر ان کی نظریں سامنے موجود جیکال کی لاش پر پڑیں تو وہ دونوں بری طرح سے اچھل پڑے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ مڑتے اور اپنی گنیں سیدھی کرتے پروشو اور کراسٹی کی بے آواز گنوں سے شعلے نکلنے اور ان دونوں کی کھوپڑیاں کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی تھیں اور وہ دھماکوں سے وہیں گر کر ساکت ہو گئے تھے۔

"آؤ"۔ کراسٹی نے تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے کمرے سے باہر نکل آئے اور تیزی سے سامنے راہداری میں بھاگتے چلے گئے۔ راہداری سے گزر کر وہ دائیں طرف مڑ کر لان میں نکل آئے۔ وہاں دو

مشین گن بردار موجود تھے۔ کراسٹی اور پروشو نے ان پر بھی ایک ساتھ فائرنگ کر دی تھی۔ وہ دونوں خون میں لت پت ہو کر لٹو کی طرح گھومتے ہوئے وہیں گر گئے تھے۔

جیکال نے سچ کہا تھا۔ وہاں واقعی دو مسلح افراد اور اس کے تین ملازموں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ چونکہ جیکال کے ملازم بھی غنڈہ ٹائپ تھے اس لئے پروشو اور کراسٹی نے ان کو بھی گولیاں مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ انہوں نے گھوم پھر کر پورا مکان دیکھ لیا تھا مگر واقعی ان کے سوا وہاں اب کوئی زندہ نہیں بچا تھا۔ جیکال کے ساتھی ان کی کار بھی وہیں لے آئے تھے۔

"اب یہاں سے نکل چلو پروشو"۔ کراسٹی نے کہا اور کار میں بیٹھ گئی۔ پروشو نے آہنی گیٹ کھولا اور پلٹ کر اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور اسے بیک لیتا ہوا گیٹ سے نکالتا لے گیا۔ پھر اس نے کار موڑی اور اسے گھما کر سڑک پر لے آیا۔ جیکال کا یہ اڈا چونکہ آبادی سے دور اور الگ تھلگ مقام پر تھا اور دوسرے کراسٹی اور پروشو نے وہاں ساری کارروائی خاموشی سے کی تھی۔ اس لئے ارد گرد کے مکانوں کے مکینوں کو اس کارروائی کی کچھ خبر نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے انہیں وہاں سے نکلنے میں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد ان کی کار شہر کی سڑکوں پر دوڑی جا رہی تھی۔

پسٹل سے گولی کی بجائے صرف ٹرچ کی آواز نکلی تھی۔ عمران کے پسٹل سے ٹرچ کی آواز سن کر جولیا اور اس کے تمام ساتھی بری طرح سے اچھل پڑے تھے۔ ٹرچ کی آواز سنتے ہی آغا جمشید نے بھی آنکھیں کھول دیں تھیں اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران اور اس کے ہاتھ میں موجود پسٹل کی جانب دیکھ رہا تھا۔ ٹرچ کی آواز سن کر وہ سب حیران رہ گئے تھے۔ عمران بھی پسٹل سے ٹرچ کی آواز سن کر حیرت سے پسٹل کو الٹ پلٹ کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ بھی حیران ہو کہ پسٹل سے گولی کیوں نہیں نکلی۔

"کیا زمانہ آ گیا ہے۔ اب پسٹلوں سے بھی گولیوں کی بجائے صرف ٹرچ کی آواز نکلنے لگ گئی ہے۔ دھت تیرے کی۔ میں نے جس آرمز کمپنی سے یہ پسٹل خریدا تھا اس نے مجھ سے اس کے پورے بارہ ہزار بارہ سو پیسے لئے تھے۔ میں نے اسے پسٹل لوڈ کر کے دینے کو کہا تھا مگر

اس نے شاید خالی پسٹل مجھے تھما دیا تھا"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ یوں منہ چلانے لگا جیسے جگالی کر رہا ہو اور اس کے چہرے پر وہی ازلی حماقت طاری ہو گئی تھی۔

"تو یہ سب تم محض ڈرامہ کر رہے تھے"۔ جولیا نے اس کی طرف غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ عمران کے ساتھی بھی سمجھ گئے تھے کہ عمران کا مقصد آغا جمشید کو گولی مارنا نہ تھا۔ وہ بے اختیار ہنسنے لگے تھے۔ آغا جمشید اور اس کے ساتھی بھی ہنس دیئے تھے۔

"ڈرامہ، ارے نہیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے واقعی آغا جمشید پر گولی چلائی تھی۔ مگر........" عمران نے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے بوکھلانے کی اداکاری اس قدر جاندار تھی کہ اس کے ساتھی ہنسے بغیر نہ رہ سکے تھے۔

"آپ بھی عمران صاحب بس۔ ایک لمحے کے لئے تو ہمیں لگا تھا کہ آپ واقعی آغا جمشید کو گولی مار دیں گے مگر ...." صفدر نے ہنستے ہوئے کہا تو آغا جمشید بھی ہنس دیا۔

"اس کی قسمت میں شاید یہ میرے ہاتھوں شہید ہونا لکھا ہی نہیں تھا اس لئے بچ گیا۔ لیکن خیر اگلی بار اس نے ایسی کوئی بات کی تو میں اسے توپ سے ماروں گا اور وہ بھی گولا چنیک کر کے"۔ عمران نے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔ آغا جمشید عمران کے طنز کو سمجھ گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر سر جھکا لیا تھا۔

"میں شرمندہ ہوں عمران صاحب، آئندہ میں بھول کر بھی ایسی

بات نہیں کہوں گا"۔ آغا جمشید نے شرمندگی سے کہا۔

"ہائے رے تیرا شرمندہ ہونا۔ اپنے اس شرمندہ ہونے کے انداز کو میرے ساتھی تنویر کو بھی سکھا دو۔ شاید یہ بھی کسی دن میری کسی بات پر شرمندہ ہو جائے اور........" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ البتہ وہ ترچھی نگاہوں سے اور شرارت بھرے انداز میں جولیا کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس کی بات پر وہاں ایک جاندار قہقہہ پڑا تھا۔ وہ سب سمجھ گئے تھے کہ عمران کا اشارہ تنویر اور جولیا کی طرف تھا۔

"شٹ اپ۔ اگر بکواس کی تو یہیں گولی مار دوں گا"۔ تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

"کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تمہارا ریوالور بھی خالی نکلے گا۔ آزما دیکھو"۔ عمران نے بدستور شرارتی لہجے میں کہا تو اس کے ساتھی ایک بار پھر ہنس دیئے۔ تنویر نے غصے سے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر پھر جلدی سے منہ بند کر لیا۔ شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ اس معاملے میں عمران سے نہ ہی الجھے تو بہتر ہے۔ وہ جس قدر عمران کی باتوں سے چڑے گا عمران اتنا ہی اسے چڑاتا رہے گا۔

"ارے، ارے تم نے تو ایسے منہ بند کر لیا ہے جیسے تمہارے منہ میں مکھی یا مچھر گھس گیا ہو"۔ عمران نے کہا تو وہ سب ایک مرتبہ پھر ہنس پڑے جبکہ تنویر برے برے منہ بنا کر ادھر ادھر دیکھنا شروع ہو گیا تھا۔

"اب اسی طرح بے معنی بکواس کرتے رہو گے یا آگے بھی جانے کی سوچو گے"۔ جولیا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"بے معنی بکواس اچھی نہیں لگ رہی تو با معنی بکواس سن لو۔ یہاں باراتی بھی موجود ہیں اور دولہا بھی۔ اب دولہا کون ہے یہ تو تم اچھی طرح سے جانتی ہی ہو"۔ عمران بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والوں میں سے تھا۔ اس کی بات سن کر جولیا کا رنگ یکلخت پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا تھا جبکہ اس کے دوسرے ساتھی ایک بار پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑے تھے۔

"کاش، تمہارے سینے میں سچ مچ دل ہوتا"۔ جولیا نے اس کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔

"کیا۔ کیا کہا۔ ارے ذرا اونچا بولنا۔ تنویر نے شاید تمہاری بات نہیں سنی"۔ عمران نے اس کی بات سن لی تھی اس لئے اس نے جان بوجھ کر ایسی بات کہی تھی جسے سن کر تنویر سلگ اٹھا تھا۔ وہ جولیا کے قریب ہی کھڑا تھا اس نے بھی جولیا کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی۔ اس لئے وہ غصے سے دوسری طرف گھوم گیا تھا۔ جبکہ دوسرے ساتھی حیرت سے عمران اور جولیا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وہ جولیا کی بڑبڑاہٹ نہ سن تھے۔

"عمران پلیز"۔ جولیا نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

"میں تو پلیز ہی ہوں۔ البتہ تنویر سے پوچھ لو۔ میرے سینے میں دل ہے یا نہیں"۔ عمران نے جان بوجھ کر اپنے ساتھیوں کو جولیا کی

بات بتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو کاکا مم، میرا مطلب ہے آغا جمشید۔ یہ بتاؤ کہ وہ خوفناک دلدلیں کہاں ہیں اور ان سے بچ کر ہم جنگل میں آگے کیسے جا سکتے ہیں"۔ عمران نے آغا جمشید کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔

"جنگل کے آغاز میں ہی ان دلدلوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور وہ چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس طرف سے تو ہمیں آگے جانے کا راستہ نہیں ملے گا"۔ آغا جمشید نے اس بار سنبھلے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ شاید ایسی کوئی بات کر کے عمران کو دوبارہ ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تمہارے خیال میں دلدلیں یہاں سے کتنے فاصلے تک موجود ہیں"۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً آدھے کلومیٹر تک تو یہاں صرف دلدلیں ہی دلدلیں ہیں۔ اس کے بعد کا علاقہ صاف ہے"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"اور وہ بلیک کمانڈوز کی چھاؤنی۔ وہ یہاں سے کتنی دور ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"وہ یہاں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہے۔ البتہ جنگل میں دلدلوں کے پاس ان کے کمانڈوز ضرور موجود ہیں"۔ آغا جمشید نے بتایا۔

"کیا اس چھاؤنی میں کوئی ہیلی کاپٹر بھی موجود ہے"۔ عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"جی ہاں۔ اس چھاؤنی میں میرے دو آدمی موجود ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں دو عام ہیلی کاپٹر اور ایک گن شپ ہیلی کاپٹر ہے"۔ آغا جمشید نے سرہلاتے ہوئے کہا۔

" پھر تو تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس چھاؤنی کا انچارج کون ہے"۔ عمران نے کہا۔

"جی ہاں، اس چھاؤنی کا تمام انتظام کمانڈر بلگرام کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں کمانڈوز کو ہر طرح کی ٹریننگ اور گوریلا کارروائیوں کی تربیت دی جاتی ہے۔ کافرستانی ملٹری کے زیادہ تر کمانڈوز یہیں سے تربیت حاصل کر کے نکلتے ہیں۔ اس چھاؤنی کا نام سوریا چھاؤنی ہے"۔ آغا جمشید نے جواب دیا۔

" تو پھر یہ فوجی چھاؤنی نہیں کوئی ٹریننگ سنٹر ہوگا"۔ عمران نے کہا۔

" نہیں۔ یہ چھاؤنی اور ٹریننگ سنٹر دونوں ہی ہیں"۔ آغا جمشید نے کہا۔

" اوہ، پھر تو یہاں یقیناً اسلحے کا بڑا ڈپو بھی ہوگا"۔ عمران نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں۔ یہاں اسلحے کا ایک بہت بڑا ڈپو بھی ہے۔ جہاں ہر طرح کا اسلحہ اور میزائل تک موجود ہیں"۔ آغا جمشید نے کہا اور عمران سرہلا کر رہ گیا۔

" تم آخر کرنا کیا چاہتے ہو"۔ جولیا اور اس کے ساتھی جو خاموشی

سے اس کی اور آغا جمشید کی باتیں سن رہے تھے۔ اس کے خاموش ہونے پر جولیا نے پوچھا۔

"چٹ بیاہ اور پٹ منگنی"۔ عمران نے محاورے کو الٹتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی پھر ہنس پڑے۔

" تم پھر پٹڑی سے اتر رہے ہو"۔ جولیا نے اسے گھور کر کہا۔

" میں پٹڑی پر چڑھا ہی کب تھا جو اتروں گا"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا تو اس کے ساتھیوں کی ہنسی تیز ہو گئی۔

" عمران صاحب، اس چھاؤنی کو تباہ کرنے کا سوچ رہے ہیں مس جولیا۔ ان کا خیال ہے کہ جب ہمیں اس چھاؤنی سے گزرنا ہی ہے تو اس چھاؤنی کو کیوں چھوڑا جائے۔ کیوں عمران صاحب میں نے غلط تو نہیں کہا"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ارے باپ رے۔ تم نے تو میرے دل کی بات جان لی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تم نے کہیں یہ بات تو نہیں جان لی جو میں تنویر کے خلاف سوچ رہا تھا"۔ عمران نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر وہ سب زور سے ہنس پڑے۔

" کیا سوچ رہے تھے تم میرے خلاف"۔ تنویر نے حسب عادت بھڑک کر کہا۔

"یہی کہ اس ایکشن میں تم جام شہادت نوش کر جاؤ تو کم از کم میرا سکوپ تو بن ہی جائے گا۔ مگر میں یہ بات تمہیں کیوں بتاؤں"۔ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا تو اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"جام شہادت بھی قسمت والوں کو ملتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا"۔ تنویر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر وہ سب سنجیدہ ہو گئے اور اس کی تائید میں سر ہلانے لگے تھے جیسے تنویر نے واقعی ان سب کے دلوں کی بات کہہ دی ہو۔

"تو پھر آؤ دیکھیں اس معاملے میں قدرت کس کا ساتھ دیتی ہے"۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور جنگل کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

"لیکن عمران ہم ان دلدلوں کو کس طرح سے پار کریں گے"۔ جولیا نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ ان کے دوسرے ساتھی بھی ان کے ساتھ ہو لئے تھے۔

"بندر یا لنگور بن کر"۔ عمران نے جواب دیا۔

"بندر یا لنگور بن کر۔ کیا مطلب"۔ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔

"کس کا مطلب بتاؤ بندر کا یا لنگور کا"۔ عمران نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"دونوں کا"۔ جولیا نے سر جھٹک کر کہا تو عمران ہنس پڑا۔

"تو سنو۔ بندر کے دو ہاتھ، دو پاؤں، ایک ناک، دو آنکھیں، دو کان اور ایک لمبی دم ہوتی ہے اسی طرح لنگور کی"۔ عمران پھر احمقانہ انداز میں شروع ہو گیا اور اس کے ساتھی ہنسنے لگے تھے۔

"بس بس۔ میں سمجھ گئی۔ آگے بتانے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ جولیا نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس

نے عمران کو نہ روکا تو وہ بندر اور لنگور کے بارے میں ان کی پوری ہسٹری بتانا شروع کر دے گا۔ اس کی زبان چل پڑی تو اسے روکنا مشکل ہو جائے گا۔

"اگر جانتی ہو تو پھر تم ان کی عادتوں سے بھی اچھی طرح سے واقف ہو گی"۔ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کون سی عادتوں سے"۔ جولیا نے بے ساختہ پوچھا۔

"ایک تو ان میں ہر وقت کھجاتے رہنے کی عادت ہوتی ہے۔ دوسری عادت کے تحت وہ ہر وقت خوخیاتے رہتے ہیں۔ تیسری عادت کے مطابق وہ ایک دوسرے کو چھیڑنے کے لئے ایک دوسرے کے پیچھے درختوں پر چھلانگیں مار کر بھاگتے رہتے ہیں۔ چوتھی عادت کے بارے میں تنویر سے پوچھ لو۔ کیونکہ چوتھی عادت ان کی تنویر کی ایک عادت سے ملتی جلتی ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس عادت کی بات کر رہے ہو"۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ عمران کی بات سن کر اس کے باقی ساتھی بھی مسکرا رہے تھے جبکہ تنویر عمران کی جانب غضبناک نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ عمران کی باتوں سے چڑ کر واقعی اسے گولی مار دیتا۔

"اس کی غصہ کرنے کی عادت۔ دیکھ لو اب بھی اس کے چہرے پر غصہ ہے"۔ عمران نے کہا تو اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ تنویر بھی خجل سے انداز میں مسکرا دیا تھا۔

"عمران صاحب، آپ شاید ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگا کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں"۔ آغا جمشید نے کہا تو اس کے ساتھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"چھلانگ نہیں چھلانگیں لگا کر اور یہ کام بندر اور لنگور ہی کر سکتے ہیں"۔ عمران نے مسکرا کر کہا تو وہ ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"دلدلوں سے بچ نکلنے کا میرے خیال میں اس سے بہتر طریقہ اور ہو ہی نہیں سکتا"۔ صدیقی نے کہا۔

"ہم سب تو یہ کام کر لیں گے۔ مگر آغا جمشید اور اس کے ساتھی"۔ جولیا نے آغا جمشید اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں مادام۔ میں اور میرے سبھی ساتھی تربیت یافتہ ہیں"۔ آغا جمشید نے جلدی سے کہا۔

"تب ٹھیک ہے"۔ جولیا نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب درختوں کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں درختوں کی بہتات تھی۔ درخت اونچے، گھنے اور ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا ایک دوسرے سے فاصلہ بھی اتنا زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے انہیں یقین تھا کہ وہ آسانی سے ایک درخت سے دوسرے درخت پر کود سکتے ہیں اور پھر وہ درختوں پر چڑھتے چلے گئے۔

"احتیاط سے۔ چھلانگیں لگاتے ہوئے کہیں ٹارزن کی طرح نعرے نہ مارنا شروع کر دینا۔ ورنہ دشمن چوکنا ہو جائے گا"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھی مسکرا دیئے۔ سب سے پہلے عمران نے ایک

درخت پر چڑھ کر چھلانگ لگائی تھی اور وہ دوسرے درخت کی ایک ڈال سے لٹک گیا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو اٹھایا اور اس ڈال کے اوپر آ کر اگلے درخت پر کود گیا۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھی بھی درختوں پر چھلانگیں لگانے لگے۔ ان کے چھلانگیں لگانے کا انداز واقعی بندروں جیسا ہی تھا۔ اس طرح آدھا راستہ طے کر کے عمران ایک درخت پر رک گیا۔ اسے رکتے دیکھ کر اس کے دوسرے ساتھی بھی درختوں پر رک گئے تھے۔

"کیا ہوا۔ تھک گئے ہو کیا"۔ جولیا نے جو اس کے قریبی درخت پر موجود تھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں"۔ عمران نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"پھر"۔ جولیا نے پوچھا۔

"دن نکلنے والا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں اگر یہ کارروائی ہم رات کے اندھیرے میں کریں تو بہتر رہے گا۔ دن کی روشنی میں ہم آسانی سے ان کی نظروں میں آ جائیں گے"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ نہیں، میں اب وقت ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ دن ہو یا رات کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے بھی یہ وقت ایسا ہوتا جب انسان عالم خواب میں زیادہ بھٹکا ہوتا ہے۔ اس وقت ہمارا ان پر اٹیک کرنا زیادہ سود مند رہے گا۔ ان کے سنبھلنے تک ہم ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑیں گے"۔ جولیا نے جلدی سے کہا۔

"مس جولیا ٹھیک کہہ رہی ہیں عمران۔ اس وقت ان پر ہمارا حملہ زیادہ کارگر ہو سکتا ہے"۔ تنویر نے جلدی سے کہا وہ بھی عمران کے دائیں طرف موجود ایک درخت پر تھا۔

"چلو بھائی بہن راضی ہیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔ اس کے جملے پر جولیا تو مسکرا دی تھی جبکہ تنویر ایک بار پھر غصے سے کھول اٹھا تھا۔ عمران تنویر کو زچ کرنے کا جیسے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ تنویر اس کی عادت اچھی طرح سے جانتا تھا مگر پھر بھی اسے عمران پر غصہ آجاتا تھا۔ ایسے لمحات میں وہ خون کے گھونٹ بھر کر رہ جاتا تھا۔ عمران کے ریمارکس پر اس وقت بھی اسے شدید غصہ آیا تھا مگر وہ خون کے گھونٹ پی گیا تھا اور اس نے اگلے درخت پر چھلانگ لگانے میں ذرا بھی دیر نہ لگائی تھی۔ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے اگلے درخت پر چھلانگ لگائی اور پھر اس کے دیکھا دیکھی ان کے ساتھی بھی درختوں پر کودنا شروع ہو گئے اور ان کا گروپ بندروں کی طرح درختوں پر چھلانگیں لگاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ انہوں نے ٹارچیں بجھا رکھی تھیں۔ وہاں اچھا خاصا اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن چونکہ وہ کافی دیر سے اندھیرے میں تھے اس لئے ان کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو گئی تھیں۔

"بس رک جاؤ"۔ عمران نے کہا۔ جولیا، صفدر اور تنویر قریب کے درختوں پر تھے اس لئے عمران کی آواز سن کر وہ وہیں رک گئے اور انہوں نے دوسرے ساتھیوں کو بھی رکنے کے لئے کہنا شروع کر دیا۔

سامنے درختوں سے کافی فاصلے پر انہیں ایک خاصی اونچی دیوار نظر آرہی تھی جس پر انہیں تیز روشنیاں جلتی دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید وہاں ہیوی سرچ لائٹس روشن تھیں۔ دیوار کے پاس ایک آہنی گیٹ تھا جو بند تھا۔ گیٹ کے پاس چار مسلح محافظ تھے۔

"میں، صفدر، جولیا اور تنویر آگے بڑھیں گے۔ ہم چاروں نے انہیں کور کرنا ہے۔ باقی سب لوگ یہیں رکیں گے"۔ عمران نے کہا۔ اس کا پیغام سب ساتھیوں تک پہنچا دیا گیا۔ تب عمران، صفدر، جولیا اور تنویر احتیاط کے ساتھ درختوں پر سے نیچے اتر آئے۔ آغا جمشید نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ دلدلی علاقہ کافی پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اس طرف بھی دلدلیں تھیں مگر وہ کافی فاصلے پر دائیں اور بائیں تھیں۔

"ہمیں ان کو خاموشی سے ختم کرنا ہے۔ اندر ایسی آوازیں نہیں جانی چاہئیں جس سے وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں"۔ عمران نے کہا تو اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ وہ درختوں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھے۔ انہوں نے احتیاط سے چاروں طرف دیکھ لیا تھا۔ اس طرف ان چاروں مسلح محافظوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ چاروں گیٹ کے پاس موجود تھے۔

"ہمیں ان کو اس انداز میں ہلاک کرنا ہے کہ ان کے لباسوں پر خون کا کوئی دھبہ نہ لگ سکے۔ ان کی لباسوں میں ہی ہم چھاؤنی میں جائیں گے"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن وہ ہم سے کافی فاصلے پر ہیں۔ اگر ہم ان کی طرف بڑھے تو وہ

چوکنے ہو جائیں گے اور ہمیں دیکھتے ہی ہم پر فائر کھول دیں گے"۔ جولیا نے کہا۔ واقعی مسلح افراد ان سے بیس گز کے فاصلے پر تھے۔ اگر وہ درختوں کی آڑ سے نکل کر ان کی طرف بڑھتے تو وہ آسانی سے ان کی نظروں میں آسکتے تھے۔

"میں اور تنویر دائیں بائیں جائیں گے اور آگے جا کر دیوار کے پاس چلے جائیں گے۔ دیوار کے پاس اندھیرا ہے۔ اس اندھیرے میں ہم ان کی طرف بڑھیں گے۔ پھر جیسے ہی میں اشارہ کروں تم یہاں ایسی آواز پیدا کرنا کہ وہ چونک پڑیں۔ ان میں سے لازماً ایک دو افراد اس طرف آئیں گے۔ تم انہیں سنبھال لینا۔ باقیوں کو ہم دیکھ لیں گے"۔ عمران نے انہیں اپنا پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ عمران نے تنویر کو اشارہ کیا تو وہ دائیں طرف ہو لیا اور عمران درختوں کی آڑ لیتا ہوا بائیں طرف آگیا۔ کچھ آگے جا کر اس نے جب دیکھا کہ گیٹ پر موجود محافظوں کی نگاہ اس پر نہیں پڑ سکتی تو وہ جھکے جھکے انداز میں دوڑتا ہوا دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ ادھر تنویر نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور پھر وہ دونوں دیوار کے ساتھ ساتھ احتیاط سے چلتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں گیٹ کے کافی قریب آگئے۔ انہیں یقین تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے محافظ تو انہیں نہیں دیکھ سکیں گے البتہ اس کے ساتھی سامنے درختوں کے پیچھے موجود تھے انہوں نے انہیں یقیناً دیکھ لیا ہوگا۔

عمران نے درختوں کی طرف دیکھتے ہوئے اشارہ کیا۔ اسی لمحے جولیا نے اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارا۔ دھمک کی آواز پیدا ہوئی تو گیٹ پر کھڑے پہرے دار چونک پڑے۔

"چندر سنگھ تم نے سنی وہ آواز"۔ ایک محافظ نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں، ایسا لگتا ہے جیسے کوئی درخت سے کودا ہو"۔ دوسرے محافظ نے کہا۔

"آؤ، دیکھتے ہیں"۔ تیسرے محافظ نے کہا۔

"ہونہہ، کیا ضرورت ہے اس طرف جانے کی۔ اس طرف دلدلیں ہیں۔ ان دلدلوں کی طرف سے یہاں کون آسکتا ہے۔ کوئی بندر وغیرہ ہوگا"۔ چوتھے محافظ نے بڑے بیزار سے انداز میں کہا۔

"کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ پھر بھی احتیاطاً ہمیں دیکھ لینا چاہئے"۔ پہلے محافظ نے کہا اور مشین گن سنبھال کر درختوں کے ذخیرے کی طرف بڑھنے لگا۔ دوسرا محافظ بھی اس کے پیچھے ہو لیا تھا۔

"کیا میں بھی آؤں"۔ تیسرے محافظ نے کہا۔

"نہیں تم وہیں رہو۔ ہم دیکھ کر آتے ہیں"۔ پہلے محافظ نے کہا۔ اس نے اور اس کے ساتھی نے جیب سے ٹارچیں نکال لیں اور انہیں روشن کر کے درختوں پر ڈالنے لگے۔ انہیں ٹارچیں روشن کرتے دیکھ کر جولیا نے صفدر کو اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ عمران اور تنویر کو پہلے موقع دینا چاہتے تھے۔ اگر وہ پہلے ان پر حملہ کر دیتے تو ان کی

ٹارچیں گر جاتیں جس سے گیٹ پر موجود محافظ ہوشیار ہو سکتے تھے۔ عمران نے بھی جولیا کو پیچھے ہٹتے دیکھ لیا تھا۔ وہ جولیا کا مقصد سمجھ گیا اور پھر جیسے ہی دونوں محافظ ٹارچیں لے کر درختوں کے پیچھے غائب ہوئے۔ عمران نے علق سے الو کی آواز نکالی۔ یہ تنویر کو ان محافظوں پر حملہ کرنے کا کاشن تھا۔ گیٹ پر موجود دونوں محافظ بھی الو کی آواز سن کر چونک پڑے تھے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے عمران اور تنویر دیوار کے ساتھ لگے تیزی سے ان کی طرف بڑھے اور پھر اچانک انہوں نے چیتوں کی سی پھرتی سے ان دونوں محافظوں پر ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ عمران اور تنویر نے ایک ہی داؤ استعمال کرتے ہوئے جھپٹ کر ان محافظوں کو پیچھے سے پکڑا تھا اور پھر انہوں نے ایک ایک محافظ کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے زوردار جھٹکا دے کر ان کی گردنیں توڑ دیں۔ ان محافظوں کے منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکل سکی تھی۔ وہ چند لمحے عمران اور تنویر کے ہاتھوں میں تڑپے اور پھر ساکت ہو گئے۔ عمران اور تنویر نے تیزی سے انہیں اندھیری دیوار کی طرف گھسیٹ لیا تھا اور پھر وہ دونوں جلدی جلدی ان کے لباس اتار کر پہننے لگے۔

ادھر دونوں محافظ جیسے ہی ٹارچیں لئے کچھ آگے آئے جولیا اور صفدر بجلی کی سی تیزی سے درختوں کے عقب سے نکل کر ان کے سروں پر پہنچ گئے۔ جولیا نے ایک محافظ کے عقب میں آ کر پوری قوت سے اس کے سر پر مشین گن کا دستہ مارا تھا۔ وہ ایک دھماکے سے گرا

تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ چیختا جولیا نے مشین گن کا دستہ ایک بار پھر اس کے سر پر مار دیا جس سے محافظ اسی لمحے ساکت ہو گیا تھا۔ اس کی ٹارچ اور مشین گن چھوٹ کر نیچے جا گری تھی۔

"کیا ہوا چندر سنگھ۔ یہ آواز کیسی تھی"۔ دوسرا محافظ جو دوسرے درختوں کے پیچھے تھا تیز تیز چلتا ہوا اس طرف آیا جس طرف سے اس نے کسی کے گرنے کی آواز سنی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس جگہ پہنچتا جہاں جولیا نے اس کے ساتھی کو گرایا تھا صفدر اچانک درخت کی آڑ سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ اسے دیکھ کر وہ محافظ بری طرح سے چونک اٹھا۔ اس نے جلدی سے مشین گن سیدھی کی مگر اس سے پہلے کہ وہ فائرنگ کرتا صفدر کی لات چلی اور اس کے ہاتھ سے مشین گن نکل کر دور جا گری۔ دوسرے ہی لمحے صفدر نے جھپٹ کر اس کو گردن سے پکڑا اور اس کی گردن پر اپنا پورا دباؤ ڈالتے ہوئے اسے نیچے گرا لیا۔ محافظ بری طرح سے تڑپتا ہوا صفدر کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا مگر صفدر کی گرفت اس قدر سخت تھی کہ محافظ سوائے ہاتھ پاؤں مارنے کے اور کچھ نہ کر سکا۔ صفدر نے اس کی کنپٹی پر ایک زوردار مکا مارا تو محافظ نے یکلخت ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ صفدر نے اس کی کنپٹی پر ایک اور مکا رسید کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ محافظ مکمل طور پر بے ہوش ہو چکا تھا۔

میں اپنے شکار پر قابو پا چکا ہوں مس جولیا"۔ صفدر نے کہا۔

"میں بھی"۔ جولیا کی درختوں کے عقب سے آواز سنائی دی۔ وہ

شاید اس محافظ کا لباس اتار کر پہن رہی تھی جس کا اس نے شکار کیا تھا۔ صفدر نے بھی جلدی جلدی سے محافظ کا لباس اتارا اور اسے پہننے میں مصروف ہو گیا اور پھر وہ دونوں احتیاط سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے درختوں کے پیچھے سے نکل کر باہر آ گئے۔ جہاں عمران اور صفدر پہلے سے ہی تیار تھے۔

" مس جولیا۔ گیٹ اندر سے بند ہے"۔ تنویر نے جولیا کو اپنی طرف آتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔

" اوہ، پھر ہم اندر کیسے جائیں گے"۔ جولیا نے گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس پر کنڈا بھی موجود نہ تھا۔

" کھل جا سم سم کہہ کر"۔ عمران نے کہا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

" کھل جا سم سم کہہ کر۔ کیا مطلب"۔ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔

" ان کمبختوں نے یہاں قلعے نما دیواریں بنا رکھی ہیں۔ اگر ہم نے چھلانگ لگا کر دوسری طرف جانے کی کوشش کی تو ہم آسانی سے ان کی نظروں میں آ جائیں گے۔ اس لئے میرا خیال ہے ہمیں علی بابا اور چالیس چوروں کا مشہور زمانہ منتر کھل جا سم سم پڑھنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے یہ گیٹ کھل جائے اور ہمیں اندر جانے کا راستہ مل جائے"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، یہ کیا مذاق ہے"۔ جولیا نے جھلا کر کہا۔

" یہ مذاق ہے۔ ارے میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تنویر سے پوچھ لو یہ علی

بابا کے ہی زمانے کا ہے۔ چالیس چوروں کا سردار ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہو کر جب کھل جا سم سم کہتا تھا تو غار کے دہانے پر پڑا ہوا بھاری پتھر خود بخود اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تھا۔ اپنے سردار کا یہ منتر میرا خیال ہے تنویر نہیں بھولا ہو گا"۔ عمران نے کہا تو جولیا اور صفدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ تنویر بھی خفیف سے انداز میں مسکرا دیا تھا۔

" میں تو نہیں بھولا لیکن تم شاید بھول گئے ہو کہ تب بھی تم میرے سردار تھے اور اب بھی۔ پہلے سردار کو سردار ہی کہا جاتا تھا جبکہ اس جدید دور میں سردار لیڈر کہلاتا ہے"۔ تنویر نے برجستہ کہا اور اس کی بات سن کر صفدر اور جولیا کے ساتھ عمران بھی ہنس دیا تھا۔ ان کے ہنسنے کی آواز ایسی تھی جو گیٹ کے دوسری طرف آسانی سے نہ سنی جا سکتی تھی۔

" چلو سردار سے لیڈر بن کر میں نے کچھ تو ترقی کر ہی لی ہے۔ تم تو وہی رہے ناں چور کے چور"۔ عمران نے کہا تو تنویر بھی ہنس دیا۔ عمران نے اس کی چوٹ پر چوٹ لگا کر اسے لاجواب کر دیا تھا اس لئے وہ کھسیانی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

" اچھا اب یہ چوروں اور سرداروں کی بات چھوڑو۔ یہ سوچو کہ ہمیں گیٹ کیسے کھولنا ہے"۔ جولیا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" کہا تو ہے کھل جا سم سم کہہ کر ہی اس گیٹ کو کھولا جا سکتا ہے۔ تنویر تم اپنے دوسرے چور ساتھیوں کو بلا لاؤ ہم سب مل کر کہیں گے

تو مجھے یقین ہے کہ یہ دہانہ بھی فوراً کھل جائے گا"۔ عمران نے کہا۔ تنویر نے اسے گھور کر دیکھا پھر اس نے سر جھٹکا اور درختوں کی طرف دوڑ گیا۔ چند ہی لمحوں میں ان کے تمام ساتھی وہاں موجود تھے۔

"کیا تم سب تیار ہو"۔ عمران نے ان کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور اپنی گنیں لوڈ کر لیں۔ عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا چپٹا پسٹل نکالا اور گیٹ کے قریب آ گیا۔ پسٹل کی نال لمبی تھی مگر اس کا سوراخ بے حد چھوٹا تھا۔ اس پر ایک بٹن لگا ہوا تھا۔ عمران نے پسٹل کا رخ گیٹ کی طرف کر کے بٹن پریس کیا تو نال سے سرخ رنگ کی بال جتنی باریک ریز نکلی اور گیٹ پر پڑنے لگی۔ عمران کا ہاتھ حرکت میں آیا تو گیٹ پر ایک سرخ لکیر سی کھنچتی چلی گئی۔ عمران نے یہ لکیر پہلے دائیں سے بائیں، پھر نیچے، پھر بائیں سے یہی لکیر اوپر بناتے ہوئے اوپر والی لکیر سے ملا دی تھی۔ گیٹ پر ایک چوکھٹا سا بن گیا تھا جس کے چاروں سرے سرخ تھے۔ عمران نے پسٹل جیب میں رکھا اور بڑے مطمئن انداز میں اس چوکھٹے کو دیکھنے لگا۔ سرخ لکیریں چند ہی لمحوں میں سرد پڑ گئی تھیں۔ جیسے ہی ان لکیروں کی سرخی کم ہوئی عمران نے جیب سے دو سیاہ رنگ کے دستانے نکال کر ہاتھوں پر چڑھا لئے۔ دستانے خاصے پھولے ہوئے تھے اور سخت نظر آ رہے تھے۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھا کر عمران نے چوکھٹے کے قریب آ کر دونوں ہاتھ پھیلا کر چوکھٹے کے درمیان لگا دیئے۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ فولادی چوکھٹے سے یوں چپک گئے جیسے لوہا مقناطیس سے

چپکتا ہے۔ عمران نے ہاتھوں کو زوردار جھٹکا دیا تو چوکھٹا گیٹ سے کھڑ گیا۔ گیٹ پر ایک خاصا بڑا دروازے نما سوراخ بن گیا تھا۔

عمران نے جیسے ہی فولادی ٹکڑے کو ہٹایا۔ تنویر، صفدر اور جولیا نے اپنی مشین گنیں سیدھی کر کے اس کا رخ سامنے کی طرف کر دیا تاکہ اگر کسی نے گیٹ کے اس چوکھٹے کو اکھڑتے دیکھا ہو تو وہ اسے سنبھال سکیں مگر دوسرے ہی لمحے ان کے چہروں پر اطمینان کی لہریں سی پھیلتی چلی گئیں۔ کیونکہ گیٹ کے بالکل سامنے ایک خاصا بڑا ٹرک ترچھے انداز میں کھڑا تھا۔ اس ٹرک کے پیچھے گیٹ پوری طرح سے چھپ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہاں موجود کسی نے بھی اس گیٹ کے ٹکڑے کو گیٹ سے الگ ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

عمران نے گیٹ کے ٹکڑے کو ایک طرف کر کے زمین پر ڈال دیا اور پھر وہ تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ گیٹ کا خلا پار کر کے اندر پہنچ گیا تھا۔

"آ جاؤ"۔ عمران نے آگے راستہ کلیئر دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا تو اس کے ساتھی تیزی سے اندر آ گئے وہ سب اس ہیوی ٹرک کی آڑ میں تھے۔

یہ ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی تھی۔ پوری عمارت کے گرد اونچی اونچی دیواریں تھیں۔ دیواروں پر خاردار تار بھی نصب تھے تاکہ کوئی ان دیواروں کو پھاند کر اندر نہ آ سکے۔ ان تاروں میں باقاعدہ برقی رو دوڑ رہی تھی۔

ٹرک کی دوسری طرف بے شمار بیرکیں تھیں۔ وہاں مسلح کمانڈوز پہرہ دے رہے تھے۔ ایک سائیڈ پر چار جنگی ہیلی کاپٹر بھی موجود تھے اور دائیں طرف دس کے قریب تیز رفتار جیپیں کھڑی تھیں۔ سامنے سے چند کمانڈوز مشین گنیں ہاتھ میں لئے ہوئے اس طرف آتے دکھائی دیئے تو عمران چونک پڑا۔

"حملہ"۔ عمران نے کہا۔ اسی لمحے اس نے مشین گن سنبھالی اور دوسرے ہی لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ اس کی مشین گن سے شعلوں کی بوچھاڑ ہوئی اور سامنے سے آتے ہوئے کمانڈوز بری طرح سے چیختے ہوئے گر پڑے۔

"عمران کو فائرنگ کرتے دیکھ کر اس کے ساتھی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور تیزی سے دائیں بائیں بھاگتے چلے گئے۔ مشین گن کی ریٹ ریٹ اور کمانڈوز کی چیخوں سے چھاؤنی میں جیسے بھگدڑ مچ گئی تھی۔ اسی لمحے سامنے بیرکوں کی طرف سے کئی کمانڈوز دوڑ کر اس طرف آنے لگے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے ان پر یکدم فائر کھول دیا اور پھر کمانڈوز کی چھاؤنی جیسے مشین گنوں کی بے تحاشہ فائرنگ سے بری طرح سے گونج اٹھی۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کو وہاں پھیلا دیا تھا۔ وہ سب کمانڈوز پر بے تحاشہ فائرنگ کر رہے تھے۔ کمانڈوز بھی اپنی گنیں اور اپنی پوزیشنیں سنبھال کر ان پر جوابی فائرنگ کرنا شروع ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے عمران اور اس کے ساتھی اپنی پوزیشنیں بدل بدل کر

ان کمانڈوز کو نشانہ بنا رہے تھے۔

عمران نے جیب سے ایک لمبی نال والا ریوالور نکال لیا۔ اس ریوالور نما گن کا چیمبر خاصا بڑا تھا اور اس کی نال بھی موٹی تھی۔

" جیپوں کی طرف بڑھو۔ ہمیں ان جیپوں پر قبضہ کرنا ہے"۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا۔ اس نے ریوالور نما گن کا رخ ایک بیرک کی طرف کر کے ٹریگر دبایا تو ریوالور نما گن کی نال سے ایک لمبی بلٹ آگ کا فوارہ چھوڑتی ہوئی بیرک کی جانب بڑھتی چلی گئی اور پھر جیسے ہی بلٹ بیرک سے ٹکرائی ایک ہولناک دھماکہ ہوا۔ آگ اور دھوئیں کا گولہ سا بن کر فضا میں بلند ہوا اور اس کے ساتھ ہی بیرک ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھرتی چلی گئی۔ یہ بلاسٹنگ بلٹ تھی جو ریوالور نما گن سے گولی کی طرح فائر ہوتی تھی اور پھر کسی بھی چیز سے ٹکرا کر ہولناک انداز میں پھٹ جاتی تھی۔ ان کی طاقت کسی بھی طرح میگا پاور بموں سے کم نہ ہوتی تھی۔ عمران کے ساتھیوں نے بھی چھوٹے لیکن طاقتور بم فائر کرنے شروع کر دیئے تھے۔ ان بموں نے جیسے اس چھاؤنی میں قیامت سی برپا کر دی تھی۔

"یہاں کسی ایک کو بھی زندہ نہیں رہنا چاہئے۔ ورنہ وہ بعد میں ہمارے لئے سردرد بن جائے گا۔ اڑا دو ان سب کو"۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا اور پھر اس چھاؤنی میں آگ و خون کا طوفان سا برپا ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی طرح ان کمانڈوز کو سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی وہاں موجود بیرکوں

اور وہاں کھڑے ٹرکوں اور کمانڈوز کو نشانہ بنا رہے تھے۔ عمران
دوڑتا ہوا اس طرف چلا گیا جہاں فائٹر ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ دوسرے
ہی لمحے اس نے لمبی نال والی گن کا ٹریگر دبا دیا۔ شائیں کی آواز سے گن
سے بلاسٹنگ بلٹ نکلی اور خوفناک دھماکوں سے ان ہیلی کاپٹروں
کے ٹکڑے وہاں بکھر گئے۔

"یہ تم نے کیا کیا۔ ان میں سے ہم کسی ہیلی کاپٹر کو لے کر نکل
سکتے تھے"۔ عمران کو ہیلی کاپٹر تباہ کرتے دیکھ کر جولیا نے چیختے ہوئے
کہا جو اس سے کچھ فاصلے پر ہی موجود تھی۔

"تاکہ ان کی ایئر فورس ہمیں فضا میں ہی گھیر کر ہٹ کر دے"۔
عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"صفدر جلدی کرو۔ جیپیں نکالو"۔ عمران نے چیخ کر کہا۔ اس کے
ساتھی چونکہ جیپوں کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس لئے تین جیپیں
حرکت میں آئیں اور اس میں عمران اور آغا جمشید کے ساتھی چڑھتے چلے
گئے۔ کمانڈوز کی اندھا دھند اور خوفناک فائرنگ سے آغا جمشید کے کئی
ساتھی مارے گئے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے اس چھاؤنی
کو بری طرح سے تباہ کر دیا تھا۔ پھر عمران نے ان کے اسلحے کے ڈپو میں
جا کر وہاں دو طاقتور ٹائم بم فکس کر دیئے تھے اور پھر وہ سب جیپوں
میں لدے پھندے چھاؤنی کی دوسری طرف موجود بڑے آہنی گیٹ کی
طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمران اگلی جیپ میں تھا۔ اس نے بلاسٹنگ
بلٹس والی گن کا رخ گیٹ کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا تو گن سے یکے

بعد دیگرے دو بلاسٹنگ بلٹس نکل کر گیٹ کے دائیں بائیں ستونوں
سے جا ٹکرائیں۔ ہولناک دھماکے ہوئے اور گیٹ ستونوں سمیت
اڑ کر دوسری طرف جا گرا۔

"نکل چلو جلدی"۔ عمران نے کہا۔ اس کی جیپ کا ڈرائیور تنویر
تھا۔ اس سے پچھلی جیپ میں جوزف تھا اور تیسری جیپ صفدر چلا رہا
تھا اور پھر وہ تینوں جیپیں آندھی اور طوفان کی طرح ٹوٹے ہوئے
گیٹ کے اوپر سے ہوتی ہوئیں سڑک پر آ گئیں۔

"چھاؤنی میں ٹیلی کمیونیکیشن کے جدید آلات میں نے تباہ تو کر
دیئے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس چھاؤنی کی تباہی کی خبر پورے کافرستان
میں پھیل جائے گی اور کافرستان کی پوری فوج ہم پر چڑھ دوڑے گی"۔
تنویر نے کہا۔ وہ، جولیا اور صفدر اسی جیپ میں تھے جس میں عمران
تھا۔

"عمران صاحب یہ راستہ بے حد طویل ہے۔ اس راستے پر تو ہم
آسانی سے ہر طرف سے گھر سکتے ہیں"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"تو پھر"۔ عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اس سے تو بہتر تھا کہ ہم کسی جنگی ہیلی کاپٹر کو لے اڑتے"۔ آغا
جمشید نے کہا۔

"یار، کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو"۔ عمران نے اور زیادہ برا سا منہ
بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں، ایسا کیوں کہا آپ نے"۔ آغا جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

جولیا اور تنویر بھی چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

"ابھی چند ہی لمحوں میں یہاں ایئر فورس کے طیارے پھیل جائیں گے۔ کیا ہیلی کاپٹر سے تم ان جنگی طیاروں کا مقابلہ کر سکتے تھے"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"اوہ، لیکن جنگی طیارے ہماری ان جیپوں کو بھی تو ہٹ کر سکتے ہیں"۔ آغا جمشید نے جلدی سے کہا۔

"جیپوں سے اتر کر ہم ان طیاروں کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں اور جیپوں میں ہر طرح کا ضروری اسلحہ بھی موجود ہے۔ یہ کیوں بھول رہے ہو"۔ عمران نے کہا تو وہ سب سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگے۔ عمران نے آنکھیں بند کیں اور جیپ کی نشست سے سر ٹکا لیا۔ وہ جلد سے جلد اس ایریئے سے نکل جانا چاہتا تھا۔ کافرستان میں داخل ہوتے ہی ان لوگوں پر جس طرح خوفناک حملے کئے گئے تھے اور پھر وہ ایک چھاؤنی کو اڑا کر نکلے تھے اس سے عمران کو یقین تھا کہ کافرستان کی پوری فوج اب ان کے پیچھے لگ جائے گی۔ اس نے ابھی وہاں بہت سے کام کرنے تھے۔ ان جھمیلوں میں الجھ کر وہ اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جیپیں مختلف پہاڑی اور جنگلی راستے پر اچھلتی ہوئیں بھاگی جا رہی تھیں اور پھر جیپیں جیسے ہی ایک بڑی سڑک مڑ کر دوسری سڑک پر آئیں اچانک ان پر مختلف اطراف سے تیز روشنیاں پڑیں اور پھر پندرہ کے قریب جیپیں مختلف سمتوں سے نکل کر ان کی طرف بڑھنے لگیں۔

سامنے سڑک پر بے شمار ڈرم ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سڑک کو مکمل طور پر بلاک کر دیا گیا تھا۔

"عمران"۔ جولیا نے کہا۔ عمران نے اسی وقت آنکھیں کھول دیں۔ انہیں اور سڑک کو ڈرموں سے بلاک دیکھ کر وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"جیپ چلاتے رہو"۔ عمران نے تنویر سے کہا۔ تنویر نے سر ہلا دیا۔ عمران نے تیزی سے بلاسٹنگ بلٹ پسٹل والا ہاتھ باہر نکال کر سامنے ڈرموں کی طرف فائر کر دیا۔ بلاسٹنگ بلٹ ڈرموں سے ٹکرائی اور ہولناک دھماکے سے ڈرم فضا میں بلند ہوتے چلے گئے۔ اسی لمحے تنویر نے ایکسیلیٹر پوری قوت سے دبا دیا۔ اس کی جیپ ایک زوردار جھٹکا کھا کر توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔ عمران نے سڑک پر موجود جیپوں پر بھی فائر کیا تو سڑک پر موجود جیپیں ان میں موجود کمانڈوز سمیت تنکوں کی طرح فضا میں بکھرتی چلی گئیں۔ اور سڑک پر پھیلی ہوئی آگ کے درمیان سے جیپ نکالتا لے گیا۔ اس کے پیچھے جوزف اور صفدر نے بھی اپنی جیپوں کی رفتار بڑھا دی تھی اور پھر ان کی جیپوں سے بموں اور گولیوں کی بوچھاڑیں ہوئیں اور وہاں موجود کمانڈوز کی جیپوں کے پرخچے اڑتے چلے گئے۔ ماحول ایک بار پھر گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور بموں کے ہولناک دھماکوں سے گونج اٹھا تھا۔

اسی لمحے آسمان پر جنگی ہیلی کاپٹروں کی چنگھاڑتی ہوئی آوازیں

سنائی دینے لگیں۔ عمران نے سر نکال کر اوپر دیکھا تو اسے آسمان پر جنگی ہیلی کاپٹروں کا ایک اسکوارڈن اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ ان جنگی ہیلی کاپٹروں کی پرواز خاصی نیچی تھی۔ ہیلی کاپٹروں کے اسکوارڈن کو دیکھ کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ اس کے ساتھیوں کے چہروں پر بھی پریشانی لہرانے لگی تھی۔

مارشل مہادیو ابھی دفتر میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"۔ مارشل مہادیو نے رسیور اٹھا کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"آفیسر ٹھاکرے سپیکنگ سر"۔ دوسری طرف سے پاراکنار میں موجود ٹھاکرے کی آواز سنائی دی۔ جس نے مارشل مہادیو کو بتایا تھا کہ اس نے غاروں میں میزائل برسا کر ان غاروں کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے جس میں پاکیشیائی ایجنٹوں کو دیکھا گیا تھا۔ گو مارشل مہادیو کو ٹھاکرے کی باتوں پر یقین تو نہیں آیا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی اس آسانی سے ہلاک ہو سکتے ہیں لیکن ٹھاکرے نے ان لوگوں کی جو پوزیشن بتائی تھی اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ان غاروں میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے بچنے کا کوئی سکوپ نہ تھا۔ مارشل

مہادیو نے ٹھاکرے کو حکم دیا تھا کہ وہ اس غار کو کھدوائے اور ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی لاشیں نکالے۔ جب تک وہ اپنی آنکھوں سے ان ایجنٹوں کی لاشوں کے ٹکڑوں کو نہ دیکھ لے گا اس وقت تک اسے ان کی ہلاکت کا یقین نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ مارشل مہادیو کے حکم سے ٹھاکرے نے اس سارے علاقے کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ تاکہ عمران اور اس کے ساتھی اگر کسی بھی طرح بچ نکلے ہوں اور وہ کسی بھی طرف سے ان پہاڑیوں سے نکلنے کی کوشش کریں تو انہیں فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔

"یس ٹھاکرے۔ کیا رپورٹ ہے"۔ مارشل مہادیو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ماکار جنگل میں موجود سوریا چھاؤنی کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے"۔ دوسری طرف سے ٹھاکرے نے کہا اور اس کی بات سن کر مارشل مہادیو حقیقتاً اچھل پڑا۔ وہ کرسی سے ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا کہا۔ ماکار جنگل کی سوریا چھاؤنی کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ کیسے، کس نے تباہ کیا ہے اس چھاؤنی کو۔ یہ تم کیا بک رہے ہو"۔ مارشل مہادیو نے گرجتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں جانتا سر۔ مجھے سوریا چھاؤنی سے ابھی چند لمحے قبل کال موصول ہوئی تھی۔ وہاں کچھ کمانڈوز زندہ بچ گئے تھے۔ وہ شدید زخمی تھے مگر زخمی ہونے کے باوجود وہ مجھ سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو

گئے۔ ان میں کمانڈر بلگرام بھی موجود ہیں۔ وہ میرے دوست ہیں۔ انہوں نے ہی مجھے بتایا ہے کہ کچھ لوگوں کا گروپ ماکار کے دلدلی جنگل کے راستے وہاں آیا تھا۔ انہوں نے اچانک اور نہایت خوفناک انداز میں سوریا چھاؤنی پر حملہ کر دیا تھا۔ ان کے پاس خوفناک بم بھی تھے جن سے انہوں نے وہاں تباہی مچادی تھی"۔ ٹھاکرے نے کہا۔

"اوہ، اوہ کون ہو سکتے ہیں وہ لوگ"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"معلوم نہیں سر"۔ ٹھاکرے نے کہا۔

"اوہ .... اوہ یہ وہی ہوں گے۔ یقیناً وہی ہوں گے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کوئی نہیں"۔ مارشل مہادیو نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کک، کون لوگ سر۔ آپ کا اشارہ کہیں ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی طرف تو نہیں"۔ ٹھاکرے نے کہا۔

"ہاں، یہ کام ان کے سوا کوئی نہیں کر سکتا"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"لیکن سر، یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ لوگ تو ...." ٹھاکرے نے جلدی سے کہنا چاہا۔

"یو شٹ اپ نانسنس۔ وہ لوگ زندہ ہیں۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ ان لوگوں کو مارنا اس قدر آسان نہیں ہے۔ وہ عفریت ہیں عفریت۔ جو یقینی موت سے بھی بچ نکلتے ہیں"۔ مارشل مہادیو نے بری طرح سے گرجتے ہوئے کہا۔

"یس۔یس سر"۔ ٹھاکرے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہاٹ یس سر۔ تم لوگ وہاں کیا جھک مار رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں۔ وہ لوگ ماکار جنگل اور سوریا چھاؤنی میں جانے میں کامیاب کیسے ہو گئے۔ کیا تم لوگوں نے اس سارے علاقے کو کور نہیں کر رکھا تھا"۔ مارشل مہادیو نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں جیسے شعلے اگل رہی تھیں۔

"یس سر۔ ہم نے سارے علاقے کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ مم، مگر........" ٹھاکرے نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"مگر۔ مگر کیا"۔ مارشل مہادیو دھاڑا۔

"ماکار جنگل کی طرف ایک سرنگ موجود ہے سر۔ مگر ایک تو وہ سرنگ بند ہے دوسرے اس جنگل کی طرف ہر طرف بے شمار اور خوفناک دلدلیں موجود ہیں۔ اس غار سے نکلنا اور پھر ان دلدلوں کو پار کرنا ناممکنات میں سے ہے سر"۔ ٹھاکرے نے لرزتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ اس غار کا تعلق ہے تو انہی پہاڑیوں سے جنہیں تم نے گھیر رکھا ہے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یس۔یس سر"۔ ٹھاکرے نے کہا۔

"تو پھر۔ ان لوگوں نے یقینی طور پر اس غار میں پہنچنے کے لئے راستہ بنا لیا ہوگا۔ کیا تم نے اپنے آدمی ماکار جنگل کی طرف نہیں بھیجے تھے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"نن، نہیں سر۔ مم، میں نے بند غار اور دلدلی علاقہ ہونے کی وجہ

ے اس طرف آدمی نہیں بھیجے تھے"۔ ٹھاکرے نے کہا اور اس کی بات سن کر مارشل مہادیو کا سر گھوم گیا اور اس کا دل چاہا کہ وہ ابھی ٹیلی فون سے دوسری طرف نکل کر ٹھاکرے جیسے احمق کو بھون کر رکھ دے۔

"مسٹر ٹھاکرے، سوریا چھاؤنی صرف تمہاری وجہ سے تباہ ہوئی ہے۔ تم نے اس طرف اپنے آدمی نہ بھیج کر انتہائی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ تمہیں اس چھاؤنی کی تباہی کا میں ذمہ دار ٹھہراتا ہوں ار میں تمہارا کورٹ مارشل کر کے تمہیں اپنے ہاتھوں سے شوٹ روں گا۔ یو فول۔ ان لوگوں کی وجہ سے اس ملک میں جو تباہی ہو گی ں کا حساب میں تم سے لوں گا صرف تم سے سمجھے تم"۔ مارشل ہادیو نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"سس۔سر"۔ ٹھاکرے نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔ تمہارے پاس اس وقت اور کون موجود ہے"۔ ارشل مہادیو نے غضبناک لہجے میں کہا۔

"مم، ماسٹر پرکاش۔ میرے ساتھ ماسٹر پرکاش موجود ہیں سر"۔ ھاکرے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اسے دو فون۔ جلدی"۔ مارشل مہادیو نے غرا کر کہا۔

"یس۔یس سر"۔ ٹھاکرے نے کہا۔

"یس سر۔ میں ماسٹر پرکاش بول رہا ہوں سر"۔ دوسرے ہی لمحے دوسری طرف سے ایک سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

" ماسٹر پرکاش میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ٹھاکرے کو ابھی اور اسی وقت گرفتار کر لیا جائے۔ میں اسے اس کے عہدے سے سبکدوش کرتا ہوں اور اس کی جگہ پاراکنار کی کمان تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اٹس مائی آرڈر"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" یس سر۔ یس سر۔ تھینک یو سر"۔ ماسٹر پرکاش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" سوریا چھاؤنی تمہارے علاقے سے کتنی دوری پر ہے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" سوریا چھاؤنی یہاں سے تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے سر"۔ ماسٹر پرکاش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تم ابھی اور اسی وقت جنگی ہیلی کاپٹروں کا اسکواڈرن اس طرف لے جاؤ۔ وہ لوگ جنہوں نے چھاؤنی کو اڑایا ہے وہاں سے زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ انہیں تم نے ہر صورت میں پکڑنا ہے۔ اگر وہ زندہ ہاتھ آجائیں تب بھی ٹھیک ہے اور اگر تمہیں ان کو ہلاک کرنے کے لئے آگ کے سمندر میں بھی کیوں نہ جانا پڑے تم کود جاؤ گے سمجھے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" یس سر۔ ایسا ہی ہوگا سر۔ لیکن سر سوریا چھاؤنی میں جنگی ہیلی کاپٹر بھی موجود ہیں سر۔ اگر وہ ان ہیلی کاپٹروں میں نکل گئے ہوں تو"۔ ماسٹر پرکاش نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

" نہیں، وہ لوگ اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ

اگر وہ ہیلی کاپٹروں کو لے اڑے تو وہ راڈاروں کی زد میں آجائیں گے اور ایئر فورس انہیں فضا میں ہی گھیر لے گی۔ وہ لوگ یقیناً فوجی جیپوں میں بھاگنے کی کوشش کریں گے۔ پہاڑی اور جنگلی علاقوں میں چھپنے کے لئے انہیں بہت سی جگہیں مل سکتی ہیں"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" اوہ یس سر۔ یہ تو ہے"۔ ماسٹر پرکاش نے کہا۔

" تم ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں میں اپنے ساتھ بے شمار مسلح افراد لے جانا"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" ٹھیک ہے سر۔ ویسے بھی آپ کا خیال درست ہے۔ وہ لوگ اگر تیز رفتار جیپیں بھی لے گئے ہوں گے تب بھی وہ اتنی جلدی اس علاقے سے نہیں نکل سکیں گے۔ انہیں اسی کلو میٹر کا سفر لامحالہ اس سڑک پر کرنا پڑے گا۔ ان اطراف میں دو نزدیک کوئی سڑک نہیں مڑتی اور نہ ہی پہاڑیوں یا جنگل میں انہیں جیپیں یا گاڑیاں لے جانے کا راستہ مل سکتا ہے"۔ ماسٹر پرکاش نے جلدی سے کہا۔

" اسی کلو میٹر کے بعد وہاں کون سا علاقہ آتا ہے"۔ مارشل مہادیو نے پوچھا۔

" آگے چراٹا کا علاقہ ہے سر اور اس کے بعد کافرستان کا شہری علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ وہ لوگ چراٹا تک بھی نہیں پہنچ پائیں گے۔ سوریا چھاؤنی سے تقریباً دس کلو میٹر دور ایک چھوٹا اور انتظامی نوعیت کی ایک اور سب ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر موجود ہے جس کا

مقصد سرحدی چوکیوں کو کنٹرول کرنا ہے۔ وہاں آفیسر شنکر بھی ہے۔
میں ابھی اسے کال کر کے کہہ دیتا ہوں کہ وہ اس علاقے کی چیکنگ کر
لے۔ وہ لوگ ان کی نظروں سے بچ کر نہیں جا سکیں گے سر"۔ ماسٹر
پرکاش نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ تم یہ کام پہلے کرو اور پھر ہیلی کاپٹروں کو لے کر
وہاں خود بھی پہنچ جاؤ"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"او کے سر"۔ ماسٹر پرکاش نے کہا۔

" او کے۔ انہیں ہلاک کر کے تم مجھے فوراً اطلاع دو گے۔ ان کے
خاتمے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہ ہو"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر"۔ ماسٹر پرکاش نے کہا۔

" گڈ"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

اور سر ٹھاکرے کے بارے میں مزید کیا حکم ہے"۔ ماسٹر پرکاش
نے کہا۔

" فی الحال اسے قید کر دو۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کے خاتمے کے بعد
اسے دیکھا جائے گا"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یس سر"۔ ماسٹر پرکاش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو مارشل مہادیو
نے فون بند کر دیا اور پھر اس نے میز پر کہنیاں رکھ کر دونوں ہاتھوں
سے بے اختیار اپنا سر پکڑ لیا۔

"آخر وہ لوگ غار سے بچ کس طرح گئے۔ ٹھاکرے نے تو کہا تھا کہ
غار میں کئی کلو میٹر تک ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں وہ چھپ سکتے

ہوں۔ کیا وہ جن ہیں یا جادوگر"۔ مارشل مہادیو نے بڑبڑاتے ہوئے
کہا۔

" ہونہہ، اگر وہ اسی طرح تباہیاں پھیلاتے رہے تو میں صدر اور
وزیر اعظم کو کیا جواب دوں گا۔ میں نے تو ان کے سامنے بڑے بڑے
دعوے کئے تھے۔ نہیں، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہو
سکتا۔ وہ لوگ زندہ نہیں بچیں گے۔ انہیں ہر حال میں مرنا ہو گا۔ ہر
حال میں"۔ مارشل مہادیو نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔ چند لمحے وہ
سوچتا رہا پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔

"یس سر"۔ دوسری طرف سے اس کے اسسٹنٹ کی مؤدبانہ آواز
سنائی دی۔

" کیپٹن ماریا کو میرے کمرے میں بھیجو۔ ابھی"۔ مارشل مہادیو
نے کرخت لہجے میں کہا۔

" کیپٹن ماریا تو یہاں نہیں ہیں چیف"۔ اس کے اسسٹنٹ نے
کہا۔

" نہیں ہے۔ کیا مطلب نہیں ہے۔ کہاں ہے وہ"۔ مارشل مہادیو
نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

"آج ان کا ڈے آف تھا۔ وہ اپنے فلیٹ میں چلی گئی ہیں"۔ دوسری
طرف سے اسسٹنٹ نے ڈرے ڈرے لہجے میں جواب دیا۔

"فلیٹ میں چلی گئی ہے۔ کیوں۔ مجھ سے پوچھے بغیر وہ کیسے جا سکتی
ہے۔ فوراً میری اس سے بات کراؤ"۔ مارشل مہادیو نے غضبناک

لہجے میں کہا۔

" یس ۔ یس سر"۔ اسسٹنٹ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

مارشل مہادیو نے انٹرکام کا رسیور ایک جھٹکے سے رکھ دیا۔

" ہونہہ، کیپٹن ماریا بھی اب دن بدن خودسر ہوتی جا رہی ہے۔ اپنی مرضی سے آتی ہے اور اپنی مرضی سے جب چاہے چلی جاتی ہے۔ اس کا بھی کوئی نہ کوئی مجھے انتظام کرنا ہوگا"۔ مارشل مہادیو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی تو مارشل مہادیو نے جھپٹ کر رسیور اٹھالیا۔

" یس "۔ مارشل مہادیو نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

" پریذیڈنٹ سپیکنگ "۔ دوسری طرف سے کافرستانی صدر کی آواز سنائی دی اور مارشل مہادیو بے اختیار چونک کر فون کی جانب دیکھنے لگا۔ یہ سرخ رنگ کا سپیشل فون تھا جو صرف صدر اور وزیراعظم کے لئے مخصوص تھا۔ اس فون پر ان کے سوا تیسرا کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ مارشل مہادیو چونکہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خیالوں میں کھویا ہوا تھا اس لئے اس نے فون اٹھاتے وقت اس بات پر دھیان نہ دیا تھا کہ وہ کون سا فون اٹھا رہا ہے۔ اس لئے اس نے فون اٹھاتے ہی اپنے مخصوص لب و لہجے میں بات کی تھی۔

" اوہ، یس سر۔ میں مہادیو بول رہا ہوں"۔ مارشل مہادیو نے صدر کی آواز سن کر اپنے لہجے میں قدرے نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

" مارشل مہادیو، یہ میں کیا سن رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے صدر

کی تیز آواز سنائی دی۔

" کیا سر"۔ مارشل مہادیو نے بے اختیار کہا۔

" میں نے سنا ہے کہ ماکار جنگل میں موجود سوریا چھاؤنی کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ سینکڑوں بلیک کمانڈوز وہاں ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ چار جنگی ہیلی کاپٹر، بے شمار ٹرانسپورٹ اور وہاں موجود اسلحے کے ڈپو کو بھی اڑا دیا گیا ہے"۔ صدر نے کہا۔ ان کے لہجے میں شدید غصہ اور پریشانی تھی۔

" اسلحے کا ڈپو۔ لگ، کیا مطلب"۔ مارشل مہادیو نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

" ہاں، کچھ مسلح افراد نے دن نکلنے سے پہلے سوریا چھاؤنی میں جدید اور خطرناک اسلحے سے اچانک حملہ کر کے وہاں خوفناک تباہی پھیلا دی تھی۔ ان کی تعداد تین کے قریب تھی۔ انہوں نے وہاں ہر طرح کا خوفناک اور تباہ کن اسلحہ استعمال کیا تھا۔ کمانڈوز کی ہلاکت کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہر طرح کی ٹرانسپورٹ اور چار جنگی ہیلی کاپٹر بھی تباہ کر دیئے تھے اور پھر وہ تین جیپیں لے کر وہاں سے نکل گئے تھے جانے سے پہلے وہ شاید اسلحے کے ڈپو میں ٹائم بم فکس کر گئے تھے۔ ان کے جانے کے ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہاں ہولناک دھماکے ہوئے تھے جس سے چھاؤنی مکمل طور پر تباہ ہو گئی تھی اور جنگل کا بھی بہت سا حصہ اس تباہی کی زد میں آ گیا تھا۔ جہاں ہر طرف خوفناک آگ بھڑک اٹھی ہے"۔ صدر نے کہا۔

"اوہ۔ مجھے اس چھاؤنی کے تباہ ہونے کی خبر ضرور ملی تھی مگر اسلحے کا ڈپو۔ اوہ یہ تو بہت برا ہوا ہے۔ اسلحے کے ڈپو میں تو میزائل بھی ہوں گے اور........" مارشل مہادیو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہاں میزائل ضرور تھے مگر وہ زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائل تھے۔ اگر دوسرے میزائل ہوتے تو وہ یقیناً دور نزدیک کے علاقوں میں جاگرتے اور نجانے کس قدر تباہی پھیلاتے مگر یہ سب ہوا کیسے ہے۔ کون تھے وہ لوگ اور اس چھاؤنی کو اڑانے کے پیچھے ان کا کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔ صدر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"میں نے ان اطراف میں ماسٹر پرکاش کو بھیج دیا ہے سر۔ وہ لوگ جو کوئی بھی ہیں اور ان کا مقصد جو بھی ہو مگر وہ اس علاقے سے ابھی دور نہیں گئے ہوں گے۔ ماسٹر پرکاش نہایت تیز اور جہاندیدہ انسان ہے وہ جنگی ہیلی کاپٹروں کا اسکوارڈن لے گیا ہے۔ جلد یا بدیر وہ ان لوگوں کو گھیر لے گا"۔ مارشل مہادیو نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"مگر وہ لوگ ہیں کون۔ کیا ان کے بارے میں آپ کو کوئی انفارمیشن نہیں ملی"۔ صدر نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ جلد ہی ان کے بارے میں پتہ چل جائے گا"۔ مارشل مہادیو نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کہیں یہ لوگ عمران اور اس کے ساتھی تو نہیں ہیں"۔ صدر نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں، یہ وہ لوگ نہیں ہو سکتے۔ اگر انہیں آنا ہوتا تو وہ

سیدھے ہیون ویلی یا اس کے اردگرد کے علاقوں سے کافرستان میں آتے۔ اتنی دور اور اس قدر طویل چکر کاٹ کر انہیں آنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر ماکار جنگل میں سوریا چھاؤنی کو وہ لوگ اس طرح کھلے عام تباہ کر کے ہمارے سامنے ایکسپوز ہونے کی کوشش نہ کرتے۔ انہیں معلوم ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو کافرستان کی پوری فوج ان پر چڑھ دوڑے گی"۔ مارشل مہادیو نے بات بناتے ہوئے کہا وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے کافرستان میں داخل ہونے کے بارے میں ابھی کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"پھر بھی ان جیسے انسانوں سے کوئی بعید نہیں ہے۔ بہرحال سوریا چھاؤنی کو تباہ کرنے کے جو افراد بھی ذمہ دار ہیں آپ جلد سے جلد ان کے خلاف کام کریں اور مجھے رپورٹ کریں"۔ صدر نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ ان کے بارے میں جیسے ہی کوئی اطلاع ملی میں آپ کو رپورٹ کروں گا"۔ مارشل مہادیو نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا اور پھر دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہوتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔ ابھی اس نے فون بند کیا ہی تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اور نہایت خوبصورت لڑکی اندر آ گئی۔ وہ فوجی لباس میں ملبوس تھی۔ اس کا رنگ سرخ و سپید تھا۔ آنکھیں نیلی اور بال سنہری مائل تھے۔

"آؤ کیپٹن ماریا۔ تم بتائے بغیر کہاں چلی گئیں تھی"۔ مارشل

مہادیو نے اس کی طرف تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

" میرا ڈے آف تھا اس لئے میں اپنے فلیٹ میں جا رہی تھی کہ تمہارے اسسٹنٹ کا فون آگیا۔ اس لئے میں راستے سے ہی واپس آ گئی ہوں"۔ کیپٹن ماریا نے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔ وہ مارشل مہادیو کی منہ چڑھی تھی۔ وہ اس سے اسی بے تکلفی سے باتیں کرتی تھی چاہے مارشل مہادیو اس سے نرم لہجے میں بات کر رہا ہو یا غصے میں۔

" ہونہہ، تم اچھی طرح سے جانتی ہو کہ اس وقت صورتحال کیا ہے۔ ہیون ویلی کے لیڈر کی حفاظت کی ساری ذمہ داری میں نے تم پر ڈال رکھی ہے اور تم اپنی ذمہ داری کا احساس ہی نہیں کر رہی۔ تم نہیں جانتی کیپٹن ماریا، پاکیشیا سے خطرناک ایجنٹوں کا ٹولہ یہاں آیا ہوا ہے۔ وہ لوگ ہیون ویلی کے اس لیڈر کے لئے ہی یہاں آئے ہیں۔ ابھی تو شاید انہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم نے ابو عبداللہ کو کہاں رکھا ہوا ہے۔ لیکن جیسے ہی انہیں معلوم ہوگا وہ اپنی پوری طاقت سے یہاں چڑھ دوڑیں گے اور ہماری ذرا سی کمزوری، ذرا سی لاپرواہی ہمارے لئے کس قدر نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے اس کا کوئی اندازہ ہے تمہیں"۔ مارشل مہادیو نے اسے بری طرح سے گھورتے ہوئے کہا۔

" تو تم کیا چاہتے ہو میں ہر وقت یہیں بندھی رہوں۔ میں دن رات یہیں رہتی ہوں۔ ہفتے میں ایک بار اپنے فلیٹ میں جاتی ہوں اور کیوں جاتی ہوں تمہیں یہ بھی اچھی طرح سے معلوم ہے۔ پھر بھی

تم مجھ پر اعتراض کرتے رہتے ہو۔ کیوں"۔ کیپٹن ماریا نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

" دیکھو کیپٹن ماریا۔ میں نے ہیڈ کوارٹر کی تمام ذمہ داریاں تم پر عائد کر رکھی ہیں۔ اس کا نظم و نسق سنبھالنا تمہارا کام ہے۔ تمہاری جگہ میں کسی اور کو نہیں دے سکتا۔ ان دنوں خاص طور پر تمہارا یہاں رہنا بے حد ضروری ہے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یہی تو میں پوچھ رہی ہوں۔ کیوں ضروری ہے۔ ہمارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے اس کے بارے میں چند اہم لوگوں کے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ہیڈ کوارٹر کی حفاظت کا جو انتظام کر رکھا ہے وہ فول پروف ہے۔ ابو عبداللہ تہہ خانے میں سخت ترین سیکورٹی میں ہے۔ تہہ خانے میں جانے کے لئے میں نے ایسے سائنسی انتظامات کر رکھے ہیں کہ میری یا تمہاری اجازت کے بغیر وہاں ایک مکھی بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ ابو عبداللہ کو جس سیل میں رکھا گیا ہے اس کی ایک چابی تمہارے پاس ہے اور ایک میرے پاس۔ پھر تمہیں کیوں شک ہے کہ وہ وہاں سے نکل سکتا ہے یا اسے چھڑانے کے لئے یہاں کوئی آ سکتا ہے"۔ کیپٹن ماریا نے تنک کر کہا۔

" ہونہہ، تم باتوں کو بلاوجہ طول دے رہی ہو۔ میں نے تمہیں بتایا ہے ناں کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کا ٹولہ یہاں آیا ہوا ہے۔ وہ لوگ جادوگر ہیں۔ وہ ناممکن کو بھی ممکن کرنا جانتے ہیں۔ خاص طور پر ان کے لیڈر علی عمران کے سامنے ایسے تمام حفاظتی انتظامات کوئی معنی

نہیں رکھتے۔

میں چاہتا ہوں جب تک وہ پکڑے نہیں جاتے یا ہلاک نہیں ہو جاتے۔اس وقت تک تم یہیں رہو۔مجھے سینکڑوں کام کرنے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے میں زیادہ یہاں نہیں رک سکتا ورنہ میں تمہیں نہ کہتا"۔مارشل مہادیو نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے۔لیکن اس وقت میرا فلیٹ میں جانا بے حد ضروری ہے۔میری ماں کی طبیعت بہت خراب ہے۔وہ مجھے بلا رہی ہے۔میں اس سے مل کر زیادہ سے زیادہ دو تین گھنٹوں میں واپس آجاؤں گی"۔ مارشل مہادیو کو نرم ہوتے دیکھ کر کیپٹن ماریا نے بھی اپنا رویہ نرم کر لیا تھا۔

" ہاں، یہ ٹھیک ہے۔اس وقت تک میں یہیں ہوں"۔مارشل مہادیو نے کہا اور کیپٹن ماریا اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

کیپٹن ماریا مارشل مہادیو کے چھوٹے بھائی کی بیٹی تھی۔جو اپنی بیوی کے ساتھ ایک کار ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو چکا تھا۔تب سے کیپٹن ماریا کو مارشل مہادیو نے ہی پالا تھا۔اس نے کیپٹن ماریا کو تعلیم دلوانے کے بعد فوج میں بطور کیپٹن بھرتی کر رکھا تھا۔کیپٹن ماریا بے حد تیز، ذہین اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔جس کی وجہ سے مارشل مہادیو اس پر بے پناہ اعتماد کرتا تھا۔اس لئے وہ کیپٹن ماریا کو اپنے ہیڈ کوارٹر کا انچارج اور

اپنا نمبر ٹو بنا کر وہاں لے آیا تھا۔تب سے کیپٹن ماریا اس ہیڈ کوارٹر میں رہتی تھی۔کیپٹن ماریا مارشل مہادیو سے بے حد چھوٹی تھی مگر وہ اسے بے حد پسند کرتی تھی جبکہ مارشل مہادیو اس سے کھنچا کھنچا اور دور ہی رہتا تھا اور اس کی جائز و ناجائز بات مان کر جان چھڑاتا رہتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ اس کے بعد ہیڈ کوارٹر کی تمام ذمہ داری کیپٹن ماریا کے سپرد تھی۔

جس سڑک پر وہ جیپیں دوڑا رہے تھے۔اس کے ایک طرف جنگل تھا اور دوسری طرف پہاڑیاں تھیں۔ جنگل کے درخت سڑک کے کناروں پر تھے اور سائبانوں کی طرح جھکے ہوئے تھے۔آگے دائیں بائیں مڑنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

" جلدی کرو۔جیپ ان درختوں کے قریب لے جا کر روک دو"۔ عمران نے تنویر سے کہا اور تنویر نے اثبات میں سر ہلا کر جیپ درختوں کے قریب کر کے روک دی۔ ہیلی کاپٹروں کی گڑگڑاہٹ کی آوازیں دوسری جیپوں میں موجود جوزف اور صفدر نے بھی سن لی تھیں۔ تنویر کو درختوں کی طرف جیپ لے جاتے دیکھ کر انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

" مارٹر گنیں نکال کر درختوں پر چڑھ جاؤ۔ ہمیں ان ہیلی کاپٹروں کو مار گرانا ہے"۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے ایک درخت پر

چڑھتا چلا گیا۔ صفدر، تنویر، جوزف اور خاور نے اپنے اپنے تھیلوں سے مارٹر گنوں کے پارٹس نکال کر جوڑے اور انہیں لوڈ کر کے تیزی سے مختلف درختوں پر چڑھتے چلے گئے۔

ہیلی کاپٹروں کی تعداد پانچ تھی۔ وہ خاصی نیچی پرواز کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں دو گن شپ ہیلی کاپٹر تھے جبکہ باقی تین ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر تھے۔ وہ اسی طرف آ رہے تھے جس طرف انہوں نے جیپوں اور کمانڈوز پر بمباری اور فائرنگ کی تھی۔ اس جگہ آگ لگی ہوئی تھی اور جیپوں سے مسلسل دھواں اٹھ رہا تھا۔ ان لوگوں کو شاید معلوم ہو گیا تھا کہ وہاں ان کے ساتھی بھی موجود ہیں اس لئے وہ فائرنگ اور بمباری کرنے سے گریز کر رہے تھے۔ سائبانوں کی طرح جھکے ہوئے درختوں اور کثیف دھوئیں کی وجہ سے وہ شاید نیچے کی صورتحال دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔ ورنہ شاید وہ اب تک وہاں شدید فائرنگ اور خوفناک بمباری شروع کر دیتے۔

" جوزف، پہلے گن شپ ہیلی کاپٹر کو نشانہ بناؤ"۔ عمران نے جوزف سے چیختے ہوئے کہا جو درخت پر کافی اوپر آ گیا تھا۔ جوزف نے اثبات میں سر ہلایا اور مارٹر گن کا رخ ایک گن شپ ہیلی کاپٹر کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ گن سے آگ کا ایک گولہ سا نکلا اور بجلی کی سی تیزی سے ایک گن شپ ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسی لمحے عمران نے اپنی گن سے دوسرے گن شپ ہیلی کاپٹر پر بلاسٹنگ بلٹ فائر کر دی۔ بلاسٹنگ بلٹ بجلی کی سی تیزی سے نکلی اور پھر اس کی بلاسٹنگ بلٹ

اور جوزف کا مارٹر گولہ ایک ساتھ ان ہیلی کاپٹروں سے جا ٹکرائے۔ خوفناک دھماکے ہوئے اور دونوں گن شپ ہیلی کاپٹروں کے پرخچے فضا میں بکھر گئے۔ اسی لمحے صفدر، تنویر اور خاور نے بھی مارٹر گنوں سے تین ہیلی کاپٹروں کا نشانہ لے لیا تھا۔ یکے بعد دیگرے تین زبردست دھماکے ہوئے اور ان ہیلی کاپٹروں کے ٹکڑے جنگل، سڑک اور پہاڑیوں پر بکھر گئے تھے۔

" چلو جلدی نیچے اترو۔ ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکلنا ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے درختوں سے اترتے چلے گئے۔

"آؤ، اس سے پہلے کہ وہ یہاں جنگی طیارے بھیج دیں ہم کسی محفوظ جگہ پہنچ جائیں"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ سب ایک بار پھر جیپوں میں سوار ہوتے چلے گئے۔

" عمران صاحب، یہاں سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے چراٹا۔ وہاں میرا ایک اڈا ہے وہاں میرے آدمی بھی ہیں"۔ آغا جمشید نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

" ٹھیک ہے۔ چلو"۔ عمران نے سر ہلا کر کہا اور ان کی جیپیں ایک بار پھر حرکت میں آگئیں۔ عمران اور اس کے ساتھی ہر قسم کی صورتحال سے نپٹنے کے لئے تیار تھے۔ مگر خیریت گزری تھی۔ اس طرف نہ کوئی طیارہ آیا تھا نہ ہیلی کاپٹر اور نہ ہی ان کے راستے میں کوئی چوکی آئی تھی۔ دو گھنٹے کے سفر کے بعد وہ قصبہ چراٹا جا پہنچے۔ قصبہ چراٹا گو زیادہ بڑا نہیں تھا اور وہاں مکان بھی کچے پکے تھے۔ لیکن وہاں

آغا جمشید کا خاصا رسوخ تھا۔ آغا جمشید نے انہیں یہیں رکنے کو کہا تھا اور اکیلا جیپ لے کر قصبے میں چلا گیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آگیا۔

" چلیئے عمران صاحب۔ انتظام ہو گیا ہے"۔ اس نے کہا اور وہ سب جیپوں میں سوار ہو کر قصبے میں جا پہنچے۔ وہاں کچھ لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔

" ان جیپوں کا کیا کرو گے۔ ان جیپوں کی وجہ سے تو کافرستانی ایجنسیاں اس سارے قصبے کا گھیراؤ کر سکتی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں عمران صاحب۔ یہاں آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر ایک جھیل ہے۔ جس کی گہرائی میں ایک بڑی دلدل ہے۔ میرے آدمی ان جیپوں کو لے جا کر اس جھیل میں ڈبو دیں گے۔ جیپیں دلدل میں اتریں گی تو کسی کو ان کا نشان بھی نہیں ملے گا"۔ آغا جمشید نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر انہوں نے جیپوں سے اپنا سامان اتارا اور آغا جمشید کے ساتھ ایک طرف چل پڑے۔ اس کے تین ساتھی جیپیں لے گئے تھے۔

آغا جمشید کے ساتھ اس کے ساتھی بھی تھے جو انہیں ایک حویلی نما عمارت میں لے آئے تھے۔ حویلی خاصی پرانی اور سالخوردہ تھی۔ اس کی دیواریں جگہ جگہ سے گر چکی تھیں۔ کمرے بھی منہدم ہو چکے تھے۔ آغا جمشید عمران کو مختلف راستوں سے لیتا ہوا حویلی کے عقب میں آگیا۔ اس طرف بھی ایک کمرے کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی لیکن وہ کمرہ صاف تھا۔ اس کی دیوار کا ملبہ باہر کی طرف گرا ہوا تھا۔ آغا جمشید نے آگے

بڑھ کر کمرے کی ایک دیوار پر موجود طاقچے میں ہاتھ ڈال کر ایک ابھرا ہوا پتھر دبایا تو کھٹکے کی آواز کے ساتھ اچانک دائیں طرف زمین کا ایک حصہ سمٹتا چلا گیا۔ وہاں نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں دکھائی دینے لگیں۔

آغا جمشید کی سرکردگی میں وہ سب سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ آغا جمشید نے سب سے پہلے نیچے جا کر لائٹ آن کی تھی۔ تہہ خانہ بے حد وسیع تھا۔ سامنے دائیں بائیں دوسرے کمروں میں راستے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

"کیا ہم یہاں محفوظ رہیں گے"۔ عمران نے کمرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے آغا جمشید سے پوچھا۔

"فی الحال آپ یہیں رکیں۔ یہاں سے ایک زمین دوز سرنگ دوسرے قصبے کرلانگ کی طرف جاتی ہے۔ میں کچھ انتظام کر لوں۔ اگر آپ لوگ ریسٹ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ کرلانگ پہنچ کر ہم شہر کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور پھر آگے جا کر ہمارے لئے تمام راستے کھل جائیں گے"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"کیوں ساتھیو، کچھ دیر اور آرام کر لیں"۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"میں آپ لوگوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کر کے ابھی آتا ہوں"۔ آغا جمشید نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب اپنے کاندھوں سے سفری بیگ اتار کر وہاں رکھی ہوئی کرسیوں

پر بیٹھ گئے۔

"اس مشن میں ہم بھاگ دوڑ ہی کرتے پھر رہے ہیں۔ ابھی ہم پوری طرح سے کافرستان میں ہی داخل نہیں ہو سکے۔ آگے مشن جانے کب شروع کریں گے"۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ کافرستان ہے پیارے۔ اس بار انہوں نے ہمارے استقبال کی زبردست تیاری کر رکھی ہے۔ تمام ایجنسیاں متحرک ہیں۔ یہ تو ہماری قسمت ہے کہ ہم ابھی تک نہ صرف زندہ ہیں بلکہ ہم میں سے کوئی زخمی بھی نہیں ہوا۔ ورنہ جن مرحلوں سے ہم گزر کر آئے ہیں ہم میں سے ایک آدھ تو ضرور پار لگ گیا ہوتا"۔ عمران نے کہا۔

"میں پوچھتا ہوں آخر ہمیں اس قدر طویل راستہ اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہم سیدھے پڑبانگ میں بھی تو بھیس بدل کر جا سکتے تھے۔ وہاں سے ہیون ویلی کا سرحدی علاقہ قریب ہی ہے۔ جس طرح ہم نے یہاں چھاؤنی اڑائی ہے اگر اسی طرح وہاں کسی چھاؤنی کو اڑا دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا"۔ تنویر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ مت بھولو تنویر کہ ایک تو ان لوگوں کا ہیون ویلی میں مکمل ہولڈ ہے اور دوسرے ابو عبداللہ ان کے قبضے میں ہے۔ اگر ہم ہیون ویلی میں داخل ہونے کی کوشش کرتے تو وہ ہیون ویلی کے ایک ایک گھر میں ہماری تلاش میں گھس سکتے تھے۔ ہمارے لئے ہیون ویلی کی بے گناہ اور معصوم عوام کو خواہ مخواہ مصیبتیں جھیلنا پڑتیں۔ ہم اس وقت تک ہیون ویلی میں نہیں جائیں گے جب تک کہ ہمیں

یہ پتہ نہیں چل جاتا کہ انہوں نے ابو عبداللہ کو کہاں رکھا ہوا ہے۔
اس لئے ہم جس راستے سے داخل ہوئے ہیں۔یہی ہمارے لئے بہتر
تھا۔ویسے بھی ہم نے جو کچھ کیا ہے یہ اس ظلم کے مقابلے میں کچھ بھی
نہیں ہے جو وہ لوگ ہیون ویلی کے مسلمانوں پر ڈھا رہے ہیں۔اور
دوسری بات یہ کہ ان کی توجہ بھی زیادہ سے زیادہ ہماری طرف رہے
گی۔ہو سکتا ہے وہ ہمارے مقابلے پر ہیون ویلی سے بلیک فورس کو
لے آئیں۔اس طرح ہمیں ان کا خاتمہ کرنے میں زیادہ تردد نہ کرنا
پڑے گا"۔عمران نے سنجیدگی سے کہا تو اس کے ساتھی اس کی تائید
میں سر ہلانے لگے۔

"شکر ہے۔تم بھی سنجیدہ ہوئے"۔جولیا نے بے اختیار کہا اور اس
کی بات سن کر عمران مسکرا دیا۔

"سنجیدہ ہونے کے لئے رنجیدہ ہونا ضروری ہوتا ہے مس جولیانا
فٹزواٹر اور جہاں تم جیسی رنجیدہ خاتون موجود ہو وہاں میں سنجیدہ نہ
ہوں تو کیا کروں"۔عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رنجیدہ۔میں تمہیں رنجیدہ نظر آتی ہوں"۔جولیا نے اس کی
جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، دیکھو رنجیدگی تمہاری آنکھوں، تمہارے چہرے بلکہ
تمہاری ناک سے بھی ٹپک رہی ہے۔اگر یقین نہیں تو اپنے کسی
بھائی بند سے پوچھ لو"۔عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کے
ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔بھائی بند کا واضح اشارہ عمران نے تنویر

کی طرف ہی کیا تھا جو اس کی بات سن کر جبڑے بھینچ کر اس کی جانب
غصیلی نظروں سے گھورنے لگا تھا۔

"عمران صاحب، آپ تنویر بے چارے کو ہر وقت کیوں تنگ
کرتے رہتے ہیں"۔نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لو خود ہی اسے بے چارہ کہہ رہے ہو اور پوچھ رہے ہو کہ میں اسے
تنگ کیوں کرتا ہوں"۔عمران نے کہا۔

"کیوں بے چارہ ہونے سے کیا ہوتا ہے"۔نعمانی نے ہنستے ہوئے
پوچھا۔

"میں نے سنا ہے جس کو چارہ نہ ملے وہ بے چارہ ہوتا ہے اور چارہ
کسے نہیں ملتا یہ مجھ سے بہتر تم سمجھتے ہو"۔عمران نے کہا اور اس کے
جملے پر وہ سب کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔تنویر بھی اس بار ہنس دیا
تھا۔

"جسے چارہ نہ ملے وہ تو انسان ہوتا ہے مگر جسے چارہ ملے اسے کیا
کہتے ہیں"۔تنویر نے کہا تو اس کی بات پر وہ سب قہقہہ لگا کر ہنس
پڑے تھے۔تنویر نے بڑی خوبصورتی سے عمران کو چارہ کھانے والا
جانور بنا دیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے تنویر کہتے ہیں"۔عمران نے کہا۔اس بار
سیکرٹ سروس کے ممبران کے قہقہے پہلے سے بھی زیادہ بلند ہو گئے۔
تنویر بھی کھسیانہ ہو کر ہنس دیا تھا۔عمران نے اس کی چوٹ اس پر
الٹ دی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ مزید بات کرتا اسی لمحے دروازہ کھلا

اور آغا جمشید اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھانے پینے کی طشتریاں لئے آ گیا۔

"عمران صاحب، مجھے ہالا کوٹ سے اطلاع ملی ہے کہ ان لوگوں کو سوریا چھاؤنی اور ہیلی کاپٹروں کی تباہی کی اطلاع مل چکی ہے۔ ہالا کوٹ سے بے شمار مسلح افراد کی جیپیں، ہیلی کاپٹر اور فائٹر طیارے روانہ ہو چکے ہیں۔ ان کا رخ چراٹا ہی کی طرف ہے"۔ آغا جمشید نے انہیں بتایا۔

"یہاں سے جو سرنگ کرلانگ کی طرف جاتی ہے کیا وہ اس طرف سے ہمیں گھیرنے کی کوشش نہیں کریں گے"۔ عمران نے کہا۔

"اس طرف ان کے آنے کا امکان بے حد کم ہے۔ ہم شمالی اطراف میں جائیں گے۔ چراٹا کے راستے یا تو وانگولی شہر کی طرف جاتے ہیں یا پھر مسکوری شہر کی طرف۔ پہلے تو وہ لوگ آپ کو چراٹا میں ہی تلاش کریں گے اس کے بعد وہ وانگولی اور مسکوری کی طرف جائیں گے"۔ آغا جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، تو تم نے ان لوگوں کو ڈاج دینے کے لئے جیپوں کے ٹائروں کے نشان وانگولی اور مسکوری کی طرف بنا دیئے ہیں"۔ عمران نے اس کی مسکراہٹ کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہ بہت ضروری تھا۔ ہم لوگوں نے یہاں ایسا انتظام کر دیا ہے کہ وہ لوگ یہاں آئیں گے تو انہیں ایسے ہی نشانات ملیں گے کہ تین مسلح افراد جیپیں چراٹا میں آئی ضرور تھیں مگر وہ رکے بغیر وانگولی

اور مسکوری کی طرف روانہ ہو گئی تھیں۔ ورنہ وہ لوگ آپ کی تلاش میں چراٹا کی زمین بھی ادھیڑنے سے گریز نہیں کریں گے"۔ آغا جمشید نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں نے کرلانگ میں اپنے آدمیوں سے کہہ دیا ہے وہ آپ سب کے کاغذات تیار کر رہے ہیں۔ جیسے ہی کاغذات تیار ہوں گے ہم روانہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کیا کرنا ہے وہ آپ ہمیں بتائیں گے"۔ آغا جمشید نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔

"آگے کیا کرنا ہے۔ وہ تمہیں معلوم ہی ہے یعنی چٹ بیاہ پٹ منگنی"۔ عمران نے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

"کیوں محاورے کا بیڑہ غرق کرتے ہو۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ ہوتا ہے"۔ جولیا نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مان جاؤ ناں"۔ عمران نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"کیا مان جاؤں"۔ جولیا نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔

"یہی چٹ منگنی اور پٹ بیاہ والی بات"۔ عمران نے اس انداز میں شرما کر کہا کہ وہاں موجود کوئی بھی اپنے قہقہوں کو نہ روک سکا تھا اور انہیں قہقہے لگاتے دیکھ کر عمران یوں آنکھیں پٹپٹانے لگا جیسے وہ سچ مچ گاؤدی ہو اور سب اس کے احمق پن پر ہنس رہے ہوں۔

"کیپٹن ماریا، ہونہہ۔ تو یہ کیپٹن ماریا، مارشل مہادیو کی بھتیجی ہے جسے اس نے اپنی بیٹی بنا رکھا ہے اور وہ وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر کی انچارج اور نمبر ٹو ہے"۔ کراسٹی نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔

"یس مادام۔ جیکال نے یہ بھی بتایا تھا کہ کیپٹن ماریا مارشل مہادیو کے ساتھ نہیں بلکہ کسی علیحدہ فلیٹ میں رہتی ہے۔ مارشل مہادیو کے ساتھ اس کی ایک آیا مسز برگنزا نے اسے پالا تھا جسے کیپٹن ماریا اپنی ماں کا ہی درجہ دیتی ہے اور وہ ہفتے میں ایک بار مسز برگنزا سے ملنے ضرور آتی ہے۔ مسز برگنزا بھی کیپٹن ماریا کو اپنی اولاد کی طرح چاہتی ہے"۔ پروشو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ جیکال سے معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ واپس وی ٹو کلب میں آگئے تھے۔ وہ دونوں اس وقت پروشو کے آفس میں موجود تھے۔ پروشو نے آفس میں

آتے ہی اپنے آدمیوں کو کیپٹن ماریا کے فلیٹ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ وہ نہ صرف اس فلیٹ کی نگرانی کریں بلکہ اس فلیٹ کے مکینوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کریں کہ کیپٹن ماریا کب وہاں آتی ہے۔

"اگر کیپٹن ماریا ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ میں آسانی سے مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں جا کر وہاں سے ابو عبداللہ کو نکال لاؤں گی"۔ کراسٹی نے بدستور سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جیکال نے کیپٹن ماریا کے بارے میں جو تفصیلات بتائی ہیں۔ اس سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ اس ہیڈ کوارٹر میں مارشل مہادیو کے بعد صرف کیپٹن ماریا کا ہی ہولڈ ہے۔ اگر واقعی یہ سچ ہے تو ہمارا مشن ہارڈ نہیں بلکہ سافٹ مشن بن سکتا ہے"۔ پروشو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن ماریا میں یقیناً بے پناہ صلاحیتیں ہوں گی جس کی وجہ سے مارشل مہادیو نے اسے ہیڈ کوارٹر کا انچارج اور اپنا نمبر ٹو بنا رکھا ہے ورنہ کیپٹن اور مارشل جیسے عہدے دار کا نمبر ٹو بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کا نمبر ٹو تو کسی کرنل کے رینک کے آفیسر کو ہونا چاہئے تھا"۔ کراسٹی نے کہا۔

"وہ مارشل مہادیو کی بھتیجی بھی تو ہے۔ ہو سکتا ہے اسی لئے

مارشل مہادیو نے اسے اس قدر کھلی چھٹی دے رکھی ہو"۔ پروشو نے کہا تو کراسٹی پر خیال انداز میں سر ہلانے لگی۔

"کیا تمہارے آدمی کیپٹن ماریا کو اٹھانے میں کامیاب ہو جائیں گے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میں نے وہاں اپنے خاص آدمیوں کو بھیجا ہے۔ وہ ہر قسم کی سچوئیشن کو ہینڈل کرنا اچھی طرح سے جانتے ہیں"۔ پروشو نے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"ایک مسئلہ اور بھی تو ہے"۔ کراسٹی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا مادام"۔ پروشو نے پوچھا۔

"ہمیں کیپٹن ماریا کی ٹپ تو مل گئی ہے اور اس کے ذریعے ہمیں مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں گھسنے کا ذریعہ بھی مل رہا ہے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب اس کا قد کاٹھ میرے جیسا ہو۔ میں میک اپ کر کے اس کا چہرہ تو اپنا سکتی ہوں لیکن اگر وہ میری جسامت کی نہ ہوئی تو"۔ کراسٹی نے کہا۔

"اوہ ہاں مادام، واقعی یہ مسئلہ تو ہے۔ پھر آپ کیا کرنا چاہتی ہیں"۔ پروشو نے کہا۔

"میں سوچ رہی ہوں۔ پہلے میں کیپٹن ماریا کو خود ایک نظر دیکھ لوں۔ اگر اس کا قد کاٹھ میرے جیسا ہوا تو اسے غائب کر کے میں اس کی جگہ لے لوں گی اور اگر ایسا نہ ہوا تب بھی ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہی

ہوگا"۔ کراسٹی نے مسلسل سوچتے ہوئے کہا۔

"پھر آپ کیا کریں گی"۔ پروشو نے دلچسپی سے کراسٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"برین سکیننگ"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس کے لہجے میں عجیب سی پراسراریت تھی۔

"برین سکیننگ۔ کیا مطلب"۔ پروشو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں کیپٹن ماریا کی برین سکیننگ کروں گی۔ اس کا ذہن بلینک کر کے میں اس کے ذہن میں وہ سب بھر دوں گی جو میں کہوں گی کیپٹن ماریا کو وہی کرنا ہوگا"۔ کراسٹی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، کہیں آپ جی ایس سکسٹی ون تھاؤزنڈ مشین کے بارے میں تو نہیں سوچ رہیں۔ میرے خیال میں یہی ایک ایسی مشین ہے جس سے یہ سب کچھ کیا جا سکتا ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"ہاں، کیا ایسی مشین یہاں دستیاب ہو سکتی ہے"۔ کراسٹی نے اس کی طرف پرامید نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسی مشین ہمارے پاس تو نہیں ہے لیکن یہاں بلیک فورڈ نامی ایک سینڈیکیٹ ہے جس کے پاس یہ مشین موجود ہے۔ اگر آپ کہیں تو ہم ان سے یہ مشین ہائر کر سکتے ہیں۔ مگر وہ اس کے لئے خاصی رقم مانگ سکتا ہے"۔ پروشو نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

"رقم کی تم پرواہ نہ کرو۔ میرے اکاؤنٹ میں کروڑوں نہیں تو لاکھوں ڈالرز ضرور ہوں گے۔ اس کام کے لئے جو بھی خرچہ آئے گا وہ

میں ادا کروں گی"۔ کراسٹی نے اس کی بات کا مقصد سمجھتے ہوئے کہا۔

" نہیں مادام، یہ بات نہیں ہے۔ یوں تو ہر معاملے میں مجھے رقم خرچ کرنے پر چیف کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ لیکن میں چاہتا تھا اس سلسلے میں آپ چیف سے اجازت لے دیتیں تو"۔ پروشو نے کہا۔

" نہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا ہے ناں کہ اس مشن میں جو بھی لاگت آئے گی وہ میں ادا کروں گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے سمجھے"۔ کراسٹی نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

" مم، مگر مادام"۔ پروشو نے کہنا چاہا۔

" نو آر گومنٹس"۔ کراسٹی نے سختی سے کہا تو پروشو نے ہونٹ بھینچ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

" اور ہاں، اگر گولڈن آئی کا بھی بندوبست ہو جائے تو زیادہ مناسب رہے گا"۔ کراسٹی نے کہا۔

" گولڈن آئی"۔ پروشو نے چونک کر کہا۔

" ہاں ویژنل آئی۔ ہم کیپٹن ماریا کی آنکھ کا آپریشن کر کے اس کی آنکھ میں گولڈن آئی فکس کر دیں گے۔ اس طرح وہ جہاں جائے گی اور مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں جو کچھ بھی کرے گی ہم اسے ویژن سکرین پر آسانی سے دیکھ سکیں گے"۔ کراسٹی نے کہا۔

" اوہ ٹھیک ہے مادام۔ یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ گولڈن آئی کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔ آپ بے فکر رہیں"۔ پروشو نے کہا۔ اسی

لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو پروشو نے میز پر پڑے مختلف رنگوں کے فون سیٹوں میں سے سفید رنگ کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

" یس"۔ پروشو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

" پاون بول رہا ہوں باس"۔ دوسری طرف سے ایک منحنی سی آواز سنائی دی اور پروشو بے اختیار چونک پڑا۔ پاون اس شخص کا نام تھا جسے پروشو نے کیپٹن ماریا کی نگرانی کے لئے چند ساتھیوں کے ساتھ اس کے فلیٹ کی طرف بھیج رکھا تھا۔ اس نے جلدی سے لاؤڈر کا بٹن آن کر دیا تھا تاکہ اس کے اور پاون کے درمیان ہونے والی باتوں کو کراسٹی بھی سن لے۔

" یس پاون کس لئے فون کیا ہے"۔ پروشو نے جلدی سے کہا۔ اسے لاؤڈر کا بٹن دباتے دیکھ کر کراسٹی سمجھ گئی تھی کہ کس کا فون ہو سکتا ہے۔

" باس میڈیکل سٹور میں وہ میڈیسن آ گئی ہے"۔ دوسری طرف سے پاون نے کہا۔ وہ چونکہ عام پبلک بوتھ سے بول رہا تھا اس لئے وہ کوڈ ورڈز میں بات کر رہا تھا۔

" اوہ، اتنی جلدی۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ وہی میڈیسن ہے جس کے لئے میں نے تمہیں بھیجا تھا"۔ پروشو نے جلدی سے کہا۔

" یس باس۔ میں نے کنفرم کر لیا ہے"۔ پاون نے مختصر سے انداز میں کہا۔

" گڈ، کیا تمہارے پاس اتنی رقم ہے کہ تم اس میڈیسن کو لا

سکو"۔ پروشو نے کہا۔

" یس باس، آپ بے فکر رہیں۔ میں اس میڈیسن کو آسانی سے لے آؤں گا"۔ پاون نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ تم کتنی دیر میں واپس آ رہے ہو"۔ پروشو نے کہا۔

" زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ لگے گا باس"۔ پاون نے کہا۔

" اوکے، میڈیسن لے کر تم سیدھے میرے پاس آؤ گے۔ اوکے"۔ پروشو نے کہا۔

" اوکے باس"۔ پاون نے کہا اور پروشو نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

" یس مادام، کام ہو گیا ہے۔ کیپٹن ماریا آج ہی اپنے فلیٹ میں واپس آ گئی ہے"۔ پروشو نے کہا۔

" ہاں میں نے سن لیا ہے۔ جب تک پاون اسے یہاں لائے تم جی ایس سکسٹی ون تھاؤزنڈ مشین اور گولڈن آئی کا بندوبست کرا لو تاکہ ہم آج ہی سے اپنا کام مکمل کر لیں"۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور جلدی جلدی نمبر پریس کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً دو گھنٹوں بعد وہ دونوں ایک ہال نما تہہ خانے میں تھے۔ جہاں ایک آہنی کرسی پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی رسیوں سے بندھی ہوئی تھی۔ اس کے جسم پر فوجی ٹائپ کی وردی تھی۔ اس لڑکی کا قد کاٹھ دیکھ کر کراسٹی کی آنکھوں میں بے پناہ چمک آ گئی تھی۔

" گڈ، اس کی جسامت اور اس کا قد کاٹھ میرے جیسا ہی ہے۔ اگر میں اس کا میک اپ کر لوں تو کوئی پہچان نہیں سکے گا کہ اصلی کیپٹن ماریا کون ہے"۔ کراسٹی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یس مادام"۔ پروشو نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

" اب میں مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں خود جاؤں گی اور وہاں سے نہ صرف ابو عبداللہ کو آزاد کراؤں گی بلکہ اس ہیڈ کوارٹر کو بھی تباہ کر دوں گی۔ اس ہیڈ کوارٹر کے تباہ ہونے سے مارشل مہادیو اور کافرستان کو زبردست دھچکا پہنچ سکتا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

" ہاں یہیں بہتر رہے گا"۔ پروشو نے کہا۔

" یہ پاون ہی ہے ناں"۔ کراسٹی نے پروشو کے ساتھ کھڑے ایک کسرتی جسم والے نوجوان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" یس مادام۔ یہی کیپٹن ماریا کو یہاں لایا ہے"۔ پروشو نے جواب دیا۔

" تمہیں کیپٹن ماریا کو یہاں لانے میں کوئی دشواری تو نہیں ہوئی"۔ کراسٹی نے پاون سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" نو مادام، یہ فلیٹ میں اپنی منہ بولی ماں سے ملنے کے لئے آئی تھی۔ اسے ایک سپیشل جیپ میں لایا گیا تھا جو فوجی تو تھی مگر اس پر وائٹ کوبرا کا مخصوص نشان بھی بنا ہوا تھا۔ اس نے جیپ کے ڈرائیور کو واپس جانے کے لئے کہا تھا اور کہا تھا کہ جب وہ اسے فون کرے گی تو وہ اسے یہیں اس کے فلیٹ سے واپس لینے کے لئے آ جائے

پھر یہ فلیٹ میں چلی گئی اور ڈرائیور جیپ واپس لے گیا۔ تب میں نے
باس کو فون کیا اور پھر باس نے مجھے اسے یہاں لانے کے لئے کہا تو
میں نے اس کے اور ارد گرد کے فلیٹوں میں گیس کیپسول فائر کر دیئے
جس کی وجہ سے فلیٹ میں موجود مکین بے ہوش ہو گئے تھے۔ پھر میں
اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے فلیٹ میں گیا اور اسے وہاں سے نکال
کر لے آیا"۔ پاون نے ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور خاموش ہو
گیا۔

"کیا اس کے علاوہ وہاں کوئی اور بھی تھا"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"وہاں اس کی بوڑھی بیمار ماں، دو ملازمین اور ایک ملازمہ تھی"۔
پاون نے جواب دیا۔

"وہ لوگ کب تک ہوش میں آ جائیں گے"۔ کراسٹی نے کچھ سوچ
کر پوچھا۔

"میں نے وہاں ریکیم بائر گیس فائر کی تھی۔ اس گیس کے زیر اثر
رہنے والا پانچ چھ گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا۔ ہاں اگر
انہیں اینٹی ریکیم بائر انجکشن لگا دیئے جائیں تو گیس کے اثر کو فوری
طور پر زائل کیا جا سکتا ہے"۔ پاون نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم نے خود سنا تھا کیپٹن ماریا کو اپنے ڈرائیور سے
کہتے ہوئے کہ جب تک وہ اسے نہیں بلائے گی وہ اسے لینے نہ آئے"۔
کراسٹی نے پوچھا۔

"یس مادام۔ میں اس وقت جان بوجھ کر ان کے قریب سے گزرا

تھا۔ یہ الفاظ کیپٹن ماریا کو کہتے ہوئے میں نے خود سنے تھے"۔ پاون
نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے ہمارے پاس کچھ وقت ہے۔ اتنی دیر میں،
میں کیپٹن ماریا سے ساری معلومات حاصل کر سکتی ہوں۔ لیکن پھر
بھی پاون تم دوبارہ کیپٹن ماریا کے فلیٹ کی طرف چلے جاؤ۔ اگر اس کا
ڈرائیور وہاں خود آ جائے تو تم اس کو بھی کور کر لینا۔ ہیڈ کوارٹر میں
لے جانے کے لئے ڈرائیور بھی ہمارے لئے بے حد اہمیت رکھتا ہے۔
میں نہیں چاہتی کہ اسے یا کسی کو یہ معلوم ہو کہ کیپٹن ماریا کو چند
گھنٹوں کے لئے غائب کیا گیا ہے۔ وہ جب آئے تو اسے سب کچھ نارمل
نظر آنا چاہیئے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"بہتر مادام"۔ پاون نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ اس نے جیب
سے ایک سیل فون، ایک بٹوہ، چند کارڈ اور کچھ کاغذات نکال کر
کراسٹی کی طرف بڑھا دیئے۔

"یہ کیا ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا اور اس سے تمام چیزیں لے لیں۔

"یہ کیپٹن ماریا کی جیبوں سے میں نے نکالا تھا۔ اس میں کیپٹن
ماریا کا ہیڈ کوارٹر میں داخلے کا کارڈ اور وہ ضروری کاغذات ہیں جو
مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں اسے دوسروں سے منفرد بناتے ہیں
اور یہ سیل فون ہے۔ اس میں ہائی رینج ٹرانسمیٹر بھی ہے۔ میرا خیال
ہے مارشل مہادیو کیپٹن ماریا کو اسی سیل فون پر فون کال یا پھر
ٹرانسمیٹر کال کرتا ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"گڈ، ویری گڈ۔ یہ تو بڑے کام کی چیز ہے"۔ کراسٹی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ پاون کراسٹی کو تمام چیزیں دے کر وہاں سے چلا گیا تھا اور کراسٹی بٹوے میں موجود چیزوں، کارڈ اور کاغذات کو دیکھنے لگی۔

"پروشو، تمہاری جی ایس سکسٹی ون تھاؤزنڈ مشین یہاں کب تک پہنچ جائے گی"۔ کراسٹی نے چند لمحے توقف کے بعد پروشو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب اس کی کیا ضرورت ہے مادام۔ کیپٹن ماریا کا قد کاٹھ آپ جیسا ہی ہے۔ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ اب آپ خود ہیڈ کوارٹر میں جائیں گی"۔ پروشو نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرانی تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے ہوش میں آنے کے بعد کیپٹن ماریا مجھے اپنے بارے میں ساری معلومات آسانی سے دے دے گی۔ یہ سپیشل سروسز سے تعلق رکھتی ہے۔ آسانی سے زبان نہیں کھولے گی۔ ویسے بھی میں بلاوجہ تشدد کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتی۔ جبکہ جی ایس مشین اس کے لاشعور کو کھنگال لے گی۔ جب تک یہ مجھے اپنے بارے میں اور ہیڈ کوارٹر میں داخلے کے بارے میں سب کچھ نہیں بتا دیتی تب تک میں وہاں کیسے جا سکتی ہوں"۔ کراسٹی نے کہا اور پروشو نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

"مشین آدھے گھنٹے تک یہاں پہنچ جائے گی۔ اس کے پارٹس جوڑنے اور اسے ایڈجسٹ کرنے میں بھی ایک گھنٹہ لگے گا مادام"۔

پروشو نے جواب دیا۔

"ہونہہ، اتنی دیر۔ اتنی دیر میں تو کچھ بھی ہو سکتا ہے"۔ کراسٹی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"اتنی دیر میں آپ کیپٹن ماریا کا میک اپ کر لیں مادام۔ پرفیکٹ میک اپ کرنے میں بھی تو آپ کو خاصا وقت لگے گا"۔ پروشو نے کہا۔

"اوہ ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔ لیکن پہلے تم کیپٹن ماریا کو اینٹی ریکم بائر کا انجکشن لگا کر اسے ہوش میں تو لاؤ۔ میں اس کی آواز سننا چاہتی ہوں۔ اس دوران کسی کی کال آ جائے تو میں اسے ہینڈل تو کر سکوں گی"۔ کراسٹی نے کہا۔

"بہتر"۔ پروشو نے کہا اور کمرے میں موجود ایک آہنی الماری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ابھی الماری کے پٹ کھولے ہی تھے کہ اچانک کراسٹی کے ہاتھ میں موجود کیپٹن ماریا کے سیل فون کی مترنم بیل بجنے لگی اور کراسٹی فون کی سکرین پر مارشل مہادیو کا نام چمکتے دیکھ کر یکلخت اچھل پڑی۔

مارشل مہادیو، کیپٹن ماریا کو کال کر رہا تھا۔ جبکہ کیپٹن ماریا بے ہوش کرسی پر بندھی ہوئی تھی۔ کراسٹی نے چونکہ کیپٹن ماریا کی آواز نہیں سنی تھی اس لئے وہ پریشان ہو رہی تھی کہ اب وہ کیا کرے۔ مارشل مہادیو کی وہ کال رسیو کرے یا نہ کرے۔ اگر وہ مارشل مہادیو کی کال رسیو کرتی تو دوسری طرف مارشل مہادیو اس کی بدلی ہوئی آواز سن کر یقیناً چونک پڑتا اور اگر وہ اس کی کال نہ رسیو کرتی تب بھی اس

کے لئے مسئلہ بن سکتا تھا۔ کال رسیو نہ کرنے کی صورت میں مارشل مہادیو اس کے فلیٹ میں بھی فون کر سکتا تھا اور وہاں سے بھی جب اسے کوئی رسپانس نہ ملتا تو وہ یقیناً کیپٹن ماریا کا پتہ کرانے کے لئے اس کے فلیٹ میں خود آجاتا یا کسی کو بھیج سکتا تھا۔ ایسی صورت میں کراسٹی کا سارا پلان چوپٹ ہو جاتا اور اس کے پاس ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے کا راستہ بھی بند ہو جاتا۔ بیل مسلسل بج رہی تھی اور کراسٹی کو اپنے دل و دماغ میں دھماکے ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

مارشل مہادیو کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ وہ بار بار دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے سر جھٹک رہا تھا۔ اسے اپنے بہنوئی کی ہلاکت کے ساتھ ساتھ سوریا چھاؤنی کی طرف جانے والے ہیلی کاپٹروں کی تباہی کی اطلاع مل گئی تھی۔ جس میں اس نے ماسٹر پرکاش کو خصوصی طور پر عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا تھا جو سوریا چھاؤنی سے تین جیپیں لے کر فرار ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ سوریا چھاؤنی سے آگے انتظامی کمانڈوز کے ماسٹر شنکر نے بھی اپنے پچاس جوانوں کے ساتھ ان جیپوں کو روکنے اور ان میں موجود مجرموں کو پکڑنے کی کوشش کی تھی مگر عمران اور اس کے ساتھیوں نے بھرپور حملہ کر کے نہ صرف ان سب کو ہلاک کر دیا تھا بلکہ ان کی جیپیں بھی تباہ کر دی تھیں۔ ان میں ماسٹر شنکر بھی مارا گیا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھی جس تیزی سے ہر رکاوٹ کو ختم کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اس سے مارشل مہادیو کے ہوش اڑ گئے تھے اس نے ماسٹر پرکاش کی ہلاکت کی اطلاع ملتے ہی فوری طور پر ایئر فورس کے طیاروں، جنگی ہیلی کاپٹروں اور بے شمار مسلح فوج کو چراٹا کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے پاس اس علاقے میں وائیں بائیں یا کسی اور طرف جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ لوگ لامحالہ چراٹا پہنچیں گے اور یہی وہ علاقہ تھا جہاں انہیں آسانی سے گھیرا جا سکتا تھا۔

مارشل مہادیو نے اس طرف جو فورس بھیجی تھی اس کا کمانڈر دلیپ رائے تھا اور اسکوارڈن لیڈر کیپٹن پربت سنگھ تھا۔ مارشل مہادیو نے ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی تلاش کے لئے چراٹا کے علاقے کا زمین آسمان ایک کر دیں۔ چراٹا کے ہر گھر کی تلاشی لیں اور جس پر انہیں معمولی سا شک ہو اسے اسی وقت گولی مار دیں۔ ان کی تلاش کے لئے اگر انہیں چراٹا کی زمین بھی کھودنا پڑے تو وہ دریغ نہیں کریں گے۔ اسکوارڈن لیڈر انہیں مکمل طور پر فضائی کور دے گا۔ اگر مجرموں نے ان پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو مارشل مہادیو کے حکم کے مطابق ان پر فضائی حملہ کر دے۔ اس دشمن ٹولے کو ہلاک کرنے کے لئے اگر انہیں اپنے ساتھیوں کی بھی قربانی دینا پڑے تو وہ نہ ہچکچائیں۔ مارشل مہادیو کو پورا یقین تھا کہ وہ لوگ اس بار اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں بچ کر چراٹا سے نہ نکل سکیں گے۔

لیکن اسے ابھی تھوڑی دیر پہلے کمانڈر دلیپ رائے نے بتایا تھا کہ انہوں نے نہ صرف چاروں طرف سے چراٹا کا محاصرہ کر لیا ہے بلکہ انہوں نے چراٹا کے ہر گھر اور ہر جگہ کو چھان مارا ہے مگر مجرم وہاں نہیں ملے۔ چراٹا کے باسیوں کے مطابق تین ہیوی جیپیں اس طرف آئی ضرور تھیں مگر وہ وہاں رکے بغیر آندھی اور طوفان کی طرح وانگولی شہر اور مسکوری شہر کی طرف جانے والے راستوں پر چلی گئی تھیں۔ کمانڈر دلیپ رائے کے کہنے کے مطابق انہیں وانگولی شہر کی طرف ایک فوجی جیپ کے جانے کے نشان ملے تھے جبکہ مسکوری شہر کی طرف جانے والے راستے کی طرف انہیں دو جیپوں کے نشان نظر آئے تھے۔ جس کے مطابق ایک جیپ وانگولی قصبے میں جبکہ دو جیپیں مسکوری شہر کی طرف گئی تھیں۔ کمانڈر دلیپ رائے نے اپنا ایک دستہ فوری طور پر وانگولی شہر کی طرف اور دوسرا دستہ مسکوری کی جانب روانہ کر دیا تھا لیکن نہ ہی ان لوگوں کو وانگولی کی طرف آتا دیکھا گیا تھا اور نہ مسکوری کے راستے میں آنے والی چیک پوسٹ نے کسی فوجی جیپوں کے اس طرف آنے کی اطلاع دی تھی۔ وہ لوگ وانگولی اور مسکوری کے درمیانی راستے میں ہی کہیں غائب ہو گئے تھے جن کی تلاش میں کمانڈر دلیپ رائے نے چاروں طرف اپنے آدمی پھیلا دیئے تھے۔ لیکن انہیں پاکیشیائی گروپ کا تاحال کوئی سراغ نہ ملا تھا۔

کمانڈر دلیپ رائے سے ناکامی کی خبر سن کر مارشل مہادیو کا غصے سے خون کھول اٹھا تھا۔ اس نے کمانڈر دلیپ رائے کو خوب لتاڑا تھا

اور اسے حکم دیا تھا کہ جیسے بھی ہو وہ اس مجرم گروپ کو تلاش کرے۔ جب تک وہ گروپ مل نہیں جاتا اس وقت تک وہ وہیں رہے اور اگر اس بار اس نے ناکامی کی اسے رپورٹ دی تو وہ اسے خود وہاں آکر اپنے ہاتھوں سے گولی مار دے گا۔

کمانڈر دلیپ رائے کو دھمکیاں دے کر مارشل مہادیو نے غصے سے فون بند کر دیا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنی جلدی وہ لوگ کہاں غائب ہو سکتے ہیں۔ وانگولی اور مسکوری کی طرف جانے والے راستوں کے ارد گرد کوئی ایسا علاقہ نہیں تھا جہاں ان کے جانے اور چھپنے کا امکان ہو۔ ایک طرف کھلا میدان تھا اور دوسری طرف طویل و عریض صحرا جس کی حدود سیاہ میں جا کر سینکڑوں کلو میٹر کے بعد ختم ہوتی تھی۔ وہ لوگ کم از کم صحرا یا میدان میں پناہ نہیں لے سکتے تھے۔ شمالی سمت البتہ ایک کرلانگ نامی قصبہ تھا جس کے آگے بیج گام شہر شروع ہو جاتا تھا۔ لیکن اگر وہ چراٹا سے کرلاناگ کی طرف نکلتے تو ایک تو انہیں پیدل ہی سفر کرنا پڑتا دوسرے اس طرف ایک گنج پہاڑ تھا جو سلیٹوں کی طرح بالکل سیدھا اور سپاٹ تھا اور اس پہاڑ پر کسی کا چڑھنا اور دوسری طرف اترنا کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی اس پہاڑ پر چڑھ رہا ہوتا تو اسے طیاروں اور ہیلی کاپٹروں سے آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس پہاڑ میں نہ تو کوئی دراڑ تھی، نہ کھوہ اور نہ ہی اس کی چٹانیں ایسی تھیں جن کے نیچے یا عقب میں چھپا جا سکے۔

"اگر وہ گروپ ان اطراف میں نہیں گیا تو کہاں جا سکتا ہے"۔ مارشل مہادیو کا ذہن مسلسل اس بات پر الجھا ہوا تھا۔ اس گروپ کا اس طرح غائب ہو جانا مارشل مہادیو کے لئے سوہان روح بنا ہوا تھا۔ اس نے صدر سے واضح طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس ابھی کافرستان میں داخل نہیں ہوئے۔ اب اگر صدر کو کسی طرح پتہ چل جاتا کہ اس قدر تباہی پھیلانے اور ہلاکتیں کرنے والا گروپ عمران اور اس کے ساتھیوں کا ہی ہے تو وہ اس کا کیا حشر کریں گے۔ اس کے جھوٹ بولنے پر صدر نہ صرف اس سے اس کی سپیشل ہائی اتھارٹی واپس لے سکتے ہیں بلکہ اس کے خلاف سخت سے سخت ایکشن بھی لے سکتے تھے۔ اس لئے مارشل مہادیو چاہتا تھا کہ اس سے پہلے صدر یا کسی اور کو اس بات کی خبر ہو کہ وہ عمران اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہر صورت میں ہلاک کرا دینا چاہتا تھا۔

کمانڈر دلیپ رائے کو اطلاع دیئے تین گھنٹوں سے زیادہ وقت گزر چکا تھا جس کی وجہ سے مارشل مہادیو کا غصہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ کمانڈر دلیپ رائے کا اس سے اب تک رابطہ نہ کرنے کا یہی مطلب تھا کہ وہ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو ابھی تک تلاش نہیں کر سکا ہے۔

"وہ لوگ واقعی مافوق الفطرت ہیں۔ اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ ان لوگوں کے لئے مجھے کوئی جامع اور ٹھوس منصوبہ بندی کرنا ہو گی ورنہ وہ لوگ اسی طرح آگے بڑھتے رہیں گے اور کافرستان کی اینٹ سے

اینٹ بجا کر رکھ دیں گے"۔ مارشل مہادیو نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ چباتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔

" ہونہہ۔ عمران اور اس کے ساتھی ملٹری اور کسی اور ایجنسی کے بس کے نہیں ہیں۔ اس گروپ کی تلاش اور ان کے خاتمے کے لئے مجھے کوبرا فورس کو ہی حرکت میں لانا ہوگا۔ کوبرا فورس انہیں پاتال کی تہوں سے بھی نکال لانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ عمران اور اس کے ساتھی جس قدر چاہے چالاک، ہوشیار اور شاطر ہوں لیکن وہ کوبرا فورس کے سامنے دم بھی نہ مار سکیں گے اور کوبرا فورس انہیں اپنے قدموں تلے کچل دے گی۔ ہاں، یہی بہتر رہے گا۔ وہ لوگ چراٹا، کرلانگ، وانگولی اور مسکوری کے اردگرد کے علاقوں میں ہی ہوں گے۔ اب انہیں ڈھونڈ نکالنے کا کام کوبرا فورس ہی کرے گی"۔ مارشل مہادیو نے مسلسل بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ چند لمحے وہ سوچتا رہا پھر اس نے جلدی سے ایک فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

" یس، سی ایف سیکشن"۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

" وائٹ کوبرا سپیکنگ"۔ مارشل مہادیو نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔ اپنے سپیشل کوبرا سیکشن میں وہ وائٹ کوبرا بن کر ہی بات کرتا تھا۔

" اوہ، یس سر۔ یس سر۔ میں تاجنگ سنگھ بول رہا ہوں سر۔

تاجنگ سنگھ"۔ دوسری طرف سے ایک بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

" میری سوامی داس سے بات کراؤ جلدی"۔ مارشل مہادیو نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

" یس، یس سر۔ ہولڈ کیجئے سر۔ میں بات کراتا ہوں سر"۔ دوسری طرف سے تاجنگ سنگھ نے بدستور بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد دوسری گھبراہٹ زدہ آواز رسیور میں ابھری۔

" یس سر، سوامی داس سپیکنگ"۔

" سوامی داس۔ تمہیں ابھی اور اسی وقت کوبرا فورس کے پچاس آدمیوں کے ہمراہ چراٹا کی طرف روانہ ہونا ہے"۔ مارشل مہادیو نے بغیر کسی تمہید کے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

" چراٹا کی طرف۔ یس سر۔ ٹھیک ہے سر۔ میں ابھی روانہ ہو جاتا ہوں"۔ سوامی داس نے جلدی سے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔ یوں تو سوامی داس بے حد سخت گیر، بے رحم اور انتہائی حد تک سفاک انسان تھا۔ مارشل مہادیو کی طرح اس نے بھی جیسے کسی سے سیدھے منہ بات کرنا سیکھا ہی نہیں تھا مگر مارشل مہادیو کے سامنے وہ بھیگی بلی بن جاتا تھا اور اس کا ہر حکم بلاچوں چرا مان جاتا تھا۔ اس میں مارشل مہادیو کے سامنے کسی قسم کے سوال وجواب کرنے کی ہمت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مارشل مہادیو اسے بے حد

پسند کرتا تھا اور اہم نوعیت کے کام وہ اسی کے سپرد کرتا تھا اور سوامی داس نے بھی آج تک مارشل مہادیو کو مایوس نہیں کیا تھا۔ وہ ظالم، بے رحم اور سفاک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی حد تک ذہین، شاطر انسان تھا۔ جس کی وجہ سے وہ وائٹ کوبرا کے تمام سیکشنوں کے انچارجوں سے زیادہ مارشل مہادیو کی نظروں میں مقدم مقام رکھتا تھا۔

" میری بات غور سے سنو سوامی داس کہ تمہیں وہاں کیا کرنا ہے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" یس سر، فرمائیں سر"۔ سوامی داس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو مارشل مہادیو، صدر اور وزیراعظم سے ملنے، ان سے سپیشل ہائی اتھارٹی حاصل کرنے اور عمران اور اس کے ساتھیوں کے کافرستان میں داخل ہونے اور ان کی کارروائیوں کی تمام تر تفصیل سوامی داس کو بتانا شروع ہو گیا۔ اس نے سوامی داس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس نے صدر کے فون آنے پر انہیں ٹالنے کے لئے کہہ دیا ہے کہ سوریا چھاؤنی کو تباہ کرنے والا گروپ عمران اور اس کے ساتھیوں کا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مارشل مہادیو نے سوامی داس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس نے ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کے لیڈر کو بھی اپنے ہیڈ کوارٹر میں رکھا ہوا ہے۔ یہ تمام باتیں بتا کر اس نے سوامی داس کو حکم دیا کہ وہ چراٹا اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں جا کر ہر ممکن طریقے سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کرے۔ اس کے

علاوہ اس نے سوامی داس کو اس بار یہ حکم دیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح عمران اور اس کے ساتھیوں کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرے۔ وہ خود ان سب کو اپنے ہاتھوں سے گولیاں مارنا چاہتا ہے۔ اگر وہ گروپ آسانی سے قابو آجائیں تو ٹھیک ہے ورنہ وہ ان کو ہلاک کرنے کے لئے اپنا ہر ممکن طریقہ استعمال کر سکتا ہے۔

" آپ بے فکر رہیں سر۔ وہ لوگ میرے ہاتھوں بچ کر نہیں جا سکتے۔ اگر وہ لوگ زمین کی تہوں میں بھی چھپے ہوئے ہوں گے تو میں انہیں وہاں سے بھی کھینچ نکالوں گا"۔ تمام تفصیل سن کر اور مارشل مہادیو کے خاموش ہونے پر سوامی داس نے ٹھوس اور بااعتماد لہجے میں کہا۔

" سوامی داس، میں بہت سوچ سمجھ کر تمہیں وہاں بھیج رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم ہمیشہ کی طرح اس بار بھی مجھے مایوس نہیں کرو گے"۔ مارشل مہادیو نے سرد لہجے میں کہا۔

" یس سر۔ ایسا ہی ہو گا سر۔ بہت جلد ان کی لاشیں یا پھر وہ لوگ آپ کے قدموں میں ہوں گے"۔ سوامی داس نے جلدی سے کہا۔

" گڈ، اب یہ بھی سن لو۔ میں تمہاری طرف سے ناکامی کی کوئی تاویل، کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ سمجھے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" یس سر، ناکامی کا لفظ میری بھی لغت میں کہیں نہیں ہے"۔ سوامی داس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ تم تیز رفتار ہیلی کاپٹروں میں ابھی روانہ ہو جاؤ اور

جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجھے کامیابی کی اطلاع دو۔ میں یہاں صرف تمہاری طرف سے کامیابی کی اطلاع سننے کے لئے بیٹھا ہوں "۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" او کے سر۔ میں بہت جلد آپ کو کامیابی کی خبر دوں گا "۔ سوامی داس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" اگر کوئی سوال، کوئی بات تمہارے ذہن میں ہو تو تم پوچھ سکتے ہو "۔ مارشل مہادیو نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

" یس سر، ایک بات میرے ذہن میں آ رہی ہے۔ اگر اجازت دیں تو میں........ "سوامی داس نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

" ہاں۔ ہاں پوچھو "۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" سر، آپ نے بتایا ہے کہ آپ کے بہنوئی مسٹر جیکال کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور ان کی جو لاش ملی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان پر شدید اور بہیمانہ تشدد بھی کیا گیا ہے۔ اگر عمران اور اس کے ساتھی چراٹا کے علاقے میں ہیں تو پھر مسٹر جیکال پر اس طرح تشدد کر کے انہیں کون ہلاک کر سکتا ہے "۔ سوامی داس نے کہا۔

" میں سمجھ گیا۔ تم شاید یہ اس لئے پوچھ رہے ہو کہ جیکال کو میرے ہیڈ کوارٹر کے محل وقوع کا علم تھا اور کسی نے اس پر تشدد کر کے اس سے میرے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں جاننے کی کوشش کی ہو گی اور یہ کام لامحالہ عمران اور اس کے ساتھی ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عمران شاید میرے

بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتا۔ پھر اسے میرے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔ ابو عبداللہ میرے ہیڈ کوارٹر میں مقید ہے اس کی خبر چند اعلیٰ آفیسران کے، میرے اور تمہارے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اس لئے یہ امکان تو پیدا ہوتا نہیں کہ عمران یا اس کے کسی ساتھی نے جیکال سے میرے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ جیکال کو تم بھی جانتے ہو وہ عموماً غیر قانونی دھندوں میں ملوث رہتا تھا۔ اس نے کئی دشمنیاں پال رکھی تھیں۔ یہ کام اس کے کسی دشمن کا ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن بہرحال اس پر اس طرح تشدد کر کے اسے ہلاک کیوں کیا گیا ہے اس کے لئے میں نے سرچنگ سیکشن کو وہاں بھیج دیا ہے۔ ان کے تحقیق کرنے پر ہی اصل بات سامنے آئے گی کہ جیکال کو کس نے اور کیوں ہلاک کیا ہے "۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" رائٹ سر، میرے ذہن میں یہی خدشہ تھا جو آپ نے دور کر دیا ہے۔ تھینک یو سر "۔ سوامی داس نے کہا۔

" اور کوئی بات "۔ مارشل مہادیو نے سوالیہ انداز میں کہا۔

" نو سر۔ تھینک یو سر "۔ سوامی داس نے اسی انداز میں کہا۔

" ٹھیک ہے تو پھر جاؤ وقت ضائع نہ کرو۔ ایسا نہ ہو وہ کسی اور طرف نکل جائیں۔ میں انہیں مزید کچھ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا "۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" اوکے سر"۔ سوامی داس نے کہا اور مارشل مہادیو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فون بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر اب قدرے اطمینان تھا۔ اسے یقین تھا کہ سوامی داس میں واقعی ایسی صلاحیتیں تھیں کہ وہ جو کہتا تھا کر کے دکھا دیتا تھا۔ کوبرا فورس عمران اور اس کے ساتھیوں پر قہر بن کر ٹوٹ پڑے گی اور انہیں کسی کونے کھدروں میں بھی چھپنے کی جگہ نہ مل سکے گی۔

مارشل مہادیو کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کچھ سوچ کر جیب سے سیل فون نکالا اور کیپٹن ماریا کا نمبر ملانے لگا۔ دوسری طرف سے مسلسل رنگ ہو رہی تھی مگر کیپٹن ماریا اس کی کال رسیو نہیں کر رہی تھی۔

" ہونہہ، کیپٹن ماریا کی یہی عادت مجھے غصہ دلاتی ہے۔ وہ دو تین گھنٹوں کا کہہ کر جاتی ہے اور آٹھ دس گھنٹوں سے پہلے واپس ہی نہیں آتی۔ اسے جب بھی فون کرو وہ میری کال سننا گوارا ہی نہیں کرتی۔ اس کی لاپرواہی کسی دن اس کے لئے عذاب بن جائے گی"۔ دوسری طرف رسپانس نہ ملنے پر مارشل مہادیو نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور فون بند کر کے دوبارہ جیب میں ڈال لیا اور اپنے سیکشنوں کی رپورٹیں دیکھنے کے لئے سامنے میز پر پڑی ہوئی فائلیں کھول کر انہیں پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً تین گھنٹوں کے بعد میز پر پڑے ہوئے ایک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو وہ یکلخت یوں اچھل پڑا جیسے اس کے سر پر بم آ پھٹا ہو۔

" یس، وائٹ کوبرا اسپیکنگ"۔ اس نے کرخت لہجے میں کہا۔ نیلے رنگ کا فون تھا جو وائٹ کوبرا کے سیکشنوں کے چیفس کے لئے مخصوص تھا۔ اس لئے مارشل مہادیو نے اپنے نام کی بجائے فون پر خود کو وائٹ کوبرا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

" سوامی داس بول رہا ہوں سر"۔ دوسری طرف سے سوامی داس کی آواز سنائی دی اور اس کی آواز سن کر مارشل مہادیو اس بار حقیقتاً اچھل پڑا تھا۔ سوامی داس کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا اور صرف چند گھنٹوں میں اس کا وہاں فون کرنے کا یہی مقصد ہو سکتا تھا کہ اس کے پاس کوئی اہم اطلاع ہے۔

" یس، یس سوامی داس بولو۔ کچھ پتہ چلا ان لوگوں کا"۔ مارشل مہادیو نے خود کو سنبھالتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

" یس سر، ان لوگوں کا پتہ چل گیا ہے۔ میں نے ان کو ٹریس کر لیا ہے"۔ دوسری طرف سے سوامی داس کی جوش اور مسرت بھری آواز سنائی دی اور مارشل مہادیو ایک بار پھر اچھل پڑا۔

" اوہ گڈ۔ ویری گڈ۔ کہاں ہیں وہ لوگ اور تم کہاں سے بول رہے ہو۔ کیا وہ لوگ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں۔ جلدی بتاؤ"۔ مارشل مہادیو نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔

" وہ سب زندہ ہیں سر اور میری حراست میں ہیں۔ میں نے انہیں بے ہوش کر رکھا ہے اور وہ اس وقت مردہ چھپکلیوں کی طرح میرے قدموں میں پڑے ہیں"۔ سوامی داس نے کہا اور اس کی بات سن کر

مارشل مہادیو کا چہرہ جوش و مسرت سے کھلتا چلا گیا۔

" ویری گڈ۔ ویری گڈ سوامی داس۔ مجھے تم سے یہی امید تھی۔ مجھے بتاؤ ان لوگوں کو تم نے کہاں اور کیسے ٹریس کیا تھا اور وہ تمہارے قابو میں کیسے آ گئے اور تمہیں یہ کیسے یقین ہے کہ وہ عمران اور اس کے ساتھی ہی ہیں"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔ اس کے لہجے میں جوش کے ساتھ ساتھ ہلکی ہلکی لرزش بھی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کا سن کر اس کا رواں رواں ناچ رہا تھا اور یہی ناچ اس وقت اس کی لرزش کا سبب بن گیا تھا۔

" سر، میں کوبرا فورس کے ساتھ چار بڑے اور تیز رفتار ہیلی کاپٹروں میں چراٹا گیا تھا۔ میں اپنے ساتھ خفیہ تہہ خانوں کو تلاش کرنے والے خصوصی آلات لے گیا تھا۔ آپ نے ان کے بارے میں مجھے جو تفصیلات بتائی تھیں ان سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ لوگ کسی طرف فرار نہیں ہوئے تھے۔ چراٹا میں یقیناً ان لوگوں کے ساتھی موجود ہوں گے جنہوں نے انہیں پناہ دے کر کسی زیر زمین حصے میں چھپا دیا ہو گا۔ وانگولی اور مسکوری علاقوں کی طرف جاتی ہوئی جیپوں کے ٹائروں کے نشانات کا غائب ہو جانا میرے لئے اچنبھے کی بات تھی۔ میں نے ان نشانات کا خود جا کر معائنہ کیا تو میرے اندیشے کو یہ دیکھ کر تقویت ملی کہ وہ نشان جیپوں کے ٹائروں کے ضرور تھے مگر وہ جیپیں بلیک کمانڈوز کے استعمال میں رہنے والی جیپوں کے نشان نہیں تھے۔ چراٹا سے تین جیپیں نکلی تھیں۔ ایک وانگولی شہر کی طرف

چلی گئی تھی اور باقی دو جیپیں مسکوری شہر کی طرف جانے والے راستے کی طرف گئی تھیں۔ اس کے بعد ان کے نشان غائب ہو گئے تھے اور صاف پتہ لگ رہا تھا کہ ان جیپوں کے نشانات کو خاص طور پر وہاں بنایا گیا ہے۔ کیونکہ آگے جا کر وہ جیپیں دوسرے راستوں سے ہو کر واپس چراٹا آ گئی تھیں۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ مجرموں نے یہ سب کچھ ڈاج دینے کے لئے کیا ہے تاکہ ہم یہی سمجھتے رہیں کہ وہ لوگ چراٹا سے نکل چکے ہیں۔

میں نے ان جیپوں کو بھی تلاش کر لیا ہے سر، جن سے راستوں پر ڈاج دینے کے لئے نشانات بنائے گئے تھے۔ پھر میں نے چراٹا میں موجود ایک ایک گھر کی تلاشی لی اور اپنے آلات سے وہاں چیکنگ شروع کر دی۔ چراٹا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں گھروں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ ان کے گھروں میں تو مجھے کچھ نہیں ملا البتہ گنج پہاڑ کے قریب ایک کھنڈر نما پرانی حویلی ہے جب میں نے وہاں آلات سے چیکنگ کی تو مجھے اس حویلی کے نیچے تہہ خانوں کے آثار نظر آئے۔ ان تہہ خانوں میں جانے اور ان کو کھولنے کے لئے میں نے راستہ ڈھونڈنے میں اپنا وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے حویلی کو بموں سے اڑا دیا۔

جس کی وجہ سے ایک بڑے تہہ خانے کا ہمیں راستہ مل گیا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس تہہ خانے میں اترا تو وہاں مجھے ایک سرنگ دکھائی دی جس کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سرنگ بے حد طویل

تھی اور گنج پہاڑ کے نیچے سے ہوتی ہوئی کرلانگ کی طرف چلی گئی تھی۔
میں اس قدر طویل سرنگ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ سرنگ انسانی
ہاتھوں کی بنی ہوئی اور خاصی پرانی تھی۔ بہرحال اس سرنگ کو دیکھ کر
مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ گروپ اس سرنگ کے راستے کرلانگ کی
طرف گیا ہے چنانچہ میں نے فوراً اپنے چند ساتھیوں کو اس سرنگ کے
راستے آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ ہیلی
کاپٹروں میں کرلانگ پہنچ گیا۔ وہ سرنگ کرلانگ میں ایک پرانے
کھنڈر بنے قلعے کی طرف نکلتی تھی۔ میں نے فوری طور پر کارروائی
کرتے ہوئے اس قلعے کے اردگرد موجود افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان
لوگوں پر سختی کی تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے کئی افراد کو اس قلعے
سے نکلتے دیکھا تھا۔ ان کے حلیئے بگڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس
بڑے بڑے تھیلے بھی تھے۔ وہ سب افراد ایک بند باڈی کے ٹرک میں
وہاں سے نکل گئے تھے اور وہ کرلانگ سے آگے پنج گام شہر کی طرف گئے
تھے۔ میں نے وائرلیس پر تمام یونٹوں کو الرٹ کر دیا اور انہیں پنج گام
کے راستے کی پکٹنگ کرنے کا حکم دے دیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر
خود بھی اس طرف چل پڑا اور پھر مجھے ایک سڑک پر بند باڈی کا وہ ٹرک
جاتا دکھائی دے گیا۔ جس میں کرلانگ کے لوگوں کے کہنے کے
مطابق قلعے سے نکل کر کچھ مشکوک افراد سوار ہوئے تھے۔ میں نے ان
سب کو زندہ گرفتار کرنا مناسب سمجھا تھا۔ آپ کی ہدایت بھی یہی
تھی۔ اس لئے میں نے فضا سے ہی اس ٹرک کے اردگرد سٹانگم گیس

کے بم پھینکنا شروع کر دیئے۔ اس گیس کے زیر اثر ٹرک میں موجود
افراد فوری طور پر بے ہوش ہو گئے تھے اور ٹرک بے قابو ہو کر ایک
درخت سے ٹکرا کر الٹ گیا تھا۔ میں نے احتیاط کے طور پر اس الٹتے
ہوئے ٹرک کے قریب مزید دو سٹانگم گیس کے بم برسائے اور پھر میں
اپنے ساتھیوں کے ساتھ زمین پر آ کر گیس ماسک پہن کر اس ٹرک کی
طرف بڑھ گیا۔ ٹرک میں نو افراد تھے جو سٹانگم گیس کے اثر سے مکمل
طور پر بے ہوش ہو چکے تھے۔ البتہ ٹرک کا ڈرائیور ہلاک ہو گیا تھا۔
میں نے ان نو افراد کو اسی حالت میں باندھ لیا تھا اور ان کے سامان پر
قبضہ کر لیا۔ ان کے سامان میں سے واقعی انتہائی خطرناک اور جدید
اسلحہ برآمد ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ لوگ واقعی پورے
کافرستان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آئے ہوں۔ ان سب کو باندھ
کر میں نے ہیلی کاپٹروں میں ڈالا اور انہیں بلیک ہاؤس میں لے آیا۔
اس وقت وہ سب بلیک ہاؤس کے آئرن روم میں بے ہوش اور
بندھے پڑے ہیں۔ میں آپ کو بلیک ہاؤس سے ہی کال کر رہا ہوں"۔
سوامی داس نے پوری تفصیل لفظ بہ لفظ دہراتے ہوئے کہا۔

" ویل ڈن سوامی داس۔ ویل ڈن۔ تم نے ان لوگوں کو گرفتار
کر کے واقعی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اتنے مختصر سے وقت میں ان
عفریتوں پر قابو پا لینا اور وہ بھی بغیر کسی خون خرابے کے واقعی یہ
تمہاری ذہانت ہے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو زندہ گرفتار
کر کے تم نے میری طبیعت خوش کر دی ہے۔ اس کے لئے میں تمہیں

ذاتی انعام دوں گا۔ جس کے تم مستحق بن چکے ہو"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" تھینک یو۔ تھینک یو سر۔ آپ کے یہ الفاظ ہی میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہیں"۔ سوامی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" تم آئرن روم کو مکمل طور پر سیلڈ کر دو اور وہاں مزید سٹانگم گیس چھوڑ دو۔ میں خود وہاں آرہا ہوں۔ ان خطرناک مجرموں کو میں وہاں خود آکر سزا دوں گا۔ موت کی سزا اور جب تک میں انہیں موت کی سزا نہ دے دوں اس وقت تک ان میں سے کسی ایک کو بھی ہوش نہیں آنا چاہئے"۔ مارشل مہادیو تیز تیز لہجے میں کہتا چلا گیا۔

" رائٹ سر۔ میں آئرن روم سیلڈ کر کے وہاں مزید سٹانگم گیس فائر کرا دیتا ہوں۔ انہیں اگلے دس گھنٹوں تک ہوش نہیں آسکے گا"۔ سوامی داس نے کہا۔

" دس گھنٹے، ہونہہ۔ اگلے چند گھنٹوں میں ان کی راکھ تک گٹروں میں بہہ رہی ہوگی، تم ان کی بے ہوش رہنے کی بات کر رہے ہو۔ میں ابھی تمہارے پاس آرہا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں، میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا"۔ مارشل مہادیو نے سفاک لہجے میں کہا۔ پھر اس نے سوامی داس کو چند ہدایات دے کر فون بند کر دیا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے زندہ گرفتار ہونے اور انہیں اپنے ہاتھوں ہلاک کرنے کے خیال سے مارشل مہادیو کا چہرہ جوش و جذبات سے تمتا رہا تھا اور اس کی آنکھوں کی چمک انتہائی حد تک بڑھ گئی تھی۔

اس کے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی جیسے اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور میز کے پیچھے سے نکل کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے چلنے کا انداز بے حد متکبرانہ تھا جیسے اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہولناک موت مارنے کی دل ہی دل میں قطعی اور حتمی شکل دے دی ہو۔

کراسٹی نے میک اپ کو فائنل ٹچ دیا اور آئینے کے سامنے سے ہٹ آئی۔ اس وقت وہ نہ صرف پوری طرح کیپٹن ماریا کی شکل وصورت اختیار کر چکی تھی بلکہ اس کے جسم پر کیپٹن ماریا کی مخصوص وردی بھی تھی۔

"ویل ڈن مادام۔ آپ واقعی میک اپ کے فن میں یکتا ہیں۔ اگر آپ نے یہ میک اپ میرے سامنے نہ کیا ہوتا اور آپ میرے سامنے آ جاتیں تو میں آپ کو پہچان ہی نہیں سکتا تھا۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کیپٹن ماریا ہی میرے سامنے آ کھڑی ہوئی ہو"۔ پروشو نے کراسٹی کا میک اپ دیکھ کر اس کی جانب ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

کراسٹی نے واقعی کیپٹن ماریا کا اس قدر پرفیکٹ میک اپ کیا تھا کہ اسے دیکھ کر بڑے سے بڑا ماہر بھی دھوکہ کھا سکتا تھا۔ اگر اس میک اپ میں کیپٹن ماریا بھی اسے دیکھ لیتی تو اسے یوں لگتا جیسے وہ خود

کسی آئینے کے سامنے کھڑی ہو یا اس کے سامنے اس کی جڑواں بہن آ گئی ہو۔

کراسٹی نے مارشل مہادیو کی کال رسیو نہیں کی تھی۔ اس نے مارشل مہادیو کی کال رسیو نہ کر کے رسک لیا تھا کہ جب تک وہ کراسٹی کی آواز نہیں سنے گی وہ مارشل مہادیو سے بات نہیں کرے گی۔ بعد میں وہ مارشل مہادیو سے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لے گی۔ اس کے بعد اس نے میک اپ کیا تھا اس وقت بھی اس کا میک اپ مکمل تھا۔ لیکن میک اپ کے بعد جب کراسٹی نے کیپٹن ماریا کا جی ایس سکسٹی ون تھاؤزنڈ مشین سے برین سکین کیا اور اس سے معلومات حاصل کیں تو اسے معلوم ہوا کہ مارشل مہادیو نے ہیڈ کوارٹر میں زبردست سائنسی انتظامات کر رکھے ہیں اور وہاں موجود کیمروں کی وجہ سے ہر قسم کا میک اپ آسانی کے ساتھ چیک کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے کراسٹی کو اپنا میک اپ بدلنا پڑ رہا تھا۔ اس نے اب جو میک اپ کیا تھا اسے نہ تو کسی کیمرے سے چیک کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی اسے کسی میک اپ واشر سے صاف کیا جا سکتا تھا۔

کراسٹی نے کیپٹن ماریا کے ذہن کو اس مشین سے اچھی طرح سے کھنگال لیا تھا۔ اس نے کیپٹن ماریا سے اس کے بارے میں اور مارشل مہادیو کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لیں تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں بھی اس سے اچھی خاصی معلومات حاصل کر لی تھی۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو اور کیپٹن ماریا

کے کلوز رہنے والے افراد کے بارے میں بھی پوچھ لیا تھا تاکہ اسے ہیڈ کوارٹر میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس نے تقریباً دو گھنٹوں تک کیپٹن ماریا کے شعور اور لاشعور سے اپنے مطلب کی ہر طرح کی معلومات حاصل کر لیں تھیں جس سے وہ پوری طرح سے مطمئن تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر میں کیپٹن ماریا کا رول پوری طرح سے نبھا سکتی ہے۔ اس نے کیپٹن ماریا سے حاصل کی ہوئیں تمام باتوں کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیا تھا۔ اسے کیپٹن ماریا سے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی تھی کہ مارشل مہادیو کے بعد ہیڈ کوارٹر کا تمام انتظام اسی کے پاس تھا اور مارشل مہادیو نے ہیڈ کوارٹر کے تہہ خانے کے جس سیل میں ابو عبداللہ کو قید کر رکھا ہے اس کی بھی تمام ترذمہ داری کیپٹن ماریا کے ہی پاس تھی۔ کیپٹن ماریا نے ہیڈ کوارٹر کے خفیہ راستوں کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔

کیپٹن ماریا سے تمام باتیں پوچھ کر کراسٹی نے پروشو سے کہہ کر کیپٹن ماریا کو طویل عرصے کے لئے بے ہوش کرنے والے انجکشن لگوا دیئے تھے۔ حالانکہ پروشو کیپٹن ماریا کو ہلاک کرنے پر مصر تھا لیکن کراسٹی کا کہنا تھا کہ کیپٹن ماریا کا اس وقت تک زندہ رہنا ضروری تھا جب تک وہ ہیڈ کوارٹر سے ابو عبداللہ کو آزاد نہیں کرا لیتی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی معاملے میں کراسٹی ہیڈ کوارٹر میں الجھ جائے تو پروشو کیپٹن ماریا کو جی ایس مشین سے دوبارہ ٹرانس میں لا کر اس کی الجھن یا پریشانی کا حل پوچھ سکتا ہے۔

پروشو نے کراسٹی کے جاندار میک اپ کی تعریف کی تو کراسٹی بے اختیار مسکرا دی تھی۔

" میرا خیال ہے اب مجھے ڈرائیور سرجیت سنگھ کو بلا لینا چاہئے۔ یہ درست ہے کہ مارشل مہادیو میری عادتوں اور لاپرواہی کا عادی ہو چکا ہے مگر زیادہ لاپرواہی بھی اچھی نہیں۔ اس لئے مجھے زیادہ دیر یہاں نہیں رکنا چاہئے"۔ کراسٹی نے کیپٹن ماریا کے لب و لہجے میں کہا تو پروشو اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا شروع ہو گیا۔

" اب آپ کی کیا پلاننگ ہے مادام۔ ابو عبداللہ کو مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر سے نکالنے کے لئے آپ کیا کریں گی"۔ پروشو نے چند لمحے توقف کے بعد کراسٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اوہ ہاں، اچھا ہوا تم نے مجھے یاد دلا دیا۔ کیپٹن ماریا کی باتیں سن کر میں نے ابو عبداللہ کو وہاں سے نکالنے کا نیا منصوبہ بنایا ہے۔ پہلے میں سوچتی تھی کہ میں کیپٹن ماریا بن کر یا کیپٹن ماریا کو اپنے ٹرانس میں رکھ کر مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر دوں گی اور وہاں تمام افراد کو ہلاک کر کے ابو عبداللہ کو نکال لوں گی۔ لیکن اب میں ایسا نہیں کروں گی۔ مجھے وہاں سے ابو عبداللہ کو خاموشی کے ساتھ نکالنا ہو گا۔ کیونکہ ابو عبداللہ کی گمشدگی کا جیسے ہی ان لوگوں کو پتہ چلے گا وہ ہماری اور ابو عبداللہ کی تلاش میں زمین و آسمان ایک کر دیں گے۔ ہمارا مقصد ابو عبداللہ کو واپس ہیون ویلی میں پہنچانا ہے۔ ابو عبداللہ کو اگر ان لوگوں سے جبراً چھڑوایا گیا تو ہیون ویلی میں جانے

والے تمام راستوں کو سیل کر دیا جائے گا۔ پھر نہ ہم ہیون ویلی میں جا سکیں گے اور نہ ابو عبداللہ کو لے جا سکیں گے۔ اس لئے میں سوچ رہی ہوں کہ مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر سے ابو عبداللہ غائب بھی ہو جائے اور ان کو پتہ بھی نہ چلے۔ اس بات کی خبر انہیں تب ملے جب ہم ابو عبداللہ کے ساتھ ہیون ویلی میں داخل ہو جائیں"۔ کراسٹی نے کہا۔

"اوہ، مگر اس کے لئے آپ کیا طریقہ اختیار کریں گی۔ ابو عبداللہ کے ہیڈ کوارٹر سے غائب ہونے کی خبر کب تک ان سے چھپی رہ سکتی ہے"۔ پروشو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے میں نے ایک فول پروف پلاننگ کی ہے"۔ کراسٹی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ پروشو کو اپنی پلاننگ بتانے لگی۔

"ویری گڈ، رئیلی مادام آپ انتہائی ذہین ہیں۔ اس ترکیب پر عمل کر کے آپ ابو عبداللہ کو ہیڈ کوارٹر سے واقعی نہ صرف آسانی سے باہر لا سکتی ہیں بلکہ اسے مارشل مہادیو کی نظروں سے بچا کر ہیون ویلی میں بھی پہنچا سکتی ہیں"۔ پروشو نے کراسٹی کی پلاننگ کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اب دعا کرو کہ ابو عبداللہ بھی میری بات مان جائے۔ اس کی ذرا سی غلطی اور لغزش اس کے ساتھ ساتھ مجھے بھی موت کے منہ میں دھکیل سکتی ہے"۔ کراسٹی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ آزادی کا پروانہ ہے مادام۔ اور آزادی کے پروانے آزادی

حاصل کرنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے سے دریغ نہیں کرتے"۔ پروشو نے کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ بہرحال جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال تو مجھے ہیڈ کوارٹر پہنچنا ہے۔ وہاں جیسی صورتحال ہوگی میں اسی کے مطابق فیصلہ کروں گی اور پھر اس پر عمل کروں گی"۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کیا آپ ڈرائیور سرجیت سنگھ کو یہاں بلائیں گی"۔ پروشو نے پوچھا۔

"اوہ نہیں، اس نے کیپٹن ماریا کو اس کے فلیٹ پر چھوڑا تھا۔ میں کیپٹن ماریا کے فلیٹ میں جاؤں گی اور ڈرائیور کو وہیں بلاؤں گی"۔ کراسٹی نے کہا۔

"ٹھیک ہے، آپ آئیں۔ کیپٹن ماریا کے فلیٹ تک میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں"۔ پروشو نے کہا اور کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

"تم کیپٹن ماریا کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ اسے میری واپسی تک کسی بھی طرح ہوش نہیں آنا چاہئے۔ وہ ایک خطرناک لڑکی ہے۔ سی لیس مشین کے زیر اثر آ کر اس نے سب کچھ بتا دیا ہے ورنہ وہ آسانی سے زبان کھولنے والوں میں سے نہیں تھی"۔ کراسٹی نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ میں اسے وقفے وقفے سے بے ہوشی کے انجکشن لگاتا رہوں گا"۔ پروشو نے کہا۔ چند ہی لمحوں

کے بعد وہ دونوں ایک کار میں کیپٹن ماریا کے فلیٹ کی طرف اڑے جا رہے تھے ۔ کراسٹی نے کیپٹن ماریا بن کر اس کے ڈرائیور سرجیت سنگھ کو فون کر دیا تھا کہ وہ اسے آکر فلیٹ سے لے جائے ۔ سرجیت سنگھ کا فون نمبر کیپٹن ماریا کے سیل فون میں موجود تھا جس کے بارے میں کیپٹن ماریا نے اسے بتا دیا تھا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد کراسٹی سپیشل فوجی جیپ میں مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کی جانب اڑی جا رہی تھی۔ سرجیت سنگھ نے کیپٹن ماریا کو اس کے فلیٹ سے اٹھایا تھا اور پھر وہ اسے لے کر شہر سے باہر جانے والی سڑکوں پر لئے جا رہا تھا۔

مخصوص ایریئے کی ایک چیک پوسٹ پر جیپ رکی تھی۔ وہاں موجود رینجرز نے کیپٹن ماریا کا آئی ڈی کارڈ لیا تھا اور اسے لے کر ایک کیبن میں چلا گیا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ کارڈ او کے کروا کر واپس لے آیا تھا۔ واپسی پر اس کے ہاتھوں میں ایک پولو رائیڈ کیمرہ تھا جس سے اس نے کراسٹی اور سرجیت سنگھ کی الگ الگ تصویریں اتاری تھیں۔ سپیشل پولو رائیڈ کیمرے سے ان کی تصویروں کے پرنٹ اسی وقت نکل آئے تھے ۔ فوجی نے ان دونوں کی تصویروں کو غور سے دیکھا اور پھر اس نے سر ہلا کر سڑک پر موجود راڈ کو ہٹاتے ہوئے آگے جانے کا اشارہ دے دیا تھا۔ سرجیت سنگھ جیپ کو مختلف راستوں سے دوڑاتا ہوا زرعی فارموں کے قریب لے آیا تھا۔ جہاں کسانوں کے روپ میں بے شمار مسلح افراد گھوم پھر رہے تھے ۔ سرجیت سنگھ نے

جیپ ایک کچی سڑک پر اتاری اور اسے ایک فارم ہاؤس کے پاس لے گیا۔ فارم ہاؤس کے دروازے کے قریب جا کر اس نے جیپ روک دی ۔ اس نے جیپ سے نکل کر اور مڑ کر کراسٹی کی طرف آکر اس کا آئی ڈی کارڈ مانگا تو کراسٹی نے کارڈ اسے دے دیا۔ سرجیت سنگھ نے کیپٹن ماریا کا کارڈ اور جیب سے اپنا ایک سپیشل کارڈ نکال کر فارم ہاؤس کے دروازے میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے خانے میں ڈال دیا۔ کٹک کٹک کی آواز آئی اور نچلے خانے سے دونوں کارڈ باری باری نکل کر باہر آ گئے۔

سرجیت سنگھ نے کارڈ پکڑ کر اپنا کارڈ جیب میں ڈالا اور کیپٹن ماریا کا کارڈ واپس آکر کراسٹی کو دے دیا اور خود دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

چند لمحوں بعد اچانک فارم ہاؤس کا ایک گیٹ نما دروازہ کھل گیا۔ سرجیت سنگھ نے جیپ آگے بڑھائی اور فارم ہاؤس میں لے گیا۔ سامنے ایک بڑا سا کمرہ تھا جو ہر قسم کے سامان سے عاری تھا۔ سرجیت سنگھ جیسے ہی جیپ اندر لایا پیچھے دروازہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔ سرجیت سنگھ نے جیپ کمرے کے عین وسط میں جا کر روک دی تھی۔ اسی لمحے کمرے کی چھت پر ایک خانہ کھلا اور اس میں سے اچانک نیلے رنگ کی روشنی نکلنے لگی۔ نیلی روشنی نے جیپ کے ارد گرد حلقہ سا بنا لیا تھا۔ کراسٹی خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ نیلی روشنی کا حلقہ دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے اور سرجیت سنگھ کو ہیڈ کوارٹر کے

کنٹرول روم سے چیک کیا جارہا ہے۔ نیلی روشنی بلیو ریز تھیں جن سے
جیپ اور اس میں موجود افراد کی مکمل چیکنگ کی جاتی تھی۔ ان ریزوں
سے نہ صرف ہر قسم کا میک اپ چیک کیا جا سکتا تھا بلکہ ان سے
خطرناک اور دھماکہ خیز مواد کا بھی پتہ چل جاتا تھا۔ تاکہ کوئی
غیر متعلق شخص ہیڈ کوارٹر میں داخل نہ ہو سکے اور نہ وہ اپنے ساتھ کوئی
خطرناک اسلحہ لا سکے۔

کراسٹی کو چونکہ کیپٹن ماریا سے ہیڈ کوارٹر کے چیکنگ مراحل کی
پوری تفصیل معلوم ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ کوئی اسلحہ
نہیں لائی تھی اور اس نے جو میک اپ کر رکھا تھا وہ ان بلیو ریزوں
سے بھی چیک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے وہ بے فکر اور مطمئن
تھی۔ چند لمحوں بعد ان پر نیلی روشنی کی پھوار پڑنا بند ہو گئی۔ اسی لمحے
ایک کھٹکا سا ہوا اور جیپ کے عین سامنے زمین کا ایک تختے نما حصہ
نیچے کی طرف کھلتا چلا گیا اور پھر جیسے ہی اس کا سرا نیچے زمین سے لگا
سرجیت سنگھ نے جیپ آگے بڑھا کر اس تختے پر ڈال دی اور جیپ
عمودی انداز میں اس تختے سے نیچے موجود ایک طویل اور روشن سرنگ
میں اترتی چلی گئی۔ جیپ تختے سے اتر کر جیسے ہی زمین پر آئی۔ سرجیت
سنگھ اسے روکے بغیر آگے بڑھاتا چلا گیا اور تختہ دوبارہ اٹھ کر اوپر فرش
کے برابر ہو گیا۔ سرنگ میں دائیں بائیں بے شمار خانے بنے ہوئے
تھے جن کے پیچھے موجود مسلح افراد کی آنکھیں اور مشین گنوں کی نالیں
جھانک رہی تھیں۔

سرنگ زیادہ لمبی چوڑی نہیں تھی۔ چند ہی لمحوں بعد وہ سامنے
موجود ایک بڑے آہنی گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی تھی۔ جیسے ہی
جیپ رکی اس بار کراسٹی جیپ سے اتر کر باہر آ گئی اور تیزی سے آہنی
گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ گیٹ کے دائیں طرف دیوار پر نمبروں والی
چھوٹی سی مشین لگی ہوئی تھی۔ کراسٹی نے ایک بار پھر جیب سے کارڈ
نکال کر اس مشین کے ایک خانے میں ڈال دیا اور کیپٹن ماریا کے
بتائے ہوئے کوڈ نمبر پریس کرنے لگی۔ کوڈ نمبر پریس کر کے اس نے
جیسے ہی ایک سبز بٹن پریس کیا اسی لمحے مشین سے گھرر گھرر کی آواز
نکلی اور اس کے نچلے حصے سے کارڈ سلپ ہو کر ایک چھوٹی سی ٹرے
میں آ گیا جو مشین کے نیچے منسلک تھی۔ اسی لمحے آہنی گیٹ کا ایک
ذیلی دروازہ کھل گیا۔ کراسٹی نے ٹرے سے کارڈ اٹھایا اور اس
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سامنے ایک چھوٹی سی بند راہداری تھی
جہاں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کراسٹی نے جیسے ہی راہداری میں
قدم رکھے اس کے عقب میں ذیلی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ گیٹ کی
طرح ساری کی ساری راہداری آہنی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ایک
کم چوڑائی والا لمبا سا آہنی کمرہ ہو۔ کراسٹی نے اپنے قدموں کے قریب
سیاہ رنگ کے دو نشان دیکھے تو اس نے ایک پیر ایک نشان پر اور
دوسرا پیر دوسرے نشان پر رکھ دیا۔ وہ دو سیاہ رنگ کے ڈبوں جیسے
نشان تھے۔ جیسے ہی کراسٹی ان نشانوں پر کھڑی ہوئی یکلخت وہاں
تاریکی پھیل گئی۔ اسی لمحے کراسٹی کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور اسے یوں

لگا جیسے اس کے نیچے زمین چل رہی ہو۔ سیاہ ڈبے حرکت میں آ گئے تھے اور وہ آگے بڑھنے لگ گئی تھی۔ کیپٹن ماریا نے اسے بتایا تھا کہ اگر وہ اس راہداری میں آگے خود بڑھنے کی کوشش کرتی تو آہنی دیواروں میں یکلخت الیکٹرک رو دوڑ جاتی اور وہ ایک لمحے میں جل کر راکھ ہو جاتی۔ مارشل مہادیو نے واقعی ہیڈ کوارٹر میں داخلے کے بے پناہ سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے تھے۔ اگر جیکال سے کراسٹی کو کیپٹن ماریا کی ٹپ نہ ملی ہوتی اور اس نے کیپٹن ماریا کو جی ایس سکسٹی ون تھاؤزنڈ مشین سے نہ گزارا ہوتا تو وہ ان خطرناک سائنسی راستوں کے بارے میں نہ جان سکتی تھی اور نہ ان سے گزر سکتی تھی۔

چند ہی لمحوں میں وہ سامنے دیوار کے پاس پہنچ گئی۔ اسی لمحے سامنے دروازہ کھل گیا اور کراسٹی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے آگے قدم رکھ دیا۔ وہ مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو چکی تھی۔ آگے چند مزید مرحلے تھے لیکن ان سے گزرنا بھی اب کراسٹی کے لئے کچھ مشکل نہیں تھا۔

آغا جمشید نے ایک طویل سانس لیا اور تھکے تھکے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ اس کے چہرے پر گہرا اطمینان تھا۔

چراٹا کی سرنگ سے اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو کرلانگ پہنچا دیا تھا جہاں ایک قلعے سے نکلتے ہی اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ایک بند باڈی کے ٹرک میں سوار کرا کر یخ گام شہر کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ ڈرائیور البتہ اس کا آدمی تھا۔ یخ گام شہر جانے کا فیصلہ خود عمران نے کیا تھا۔ ہیون ویلی میں جانے سے پہلے کافرستان کے دو نامور سائنسدانوں کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ یخ گام شہر میں عمران رہ کر بہت کچھ کر سکتا تھا۔ چھوٹے موٹے قصبوں میں جہاں ہر طرف ایجنسیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ کسی بھی وقت ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں جبکہ شہری علاقوں میں ان پر ہاتھ

ڈالنا ان کے لئے مشکل ثابت ہو سکتا تھا۔

پنج گام شہر میں بھی آغا جمشید کا نیٹ ورک اور ہیڈ کوارٹر تھا۔ اس لئے اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو وہاں بھیج دیا تھا۔ اسے چند ضروری کام نپٹانے تھے اس لئے وہ کرلانگ میں ہی رک گیا تھا۔ کرلانگ کے خفیہ مقام پر اس کا ایک چھوٹا سا ذیلی دفتر تھا جہاں وہ اس وقت موجود تھا۔ اس سارے کام میں وہ بری طرح سے تھک چکا تھا۔ اس لئے وہ اپنے دفتر میں آکر اس انداز میں کرسی پر آبیٹھا تھا۔ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو چونکہ کرلانگ سے اپنی نگرانی میں پنج گام شہر کی طرف روانہ کیا تھا اس لئے وہ بے فکر ہو گیا تھا۔ پنج گام شہر کی حدود میں ایک چوکی تھی جس کے بارے میں آغا جمشید نے خطرہ ظاہر کیا تھا لیکن عمران کا کہنا تھا کہ وہ ان سے نپٹ لے گا۔ اس لئے آغا جمشید خاموش ہو گیا تھا۔

ابھی آغا جمشید کو دفتر میں آکر بیٹھے چند ہی لمحے ہوئے ہوں گے کہ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک شخص بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر آ گیا۔ کمرے کے دروازے کے دھماکے سے کھلنے کی آواز سن کر آغا جمشید چونک کر سیدھا ہو گیا تھا۔

" باس، غضب ہو گیا۔ آپ نے جن لوگوں کو بند باڈی کے ٹرک میں پنج گام شہر کی طرف بھیجا تھا ان سب کو کوبرا فورس نے گرفتار کر لیا ہے"۔ آنے والے شخص نے بوکھلا کر بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر آغا جمشید بری طرح سے اچھل پڑا۔

" کیا، یہ تم کیا کہہ رہے ہو خالد۔ یہ کیسے ہو گیا۔ کوبرا فورس یہاں کیسے آ گئی"۔ آغا جمشید نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

" کوبرا فورس اور ان کا انچارج سوامی داس ہیلی کاپٹروں اور چراٹا کی سرنگ کے راستے کرلانگ آئے تھے اور پھر کچھ ہی دیر میں وہاں بے شمار ملٹری بھی پہنچ گئی۔ ان سب نے کرلانگ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ گھر گھر کی تلاشی لینے کے ساتھ ساتھ وہ آلات سے بھی ہر طرف چیکنگ کرتے پھر رہے تھے۔ سوامی داس اور اس کے آدمیوں نے قلعے میں آکر اردگرد کے لوگوں کو حراست میں لیا اور ان پر سختی کر کے اس نے اس سرنگ کے راستے باہر آنے والوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا شروع کر دی۔

چند انجان افراد نے بھی آپ کو ان لوگوں کے ساتھ قلعے سے باہر آتے اور بند باڈی کے ٹرک میں سوار کراتے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے بتا دیا کہ چند افراد کرلانگ سے بند باڈی کے ٹرک میں سوار ہو کر پنج گام شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے اس بات کا پتہ چلتے ہی کوبرا فورس کا انچارج سوامی داس تیز رفتار ہیلی کاپٹروں میں سوار ہو کر اس طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ابھی ابھی اس نے اپنی بقایا کوبرا فورس کو وائرلیس پر اطلاع دی ہے کہ اس نے پنج گام کی طرف جانے والے ایک ہیوی بند باڈی کے ٹرک میں سوار افراد کو بے ہوش کر دیا تھا۔ ٹرک بے قابو ہو کر ایک درخت سے ٹکرا گیا تھا جس سے ٹرک ڈرائیور موقع پر ہی ہلاک ہو گیا تھا اور پھر اس نے ٹرک میں سوار تمام افراد کو مع اسلحہ

کے گرفتار کر لیا ہے"۔آنے والے نوجوان نے جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ ویری بیڈ۔ رئیلی ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے چراٹا اور کرلانگ کی سرنگ بھی ان کی نظروں میں آگئی ہے۔یہ تو واقعی بری خبر ہے اور عمران صاحب اور اس کے ساتھیوں کو اس طرح اچانک گرفتار کر لیا جائے گا۔یہ اس سے بھی بری خبر ہے"۔آغا جمشید نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی اور فکر مندی کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

"یس باس"۔نوجوان نے جس کا نام خالد تھا اثبات میں سرہلا کر کہا۔

" کیا وہ لوگ عمران اوراس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے واپس کرلانگ لے آئے ہیں"۔آغا جمشید نے چند لمحے توقف کے بعد خالد سے پوچھا۔

" نہیں باس، وہ ان سب کو دارالحکومت میں موجود کسی بلیک ہاؤس میں لے گئے ہیں"۔خالد نے جواب دیا۔

" بلیک ہاؤس۔اوہ، تو وہ انہیں اپنے ہیڈ کوارٹر میں لے گئے ہیں۔ لیکن تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا"۔آغا جمشید نے پریشانی کے عالم میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" میں اس جگہ بھیڑ بکریاں چرا رہا تھا جہاں کوبرا فورس کے ہیلی کاپٹر آکر اترے تھے۔ہیلی کاپٹروں کی گھن گرج کی وجہ سے میری بھیڑ

بکریاں ادھر ادھر بھاگ گئی تھیں۔ میں انہیں اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گیا۔

انہوں نے مجھے عام چرواہا سمجھ کر کچھ نہیں کہا تھا۔جب تک وہ وہیں رہے میں جان بوجھ کر بھیڑ بکریوں کو اکٹھا کرنے کے لئے ادھر ادھر بھاگتا رہا۔سوامی داس چار ہیلی کاپٹروں کو لے کر ان لوگوں کو گرفتار کرنے چلا گیا تھا جبکہ ایک ہیلی کاپٹر وہیں موجود تھا۔اس ہیلی کاپٹر کے وائرلیس پر سوامی داس نے پائلٹ سے مسلسل رابطہ رکھا ہوا تھا۔میں چونکہ ہیلی کاپٹر کے اردگرد ہی گھوم رہا تھااس لئے ہیلی کاپٹر کے وائرلیس پر آنے والی آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔ سوامی داس نے اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو بلیک ہاؤس میں آنے کا حکم دیا تھا"۔خالد نے بتایا۔

" اوہ، اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے فوری طور پر دارالحکومت پہنچنا ہو گا۔ کوبرا فورس کا ہیڈ کوارٹر بلیک ہاؤس کہاں ہے یہ میں جانتا ہوں ۔ ہمیں فوری طور پر بلیک ہاؤس پر ریڈ کر کے اس گروپ کو وہاں سے چھڑوانا ہو گا۔ ورنہ وہ ان سب کو مار دیں گے اور عمران صاحب اور ان کے ساتھیوں کی ہلاکت نہ صرف ہمارے لئے بلکہ پورے پاکیشیا کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہو گا۔جس کا ازالہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے"۔آغا جمشید نے کہا۔

" یس باس، عمران صاحب اوران کے ساتھیوں کا زندہ رہنا بے حد ضروری ہے۔وہ یہاں ہیون ویلی کے مسلمانوں کی مدد کرنے کے

لئے آئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے اور ہیون ویلی کے مسلمانوں کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ اگر وہ ہمارے لئے سر پر کفن باندھ کر یہاں آسکتے ہیں تو ہم بھی ان کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کر سکتے ہیں"۔ خالد نے جذباتی لہجے میں کہا۔

" تو چلو، ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ اس سے پہلے کہ وہ لوگ عمران صاحب اور ان کے ساتھیوں کو نقصان پہنچائیں ہم ان کے ہیڈ کوارٹر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر انہیں وہاں سے نکال لائیں گے"۔ آغا جمشید نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

" لیکن باس ہم یہاں سے جائیں گے کیسے۔ یہاں تو ہر طرف ایجنسیاں ہی ایجنسیاں پھیلی ہوئی ہے۔ کیا وہ ہمیں یہاں سے نکلنے دیں گے"۔ خالد نے پوچھا۔

" کوبرا فورس نے عمران صاحب اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے اس لئے وہ سب مطمئن ہوں گے۔ ویسے بھی ہمارے پاس ایسے کاغذات ہیں جن کی وجہ سے وہ ہمیں کسی بھی طرح نہیں روک سکیں گے"۔ آغا جمشید نے کہا۔

" لیکن باس، دارالحکومت تو یہاں سے بے حد دور ہے۔ ہم وہاں اتنی جلدی پہنچیں گے کیسے"۔ خالد نے کہا۔

" ہم یہاں سے سیدھے پنج گام جائیں گے۔ وہاں سے ہیلی کاپٹر یا طیارہ چارٹرڈ کروا کر دارالحکومت کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اس میں ہمیں تین چار گھنٹے تو ضرور لگ جائیں گے مگر ہم آسانی سے

دارالحکومت پہنچ جائیں گے۔

" دارالحکومت میں میرا سب سے بڑا نیٹ ورک ہے۔ وہاں نہ آدمیوں کی کمی ہے اور نہ اسلحے کی۔ اس لئے ہمیں بلیک ہاؤس پر اٹیک کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی"۔ آغا جمشید نے کہا تو خالد نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے کمرے سے نکلتے چلے گئے۔

سوامی داس ایک چھریرے بدن کا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ بے حد عیار اور شاطر انسان نظر آتا تھا۔ وہ کرنل کے رینک کا آفیسر تھا۔ لیکن کوبرا فورس میں چونکہ کئی سیکشن تھے اس لئے وہ کرنل جنرل کے عہدوں کی بجائے صرف اپنے اصلی ناموں سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ کوبرا فورس کا سربراہ بننے کے لئے اسے شدید جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ اس نے کافرستان میں بے پناہ کارنامے سرانجام دیئے تھے جس کی وجہ سے اس نے بہت جلد مارشل مہادیو کی نظروں میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔

اس نے دارالحکومت کے دوسرے کنارے پر شہر سے ہٹ کر مارشل مہادیو کی طرح جدید سہولیات سے آراستہ ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا جس کا نام اس نے بلیک ہاؤس رکھا ہوا تھا۔

مارشل مہادیو کے بعد وائٹ کوبرا ایجنسی کی دوسری بڑی شخصیت

سوامی داس کی ہی تھی۔ جس سے ہر کوئی خوف کھاتا تھا اور سوامی داس کا نام مجرموں اور غیر ملکی ایجنٹوں کے سامنے دہشت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

سوامی داس واقعی بے حد ذہین اور شاطر انسان تھا۔ وہ ہر کام خوب سوچ سمجھ کر، جامع منصوبہ بندی اور عقلمندی سے کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اپنے مشن میں کبھی بھی ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔ وہ تیز رفتار اور ڈائریکٹ ایکشن بھی کرنے سے نہیں چوکتا تھا۔ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس قدر جلد ٹریس کر کے انہیں جس انداز میں گرفتار کیا تھا یہ واقعی اس کی بہترین ذہانت، حکمت عملی اور اعلیٰ صلاحیتوں کا بہترین نمونہ تھا۔ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں پر ڈائریکٹ ایکشن کرنے کی بجائے اور ان کے سامنے آنے کی بجائے فضا سے ہی اس ٹرک پر بے ہوش کر دینے والے بم برسا دیئے تھے جس کی وجہ سے عمران اور اس کے تمام ساتھی بے ہوش ہو گئے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ان پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا ورنہ وہ جس طرح تباہیاں پھیلاتے آئے تھے انہیں بھی نہ چھوڑتے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں سے جو اسلحہ برآمد ہوا تھا اسے دیکھ کر سوامی داس کی آنکھیں پھٹ پڑی تھیں۔ اس اسلحے سے وہ کافرستان میں زبردست تباہی پھیلا سکتے تھے اور ان کے پاس راکٹ لانچر اور مارٹر گنیں بھی تھیں جن سے وہ ہیلی کاپٹروں اور جنگی طیاروں کو بھی آسانی سے نشانہ بنا سکتے تھے۔

اگر سوامی داس کی ان سے مڈبھیڑ ہو جاتی تو یہ گروپ شاید آسانی سے اس کے قابو میں نہ آتا۔ اس لئے اس نے عقلمندی کی تھی کہ اس نے ان پر بے ہوشی کے گیس کے بم پھینک کر انہیں بے ہوش کر دیا تھا۔

اس وقت سوامی داس بلیک ہاوس کے ایک بڑے اور قیمتی سازوسامان سے آراستہ دفتر نما کمرے میں اونچی نشست والی ریوالونگ چیئر پر اکڑا بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ جوش و جذبات سے تمتما رہا تھا اور اس کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک رہی تھیں۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر آگیا۔ اس نے سیاہ رنگ کی مخصوص وردی پہن رکھی تھی۔ اس کے سینے پر سفید کوبرا کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا۔ نوجوان نے اندر آکر سوامی داس کو فوجی سیلوٹ کیا۔ اسے اندر آتے دیکھ کر سوامی داس اپنے خیالوں سے نکل کر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آؤ رمیش"۔ سوامی داس نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"سر میں آپ کو بتانے آیا ہوں کہ تمام کام خوش اسلوبی ہو گیا ہے"۔ رمیش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"گڈ، اور ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا کیا ہوا"۔ سوامی داس نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں ایک پراسرار اور معنی خیز چمک ابھر آئی تھی۔

"ان سب کو میں نے مکمل طور پر بے ہوش کر کے آئرن روم میں باندھ دیا ہے"۔ رمیش نے جواب دیا۔

انہیں کسی طرح ہوش تو نہیں آجائے گا"۔ سوامی داس نے کہا۔

"نو سر، میں نے ان کو ایس ایس زیرو کے انجکشن لگا دیئے ہیں۔ جن کا کوئی اینٹی نہیں ہے۔ اس انجکشن کے زیراثر انہیں کسی بھی طرح چوبیس گھنٹوں سے پہلے ہوش نہیں آسکتا"۔ رمیش نے کہا۔

"ویری گڈ، اب مجھے مارشل مہادیو کا انتظار ہے۔ وہ آجائے تو میں ان سب کو اسی وقت ہلاک کر دوں گا"۔ سوامی داس نے مطمئن انداز میں کہا۔

"لیکن سر، اگر مارشل مہادیو نے انہیں ہوش میں لانے کے لئے کہا تو"۔ رمیش نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں، مارشل مہادیو انہیں ہوش میں لانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ جانتا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی کس قدر خطرناک ہیں۔ ہوش میں رہنے کی صورت میں وہ ہر قسم کی سچوئیشن بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ مارشل مہادیو نے کہا تھا کہ میں اس گروپ کو کسی بھی طرح ہوش میں نہ آنے دوں۔ وہ انہیں اسی بے ہوشی کے عالم میں ہلاک کرے گا۔ پھر بھی اگر اسے شک ہوا تو میں اسے بتا دوں گا کہ ہم نے اس کے حکم پر ان سب کو ایس ایس زیرو کے انجکشن لگا دیئے ہیں۔ وہ چوبیس گھنٹے ان کے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کرے گا"۔ سوامی داس نے کہا۔

"اگر ایسا ہو جائے تو ہمیں واقعی کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا"۔ رمیش نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا۔ تم بے فکر رہو"۔ سوامی داس نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو رمیش نے بھی مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

"تم نے ان سب کے خون اور سکن کے سیمپل لے لئے ہیں"۔ سوامی داس نے چند لمحے توقف کے بعد رمیش سے پوچھا۔

"یس سر، میں نے یہ کام پہلے ہی کر لیا تھا"۔ رمیش نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"گڈ، مارشل مہادیو شکی مزاج آدمی ہے۔ اسے میری ذات پر اعتماد تو ہے مگر وہ یہ جاننے کے لئے ان سب کے میک اپ ضرور چیک کرائے گا کہ وہ اصلی گروپ ہے یا نہیں۔ اس کے لئے وہ تجزیہ کروانے کے لئے عمران اور اس کے ساتھیوں کے خون اور سکن کے سیمپل بھی مانگ سکتا ہے۔ اس لئے میں ہر کام اوریجنل کرنا چاہتا ہوں تا کہ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے"۔ سوامی داس نے کہا۔

"ہر کام اوریجنل ہی ہوگا باس۔ اس بارے میں آپ کوئی فکر نہ کریں"۔ رمیش نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔ اس کی بات سن کر سوامی داس کے چہرے پر گہرا اطمینان آ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید بات کرتے اچانک ٹیبل پر پڑے انٹرکام کا بزر گنگنا اٹھا۔

"یس۔ سوامی داس ہیئر"۔ سوامی داس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر، وائٹ کوبرا کا ہیلی کاپٹر اس طرف آ رہا ہے"۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"او کے، ان کے استقبال کے تمام انتظامات مکمل ہیں ناں"۔ سوامی داس نے کہا۔

"یس سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"گڈ، میں آ رہا ہوں"۔ سوامی داس نے کہا اور رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"مارشل مہادیو آ رہا ہے۔ آؤ اس کا استقبال کرنے چلیں"۔ سوامی داس نے میز کے پیچھے سے نکلتے ہوئے کہا تو رمیش نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے وہ ہیڈ کوارٹر کی چار دیواری میں ایک طرف بنے ہوئے ہیلی پیڈ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جہاں وائٹ کوبرا کا بڑا مخصوص ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا۔

چاروں طرف کوبرا فورس کے افراد مخصوص وردیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ سب مستعد اور پوری طرح سے چوکنا تھے۔ سوامی داس اور رمیش ایک پختہ سڑک پر چلتے ہوئے ہیلی پیڈ کے لئے بنے ہوئے مخصوص سپاٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے اور پھر وہ اس سپاٹ کے قریب جا کر رک گئے۔

ہیلی کاپٹر کے پیڈ جیسے ہی زمین پر لگے اور اس کا دروازہ کھل گیا۔ چند لمحوں کے بعد مارشل مہادیو پورے طمطراق کے ساتھ ہیلی کاپٹر سے اترا تھا۔ جیسے ہی وہ ہیلی کاپٹر سے باہر آیا۔ وہاں موجود کوبرا فورس کی ایڑیاں اس کے استقبال کے لئے بج اٹھیں اور وہ اسے فوجی سیلوٹ

کرنے لگے۔ جب مارشل مہادیو سوامی داس کی طرف آیا تو سوامی داس اور رمیش نے بھی سیلوٹ مار کر اس کا استقبال کیا تھا۔

"ویل ڈن سوامی داس۔ تم نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے میرا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ وائٹ کوبرا فورس انتہائی باصلاحیت اور ہر فن میں یکتا ہے۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کو گرفتار کر کے تم نے ایک بار پھر ثابت کر دیا ہے کہ تم انتہائی ذہین اور بے پناہ خوبیوں کے مالک ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے"۔ مارشل مہادیو نے چبوترے سے اتر کر بڑی گرمجوشی سے سوامی داس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور اس سے تعریفی الفاظ سن کر سوامی داس کا چہرہ فرط مسرت سے سرخ ہوتا چلا گیا۔

"تھینک یو۔ تھینک یو سر۔ آپ کے یہ الفاظ واقعی میرے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہیں۔ تھینک یو ویری مچ"۔ سوامی داس نے مسرت سے لرزتے ہوئے کہا۔ مارشل مہادیو نے رمیش سے ہاتھ ملایا اور پھر وہ تینوں ہیڈ کوارٹر کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔

"انہیں ہوش تو نہیں آیا"۔ مارشل مہادیو نے پوچھا۔

"نو سر، میں نے احتیاط کے پیش نظر انہیں ایس ایس زیرو کے انجکشن لگوا دیئے تھے۔ جس کے اثر سے انہیں کسی بھی طرح چوبیس گھنٹوں سے پہلے ہوش نہیں آ سکتا"۔ سوامی داس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ، یہ تم نے اچھا کیا۔ میں ان ایجنٹوں کی خصلت اچھی طرح

سے جانتا ہوں۔ اس بار میں دوسرے لوگوں کی طرح انہیں ہوش میں لا کر کوئی رسک نہیں لوں گا۔ ہم انہیں اسی بے ہوشی کی حالت میں ہی ہلاک کر دیں گے"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور اس کی بات سن کر سوامی داس اور رمیش کے چہروں پر گہرے اطمینان کی لہریں پھیل گئیں۔

وہ تینوں مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے ہیڈ کوارٹر کے اندرونی حصے میں آ گئے تھے۔ مارشل مہادیو، عمران اور اس کے ساتھیوں کو فوراً ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے سوامی داس اور رمیش کے ساتھ زیرزمین تہہ خانے میں موجود آئرن روم میں آ گیا تھا۔ جہاں عمران اور اس کے ساتھی بے ہوشی کے عالم میں دیواروں کے ساتھ کلپوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے کلپ آہنی دیواروں کے ساتھ منسلک تھے جن میں ان سب کے ہاتھ، دونوں پیر حتیٰ کہ گردن تک جکڑ دی گئی تھی۔ ان سب کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ مکمل طور پر بے ہوش نظر آ رہے تھے۔

"اوہ، یہ عمران اور اس کے ساتھی تو اصلی شکلوں میں ہیں۔ کیا یہ اصلی شکلوں میں کافرستان آئے تھے"۔ مارشل مہادیو نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے اصلی چہرے دیکھ کر بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں سر، ہم نے ان سب کے چہرے میک اپ واشر سے واش کئے ہیں۔ یہ کافرستانی میک اپ میں تھے اور ان کے پاس جو کاغذات

تھے ان کی رو سے یہ لوگ کافرستان کے باعزت شہری تھے"۔ سوامی داس نے کہا۔

"اوہ، پھر ٹھیک ہے۔ ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ عمران جیسا انسان اصل حلیئے میں کافرستان کیسے آسکتا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ فرسٹ آفیسر رنجیت سنگھ جیسے غدار نے جن پاکیشیائی ایجنٹوں کو سرحد کراس کرائی تھی ان کی تعداد نو تھی اور یہ بھی نو افراد ہی ہیں"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یس سر۔ یہی وہ نو افراد ہیں"۔ سوامی داس نے کہا۔

"فائرنگ اسکواڈ کو بلاؤ"۔ مارشل مہادیو نے کہا تو سوامی داس نے رمیش کو اشارہ کیا۔ رمیش اثبات میں سرہلا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"ان ایجنٹوں کا بلڈ اور ان کی سکن کے ٹکڑے لے لو۔ مجھے تو یقین ہے کہ یہ اصلی علی عمران اور اس کے ساتھی ہیں لیکن صدر اور وزیراعظم کو بھی مجھے ان کی ہلاکت کے ثبوت دینے ہیں۔ اس لئے جب تک میں انہیں ٹھوس ثبوت نہیں دوں گا انہیں یقین نہیں آئے گا"۔ مارشل مہادیو نے کہا تو سوامی داس نے دھیمے انداز میں مسکرا کر سرہلا دیا۔ جیسے اسے اپنے اندازے کے مطابق پہلے ہی یقین تھا کہ شکی مزاج مارشل مہادیو اس کام کے لئے ضرور کہے گا۔ جس کا ذکر وہ رمیش سے کر چکا تھا۔

رمیش واپس آتا ہے تو میں اسے کہتا ہوں کہ وہ ان کا بلڈ نکال کر

اور سکن کاٹ کر رکھ لے"۔ سوامی داس نے کہا۔ وہ شاید مارشل مہادیو کو نہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا بلڈ اور اس کی سکن کے ٹکڑے تجزیئے کے لئے پہلے سے ہی حاصل کر چکا ہے۔

"اور ہاں، میں نے تمہیں ہدایات دی تھیں کہ تمہیں ان کے یہاں بندھے ہونے اور ان کی ہلاکت کی فلم بھی بنانی ہے۔ اس کا حکم صدر اور وزیراعظم صاحب نے دیا تھا۔ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کی فلم ضرور دیکھیں گے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"یس سر، میں نے اس کا انتظام کر دیا ہے۔ وہ دیکھئے دیواروں پر سپر ایس ڈی کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ جن کا لنک آپریشن روم کی کمپیوٹرائزڈ مشینوں سے ہے۔ ان کی وہاں مکمل فلم تیار کی جا رہی ہے"۔ سوامی داس نے آئرن روم کی تین دیواروں پر لگے چھوٹے سائز کے مگر جدید کیمروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مارشل مہادیو نے سر اٹھا کر کیمروں کی طرف دیکھا اور مطمئن انداز میں سرہلا دیا۔

چند ہی لمحوں بعد رمیش پانچ مسلح افراد کے ساتھ اندر آگیا۔ سوامی داس نے رمیش کو اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا بلڈ سرنجوں میں نکال لے اور ان کی جلدوں کے ٹکڑے کاٹ لے۔ مارشل مہادیو تجزیئے کے لئے سکن اور بلڈ ساتھ لے جائیں گے۔ رمیش بھی زیرلب مسکرا دیا تھا۔ وہ ایک بار پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں میڈیکل باکس تھا۔ اس نے میڈیکل باکس کھول کر اس میں سے سرنجیں نکالیں اور

پھر ان پر سفید ٹیپ لگا کر ان پر مارکر سے عمران اور اس کے کوڈ میں نام لکھ کر باری باری عمران اور اس کے ساتھیوں کا خون ان انجکشنوں میں بھرنے لگا۔ اس نے تمام سرنجیں بھر کر میڈیکل باکس میں رکھیں اور نشتر اور ایک چمٹی سے ان کے بازوؤں سے ان کی سکن کاٹنے لگا۔

ان سکنوں کے ٹکڑوں کو اس نے پلاسٹک کی تھیلیوں میں رکھتے ہوئے ان پر بھی وہی کوڈ لکھ دیئے تھے جو اس نے سرنجوں پر لکھے تھے۔ تمام کام مکمل کر کے اس نے میڈیکل باکس بند کیا اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر نکلنے پر مارشل مہادیو اور سوامی داس نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ رمیش چند ہی لمحوں میں واپس آ گیا تھا۔ اس اثناء میں مارشل مہادیو نے مشین گن برداروں کو عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔

" میں کاؤنٹ ڈاؤن کروں گا۔ جیسے ہی کاؤنٹ ڈاؤن پوری ہو تم ان پر فائرنگ کر دینا"۔ مارشل مہادیو نے مشین گن برداروں سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر"۔ پانچوں مشین گن برداروں نے یک زبان ہو کر کہا۔

" او کے۔ ٹین۔ نائن۔ ایٹ"۔ مارشل مہادیو نے کاؤنٹ ڈاؤن شروع کرتے ہوئے کہا اور مشین گن برداروں نے اپنی مشین گنیں سیدھی کر لیں۔

" سیون۔ سکس۔ فائیو"۔ مارشل مہادیو نے چیختے ہوئے کہا۔

مشین گن برداروں نے انگلیاں مشین گنوں کے ٹریگروں پر رکھ لیں۔

" فور۔ تھری۔ ٹو۔ ون"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور مشین گن برداروں کی انگلیاں ٹریگروں پر دباؤ ڈالنے لگیں۔

" فائر"۔ مارشل مہادیو نے حلق کے بل چیخ کر کہا۔ اسی لمحے مشین گن برداروں نے ایک ساتھ ٹریگر دبا دیئے۔ کمرہ مشین گنوں کی ریٹ ریٹ سے بری طرح سے گونج اٹھا تھا اور مشین گنوں سے شعلے نکل کر عمران اور اس کے ساتھی جو بے بس اور بے ہوش بندھے تھے، کی طرف بڑھے اور ان کے جسموں میں جیسے شہد کی مکھیوں کے چھتے بنتے چلے گئے۔ مشین گن بردار گنوں کو نیم دائرے میں گھماتے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں پر فائرنگ کر رہے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے جسم خون سے سرخ ہو گئے تھے اور پھر وہ بری طرح سے جھٹکے کھانے لگے۔ ان کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے کھلیں اور پھر یکلخت بے نور ہوتی چلی گئیں۔

مشین گن بردار عمران اور اس کے ساتھیوں پر اس وقت تک مشین گنوں سے فائرنگ کرتے رہے جب تک ان کی گنوں کے میگزین خالی نہ ہو گئے۔

زبردست اور خوفناک فائرنگ نے عمران اور اس کے تمام ساتھیوں کے چیتھڑے اڑا دیئے تھے۔ بے ہوشی کے عالم میں انہیں چیخنے اور تڑپنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کی کٹی پھٹی لاشیں دیکھ کر مارشل مہادیو، سوامی داس اور رمیش کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ مارشل مہادیو نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا تھا۔ اس نے واقعی عمران اور اس کے سارے ساتھیوں کو انتہائی ہولناک اور اذیت ناک موت سے ہمکنار کر دیا تھا۔

" گڈ، ویری گڈ۔ میں نے آخرکار ان عفریتوں کا خاتمہ کر دیا۔ ان عفریتوں کی موت واقعی میرے ہی ہاتھوں لکھی تھی اس لئے یہ ہر بار اپنی ہوشیاری، چالاکی اور ذہانت سے بچ نکلتے تھے مگر آج میں نے، مارشل مہادیو نے ان کی ساری چالاکی، ہوشیاری اور ان کی عقلمندی کا قلع قمع کر دیا ہے۔ آج عمران اور اس کے ساتھی حقیقی موت کا شکار ہو گئے ہیں"۔ مارشل مہادیو نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر سوامی داس اور رمیش بھی زور زور سے سر ہلانے لگے۔

مارشل مہادیو کی آنکھوں اور چہرے پر مسرت کے آبشار گر رہی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے بسی کی موت مار کر وہ بے حد خوش تھا۔ بے حد خوش۔

کراسٹی کو معلوم ہو چکا تھا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے تمام ممبر پاکیشیا سے ابو عبداللہ کی آزادی اور بلیک فورس کا خاتمہ کرنے کے لئے کافرستان میں داخل ہو چکے تھے اور وہ لوگ کس راستے سے کافرستان میں آئے تھے اور کیسے آئے تھے اور یہ کہ انہوں نے کافرستان میں کافرستانی ایجنسیوں کو کس حد تک نقصان پہنچایا تھا ان تمام باتوں کی خبر اسے مل گئی تھی۔ یہ تمام باتیں اسے مارشل مہادیو کے آفس میں میز پر پڑی ہوئی فائلیں پڑھ کر معلوم ہوئی تھیں۔ جسے ریکارڈ کے طور پر مارشل مہادیو نے خود تحریر کیا تھا۔ اس کے علاوہ کراسٹی کو مارشل مہادیو کے اسسٹنٹ سے یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ کوبرا فورس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا اور وہ گروپ دارالحکومت کے دوسرے کنارے پر موجود کسی بلیک ہاؤس میں قید کر دیا گیا تھا جو کوبرا فورس کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

اسسٹنٹ نے کراسٹی کو کیپٹن ماریا سمجھ کر یہ بھی بتا دیا تھا کہ مارشل مہادیو ان سب کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنے کے لئے بلیک ہاؤس روانہ ہو گیا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ علی عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہوش میں لائے بغیر ہلاک کر دے گا۔ یہ تمام باتیں سن کر کراسٹی پریشان ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ ایک طرف ابو عبداللہ تھا جس کو وہ مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر سے نکالنے کے لئے آئی تھی تو دوسری طرف عمران اور اس کے ساتھی جو بے ہوشی اور بے بسی کے عالم میں موت کے منہ میں جانے والے تھے۔ کراسٹی یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ وہ اپنا مشن مکمل کرے یا پھر عمران اور اس کے ساتھیوں کی جان بچائے۔

وہ اس وقت کیپٹن ماریا کے آفس میں بیٹھی اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھی کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اس پر ہیڈ کوارٹر میں کسی کو شک نہیں ہوا تھا۔ کیپٹن ماریا نے جن متعلقہ افراد کے بارے میں اسے بتایا تھا کراسٹی نے ان کے حلیوں سے ان سب کو آسانی سے پہچان لیا تھا۔ اس نے تہہ خانے کے سپیشل سیل میں جا کر ابو عبداللہ کو بھی ایک نظر دیکھ لیا تھا۔ تمام ہیڈ کوارٹر کا راؤنڈ لگا کر اس نے وہاں ہر راستے کو بھی اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیا تھا تاکہ اسے پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور پھر وہ واپس آ کر کیپٹن ماریا کے آفس میں آ گئی تھی۔ اس کے بعد سے لے کر اب تک وہ مسلسل عمران اور اس کے

ساتھیوں کے متعلق سوچے چلی جا رہی تھی۔

"ہونہہ، میں بھی خواہ مخواہ کس الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اول تو مجھے اس پر بات پر یقین ہی نہیں کرنا چاہئے کہ عمران اور اس کے ساتھی گرفتار کر لئے گئے ہیں اور اگر وہ لوگ واقعی گرفتار ہو بھی گئے ہیں تو ان میں ایسی صلاحیتیں ہیں کہ وہ لوگ مارشل مہادیو کے ہاتھوں اس طرح بے بسی کی موت نہیں مر سکتے تھے۔ خاص طور پر عمران جیسا مافوق الفطرت انسان اس آسانی سے مارشل مہادیو کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ عین آخری لمحات میں بھی ناممکن کو ممکن بنانا جانتا ہے اور وہ یقینی موت سے بھی بچ نکلنے کی صلاحیت رکھنے والا انسان ہے۔ عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی طرح مارشل مہادیو کے ہاتھوں ہلاک نہیں ہو سکتے۔ وہ مارشل مہادیو کے ساتھ ایسی چال چل جائیں گے کہ مارشل کو خبر بھی نہ ہو سکے گی"۔ کراسٹی نے سر جھٹک کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے عمران کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں اور اس کے کارناموں کی تفصیل پڑھی تھی اس سے کراسٹی کو اس بات پر یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ عمران جیسا انسان مارشل مہادیو کے ہاتھوں ہلاک ہو سکتا ہے اور وہ بھی بے بسی کی موت۔

"مجھے عمران اور اس کے ساتھیوں کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔ وہ اپنی حفاظت خود کرنا جانتے ہیں۔ مجھے صرف اور صرف اپنے مشن پر توجہ دینا ہو گی۔ مجھے یہاں سے نہ صرف ابو عبداللہ کو بحفاظت نکالنا

ہے اور اسے ہیون ویلی میں پہنچا کر بلیک فورس کا بھی خاتمہ کرنا
ہے"۔ کراسٹی نے مسلسل بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے واقعی
عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوچنا موقوف کر دیا۔
اب وہ یہ سوچنے میں مصروف ہو گئی تھی کہ اسے اپنی سوچی ہوئی
پلاننگ کے تحت کب ابو عبداللہ کو وہاں سے نکالنا ہے۔

"کیپٹن ماریا سے تفصیلات حاصل کرتے ہوئے اسے مارشل
مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کے محل وقوع کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا
تھا اس کے تحت اس نے ابو عبداللہ کو ہیڈ کوارٹر سے نکلنے اور سیدھا
ہیون ویلی میں لے جانے کا فول پروف پروگرام بنا لیا تھا۔ اس نے جو
سکیم سوچی تھی اس میں کوئی جھول نہیں تھا۔ صرف اسے ابو عبداللہ کو
قائل کرنا تھا۔ اس طرح وہ اسے آسانی سے نہ صرف ہیڈ کوارٹر سے
نکال سکتی تھی بلکہ وہ اسے ہیون ویلی میں بھی پہنچا سکتی تھی۔

"مجھے ابو عبداللہ سے جا کر ابھی بات کر لینی چاہئے۔ اس وقت
مارشل مہادیو یہاں نہیں ہے۔ اس دوران میں ابو عبداللہ کو یہاں
سے فرار ہونے کی پوری سکیم سمجھا سکتی ہوں"۔ کراسٹی نے سوچتے
ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے مزید سوچتی رہی پھر وہ حتمی فیصلہ کرتے ہوئے
یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ میز کے عقب سے نکل کر دروازے کی طرف
بڑھتی اچانک میز پر پڑے ایک ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ کراسٹی نے
چونک کر دیکھا۔ گھنٹی انٹرکام کی بجی تھی۔

"یس"۔ کراسٹی نے کیپٹن ماریا کے لب و لہجے میں کہا۔

"کیپٹن ماریا۔ اے جے بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے مارشل
مہادیو کے اسسٹنٹ کی آواز سنائی دی۔

"یس اے جے۔ کیا بات ہے"۔ کراسٹی نے کیپٹن ماریا کی طرح
قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"سر آ گئے ہیں۔ وہ آپ کو اپنے آفس میں یاد کر رہے ہیں"۔
اسسٹنٹ اے جے نے کہا اور کراسٹی بری طرح سے چونک پڑی۔

"سر آ گئے ہیں۔ کب۔ اور تم نے مجھے ان کے آنے کی خبر کیوں
نہیں کی" کراسٹی نے خود کو سنبھال کر جلدی سے اور انتہائی تیز لہجے
میں کہا۔

"کیپٹن ماریا، سر ابھی آئے ہیں۔ کمرے میں آتے ہی انہوں
نے مجھے آپ کو بلانے کا حکم دیا تھا"۔ اے جے نے جلدی سے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

"اوہ، ٹھیک ہے میں آ رہی ہوں"۔ کراسٹی نے کہا اور فون بند کر
دیا۔ مارشل مہادیو کی اتنی جلدی واپسی کا سن کر وہ پریشان ہو گئی
تھی۔ مارشل مہادیو کے اتنی جلدی لوٹنے کا یہی مطلب تھا کہ یا تو
مارشل مہادیو نے عمران اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا ہے یا پھر
اسے راستے میں ہی خبر مل گئی ہو گی کہ عمران اور اس کے ساتھی بلیک
ہاؤس کو تباہ کر کے اور سوامی داس کو ہلاک کر کے وہاں سے بھی فرار
ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

"ہونہہ۔ اسے بھی اتنی جلدی واپس آنا تھا۔ میں ابو عبداللہ کو گائیڈ کرنے جا رہی تھی اور اس بدبخت نے مجھے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے فرار ہونے، بلیک ہاؤس کے تباہ ہونے اور سوامی داس کی ہلاکت کا سن کر اس کا غصہ آسمان پر چڑھ گیا ہوگا۔ اب وہ مجھے نجانے کیوں بلا رہا ہے"۔ کراسٹی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ چند لمحے وہ سوچتی رہی پھر اس نے زور سے سر جھٹکا اور میز کے پیچھے سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی اور نپے تلے قدم اٹھاتی ہوئی اور مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی مارشل مہادیو کے آفس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

مارشل مہادیو کے آفس کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکی اور پھر دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ مارشل مہادیو کا خوشی اور مسرت سے جگمگاتا ہوا چہرہ دیکھ کر کراسٹی بے اختیار ٹھٹھک گئی تھی۔

"آؤ، کیپٹن ماریا آؤ۔ اے گڈ نیوز فار یو"۔ مارشل مہادیو نے اسے دیکھ کر انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور کراسٹی کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔ وہ غور سے مارشل مہادیو کا جوش سے تمتماتا ہوا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"ارے، تم وہاں کیوں کھڑی ہو۔ آؤ بیٹھو۔ میں آج بہت خوش ہوں۔ آج میں نے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جسے سن کر تم بھی خوشی سے اچھل پڑو گی"۔ مارشل مہادیو نے جیسے ننھے بچوں کی طرح قلقاری مارتے ہوئے کہا اور کراسٹی کے دل و دماغ میں عجیب و

غریب وسوسے جاگنے شروع ہو گئے۔ وہ آگے بڑھی اور میز کے نیچے سے کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گئی۔ مارشل مہادیو کا یہ جوشیلا پن اور خوشی اس کے ذہن میں زہریلے بچھوؤں کی طرح ڈنک مارنے لگے تھے

"تم تو ایسے خوش ہو رہے ہو جیسے تمہیں قارون کا خزانہ مل گیا ہو"۔ کراسٹی نے خود کو قابو میں رکھ کر کیپٹن ماریا کے انداز میں اسے تم کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"قارون کا خزانہ۔ ہونہہ، میری اس خوشی کے سامنے قارون کا خزانہ کیا معنی رکھتا ہے"۔ مارشل مہادیو نے بے اختیار قہقہہ لگا کر کہا۔

"بات کیا ہے۔ آج سے پہلے میں نے تمہیں اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا تھا اور تم جیسا انسان قہقہے لگا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میرا واقعی بے ہوش ہونے کو دل چاہ رہا ہے"۔ کراسٹی نے کیپٹن ماریا کے انداز میں بے تکلفی سے کہا اور اس کی بات سن کر مارشل مہادیو کے حلق سے فلک شگاف قہقہہ پھوٹ نکلا۔

"کیپٹن ماریا، آج میں نے دنیا کے خوفناک، ناقابل تسخیر اور ایسے عفریتوں کا خاتمہ کر دیا ہے جن سے پوری دنیا خائف تھی"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور کراسٹی کو اپنے ذہن میں چھناکہ سا ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے ذہن کے پردے پر عمران اور اس کے ساتھیوں کی تصویریں ابھر آئی تھیں۔

"وہ لوگ واقعی عفریتوں کا ٹولہ تھا جن کو ہلاک کرنے کا خواب

دیکھنے والے دنیا کے بڑے بڑے ایجنٹ، مجرم اور پاورفل تنظیمیں فنا ہو گئی تھیں۔ان لوگوں کی موت صرف اور صرف میرے ہاتھوں لکھی تھی۔میں نے آج ان کو انتہائی بے رحمی اور انتہائی بے بسی کی موت مار دیا ہے"۔مارشل مہادیو رکے بغیر بول رہا تھا اور کراسٹی کے دل و دماغ میں جیسے خوفناک دھماکے ہونا شروع ہو گئے تھے۔اسے یوں لگ رہا تھا جیسے مارشل مہادیو عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کے بارے میں اسے بتانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"کہیں تمہارا اشارہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان کی طرف تو نہیں ہے"۔کراسٹی نے جیسے حلق میں اٹکتے ہوئے سانسوں کے درمیان اس سے پوچھا۔

"ہاں، علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس آج اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ان کو ہلاک کرنے کا سہرا میرے سر ہے۔صرف میرے سر پر"۔مارشل مہادیو نے ایک بلند بانگ قہقہہ لگا کر کہا اور کراسٹی کو اپنے دل و دماغ میں آندھیاں سی چلتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔مارشل مہادیو لطف لے لے کر عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے بسی کے عالم میں ہلاک کرنے کی تفصیل کیپٹن ماریا کو بتا رہا تھا اور کراسٹی کو کمرے کے در و دیوار ہلتے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔اسے یوں لگ رہا تھا جیسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کا سن کر اس کا دل و دماغ پھٹ جائے گا۔اسی لمحے مارشل مہادیو کے سامنے پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور مارشل مہادیو جو ہنس ہنس کر کیپٹن ماریا کو

عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کی تفصیل بتا رہا تھا خاموش ہو گیا اور پھر اس نے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس، مارشل مہادیو سپیکنگ"۔مارشل مہادیو نے کہا اور دوسری طرف سے بات سننے میں مصروف ہو گیا۔عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کی خبر کراسٹی پر بجلی بن کر گری تھی۔جس سے کراسٹی کو اپنے وجود کا رواں رواں جلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔عمران اور اس کے ساتھیوں کو جس طرح بے ہوشی اور بے بسی کے عالم میں مارشل مہادیو نے ہلاک کرایا تھا اس پر کراسٹی کو یقین تو نہیں آ رہا تھا مگر اس کے باوجود مارشل مہادیو نے جو تفصیل بتائی تھی اس سے کراسٹی کو صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لوگ عمران اور اس کے ساتھیوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتے تھے۔مارشل مہادیو نے بتایا تھا کہ کوبرا فورس کے انچارج سوامی داس نے ان پکڑے جانے والے ایجنٹوں کے میک اپ واش کر دیئے تھے اور اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو اچھی طرح سے پہچان لیا تھا۔کراسٹی کی آنکھوں میں بے اختیار نمی امڈ آئی جسے اس نے بمشکل بہنے سے روکا تھا۔

"تم نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کو ہلاک کر کے بہت برا کیا ہے مارشل مہادیو۔میں ان کی موت کا تم سے، ان سب سے جو ان کی موت کے ذمہ دار ہیں اور پورے کافرستان سے بدلہ لوں گی۔میں تم سب کو اذیت ناک موت ماروں گی اور کافرستان میں اس قدر تباہی اور بربادی پھیلاؤں گی کہ کافرستان کا بچہ

بچہ لرز اٹھے گا"۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو کی جانب خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔ اس وقت وہ اس پوزیشن میں نہیں تھی۔ ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کا بدلہ لینے کے لئے وہ سامنے بیٹھے مارشل مہادیو کے ٹکڑے اڑا دے۔ مارشل مہادیو چند لمحے فون پر باتیں کرتا رہا پھر اس نے فون بند کر دیا اور غور سے کراسٹی کی جانب دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی اور غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

" تم مجھے علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان کی ہلاکت کی تفصیل بتا رہے تھے "۔ کراسٹی نے اسے خود کو اس طرح گھورتے پا کر جلدی سے کہا۔

" ابھی بتاتا ہوں" مارشل مہادیو کے حلق سے یکلخت غراہٹ نما آواز نکلی اور کراسٹی بے اختیار چونک پڑی۔ مارشل مہادیو نے میز کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور دو مشین گن بردار اندر آ گئے جو اس کے دروازے کے باہر پہلے سے ہی موجود تھے۔

" یس سر"۔ مشین گن برداروں نے مارشل مہادیو کو سیلوٹ کر کے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

" کیپٹن ماریا کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور اس کی بات سن کر کراسٹی بری طرح سے اچھل پڑی۔

" کیا مطلب۔ یہ، یہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔ کراسٹی نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ دونوں مسلح افراد کراسٹی کے پیچھے آ گئے تھے اور انہوں

نے مارشل مہادیو کے اشارے پر گنوں کا رخ کراسٹی کی طرف کر دیا تھا۔

" کون ہو تم "۔ مارشل مہادیو نے کراسٹی کی طرف دیکھتے ہوئے غرا کر کہا اور کراسٹی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

مارشل مہادیو کا بدلا ہوا رویہ صاف بتا رہا تھا کہ اسے کراسٹی کی اصلیت کا پتہ چل چکا ہے کہ وہ کیپٹن ماریا نہیں بلکہ اس کے میک اپ میں کوئی اور تھی مگر مارشل مہادیو کو اس پر شک کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ ابھی تو اس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ پھر درمیان میں اچانک کسی کا فون آ گیا۔ وہ کس کا فون تھا، کیا اس فون کرنے والے نے مارشل مہادیو کو بتایا تھا کہ اس کے سامنے کیپٹن ماریا کے روپ میں کوئی اور موجود ہے۔ کراسٹی کے دل و دماغ میں ایک بار پھر آندھیاں چلنا شروع ہو گئی تھیں اور مارشل مہادیو اس کی جانب کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خوشی اور مسرت کی جگہ نفرت اور شدید غصے نے لے لی تھی اور کراسٹی کو یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرح اس کا بھی آخری وقت آن پہنچا ہو۔ موت کے مہیب سائے اسے اپنی طرف بڑھتے صاف دکھائی دینے لگے تھے۔ جنہیں روکنے کا کراسٹی کو کوئی راستہ دکھائی نہ دے رہا تھا۔

ختم شد

عمران اور صفدر — جسے ریڈ تھری نے زہریلے انجکشن لگا کر ہلاک کرنے کی کوشش کی
کیا واقعی عمران اور صفدر ہلاک ہو گئے تھے ——؟
کراسٹی — جو ہر قیمت پر کرنل شکلا سے فائل حاصل کرنا چاہتی تھی۔ کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ یا ——؟
وہ لمحہ — جب تنویر، چوہان اور خاور مجرموں سے جنگ کرتے ہوئے گولیوں کا شکار ہو گئے۔ کیا واقعی ——؟
وہ لمحہ — جب کراسٹی نے عمران کے سامنے اس کے ساتھیوں کو مشین گنوں سے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر وہ کمرہ مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔
کیا — صفدر، صدیقی، نعمانی اور جولیا واقعی گولیوں سے چھلنی ہو گئے تھے۔
کراسٹی — جس نے پورے پاکیشیا میں آگ اور خون کی ہولی کھیلنے کا پورا انتظام کر لیا تھا۔ اور پھر ——؟
وہ لمحہ — جب اپنے ساتھیوں کی جان بچانے کے لئے ایکسٹو کو میدان میں اترنا پڑا۔
وہ لمحہ — جب کراسٹی ایکسٹو کے ہاتھوں چکنی مچھلی کی طرح پھسل گئی تھی۔ اور پھر؟

عمران کی کرنل شکلا اور کراسٹی سے اعصاب شکن اور انتہائی ہولناک لڑائی۔ اس لڑائی کا انجام کیا ہوا تھا۔

ایک دلچسپ، حیرت انگیز، تیز رفتار ایکشن، سسپنس اور خوفناک سچوئیشن سے مزین عمران سیریز کا نیا ناول جس کا ایک ایک لفظ آپ کے دل کی دھڑکنیں تیز کر دے گا۔

انتہائی منفرد انداز میں لکھا گیا ایک خصوصی ناول

مشن سائی گان — کافرستان، ایکریمیا اور اسرائیل جنہوں نے اس بار نہایت خفیہ طور پر پاکیشیا کو مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹانے کا پروگرام بنا لیا۔
ٹاپ میزائل — جو پاکیشیا کی تباہی کے لئے تیار کئے گئے تھے۔
ٹاپ میزائل — جن سے صرف چند گھنٹوں میں پاکیشیا کے انسان مکھی مچھروں کی طرح ہلاک ہو جاتے۔
کرنل راکیش — جس نے عمران کو پاکیشیا میں اپنے پیچھے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جبکہ جزیرہ مکوڈیا پر عمران کے ساتھی خوفناک حالات کا شکار ہو گئے تھے۔
جوزف — جسے کرنل راکیش نے اغوا کر لیا اور اس پر انسانیت سوز تشدد کی انتہا کر دی۔
جوزف — جس کا رواں رواں کھینچ لیا گیا تھا مگر دیوزاد جوزف نے ان کے سامنے زبان نہ کھولی تھی۔ کیوں ——؟
وہ لمحہ — جب جوزف، کرنل راکیش اور اس کے ساتھیوں پر شدید زخمی ہونے کے باوجود موت بن کر جھپٹ پڑا۔
عمران — جو مشن سائی گان کا تار و پود بکھیرنے کے لئے اندھا دھند اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔
جزیرہ مکوڈیا — جہاں عمران کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ کیوں ——؟

جزیرہ مگوڈیا ۔۔۔ جہاں عمران کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے کافرستان سیکرٹ سروس کے چیف پنڈت نارائن کے حوالے کیا جانا تھا۔

وہ لمحہ ۔۔۔ جب عمران کو کافرستان کے پرائم منسٹر سے ایکریمی صدر بن کر بات کرنا پڑی۔

وہ لمحہ ۔۔۔ جب کافرستانی پرائم منسٹر نے خود ہی عمران کو آپریشنل سپاٹ بتا دیا۔کیوں؟

عمران ۔۔۔ جس پر اچانک اور نہایت خوفناک جان لیوا حملے شروع کر دیئے گئے۔کیوں؟

عمران ۔۔۔ جسے ہلاک کرنے کے لئے کافرستان کی ملٹری انٹیلی جنس حرکت میں آ گئی۔

کرنل راکیش ۔۔۔ جس نے عمران کو پاکیشیا میں اپنے پیچھے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔جبکہ اس طرف کے ساتھی جزیرہ مگوڈیا خوفناک حالات کا شکار ہو گئے تھے۔

ٹاپ میزائل ۔۔۔ جن پر سائی گان آئی لینڈ پر نہایت تیزی سے کام کیا جا رہا تھا۔

جزیرہ مگوڈیا ۔۔۔ جہاں حکومت مگوڈیا کے خلاف ایک انتہائی تباہ کن کھیل کھیلا جا رہا تھا۔

جزیرہ مگوڈیا اور جزیرہ جاڈیا کے درمیان ہونے والی کشمکش اس قدر خوفناک صورتحال اختیار کر گئی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھی بری طرح ان میں پھنس کر مشن سائی گان کو یکسر بھول گئے تھے۔

کیا ۔۔۔ عمران ٹاپ میزائلوں کو پاکیشیا پر فائر ہونے سے روک سکا ۔۔۔؟

کیا ۔۔۔ عمران اور اس کے ساتھی سائی گان آئی لینڈ پر جا سکے ۔۔۔؟

کافرستان، ایکریمیا اور اسرائیل اس بار اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب ہو سکے۔یا؟

ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے قدم قدم پر موت کے پھندے لگے ہوئے تھے۔

عمران سیریز

کراسٹی ان ایکشن

ظہیر احمد
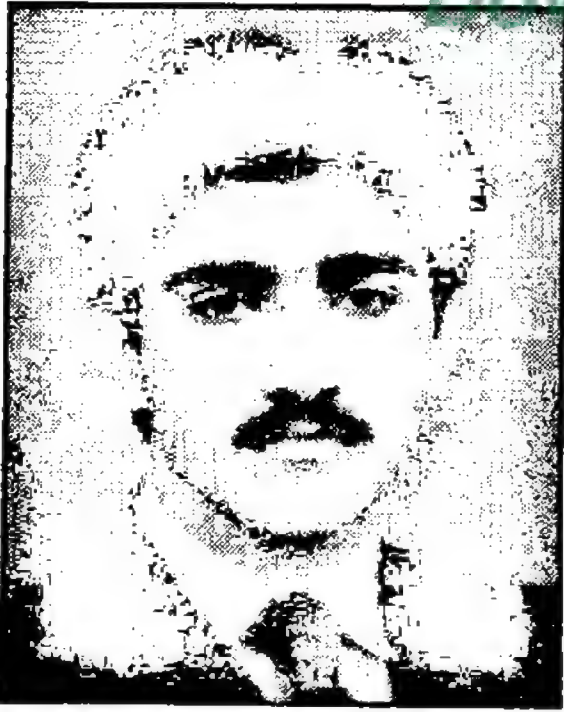
پیش لفظ

محترم قارئین

السلام علیکم

میرا نیا ناول " کراسٹی ان ایکشن " آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔ " وائٹ کوبرا " سے شروع ہونے والی کہانی عروج اور بھرپور ایکشن کی جن بلندیوں کو چھو رہی ہے اسے پڑھنے کے لئے آپ یقیناً بے چین ہو رہے ہوں گے ۔

اس ناول میں کراسٹی نے جو کام کر دکھایا ہے اسے دیکھ کر عمران اور اس کے ساتھی واقعی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں ۔ ان کے خواب و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک بہت بڑی مجرمہ اس طرح بالا ہی بالا ابو عبداللہ کو وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر سے نکال کر ہیون ویلی لے جا سکتی ہے ۔

وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر سے تحریک آزادی کے لیڈر ابو عبداللہ کو نکالنے اور ہیون ویلی تک لے جانے کے لئے کراسٹی کو ان ایکشن ہونا پڑا تھا اور جب کراسٹی ان ایکشن ہوئی تو ہر طرف آگ و خون کا ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہوا جس میں ہر طرف موت نے رقص کرنا شروع کر دیا تھا ۔ کراسٹی کو ان ایکشن دیکھ کر عمران اور اس کے ساتھیوں

میں بھی ایک نیا جوش اور ولولہ بیدار ہو گیا تھا اور پھر وہ جب ان ایکشن ہوئے تو........؟

موت کے جلو میں لکھا جانے والا یہ ناول آپ مدتوں فراموش نہیں کر سکیں گے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ "کراسٹ" بھی آپ کے دلوں میں ایک گہری چھاپ چھوڑ جائے گی۔ میرے سابقہ تین ناول "بدروح، مادام شی تارا اور ریڈ ماسٹرز" کو قارئین کی بڑی تعداد نے بے حد پسند کیا ہے جس کے لئے مجھے ابھی تک خطوط موصول ہو رہے ہیں اور اسی طرح زیادہ سے زیادہ ناول تحریر کرنے پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ کچھ قارئین دو حصوں پر مشتمل ناول لکھنے کی فرمائش کر رہے تھے۔ ان کی یہ خواہش "وائٹ کوبرا" اور "کراسٹ ان ایکشن" میں پوری کر دی گئی ہے۔ میں آئندہ سلسلے وار ناول لکھنے کا وعدہ تو نہیں کر سکتا ہاں البتہ آپ کی یہ خواہش انشاء اللہ ضرور پوری کرتا رہوں گا کہ آپ ہر ماہ ایک سے زائد ناول پڑھ سکیں۔

میں ایک بار پھر ان قارئین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے خط لکھے اور مسلسل لکھ رہے ہیں۔ آپ کے خطوط ہی میرے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ اس لئے امید کرتا ہوں کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح مجھے خطوط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

ظہیر احمد

پنڈت نارائن اپنے آفس میں بڑے بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ کسی گہری سوچ میں کھویا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی کا نہایت بے صبری سے انتظار کر رہا ہو کیونکہ ٹہلتے ٹہلتے وہ رک کر کبھی دیوار گیر کلاک کی طرف دیکھتا اور کبھی دروازے کی طرف دیکھنے لگ جاتا۔

"ہونہہ، یہ سیلوجن آخر کہاں جا کر مر گیا ہے۔ دو گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو گیا ہے۔ اسے اب تک تو آ جانا چاہئے تھا"۔ پنڈت نارائن نے ایک بار پھر کلاک کی جانب دیکھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ اس کے لہجے میں شدید غصے کا عنصر تھا۔ وہ چند لمحے ادھر ادھر ٹہلتا رہا پھر وہ میز کی طرف بڑھا جہاں تین مختلف رنگوں کے فون پڑے ہوئے تھے۔ اس نے کھڑے کھڑے سرخ رنگ کے فون کا رسیور اٹھا کر کان سے

لگاتے ہوئے اس کا ایک نمبر پریس کر دیا۔

"یس سر"۔ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ یہ اس کا فون آپریٹر تھا۔

"سیلوجن نہیں آیا اب تک"۔ پنڈت نارائن نے تیز لہجے میں کہا۔

"نہیں سر۔ ابھی تک تو وہ نہیں آیا ہے۔ آئے گا تو میں آپ کو فوراً اطلاع کر دوں گا"۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہونہہ"۔ پنڈت نارائن نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا اور ایک جھٹکے سے فون بند کر دیا اور اونچی نشست والی ریوالونگ چیئر پر آکر یوں دھم سے گر کر بیٹھ گیا جیسے کہیں سے تھکا ہارا بھاگتا ہوا آیا ہو۔ اس نے دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور بے چینی کے تاثرات گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اگر اگلے چند لمحوں تک سیلوجن نہ آیا تو شدید پریشانی اور بے چینی سے اس کے جسم کا سارا خون خشک ہو جائے گا اور وہ بے دم ہو کر وہیں گر پڑے گا۔

اسی لمحے سفید رنگ کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور وہ یوں اچھل پڑا جیسے یکلخت اس کی کرسی میں ہزاروں وولٹ کا کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ اس نے جھپٹ کر اس فون کا رسیور اٹھالیا۔

"یس۔ پنڈت نارائن"۔ پنڈت نارائن نے کرخت آواز میں کہا۔

"خادم بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے ایک مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس آواز کو سن کر پنڈت نارائن ایک بار پھر چونک

پڑا۔

"خادم کے بچے سیلوجن کہاں ہے۔ وہ ابھی تک واپس کیوں نہیں آیا"۔ پنڈت نارائن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ ابھی چند لمحے پیشتر یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں تمہارے پاس پہنچ جائے گا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"لیکن اسے اتنی دیر کیوں لگی ہے۔ تم نے تو کہا تھا کہ مال تیار ہے اس کے آتے ہی تم اسے مال دے کر بھیج دو گے"۔ پنڈت نارائن نے دوسری طرف کی بات سن کر قدرے نرم ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہارے مال جیسا مجھے یہاں دوسرا مال بھی تو تیار کرنا تھا۔ اس لئے ذرا دیر ہو گئی۔ تم اس قدر پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ تم سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ اصل مال تم تک پہنچ جائے گا۔ وہ پہنچ رہا ہے"۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"میری پریشانی کی وجہ تمہارا اگروہ ہے۔ اگر اس دوران وہ وہاں پہنچ گیا تو"۔ پنڈت نارائن نے کہا اب اس کے چہرے پر قدرے اطمینان بلکہ ہلکی سی مسکراہٹ بھی نمایاں ہو رہی تھی۔

"اوہ، تم اس کی کیوں فکر کرتے ہو۔ اسے سنبھالنا میرا کام ہے۔ میں اسے سنبھال لوں گا۔ وہ جس کام کے لئے یہاں آرہا ہے۔ اس کا بھی مال یہاں پوری طرح سے تیار ہے"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا تم نے دوسرے مال کو اچھی طرح سے چیک کر لیا ہے۔ اس

میں کوئی خامی تو نہیں ہے۔ تمہارا گرو حد سے زیادہ شکی مزاج آدمی ہے۔ اگر اسے ذرا سی بھی بھنک مل گئی کہ تم نے اس کے مال کو بدل دیا ہے تو وہ تمہارا انتہائی بھیانک حشر کر سکتا ہے"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"تم مجھے اچھی طرح سے جانتے ہو پنڈت اور میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ میں نے یہاں ایسا سیٹ اپ کر رکھا ہے کہ گرو تو کیا گرو کا باپ بھی آجائے تو اسے بھی شک نہیں ہو سکتا کہ میں نے اس کے مال کو کس طرح تبدیل کر دیا ہے۔ تم اس بات کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ میرے کام کا کیا ہوا ہے"۔ دوسری طرف سے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا گیا۔ وہ شاید جان بوجھ کر فون پر اپنا نام لینے سے گریز کر رہا تھا۔

"تمہارا کام بھی ہو جائے گا۔ پنڈت نارائن بھی تمہاری طرح اپنی زبان کا پکا ہے"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کس بات کا"۔ پنڈت نارائن نے جلدی سے پوچھا۔

"میں تمہیں جو مال بھیج رہا ہوں۔ اسے ہر حال میں اور جلد سے جلد تلف ہو جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو مال تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے۔ ایسی صورت میں گرو تو گرو اس ملک کے بڑے ہمارا کیا حشر کریں گے یہ تم اچھی طرح سے جانتے ہو"۔ دوسری طرف سے بولنے والے

نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ اس مال کو میں یہاں پہنچتے ہی تلف کر دوں گا۔ میں نے یہاں ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ آئندہ چند گھنٹوں بعد کسی کو اس مال کی راکھ تک نہیں دستیاب ہو گی"۔ پنڈت نارائن نے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"گڈ۔ اینڈ وش یو گڈ لک"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یو ٹو"۔ پنڈت نارائن نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا اور پنڈت نارائن نے بھی ایک طویل سانس لے کر رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر گہرا سکون تھا۔ اب اس کے چہرے پر بے چینی اور پریشانی کی بجائے خوشی کی چمک تھی۔ اس نے فون بند کرتے ہی پہلے والے فون کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پریس کر دیا۔

"یس سر"۔ دوسری طرف سے فون آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"لکھن میری بات غور سے سنو۔ سیلوجن دارالحکومت سے نکل آیا ہے۔ آدھے گھنٹے میں اس کا ہیلی کاپٹر یہاں پہنچ جائے گا۔ ہیلی پیڈ کے گرد سیکورٹی کو ٹائٹ کر دو۔ سیلوجن اپنے ساتھ نو خطرناک آدمیوں کو لا رہا ہے۔ گو وہ سب بے ہوش ہیں مگر وہ دنیا کے مانے ہوئے خطرناک مجرم ہیں۔ میں کسی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتا۔ سیلوجن جیسے ہی ان مجرموں کو لے کر یہاں پہنچے اس کے ہیلی کاپٹر کو فوری طور پر چاروں طرف سے گھیر لینا اور کشن سے کہنا کہ وہ ان نو آدمیوں

کو اپنی نگرانی میں زیرو روم میں پہنچا دے"۔ پنڈت نارائن نے تیز تیز انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

"یس سر، میں ابھی احکام دے دیتا ہوں"۔ فون آپریٹر لکھن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"کشن جیسے ہی ان لوگوں کو زیرو روم میں لے جائے سیلو جن کو میرے پاس بھیج دینا"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"یس سر"۔ آپریٹر لکھن نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا تو پنڈت نارائن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فون بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر بے حد پراسرار اور معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"مارشل مہادیو۔ ہونہہ۔ سپیشل ہائی اتھارٹی حاصل کر کے وہ خود کو اس ملک کا شہنشاہ سمجھ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہم جیسے لوگ وفادار کتوں کی طرح اس کے پیچھے دم ہلاتے پھریں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کم از کم میں اس کے تلوے چاٹنے والا کتا نہیں ہوں۔ اس نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو گرفتار کر کے اور انہیں ہلاک کر کے صدر اور وزیراعظم سے جو کریڈٹ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کے تمام خواب کو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اب وہ جس علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کو ہلاک کرنے جا رہا ہے وہ اصلی نہیں بلکہ اس کی فورس کے ہی آدمی ہیں۔ اصلی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد اس کے ہاتھوں سے چکنی مچھلیوں کی طرح نکل کر میرے قبضے میں آ رہے ہیں۔ میں نے

اس کے رائٹ ہینڈ سوامی داس کو خرید لیا ہے۔ میں نے عمران اور اس کے ایک ایک ساتھی کے بدلے سوامی داس کو دو دو لاکھ ڈالرز دینے کا وعدہ کیا ہے۔ نو افراد کے بدلے یہ چند لاکھ ڈالرز مگر میرے لئے یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔ چند لاکھ ڈالرز کے بدلے میں، میں نے نہ صرف مارشل مہادیو سے اس کا سارا کریڈٹ بلکہ علی عمران اور اس کے ساتھیوں جیسے تمام دشمنوں کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ علی عمران اور اس کے ساتھی جنہوں نے مجھے ہر بار، ہر مقام پر زک پہنچائی تھی۔ انہوں نے مجھے جو اذیتیں اور تکلیفیں دی تھیں اب میں ان سے ان اذیتوں اور تکلیفوں کا پورا پورا انتقام لوں گا۔ میں انہیں اذیتیں دے دے کر اور تڑپا تڑپا کر ہلاک کروں گا۔ اب ان کو میں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر کے اپنا مقام دوبارہ حاصل کروں گا۔ اب اس ملک کا صدر اور وزیراعظم اس حقیقت کو مانیں گے کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اگر کسی سے ہلاک ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف پنڈت نارائن کے ہاتھوں ہلاک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں ہے جو عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ٹکر لے سکے۔ میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر صدر اور وزیراعظم کے پاس لے جاؤں گا۔ انہیں اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان سے جو اتھارٹی جو مراعات مارشل مہادیو نے حاصل کئے ہیں۔ ان کا حقدار بھی صرف اور صرف پنڈت نارائن ہے۔ صرف پنڈت نارائن"۔ پنڈت نارائن بڑبڑانے کے انداز میں

مسلسل بولتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سا تناؤ آ گیا تھا۔ جیسے وہ علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبروں کے ساتھ مارشل مہادیو سے بھی شدید نفرت کرتا ہو۔

یہ حقیقت بھی تھی۔ جب سے پنڈت نارائن کو معلوم ہوا تھا کہ مارشل مہادیو نے صدر اور وزیراعظم سے مل کر سپیشل ہائی اتھارٹی حاصل کر لی ہے اور اس نے کافرستان کی تمام سپیشل ایجنسیوں کو اپنے انڈر لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو پنڈت نارائن کی راتوں کی نیند حرام ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ مارشل مہادیو کو اپنے ہاتھوں گولیاں مار کر اس سے اس کے تمام اختیارات چھین لیتا۔

مارشل مہادیو نے دوسری ایجنسیوں کی طرح اسے بھی احکامات دیئے تھے کہ وہ سرحدوں پر جا کر ڈیوٹی دیں اور جیسے ہی اسے علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی کہیں سے آمد کی اطلاع ملے تو وہ اسے فوراً خبر کرے۔ مارشل مہادیو نے اسے جس انداز میں حکم دیا تھا پنڈت نارائن کا اس وقت خون کھول کر رہ گیا تھا۔ اس نے اس وقت تو مارشل مہادیو سے کوئی بات نہیں کی تھی مگر اسی وقت اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ جیسے بھی بن پڑے گا مارشل مہادیو کو نیچا ضرور دکھانے کی کوشش کرے گا۔ اس نے بجائے مارشل دیو کے احکامات پر عمل کرنے کے ذاتی طور پر عمران اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے اس نے سیکرٹ سروس

کے آدمی چاروں طرف پھیلا دیئے تھے۔ جن میں سے کچھ افراد خفیہ طور پر مارشل مہادیو کی ایجنسی وائٹ کوبرا میں بھی شامل ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے تاکہ وہ مارشل مہادیو کی مصروفیات پر نظر رکھ سکیں۔

پھر مارشل مہادیو اپنی مصروفیات کی وجہ سے شاید دوبارہ اس سے رابطہ نہیں کر سکا تھا یا پھر اس نے شاید کافرستان سیکرٹ سروس کو پس پشت ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے اس نے پنڈت نارائن اور سیکرٹ سروس سے سرے سے ہی کوئی کام نہیں لیا تھا۔ لیکن پنڈت نارائن کو اس کے بارے میں تمام رپورٹس باآسانی مل رہی تھیں۔ اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی بھی کافرستان میں داخل ہونے کی خبر مل گئی تھی۔ یہاں تک کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے کافرستان میں داخل ہو کر جس تیزی سے کافرستانی ایجنسیوں کو نقصان پہنچایا تھا اور سوریا چھاؤنی کو اڑایا تھا اس کی بھی مفصل رپورٹ اس تک پہنچ گئی تھیں۔

پنڈت نارائن کو یقین تھا کہ جب عمران اور اس کے ساتھی کسی بھی طرح کافرستانی ایجنسیوں یا کسی دوسری سروسز کے قابو میں نہیں آئیں گے تو وہ لامحالہ اپنی کوبرا فورس کو متحرک کرے گا۔ اس کی کوبرا فورس میں بہرحال اتنی صلاحیتیں تھیں کہ اگر وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے پر آ جائے تو وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہو سکتے تھے۔ کوبرا فورس کا

انچارج سوامی داس انتہائی ذہین، چالاک اور اعلیٰ دماغ رکھنے والا انسان تھا جو اپنا ہر کام باقاعدہ منصوبہ بندی سے کرنے کا عادی تھا۔ جس کی وجہ سے اسے کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا تھا۔ سوامی داس ایک تو پنڈت نارائن کا دوست تھا دوسرا پنڈت نارائن جانتا تھا کہ وہ دولت کا رسیا بھی تھا۔ دولت کے حصول کے لئے اس جیسا انسان کافرستان کے خلاف بھی کام کر سکتا تھا۔

پنڈت نارائن نے فوری طور پر سوامی داس سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے سوامی داس سے کہا تھا کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد کسی بھی طرح ان کے قابو میں آگئے تو وہ ان لوگوں کو مارشل مہادیو کے حوالے نہیں کرے گا اور نہ ہی انہیں خود ہلاک کرے گا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے بدلے میں سوامی داس اس سے ان کی جو بھی قیمت مانگے گا وہ قیمت اسے ادا کر دے گا۔ جس پر سوامی داس نے فوراً حامی بھر لی تھی۔

سوامی داس سے بات کر کے پنڈت نارائن خاصا مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے اپنے آدمی بھی متحرک تھے۔ وہ بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کی تلاش شدومد سے کر رہے تھے۔ پھر وہی ہوا جس کی پنڈت نارائن کو امید تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کرنے اور انہیں گرفتار کرنے کا کریڈٹ کوبرا فورس کے ہاتھ آیا تھا۔

سوامی داس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کیا تھا اور

انہیں اپنے ہیڈ کوارٹر بلیک ہاؤس میں لے گیا تھا۔ اس نے خود ہی پنڈت نارائن کو فون کر کے بتایا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی اس کی قید میں ہیں۔ سوامی داس نے پنڈت نارائن سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس کے حوالے کرنے کی قیمت اٹھارہ لاکھ ڈالرز مانگی تھی۔ جسے پنڈت نارائن نے تھوڑی سی پس و پیش کے بعد ڈن کر لیا تھا۔ سوامی داس نے پنڈت نارائن کو فوری طور پر اپنا آدمی تیز رفتار ہیلی کاپٹر میں بلیک ہاؤس بھیجنے کے لئے کہا تھا۔ اس نے پنڈت نارائن کو اپنی پلاننگ بتاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اس کے آدمی کے ہاتھ اس کے پاس بھیج دے گا اور وہ مارشل مہادیو کو بھی دھوکہ نہیں دے گا۔ علی عمران اور اس کے ساتھیوں کے میک اپ میں وہ کوبرا فورس کے آدمیوں کو مارشل مہادیو کی بھینٹ چڑھا دے گا۔ اس نے بتایا تھا کہ اس نے کوبرا فورس کے نو افراد کو بے ہوش کر کے انہیں عمران اور اس کے ساتھیوں کے میک اپ میں آئرن روم میں قید کر لیا ہے اور اس نے ان سب کو طویل بے ہوشی کے انجکشنز لگوا دیئے ہیں۔ مارشل مہادیو جیسا انسان ان لوگوں کو ہوش میں لانے کا کوئی رسک نہیں لے گا۔ وہ یقیناً ان سب کو بے ہوشی کی حالت میں ہلاک کر دے گا۔ اس کے علاوہ مارشل مہادیو کوئی بھی کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کا عادی نہیں تھا۔ وہ ان لوگوں کا میک اپ چیک کروانے کی کوشش کرے بھی گا تو وہ اور اس کے ساتھی اسے آسانی سے سنبھال لیں گے۔ اس کے

علاوہ بھی اس نے وہاں ایسا انتظام کر لیا ہے کہ مارشل مہادیو کو کسی بھی صورت میں شک نہیں ہو سکے گا کہ ہلاک ہونے والے افراد عمران اور اس کے ساتھی نہیں ہیں۔

پنڈت نارائن کو بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اسے اصلی عمران اور اس کے ساتھی مل رہے تھے اسے اور کیا چاہیئے تھا۔ البتہ پنڈت نارائن نے سوامی داس کو عمران اور اس کے ساتھیوں کے حلیئے بتا دیئے تھے ۔ جس پر یہ سارا معاملہ عمران اور اس کے آٹھ ساتھیوں کے لئے اٹھارہ لاکھ میں طے پا گیا تھا اور پنڈت نارائن نے اپنے ایک خاص آدمی سیلوجن کو تیز رفتار ہیلی کاپٹر میں بلیک ہاؤس بھیج دیا تھا۔ رقم کے سلسلے میں سوامی داس نے پنڈت نارائن سے کہا تھا کہ وہ اس کی رقم فارن اکاؤنٹ میں جمع کروا دے ۔ اس نے ایک فارن بنک کا نام اور ایک اکاؤنٹ نمبر پنڈت نارائن کو بتا دیا تھا۔

پنڈت نارائن سودا طے پانے کے بعد بے صبری سے سیلوجن کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ جسے گئے دو گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔ سوامی داس نے بتایا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کی اطلاع مارشل مہادیو کو دے چکا ہے ۔ جس نے ان سب کو اپنے سامنے بے ہوشی اور بے بسی کی حالت میں ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ اطلاع سوامی داس نے سیلوجن کی روانگی کے بعد دی تھی اور پنڈت نارائن اس لئے پریشان ہو رہا تھا کہ اس دوران اگر مارشل مہادیو وہاں پہنچ گیا تو اس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔

مگر پھر جب اسے فون آیا کہ ان نو افراد کو لے کر سیلوجن بحفاظت بلیک ہاؤس سے نکل گیا ہے تو پنڈت نارائن کو سکون آ گیا۔ فون سوامی داس کا ہی تھا جس نے اس سے حفظ ماتقدم کے طور پر کوڈ ورڈز میں بات کی تھی۔

اب کسی بھی لمحے سیلوجن عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوشی کی حالت میں لے کر وہاں پہنچنے والا تھا۔ ادھر سوامی داس نے بھی مارشل مہادیو کے لئے جو سیٹ اپ تیار کیا تھا پنڈت نارائن اس سے بھی پوری طرح سے مطمئن تھا۔

پنڈت نارائن مارشل مہادیو کو عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کی خوشیاں منانے کا پورا موقع دینا چاہتا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ چند روز تک عمران اور اس کے ساتھیوں کو اپنے پاس قید رکھے گا اور پھر وہ ان کو ہلاک کر کے صدر اور وزیر اعظم کو اطلاع دے دے گا کہ مارشل مہادیو نے جن لوگوں کو ہلاک کیا ہے وہ اصلی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر نہیں تھے جنہیں کوبرا فورس اور سوامی داس نے عمران اور اس کے ساتھی سمجھ کر گرفتار کیا تھا وہ دوسرا گروپ تھا جسے عمران نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے میک اپ میں انہیں ڈاج دینے کے لئے بھیجا تھا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر دوسرے راستے سے کافرستان میں داخل ہوئے تھے کہ پنڈت نارائن کی نظروں میں آ گئے اور شدید ٹکراؤ کے بعد پنڈت نارائن اور اس کے ساتھی عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو

گئے تھے ۔اس کے لئے بھی اس نے ایک مربوط پلاننگ کر لی تھی تا کہ تحقیقات کی صورت میں یہی بات سامنے آئے کہ سیکرٹ سروس اور عمران کا واقعی ہولناک ٹکراؤ ہوا تھا۔ پنڈت نارائن کو یقین تھا کہ صدر اور وزیر اعظم اصلی عمران اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ کر آسانی سے اس پر یقین کر لیں گے اور اس کا کھویا ہوا مقام اسے آسانی سے واپس مل جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس وقت حد سے زیادہ خوش نظر آ رہا تھا۔ پھر ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اسے اطلاع ملی کہ سیلوجن ہیلی کاپٹر میں عمران اور اس کے آٹھ بے ہوش ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا ہے اور کشن نامی شخص نے انہیں اپنی نگرانی میں زیرو روم میں قید کر دیا ہے ۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے وہاں پہنچنے اور زیرو روم میں قید ہونے کی خبر سن کر پنڈت نارائن کا چہرہ فرط و انبساط سے سرخ ہو گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی کچھ بھی کر لیں زیرو روم سے نکلنا ان کے لئے قطعی ناممکن ہو گا۔

سب سے پہلے عمران کو ہی ہوش آیا تھا۔ عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا پورا وجود پتھر کی طرح سخت ہو چکا ہے ۔اس نے نظریں گھمائیں تو اس نے دیکھا۔ وہ ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا جو چاروں طرف سے بند تھا اور اس کمرے کی چھت اور دیواریں عجیب و غریب چمکدار میٹل کی بنی ہوئی تھیں۔ عمران نے کوشش کر کے اپنا سر دوسری طرف گھمایا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا سر حرکت تو کر رہا تھا مگر بے حد آہستہ جیسے اس کی گردن میں کوئی سلاخ فٹ کر دی گئی ہو جو اس کے سر گھمانے میں اسے تکلیف دے رہی ہو۔

گردن کے آہستہ حرکت کرنے پر بھی عمران کو قدرے حوصلہ ہو گیا تھا۔ اس نے دیکھا اس کے قریب فرش پر اس کے ساتھی مڑے تڑے پڑے تھے ۔یوں لگتا تھا جیسے کسی نے انہیں بھری ہوئی بوریوں کی طرح وہاں لا پھینکا ہو۔

عمران کا ذہن پوری طرح سے جاگ چکا تھا۔ البتہ اس کا جسم سوائے سر کے غیر متحرک تھا جسے وہ حرکت میں لانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ عمران حیران ہو رہا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہو سکتی ہے اور اسے یہاں لانے والا کون ہو سکتا ہے۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا کہ وہ آغا جمشید کے ڈرائیور کے ساتھ بیچ گام کی طرف ایک بند باڈی کے ٹرک میں سفر کر رہا تھا کہ اس نے فضا میں ہیلی کاپٹروں کی گڑگڑاہٹ سنی۔ اس نے فرنٹ سائیڈ پر بنی ہوئی کھڑکی کھول کر پہلے ڈرائیور کو دیکھا پھر ونڈ سکرین پر دیکھا تو ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر تھے۔ گو ان ہیلی کاپٹروں کے اڑنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ روٹین کی پرواز پر ہوں مگر عمران کو یہی احساس ہوا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر انہی کے لئے اس طرف آ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹرک رکوا کر اور اپنے ساتھیوں کو ٹرک سے نکال کر کسی پناہ گاہ کی طرف دوڑتا اچانک ہیلی کاپٹروں سے کوئی چیز نکل کر ان کے ٹرک کے قریب آ گری۔ زوردار دھماکہ ہوا اور ان کے ٹرک کے گرد سیاہ رنگ کا کثیف دھواں سا پھیلتا چلا گیا اور پھر ٹرک کے اردگرد اسی قسم کے مزید دھماکے ہوئے اور ٹرک بری طرح سے لہراتا ہوا ایک درخت سے ٹکرا کر الٹ گیا۔

دھویں کو دیکھتے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں نے اپنی سانسیں روک لی تھیں لیکن سانس روکنے کے باوجود عمران کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کا وجود پتھر کی طرح سے سخت ہوتا جا رہا ہو۔ اس کے ساتھیوں کا بھی یہی حال ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھی تو چند ہی

لمحوں میں بے ہوش ہو گئے تھے۔ مگر عمران ہوش میں رہنے کی حتی الوسع کوشش کر رہا تھا لیکن دھواں کسی طرح چھٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ عمران جب تک سانس روک سکتا تھا روکے رہا۔ لیکن جب ٹرک الٹا اور وہ سب ایک دوسرے پر الٹ پلٹ کر گرے تو عمران بھی اپنے سانسوں پر قابو نہ رکھ سکا اور پھر اس کا ذہن اندھیرے کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اسے اب ہوش آ رہا تھا لیکن ہوش میں آنے کے باوجود اسے اپنا وجود اسی طرح پتھر کی طرح سخت اور بے جان محسوس ہو رہا تھا۔

عمران کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کسی ایجنسی کے تھے۔ وہ ملٹری کی قید میں ہے یا کسی اور ایجنسی کے۔ کیونکہ اس نے آسمان پر جن ہیلی کاپٹروں کو دیکھا تھا ان کی ساخت تو فوجی ہیلی کاپٹروں کی ہی تھی مگر ان پر سفید رنگ کے کوبرا کے نشان بھی بنے ہوئے تھے اور عمران کو رہ رہ کر وہ سفید کوبرا کے نشان یاد آ رہے تھے پھر اچانک اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔

"وائٹ کوبرا۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے وہ ہیلی کاپٹر وائٹ کوبرا کے تھے اور ہمیں گرفتار کرنے والے مارشل مہادیو کی ایجنسی وائٹ کوبرا کے افراد ہیں"۔ اچانک عمران نے دل ہی دل میں کہا۔ اسے وائٹ کوبرا کے نشان سے یاد آ گیا تھا کہ وہ نشان وائٹ کوبرا کے تھے جس کا سربراہ مارشل مہادیو تھا جو پہلے ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف تھا اور اس نے ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا نام بدل کر وائٹ کوبرا رکھ لیا تھا اور

مخصوص نشان کے تحت وہ ہر جگہ وائٹ کوبرا کا مونوگرام استعمال
کرتا تھا۔ عمران مارشل مہادیو کے بارے میں پوری انفارمیشن رکھتا
تھا۔ گو اس سے پہلے اس کا اور مارشل مہادیو کا ٹکراؤ تو نہیں ہوا تھا مگر
عمران کو معلوم تھا کہ مارشل مہادیو کس ٹائپ کا انسان ہے۔ وہ
اپنے دشمنوں کو گولی پہلے مارتا تھا اور اس کے بارے میں معلومات بعد
میں حاصل کرتا تھا۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اگر انہیں گرفتار کرنے والا
مارشل مہادیو ہے تو وہ اب تک زندہ کیوں ہیں۔ مارشل مہادیو کو تو
چاہئے تھا کہ وہ انہیں اسی بے ہوشی کے عالم میں ہی ہلاک کر ڈالتا۔
اس کام کے لئے اسے انہیں کہیں لے جانے کی بھی ضرورت نہ تھی۔
جس جگہ انہوں نے ان پر دھوئیں کے بم برسائے تھے وہ وہاں ان پر
خطرناک بم بھی استعمال کر سکتا تھا یا پھر ان کو دیکھتے ہی وہ انہیں
ہلاک کر سکتا تھا۔ عمران سوچتا چلا گیا۔ لیکن اسے سمجھ میں نہیں آ رہا
تھا کہ مارشل مہادیو کی قید میں ہونے کے باوجود وہ اور اس کے ساتھی
زندہ کیسے ہیں۔ اس نے اپنے جسم کو پھر حرکت میں لانے کی کوشش
شروع کر دی۔ اس بار اس کی بے پناہ کوششوں سے وہ اپنے جسم کو
حرکت میں لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ گو یہ حرکت بے حد معمولی
نوعیت کی تھی مگر جسم کو حرکت میں آتے دیکھ کر عمران نے کوشش
اور زیادہ تیز کر دی تھی اور پھر آخر کار کچھ دیر کی مسلسل جدوجہد کے بعد
وہ پوری طرح سے جسم کو حرکت میں لانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور
پھر چند ہی لمحوں میں وہ اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ کھڑے

ہو کر عمران نے اپنے جسم کو وارم اپ کرنے کے لئے مخصوص
ورزشیں کرنا شروع کر دیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ پوری طرح سے چاک و
چوبند ہو چکا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنے ساتھیوں کی نبضیں
دیکھیں۔ تو اس کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔ اس کے ساتھیوں کی
رگوں میں خون مخصوص انداز میں گردش کر رہا تھا جس سے عمران
نے اندازہ لگایا کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹوں میں انہیں پوری طرح
ہوش آ جائے گا لیکن اپنے جسموں کو وارم اپ کرنے میں بہرحال
انہیں وقت لگے گا۔

عمران ان کی طرف سے مطمئن ہو کر سیدھا ہو گیا اور پھر اس ہال
نما کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔ کمرہ مکمل طور پر بند تھا اور
چاندی جیسے سفید چمکدار میٹل کا بنا ہوا تھا۔ وہاں ہوا اور روشنی کے
لئے کہیں معمولی سا بھی رخنہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن بہرحال وہاں
روشنی بھی تھی اور آکسیجن بھی۔ روشنی گو دیواروں سے پھوٹتی ہوئی
محسوس ہو رہی تھی مگر ہوا کا منبع عمران کو کوشش کے باوجود نظر نہیں
آ رہا تھا۔

"ہونہہ، لگتا ہے ان لوگوں نے ہمیں زندہ درگور کرنے کے لئے
کسی مشترکہ قبر میں ڈال دیا ہے"۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور
ایک دیوار کی طرف بڑھ گیا اور دیوار کو غور سے دیکھنے لگا۔

کمرے کا فرش بالکل سپاٹ تھا جبکہ دیواریں اور چھت کو جیسے
شیشے کے چھوٹے چھوٹے چوکور ٹکڑوں کو کاٹ کر انہیں مخصوص انداز

میں جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ ان چوکور ٹکڑوں کی بناوٹ قدرے نوکیلی تھی۔ جیسے شیشے کے نگینے ہوتے ہیں۔ عمران نے غور سے دیکھا تو ان نوکیلے سروں پر اسے باریک باریک سوراخ دکھائی دیئے۔ ان سوراخوں کو دیکھ کر عمران سمجھ گیا کہ وہی سوراخ ہوا کا منبع تھے۔

"گڈ، اس کا مطلب ہے ہمیں باقاعدہ کرسٹل میٹل کے کمرے میں قید کیا گیا ہے تاکہ ہم کسی بھی طرح ان دیواروں کو توڑ نہ سکیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کرسٹل میٹل ایک ایسی دھات تھی جو شیشے اور شیشے جیسی ایک خاص دھات کو ملا کر بنائی جاتی تھی۔ اس میٹل کی دھات کی بنی ہوئی چیزیں فولاد سے بھی زیادہ سخت اور ٹھوس ہو جاتی تھیں۔ جسے کسی بھی چیز سے توڑا نہیں جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ کرسٹل میٹل کے جس کمرے میں عمران اور اس کے ساتھی قید تھے۔ اس پر ایٹم بم بھی پھینک دیا جاتا تو اس کرسٹل میٹل کے فرش اور دیواروں کو معمولی سی آنچ بھی نہیں آ سکتی تھی۔ اس قسم کے کمرے عموماً زیرو رومز کہلاتے تھے جو سپر پاور ممالک میں ایٹم بموں کے خطرے سے بچنے کے لئے زیر زمین کثرت سے بنائے جا رہے تھے تاکہ ایٹم بموں یا کیمیائی ہتھیاروں کی وار کی صورت میں وہ لوگ ان زیرو رومز میں ہر خطرے سے سیف رہ سکیں۔ زیرو رومز میں واقعی ہر قسم کا خطرہ زیرو ہو جاتا تھا۔ اسی مناسبت سے ان کا نام زیرو رومز رکھا گیا تھا۔

"یہ زیرو روم واقعی وائٹ کوبرا کا ہی ہو سکتا ہے"۔ عمران نے سر

ہلاتے ہوئے کہا۔ عمران نے ان رومز کے بارے میں پڑھ رکھا تھا کہ ان رومز کو ایک خاص انداز میں بنایا جاتا ہے تاکہ باہر سے کسی طرف سے بھی کیمیائی اثرات اس روم میں داخل نہ ہو سکیں۔ ان رومز کو کھولنے کے لئے رومز کے نچلے حصے میں باقاعدہ بڑی بڑی مشینیں نصب کی جاتی ہیں جو آپریٹ کر کے دیواروں کو دائیں بائیں ہٹا دیتی تھیں اس کے لئے فرش پر تختے نما ایک راستہ بنایا جاتا تھا تاکہ اس کمرے کی دیواروں کو آسانی سے کھولنے اور بند کرنے کے لئے مشینیں آپریٹ کی جا سکیں۔ مگر اس کمرے کا فرش بالکل سپاٹ تھا اور نیچے موجود مشینوں تک جانے کا وہاں کوئی راستہ ہی نہ تھا۔ جس سے عمران کو اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کمرے کو کھولنے اور بند کرنے والی مشین اس کمرے سے باہر تھی۔ ایک لحاظ سے اس بار ان لوگوں نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے ایسا چوہے دان تیار کیا تھا جس میں سے وہ کسی بھی طرح باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

"تو تمہیں ہوش آ گیا ہے۔ ویری گڈ، تمہیں اس قدر جلد ہوش میں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ہی عمران ہو سکتے ہو"۔ اچانک کمرے میں ایک تیز اور گونجدار آواز ابھری اور عمران چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس آواز کو سن کر اس کے چہرے پر شدید حیرت ابھر آئی تھی۔ یہ آواز بلاشبہ پنڈت نارائن کی تھی۔ حالانکہ عمران کا دل کہہ رہا تھا کہ انہیں بے ہوش کر کے گرفتار کرنے والا مارشل مہادیو تھا مگر وہاں ابھرنے والی آواز پنڈت نارائن کی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ

عمران اور اس کے ساتھی وائٹ کوبرا کی نہیں بلکہ کافرستان سیکرٹ سروس کی قید میں تھے۔

"ارے، پانڈو بھائی۔ یہ تو تمہاری آواز ہے۔ حیرت ہے ہمارے حساب کتاب کے لئے منکر نکیر نے تمہیں یہاں بھیج دیا ہے"۔ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

"کون منکر نکیر۔ تم کس کی بات کر رہے ہو"۔ پنڈت نارائن کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ارے تم منکر نکیر کو نہیں جانتے۔ حیرت ہے۔ یہ ان دو فرشتوں کے نام ہیں جو مرنے کے بعد انسانوں کی قبروں میں آکر ان کا حساب کتاب لیتے ہیں۔ اوہ، اوہ یہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ منکر نکیر تو فرشتے ہیں اور تم شیطان۔ فرشتے بھلا حساب کتاب کے لئے کسی شیطان کو کیسے بھیج سکتے ہیں اور خاص طور پر تم جیسے بڑے شیطان کو"۔ عمران نے کہا۔

"شٹ اپ۔ تم مجھے شیطان کہنے والے کون ہوتے ہو"۔ پنڈت نارائن نے چیخ کر کہا اسے شاید عمران کی بات سن کر غصہ آگیا تھا۔

"ایک معصوم فرشتہ"۔ عمران نے بے ساختہ کہا۔

"معصوم فرشتہ۔ ہونہہ، تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ تم ضرورت سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو عمران۔ تم شاید سمجھ رہے ہو کہ میں نے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو عام سے شیشے کے کمرے میں قید کیا ہے۔ جسے توڑ کر تم آسانی سے نکل جاؤ گے۔ مگر یہ تمہاری بھول

ہے۔ یہ زیرو روم ہے۔ جسے سپیشل کرسٹل میٹل سے میں نے تم جیسے لوگوں کے لئے یہاں بنا رکھا ہے۔ اس کمرے کی دیواریں چھت اور فرش سے بھی زیادہ سخت اور ٹھوس ہیں جن کو ایٹم بموں سے بھی نہیں توڑا جا سکتا"۔ پنڈت نارائن نے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر ان دیواروں کو کس چیز سے توڑا جا سکتا ہے یہ بھی بتا دو"۔ عمران نے معصومیت سے کہا۔

"میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں"۔ پنڈت نارائن غرایا۔

"چلو جتنے ہو اتنا ہی بتا دو"۔ عمران نے مسکرا کر کہا اور دوسری طرف پنڈت نارائن شاید کھول کر رہ گیا تھا کیونکہ عمران کو اس کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"ارے تمہاری ناک سے تو جنگلی سانڈ جیسی آوازیں نکل رہی ہیں۔ کہیں تم نے کسی سانڈنی کا دودھ تو نہیں پینا شروع کر دیا"۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"عمران"۔ پنڈت نارائن خوفناک انداز میں دھاڑا۔

"جانِ عمران۔ یار۔ تم تو مجھے ڈرا رہے ہو"۔ عمران نے سہم جانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا اور دوسری طرف ایک بار پھر خاموشی چھا گئی جیسے پنڈت نارائن کو سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ وہ عمران جیسے انسان کو کیسے ڈیل کرے۔

"ارے، تمہیں کیا ہوا۔ تم تو یوں خاموش ہو گئے ہو جیسے تمہیں کسی دم کٹے زہریلے سانپ نے سونگھ لیا ہو"۔ عمران بھلا آسانی سے

کہاں باز آنے والا تھا۔

" صرف چند دن عمران، صرف چند دن تم اس طرح ہنس بول لو۔ پھر میں تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا اس قدر بھیانک حشر کروں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے "۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

" کیوں، چند دنوں بعد کیا تم آدم خور جن بننے والے ہو اور ہمیں کچا کھا جاؤ گے "۔ عمران نے ہنس کر کہا۔

" ایسا ہی سمجھ لو "۔ پنڈت نارائن غرایا۔

" اچھا، میں تو سمجھ رہا تھا تم نے وائٹ کوبرا کی جگہ سنبھال لی ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ تم جن ہو۔ حیرت ہے "۔ عمران نے کہا۔

" وائٹ کوبرا۔ اوہ، تم وائٹ کوبرا کے بارے میں کیا جانتے ہو "۔ پنڈت نارائن کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے جان بوجھ کر وائٹ کوبرا کا نام لیا تھا۔ کیونکہ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ اگر اسے بے ہوش اور گرفتار وائٹ کوبرا نے کیا تھا تو وہاں پنڈت نارائن کیا کر رہا تھا۔

" بہت کچھ جانتا ہوں۔ اپنی ماں کے پیارے۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو بے ہوش کرنے اور وہاں سے اٹھانے والے وائٹ کوبرا کے آدمی تھے اور .... " عمران نے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

" ہونہہ، تم واقعی شیطانوں کے شیطان ہو۔ تو تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے تمہیں وائٹ کوبرا سے حاصل کیا ہے "۔ پنڈت

نارائن کی پھنکارتی ہوئی آواز آئی۔

" حاصل کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ کیا تم نے اپنی چچی کی سالی کی خالہ کی دادی کا رشتہ مارشل مہادیو کو دے دیا ہے جس کے بدلے میں اس نے ہمیں گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیا ہے "۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" مارشل مہادیو اور تم لوگوں کو گرفتار کر کے میرے حوالے کر دے۔ یہ کیسے ممکن ہے "۔ پنڈت نارائن نے نفرت سے ہنکارہ بھر کر کہا۔

تو پھر میں اس کی قید سے نکل کر تمہارے چڑیا گھر میں کیسے آ گیا۔ ارے باپ رے تم نے کہیں جادو تو نہیں سیکھ لیا۔ ادھر تم نے جادو کا ڈنڈا گھمایا ادھر ہم مارشل مہادیو کی قید سے نکل کر تمہاری قید میں آ گئے "۔ عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں احمق پن تھا اور اس کی بات سن کر اس بار پنڈت نارائن بھی بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

" ہاں، میں نے جادو کا ڈنڈا گھمایا تھا۔ اٹھارہ لاکھ ڈالرز کا جادو کا ڈنڈا "۔ پنڈت نارائن نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر عمران سچ مچ حیران رہ گیا تھا کیونکہ وہ پنڈت نارائن کی بات کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔

" تم مذاق کر رہے ہو۔ تم چاہتے ہو میں تمہاری باتیں سن کر ہنسنا شروع کر دوں۔ چلو ٹھیک ہے۔ ہی ہی ہی۔ ہو ہو ہو۔ ہا ہا ہا "۔ عمران نے کہا اور اس نے واقعی احمقانہ انداز میں ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

کہاں باز آنے والا تھا۔

" صرف چند دن عمران، صرف چند دن تم اس طرح ہنس بول لو۔ پھر میں تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا اس قدر بھیانک حشر کروں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے "۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

" کیوں، چند دنوں بعد کیا تم آدم خور جن بننے والے ہو اور ہمیں کچا کھا جاؤ گے "۔ عمران نے ہنس کر کہا۔

" ایسا ہی سمجھ لو "۔ پنڈت نارائن غرایا۔

" اچھا، میں تو سمجھ رہا تھا تم نے وائٹ کوبرا کی جگہ سنبھال لی ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ تم جن ہو۔ حیرت ہے "۔ عمران نے کہا۔

" وائٹ کوبرا۔ اوہ، تم وائٹ کوبرا کے بارے میں کیا جانتے ہو "۔ پنڈت نارائن کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے جان بوجھ کر وائٹ کوبرا کا نام لیا تھا۔ کیونکہ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ اگر اسے بے ہوش اور گرفتار وائٹ کوبرا نے کیا تھا تو وہاں پنڈت نارائن کیا کر رہا تھا۔

" بہت کچھ جانتا ہوں۔ اپنی ماں کے پیارے۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو بے ہوش کرنے اور وہاں سے اٹھانے والے وائٹ کوبرا کے آدمی تھے اور........ " عمران نے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

" ہونہہ۔ تم واقعی شیطانوں کے شیطان ہو۔ تو تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے تمہیں وائٹ کوبرا سے حاصل کیا ہے "۔ پنڈت

نارائن کی پھنکارتی ہوئی آواز آئی۔

" حاصل کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ کیا تم نے اپنی چچی کی سالی کی خالہ کی دادی کا رشتہ مارشل مہادیو کو دے دیا ہے جس کے بدلے میں اس نے ہمیں گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیا ہے "۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" مارشل مہادیو اور تم لوگوں کو گرفتار کر کے میرے حوالے کر دے۔ یہ کیسے ممکن ہے "۔ پنڈت نارائن نے نفرت سے ہنکارہ بھر کر کہا۔

" تو پھر میں اس کی قید سے نکل کر تمہارے چڑیا گھر میں کیسے آ گیا۔ ارے باپ رے تم نے کہیں جادو تو نہیں سیکھ لیا۔ ادھر تم نے جادو کا ڈنڈا گھمایا ادھر ہم مارشل مہادیو کی قید سے نکل کر تمہاری قید میں آ گئے "۔ عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں احمق پن تھا اور اس کی بات سن کر اس بار پنڈت نارائن بھی بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

" ہاں، میں نے جادو کا ڈنڈا گھمایا تھا۔ اٹھارہ لاکھ ڈالرز کا جادو کا ڈنڈا "۔ پنڈت نارائن نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر عمران سچ مچ حیران رہ گیا تھا کیونکہ وہ پنڈت نارائن کی بات کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔

" تم مذاق کر رہے ہو۔ تم چاہتے ہو میں تمہاری باتیں سن کر ہنسنا شروع کر دوں۔ چلو ٹھیک ہے۔ ہی ہی ہی۔ ہو ہو ہو۔ ہا ہا ہا "۔ عمران نے کہا اور اس نے واقعی احمقانہ انداز میں ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

"شٹ اپ۔ بند کرو اپنی یہ مکروہ ہنسی۔ جانتے ہو میں نے تمہیں سوامی داس سے اٹھارہ لاکھ ڈالرز میں خریدا ہے"۔ پنڈت نارائن نے چیختے ہوئے کہا اور عمران کی ہنسی کو جیسے سچ مچ بریک لگ گئے۔

"اٹھارہ لاکھ ڈالرز۔ کیا مطلب"۔ عمران نے واقعی آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"تمہیں وائٹ کوبرا کے کوبرا فورس سیکشن کے انچارج سوامی داس نے گرفتار کیا تھا اور اس نے تم نو افراد کو میرے حوالے کرنے کے لئے مجھ سے اٹھارہ لاکھ ڈالرز مانگے ہیں"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"اور تم نے دے دیئے"۔ عمران نے حیرت کے عالم میں کہا۔

"ہاں، مارشل مہادیو کو نیچا دکھانے کے لئے اور تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنے کے لئے یہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"پنڈت نارائن، تم شاید مجھے احمق سمجھتے ہو حالانکہ تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ مجھ سے بڑے احمق تم خود ہو اور تم بھی اتنے بڑے احمق نہیں ہو سکتے کہ ہمیں خریدنے کے لئے تم نے سوامی داس کو اٹھارہ لاکھ ڈالرز دیئے ہوں"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں سچ بتا رہا ہوں"۔ پنڈت نارائن نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں مانتا۔ تم جیسا کنجوس آدمی اور ہم جیسے لوگوں کے لئے اٹھارہ لاکھ ڈالرز خرچ کرے وہ بھی اس لئے کہ تم مارشل مہادیو کو نیچا دکھا سکو اور اپنے ہاتھوں سے ہمیں ہلاک کر سکو۔ تمہارا کیا خیال

ہے مارشل مہادیو کے ہوتے ہوئے اس کے آدمی ایسی جرأت کر سکتے ہیں۔ مارشل مہادیو تو سوامی داس کو کچا کھا جائے گا"۔ عمران نے اس کی بات پر یقین نہ کرتے ہوئے کہا۔ اس بار پنڈت نارائن کا قہقہہ بے حد جاندار تھا۔ وہ یوں ہنس رہا تھا جیسے وہ عمران کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"اب تم مکروہ ہنسی کیوں ہنس رہے ہو"۔ عمران نے اس کی ہنستی ہوئی آواز سن کر اور زیادہ برا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے مارشل مہادیو پر ہنسی آ رہی ہے"۔ پنڈت نارائن نے مسلسل ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں، کیا اس کی دم نکل آئی ہے"۔ عمران نے فوراً کہا۔

"نہیں، اس کی دم نہیں نکلی۔ تم اور تمہارے ساتھی زندہ یہاں میرے پاس ہیں اور ادھر بلیک ہاؤس میں مارشل مہادیو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ہلاک کر کے جشن منا رہا ہے"۔ پنڈت نارائن نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران کے جسم میں سنسنی کی لہر سی دوڑ گئی۔ وہ پنڈت نارائن کی اس بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ یہ لوگ مفاد کے لئے اپنوں کا بھی گلا کاٹنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

"اوہ، اس کا مطلب ہے کوبرا فورس کے انچارج سوامی داس نے ہمیں تمہارے حوالے کر کے ہماری جگہ کسی اور پر ہمارے میک اپ کر دیئے تھے تاکہ وہ مارشل مہادیو کی نظروں میں بھی اپنی ساکھ بنائے رکھے"۔ عمران نے کہا تو ایک لمحے کے لئے پنڈت نارائن خاموش ہو گیا۔

"تم واقعی انتہائی ذہین ہو عمران۔ تم اتنی جلدی حقیقت کی تہہ تک پہنچ جاؤ گے۔ مجھے یقین نہیں تھا"۔ پنڈت نارائن کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری اور عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا اندازہ صحیح ثابت ہوا تھا۔

"تعریف کا شکریہ۔ میرے لئے تعریف کے چند الفاظ اور یاد کر لو۔ جب میں تمہیں یہ بتاؤں گا کہ سوامی داس نے مارشل مہادیو کی بھینٹ چڑھانے کے لئے کوبرا فورس کے افراد کو ہی استعمال کیا ہو گا"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ، تم واقعی پورے شیطان ہو۔ تمہاری یہی ذہانت ہی تمہیں ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ مگر اس بار تمہاری یہاں کوئی ذہانت، کوئی چالاکی اور کوئی عیاری کام نہیں آئے گی۔ تم مارشل مہادیو کے ہاتھوں نہیں بلکہ یہاں میرے ہاتھوں سے ہلاک ہونے کے لئے آئے تھے۔ میں تمہیں چند روز اسی زیرو روم میں ہی قید رکھوں گا۔ میں چاہتا ہوں مارشل مہادیو اپنی فتح کا جتنا جشن منانا چاہے منا لے۔ لیکن جب اسے معلوم ہو گا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو میں نے گرفتار کر کے ہلاک کیا ہے تو اس کا سارا جشن اس کی ناک کے راستے بہہ جائے گا۔ وہ مجھے اپنے سامنے جھکانا چاہتا تھا مگر اب میں اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں گا۔ میں ایک تیر سے دو شکار کروں گا۔ ایک تو میں مارشل مہادیو کے مقابلے میں برتر ہونے کے لئے صدر اور وزیراعظم کے سامنے تمہاری لاشیں پیش کروں گا۔ اور

دوسرے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر کے میں اپنی ان تمام ذلتوں کا بدلہ بھی تم سے لوں گا جو میں نے تم لوگوں کی وجہ سے اٹھائی۔ بلیک مشن میں تم مجھے چکمہ دے کر نکل گئے تھے اور سائی گان مشن میں تم لوگوں نے جزیرہ مگوڈیا میں میری ایک نہ چلنے دی تھی اور مجھے گرفتار کر کے اپنے ساتھ پاکیشیا لے آئے تھے۔ تم لوگوں نے مجھے پاکیشیا میں اپنی قید ہی رکھنے کے بجائے چھوڑ دیا تھا۔ اور میں بڑی مشکلوں سے چھپتا چھپاتا کافرستان واپس پہنچا تھا۔ کافرستان پہنچتے ہی مجھے سائی گان مشن کی ناکامی کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اگر میں اس مشن کی ناکامی جزیرہ جاڈیا کے کرنل اوگارو پر نہ ڈال دیتا اور انہیں ان کی حماقتوں کا حتمی ثبوت نہ دیتا تو شاید میرا کورٹ مارشل کر کے مجھے اب تک موت کی سزا سنا دی گئی ہوتی مگر وزیراعظم کی سرکردگی میں ایک سپیشل ٹیم جزیرہ جاڈیا گئی اور انہوں نے وہاں تحقیقات کیں تو انہیں یقین آ گیا کہ سائی گان آئی لینڈ میں جو کچھ ہوا تھا اس میں میری کوئی غلطی نہیں تھی جس کی وجہ سے مجھے چھوڑ دیا گیا تھا لیکن مجھ سے میرے تمام اعزاز اور میری سپیشل ریڈ اتھارٹی چھین لئے گئے تھے۔ میں ظاہری طور پر سیکرٹ سروس کا چیف ضرور ہوں مگر اس وقت میری حیثیت کافرستان کی ایک عام ایجنسی سے بھی کم ہے۔

اب تم سب کو ہلاک کر کے میں ان لوگوں پر اپنی برتری ثابت کر دوں گا۔ انہیں میرے تمام اعزازات اور اتھارٹی مجھے لوٹانے ہوں گے

جن کا صرف اور صرف میں حقدار ہوں، مارشل مہادیو نہیں"۔ پنڈت نارائن غصیلے لہجے میں کہتا چلا گیا۔ اب عمران کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تھی کہ وہ وائٹ کوبرا کی قید میں کیوں نہیں ہے اور پنڈت نارائن نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اب تک کیوں زندہ چھوڑ رکھا ہے۔

" تمہارے ارادے جو بھی ہوں لیکن تم نے سوامی داس کو میرے اور میرے ساتھیوں کے حصول کے لئے اٹھارہ لاکھ ڈالرز دے کر مجھے یہ یقین دلا دیا ہے کہ اس دنیا میں کوئی انسان تو ہے جسے صحیح معنوں میں ہماری قدر ہوئی ہے ورنہ ہمارا چیف تو مجھے بڑے بڑے مشنوں کا چھوٹا موٹا چیک دے کر ٹرخا دینے کا عادی ہے۔ ویسے تمہیں اتنا لمبا کھڑاگ کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کھڑاگ۔ کیا مطلب"۔ پنڈت نارائن نے چونک کر کہا۔

" یار تم نے ہمارے لئے کوبرا فورس کے انچارج سوامی داس کو پورے اٹھارہ لاکھ ڈالرز دیئے ہیں۔ اگر تم مجھے صرف ایک لاکھ ڈالرز دے دیتے تو میں اپنے ساتھیوں کو لے کر خود تمہارے پاس آ جاتا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا احمقانہ باتیں کر رہے ہو"۔ پنڈت نارائن نے جھلا کر کہا۔

" احمقانہ باتیں۔ ارے میں تو سلجھی ہوئی اور نہایت عقلمندی کی باتیں کر رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔ اگر اس کے ساتھی ہوش میں ہوتے تو وہ اس کی باتیں سن کر دل کھول کر قہقہے لگاتے مگر وہ ہنوز

بے ہوش تھے۔ جیسے انہوں نے ہوش میں نہ آنے کی قسم کھا رکھی ہو۔

" بس، اب تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آرام کرو۔ اب تم سے تب ملاقات ہوگی جب میں تمہیں ہلاک کرنے آؤں گا"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

" ارے، ارے کہاں جا رہے ہو، تم ہمیں پتہ نہیں کب ہلاک کرو گے۔ کم از کم اس وقت تک زندہ رہنے کے لئے ہمارے لئے کھانے پینے اور چائے پانی کا ہی بندوبست کرتے جاؤ۔ آخر ہم کب تک یہاں بھوکے پیاسے رہیں گے"۔ عمران نے کہا۔

" کسی خوش فہمی میں نہ رہو۔ تمہیں یہاں کچھ نہیں ملے گا"۔ پنڈت نارائن نے غرا کر کہا۔

" ارے، وہ کیوں۔ اس طرح تو ہم سچ مچ بھوکے پیاسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے۔ پھر تم انتقام کس سے لو گے"۔ عمران نے جلدی سے کہا۔

" تم اور تمہارے ساتھی ڈھیٹ مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ جنہیں دنیا کے بڑے بڑے ایجنٹ ہلاک کرنے کی حسرت لئے قبر میں جا چکے ہیں۔ تمہیں بھوک پیاس سے موت آ جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے"۔ پنڈت نارائن نے جیسے منہ بنا کر کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر پنڈت نارائن کی آواز آنا بند ہو گئی۔ عمران نے پنڈت نارائن سے باتوں کے دوران شمالی دیوار کے ایک چوکور خانے میں ہلکی سی سرخ

روشنی دیکھ لی تھی جسے دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ پنڈت نارائن
کرسٹل میٹل سے گزرنے والی رائینو سٹار ریز کی وجہ سے انہیں کسی
کمرے میں بیٹھا سکرین پر دیکھ رہا تھا۔ اب جب پنڈت نارائن کی آواز
آنا بند ہوئی تو اس کے ساتھ ہی اس چوکور ڈبے نما خانے سے سرخ
روشنی بھی نکلنا بند ہو گئی تھی۔

" ارے، اٹھو۔ تم سب تو یوں پڑے آرام کر رہے ہو جیسے تم
یہاں صرف بے ہوش رہنے کے لئے ہی آئے ہو"۔ عمران نے اپنے
ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے جولیا اور صفدر کی
آنکھیں کھلتے ہوئے دیکھ لی تھیں۔ ان کا بھی عمران جیسا ہی حال تھا۔
ان کے جسم پتھر کی طرح سخت تھے جنہیں حرکت دینا ان کے لئے
مشکل ہو رہا تھا۔ عمران نے انہیں جسم میں حرکت لانے کی کوشش
کرنے کو کہا تو وہ بمشکل تمام اپنے جسموں کو حرکت میں لانے میں
کامیاب ہوئے تھے۔ پھر وقفے وقفے سے ان سب کی آنکھیں کھلتی چلی
گئیں اور عمران انہیں جسم کو حرکت میں لانے کے لئے ہدایتیں دینے
لگا۔ جب وہ اٹھ کھڑے ہونے میں کامیاب ہوئے تو عمران نے ان
کے جسموں کو وارم اپ کرنے کی مخصوص ورزش کرنے کو کہا۔ کچھ
ہی دیر میں وہ سب پوری طرح سے چاک وچوبند ہو چکے تھے۔

" عمران صاحب، یہ ہم کہاں ہیں"۔ صفدر نے حیرت سے اس
عجیب وغریب کمرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جولیا اور دوسرے بھی حیرت
بھری نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

" مشترکہ قبر میں"۔ عمران نے کہا۔

" مشترکہ قبر۔ کیا مطلب"۔ جولیا نے چونک کر پوچھا۔

" اب میں تمہیں مشترکہ کا مطلب بتاؤں یا قبر کا"۔ عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

" فضول باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ۔ یہ کون سی جگہ ہے اور ہم کس کی
قید میں ہیں"۔ جولیا نے سر جھٹک کر کہا۔ عمران چند لمحوں کے لئے
خاموش ہوا پھر اس نے ان سب کو ساری باتیں بتا دیں۔ جن میں
اس کی پنڈت نارائن اور اس کی گفتگو بھی شامل تھی اور اس کے
اندازے بھی۔

" اوہ، پھر ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے۔ تم بتا رہے ہو یہ زیرو روم
ہے۔ جسے ایٹم بم سے بھی نہیں توڑا جا سکتا"۔ جولیا نے اس کے
خاموش ہونے پر کہا۔

" کیا ضرورت ہے یہاں سے نکلنے کی۔ بڑی صاف ستھری اور پرفضا
جگہ ہے۔ میں تو کہتا ہوں مل بانٹ کر یہیں بسیرا کر لیتے ہیں۔ کمرے
کے درمیانی حصے میں پردہ تان کر ایک حصے میں تم اور میں ہو جائیں
گے۔ دوسرے میں تنویر اور باقی سب"۔ عمران نے کہا اور تنویر اس
کی جانب خشمگیں نظروں سے گھورنے لگا۔ عمران ایسے ماحول میں بھی
اس پر چوٹ کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

" ہونہہ، تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔ آؤ صفدر، ہم سب
مل کر کوشش کرتے ہیں"۔ جولیا نے جھلا کر کہا اور صفدر نے مسکرا

کر اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب کمرے میں پھیل کر فرش اور کمرے کی دیواروں کو ٹھونک بجا کر چیک کرنے لگے کہ شاید انہیں اس عجیب وغریب اور بند کمرے سے نکلنے کا کوئی راستہ مل جائے۔ ان کوششوں میں جوزف شریک نہیں ہوا تھا۔ عمران انہیں کوششیں کرتے دیکھ کر جوزف کے قریب آگیا۔

" تم نہیں کوشش کرو گے کالے بھوت"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

" ان سب کی کوششیں بے کار ہیں باس۔ یہ قید خانہ نیلے سینگوں والی جمبا دیوی کا ہے جو شیطانوں کی دادی تھی۔ جس میں وہ اپنے دشمنوں کو قید کرتی تھی اور اس کے دشمن وہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے تھے۔ یہ مگاڈا ہے۔ جہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن"۔ جوزف نے جو کسی خیالوں میں کھویا ہوا تھا، کہا۔

" شیطانوں کی دادی۔ یہ شیطانوں کی نانی کا تو سنا تھا۔ ان کی دادی بھی ہوتی ہے یہ پہلی بار سن رہا ہوں"۔ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

" میں سچ کہہ رہا ہوں باس۔ جمبا دیوی ایک سو وچ ڈاکٹروں کی ماں تھی اور ان وچ ڈاکٹروں کی ایک ہزار اولاد تھی جن کی وہ دادی تھی۔ اس کے بے شمار دشمن تھے جو اسے اور اس کی اولاد کو ختم کر دینا چاہتے تھے مگر جمبا دیوی اپنی پراسرار طاقتوں سے ان پر حاوی ہو جاتی تھی وہ اپنے دشمنوں کو نہ خود ہلاک کرتی تھی اور نہ اپنی اولاد اور نہ اولاد کی اولاد کو ہلاک کرنے دیتی تھی۔ وہ اپنے دشمنوں کو پراسرار

طاقتوں سے ایسے ہی مگاڈوں میں قید کر دیا کرتی تھی۔ اس کے دشمن جو بڑے بڑے وچ ڈاکٹر اور دیوتا ہوتے تھے۔ ایسے مگاڈوں میں ٹکریں مارتے رہ جاتے تھے مگر ان مگاڈوں میں ان کی طاقتیں بھی ختم ہو جاتی تھیں اور وہ چند ہی دنوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتے تھے"۔ جوزف نے جیسے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ اس کی باتیں سن کر جولیا اور اس کے ساتھی برے برے منہ بنانے لگے تھے۔ انہیں جوزف کی ان یقین نہ آنے والی باتوں پر ہمیشہ چڑ آ جاتی تھی۔ جبکہ عمران یوں خاموش ہو کر جوزف کی باتیں سنتا رہا تھا۔ جیسے ننھے بچے اپنی ماں سے دلچسپ کہانیاں سنتے ہیں۔

" ارے واہ، تم نے تو بتایا تھا کہ تمہارا فادر جوشوا بھی اس شیطانوں کی دادی کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ کیا شیطانوں کی دادی نے تمہارے فادر جوشوا کو ایسے مگاڈوں میں قید نہیں کیا تھا"۔ عمران نے کہا۔

" اوہ ہاں، مجھے یاد آیا۔ ایک بار فادر جوشوا بھی ایسے ہی ایک مگاڈے میں قید ہو گیا تھا۔ مگر اسے شیطانوں کی دادی نے نہیں امشالا کی شیطانی بدروح نے قید کیا تھا"۔ جوزف نے چونک کر کہا۔

" واہ، واہ یہ امشالا کی بدروح یقیناً شیطانوں کی نانی یا خالہ ہو گی"۔ عمران نے ننھے بچوں کی طرح تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔

" نہیں وہ بھی شیطانوں کی دادی اور جمبا دیوی کی بہن تھی جسے فادر جوشوا نے اپنی طاقتوں سے ہلاک کر دیا تھا مگر اس کی بدروح کو وہ قید

نہیں کر سکا تھا۔ ایک روز امشالا کی بدروح نے فادر جوشوا پر حملہ
کرکے اسے بے ہوش کیا اور جمبا دیوی کو ایک مگاڈے میں قید کر
دیا"۔ جوزف نے کہا۔ اس کا لہجہ اس طرح پراسراریت سے بھرپور تھا۔

" حیرت ہے۔ شیطانوں کی دو دو دادیاں ہوتی ہیں"۔ عمران نے
ایسے انداز میں کیا کہ اس کے سبھی ساتھی بے اختیار ہنس پڑے تھے۔

وہ سب کمرے کو اچھی طرح ٹھونک بجا کر دیکھ چکے تھے لیکن وہاں سے
نکلنے کا انہیں کوئی راستہ نہیں مل سکا تھا۔ اس لئے وہ سر جھٹکتے ہوئے
جوزف اور عمران کے قریب آگئے تھے۔

" جوزف، یہ بتاؤ تمہارا فادر جوشوا اس قید خانے میرا مطلب ہے
اس جیسے مگاڈے سے نکلنے میں کامیاب کیسے ہوا تھا"۔ جولیا نے
جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اس نے لباس اتار کر رمبا سمبا رقص کرنا شروع کر دیا ہوگا کہ ہو
سکتا ہے کہ امشالا کی بدروح شرما کر اسے خود ہی وہاں سے نکال
بھگائے"۔ عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھیوں کی
ہنسی نکل گئی۔ عمران حماقت زدہ انداز میں بعض اوقات ایسی باتیں
کر جاتا تھا کہ وہ لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑتے تھے۔

" ایسی بے ہودہ حرکت میں تمہیں تو ہرگز نہیں کرنے دوں گی"۔
جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھیوں کے قہقہے بلند ہو
گئے اور عمران برے برے منہ بنانے لگا جیسے اس نے کونین کی کڑوی
گولی چبا لی ہو۔ اس کی اس حرکت پر بھی اس کے ساتھی ہنس پڑے

تھے۔

" تم نے بتایا نہیں جوزف، کہیں ایسا تو نہیں تمہارا فادر جوشوا
امشالا کی بدروح کی قید میں اسی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو گیا
تھا جیسے جمبا دیوی کے دشمن ہلاک ہو جاتے تھے"۔ صفدر نے جوزف
کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

" نہیں، فادر جوشوا عظیم ہے۔ وہ بھلا امشالا کی گندی بدروح کی
قید میں کیسے رہ سکتا تھا۔ اس نے کمرے کو ہوا بند کر دیا تھا اور کمرے
کی دیواروں کو غائب کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ وہاں سے نکلنے میں
کامیاب ہو گیا تھا"۔ جوزف نے کہا اور وہ سب لوگ حیرت سے اس کا
منہ تکنے لگے۔ جیسے انہیں جوزف کی بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔

" ہوا بند کر دیا تھا۔ کیا مطلب، ہوا بند سے تمہاری کیا مراد ہے"۔
جولیا نے حیران ہو کر پوچھا۔

" یہ میں نہیں جانتا"۔ جوزف نے سر جھٹک کر کہا۔

" تو پھر کون جانتا ہے"۔ تنویر نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

" اس کالے بھوت کی دادی یا نانی یا پھر شاید تنویر کی ہونے والی
ساس کی بدروح"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی
ایک بار پھر ہنس پڑے۔

" تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو عمران"۔ تنویر نے اس کی جانب
خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

" یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی۔ قسم لے لو میں تو اپنی حد

"میں ہی ہوں"۔ عمران نے اس انداز میں کہا کہ وہ سب پھر زور سے ہنس دیئے تھے۔

"اس کو چھوڑو، تم بتاؤ جوزف۔ یاد کرو شاید تمہیں یاد آجائے کہ تمہارا فادر جوشوا ایسے قید خانے سے کیسے نکلا تھا"۔ جولیا نے دوبارہ جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں نہیں جانتا مسی۔ یقین کرو میں نہیں جانتا۔ اگر معلوم ہوتا تو میں ضرور بتا دیتا۔ جب فادر جوشوا کو مگاڈے میں قید کیا گیا تھا اس وقت میرے پیدا ہونے میں پورے دو سو سال باقی تھے"۔ جوزف نے کہا اور اس کے ساتھی اس کی جانب غصیلی نظروں سے گھورنے لگے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ جوزف بھی عمران کے رنگ میں رنگ گیا ہے اور وہ جان بوجھ کر انہیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ جبکہ اس بار عمران زوردار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

"لو اور پوچھو اس سے۔ یہ واقعہ اس کے پیدا ہونے سے دو سو سال قبل کا ہے تو وہ واقعہ کئی ہزار قبل مسیح کا ہوگا جب اس کے فادر جوشوا کے گنجے سر پر شیطانوں کے پردادا نے جوتے مارے تھے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فار گاڈ سیک باس۔ فادر جوشوا کے لئے ایسے توہین آمیز الفاظ مت کہو ورنہ وہ ناراض ہو جائے گا۔ ہر طرف نیلی چمگادڑوں کے انڈے پھٹ پڑیں گے۔ جن سے آگ کی چنگاریاں نکلیں گی اور ساری دنیا کو جلا کر راکھ بنا دیں گی۔ اگر تمہیں اس مگاڈے سے نکلنا ہے تو اس

مگاڈے کی ہوا بند کر دو۔ دیواریں خود بخود غائب ہو جائیں گی اور تمہارے لئے تمام راستے بھی کھل جائیں گے"۔ جوزف نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور وہ سب حیرت زدہ نظروں سے جوزف کی جانب دیکھنے لگے۔ جبکہ اس کی بات سن کر عمران بری طرح سے چونک پڑا تھا۔ وہ چند لمحے غور سے دیکھتا رہا پھر کسی خیال کے تحت وہ بری طرح سے اچھل پڑا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر جوزف کو پکڑا اور اس کے بھاری بھرکم جسم کو اوپر اٹھا کر یوں ناچنا شروع ہو گیا جیسے جوزف گوشت پوست کا انسان نہ ہو بلکہ کاغذ کا بنا کوئی کھلونا ہو۔

"زندہ باد جوزف۔ زندہ باد"۔ عمران نے ناچتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی عمران کو اس طرح جوزف کو اٹھا کر ناچتے دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئے۔ انہیں یوں لگا جیسے اس بند کمرے میں سچ مچ عمران کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہو۔

کیپٹن ماریا کے ذہن میں مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نیند میں ہو اور اسے کوئی پکڑ کر بری طرح سے جھنجھوڑ رہا ہو۔ چند لمحوں تک اس کی یہی کیفیت رہی پھر اچانک اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک اس کی آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی رہی اور پھر دھند چھٹنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی جیسے اس کے ذہن پر پڑی دھند کے بادل چھٹ گئے تھے۔ ہوش میں آتے ہی وہ بری طرح سے چونک پڑی تھی۔

وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک دبیز قالین پر پڑی تھی۔ وہ پہلو کے بل قالین پر پڑی تھی۔ چند لمحے تو وہ آنکھیں پٹپٹاتی رہی جیسے دنیا میں پہلی بار وارد ہوئی ہو۔ پھر اس کا ذہن جیسے پوری طرح سے بیدار ہو گیا۔ ہوش میں آتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور آنکھیں

پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ کمرے کی دیواریں بالکل سپاٹ تھیں۔ ایک دیوار میں اسے ایک دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند تھا۔

"کیا مطلب، یہ میں کہاں آ گئی۔ میں تو اپنی ماں کے فلیٹ میں تھی۔ پھر یہاں ...." کیپٹن ماریا کے منہ سے حیرت بھرے انداز میں نکلا۔ اسی لمحے اسے یاد آ گیا کہ وہ فلیٹ میں اپنی منہ بولی ماں سے بیٹھی باتیں کر رہی تھی کہ اچانک اسے تیز اور ناگوار بو کا احساس ہوا اور دوسرے ہی لمحے اسے یوں لگا جیسے اس کے ذہن پر تاریکی نے یلغار کر دی ہو۔ اس نے سر جھٹک کر اس تاریکی کو دور کرنے کی کوشش کی تھی مگر بے سود۔ وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اسے اب ہوش آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کیپٹن ماریا کو ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ اسے یاد آ رہا تھا جیسے اسے کسی مشین میں ڈال کر چیک کیا گیا ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی ہوئی تھی اور اس دھندلکے میں اسے ایک لڑکی کا چہرہ اپنے چہرے پر جھکا نظر آ رہا تھا۔ جو اس سے سوال کر رہی تھی اور کیپٹن ماریا اس کے ہر سوال پر اپنے ذہن میں زلزلہ سا پیدا ہوتے محسوس کر رہی تھی اور جیسے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ صحیح جواب دے رہی تھی۔

کیپٹن ماریا نے آنکھیں بند کر کے اپنی پوری توجہ اس دھندلکے اور دھندلکے میں نظر آنے والی لڑکی کی طرف مبذول کر لی۔ وہ چونکہ معمول سے یوگا کی مشقیں کرتی تھی اس لئے وہ اپنے ذہن کو ایک خاص مرکز پر مرتکز کرنے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ اسے پوری

طرح سے یاد آسکے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ لڑکی کون تھی اور وہ اس سے کیا سوال کر رہی تھی اور یہ کہ اس نے اس لڑکی کے سوالوں کے کیا جواب دیئے تھے۔ کیپٹن ماریا اسی طرح آنکھیں بند کئے آہستہ آہستہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گئی اور اس نے یوگا کے مخصوص سٹائل میں جیسے آسن جمالیا۔ پھر وہ اپنے عمل تنفس کے تحت چند لمحے پہلے سانس اندر کھینچتی رہی۔ پھر اس نے کچھ لمحوں کے لئے سانس روکا اور پھر نہایت آہستہ آہستہ اس نے سانس خارج کرنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک وہ یہی عمل دوہراتی رہی۔ اس کی توجہ مسلسل دھندلکے میں چھپی ہوئی لڑکی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ کافی دیر تک عمل تنفس کے اس خاص عمل کو دوہراتی رہی پھر اچانک اس کے لاشعور میں موجود دھند چھٹنے لگی اور دھند میں چھپا ہوا لڑکی کا چہرہ آہستہ آہستہ اس پر واضح ہونا شروع ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑی کہ اس کے سامنے جو چہرہ تھا وہ ہو بہو اس کا چہرہ تھا۔ اس لڑکی کے چہرے کے نقش و نگار اس سے ملتے جلتے تھے جیسے اس نے اسی کا میک اپ کر رکھا ہو یا پھر وہ اس کی جڑواں بہن ہو۔ اس کی ہمشکل لڑکی اس سے اس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ کیپٹن ماریا کو اپنے ذہن میں تیز چبھن بھی ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور یہ اسی چبھن کا اثر تھا جس کی وجہ سے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس لڑکی کے ہر سوال کا جواب دے رہی تھی۔

اس کی ہمشکل لڑکی اس سے کرید کرید کر نہ صرف اس کے بارے

میں بلکہ مارشل مہادیو، اس کے ہیڈ کوارٹر کے حفاظتی انتظامات اور ابو عبداللہ کے بارے میں بھی پوچھتی جا رہی تھی۔

کیپٹن ماریا کو صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی ہمشکل لڑکی اس سے جس انداز میں اس کے بارے میں، مارشل مہادیو، ہیڈ کوارٹر اور ابو عبداللہ کے بارے میں جو معلومات حاصل کر رہی ہے۔ وہ اس کے میک اپ میں ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونا چاہتی ہے تاکہ وہ اس کی جگہ لے کر آسانی سے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو جائے اور اس کا ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے کا مقصد وہاں سے صرف اور صرف ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کے سربراہ ابو عبداللہ کو نہ صرف آزاد کرانا تھا بلکہ مارشل مہادیو اور اس کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنا تھا۔

یہ ساری باتیں جان کر کیپٹن ماریا کے ذہن میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ وہ شروع سے ہی یوگا اور خیال خوانی کی مخصوص ورزشیں کرنے کی عادی تھی جس کی وجہ سے اسے ہوش میں آتے ہی فوراً احساس ہو گیا تھا کہ اس کے ذہن کے ساتھ چھیڑ خانی کی گئی ہے اور جب اس نے مخصوص ورزشوں اور اپنی مخصوص صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے ذہن کو کھنگالا تو اس کے لاشعور میں چھپی ہوئی تمام باتیں اس کے ذہن کے پردے پر فلم کی طرح چلنے لگی تھیں اور اسے ساری حقیقت کا پتہ چل گیا تھا جس کا موازنہ کر کے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ لڑکی نہ صرف اس کے میک اپ میں ہے بلکہ اس کے عزائم کیا ہیں۔ ویسے بھی کیپٹن ماریا ایک حوصلہ مند اور ذہین لڑکی تھی جس نے خطرناک

سے خطرناک ماحول میں بھی گھبرانا نہیں سیکھا تھا۔ اسی لئے ہوش میں آکر وہ ذرا بھی نہیں گھبرائی تھی البتہ خود کو بدلی ہوئی جگہ پر دیکھ کر وہ قدرے حیران اور پریشان ضرور ہو گئی تھی مگر پھر اس نے خود کو سنبھال کر سب سے پہلے یوگا اور خیال خوانی کی مخصوص ورزشوں کو استعمال کر کے یہ جاننے کی کوشش کی تھی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔ ساری حقیقت سامنے آتے ہی اس نے یکدم آنکھیں کھول دی تھیں اور یوں تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جیسے قالین میں یکلخت ہزاروں وولٹ کا کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

"اوہ، وہ خطرناک لڑکی ہے۔ اس لڑکی سے مارشل مہادیو اور اس کے ہیڈ کوارٹر کو سخت خطرہ ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کی خبر فوری طور پر مارشل مہادیو کو دینی ہو گی۔ اگر وہ لڑکی ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی تو سب کچھ غلط ہو جائے گا"۔ کیپٹن ماریا نے پریشانی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے جلدی سے اپنی جیبوں کی تلاشی لی مگر اس کی جیبیں بالکل خالی تھیں۔ اس کے سپیشل سیل فون کے ساتھ ساتھ اس کی تمام چیزیں نکال لی گئی تھیں یہاں تک کہ اس کا مخصوص لباس بھی بدلا ہوا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ۔ وہ لڑکی تو پوری تیاری کے ساتھ ہیڈ کوارٹر کی طرف گئی ہے۔ اب میں کیا کروں"۔ کیپٹن ماریا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اسی لمحے اس کی نظر قالین پر پڑے ایک سیل فون پر پڑی۔ وہ تیزی سے اس طرف جھپٹی اور اس نے سیل فون

اٹھا لیا وہ عام سا سیل فون تھا جو شاید اسے لانے والوں میں سے کسی کی جیب سے گر گیا تھا۔ سیل فون کا کلر چونکہ قالین کے کلر جیسا تھا اس لئے شاید جس کسی کا سیل فون گرا تھا اسے فون کے گرنے اور اسے دیکھنے کا احساس نہ ہوا ہو گا۔ سیل فون کو دیکھ کر کیپٹن ماریا کی آنکھوں میں چمک سی آگئی تھی۔ عام سیل فون بھی اس وقت اس کے لئے امداد غیبی ہی تھی اس نے فون کی سکرین دیکھی فون آن تھا۔ اس نے جلدی سے مارشل مہادیو کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ تمام نمبر پریس کر کے اس نے اوکے کا نمبر پریس کیا تو اچانک فون پر کمپیوٹر ٹیپ چلنا شروع ہو گئی۔ اسے بتایا جا رہا تھا کہ اس کال کے لئے اس سیل فون میں مطلوبہ رقم نہیں تھی۔

"ہونہہ، اس میں تو بیلنس ہی نہیں ہے۔ اب میں کیا کروں"۔ کیپٹن ماریا نے پریشانی کے عالم میں سر جھٹک کر کہا۔ اس نے فون سے بیلنس معلوم کرنے والے نمبر پریس کئے تو یہ دیکھ کر اس کے چہرے پر قدرے اطمینان آگیا کہ اس سیل فون میں اتنا بیلنس تو نہیں تھا کہ وہ کوئی بھی کال کر سکتی لیکن اس میں جتنی رقم موجود تھی اس سے وہ کم از کم ایس ایم ایس ضرور کر سکتی تھی۔ کیپٹن ماریا نے سیل فون کے آپشن میں جا کر میسج باکس کھولا اور رائٹنگ میسج میں مارشل مہادیو کے نام پیغام لکھنے لگی۔ اس نے پیغام میں لکھا تھا کہ کیپٹن ماریا کے میک اپ میں ہیڈ کوارٹر میں ایک خطرناک لڑکی داخل ہونے والی ہے، یا ہو چکی ہے۔ اسے فوری طور پر گرفتار کیا

جائے ۔اس نے اسے بھی کسی نامعلوم مقام میں قید کر رکھا ہے ۔ اس نقلی لڑکی کی کسی بات پر یقین نہ کیا جائے اور اس سے اصلی کیپٹن ماریا کے بارے میں پوچھا جائے ۔

کیپٹن ماریا نے ثبوت کے طور پر اس نقلی لڑکی کے بارے میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ میک اپ واشر سے اس کا چہرہ دھویا جائے تو اس کا اصلی روپ ان کے سامنے آجائے گا"۔تمام میسج مکمل کر کے نیچے کیپٹن ماریا نے اپنا نام لکھا اور اس نے کچھ سوچ کر یہ پیغام مارشل مہادیو کو بھیجنے کے بجائے وہاں موجود اپنے ایک مخلص ساتھی میجر وشرام کو بھیج دیا۔ میسج باکس سے میل چلی گئی تو کیپٹن ماریا نے اطمینان کا سانس لیا۔ اسے یقین تھا کہ میجر وشرام تک جیسے ہی یہ میسج پہنچے گا وہ مارشل مہادیو کو ساری حقیقت بتا دے گا اور پھر مارشل مہادیو اس نقلی لڑکی کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے اسے ہر قیمت پر گرفتار کر لیں گے ۔چاہے وہ ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو گئی ہو یا ہونے والی ہو۔

ابھی کیپٹن ماریا میسج بھیج کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ اسی لمحے اس نے دروازے پر کھٹکے کی آواز سنی شاید کوئی دروازے کا لاک کھول کر اندر آنے والا تھا۔ کیپٹن ماریا نے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں فیصلہ کر لیا کہ اسے کیا کرنا ہے ۔اس نے جلدی سے سیل فون کو پھینکا اور زمین پر اسی طرح مڑے تڑے انداز میں لیٹ گئی جس حالت میں وہ بے ہوش پڑی تھی۔ شاید وہ آنے والوں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتی تھی کہ اسے ہوش آ چکا ہے ۔اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور دو مسلح افراد

اندر آ گئے ۔

"اس لڑکی کو جب میں نے یہاں ڈالا تھا تب شاید میرا سیل فون یہیں کہیں گر گیا تھا"۔اسے ایک نوجوان کی آواز سنائی دی ۔

" تو دیکھو لو۔یہیں کہیں ہوگا"۔ دوسرے نوجوان نے کہا اور کیپٹن ماریا کو احساس ہوا جیسے وہ دونوں اس کے قریب آ رہے ہیں۔

" مل گیا۔یہ دیکھو"۔پہلے شخص نے جلدی سے کہا۔اسے شاید سیل فون نظر آ گیا تھا۔جونہی وہ اس سیل فون کو اٹھانے کے لئے جھکا اسی لمحے کیپٹن ماریا بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی۔اس نے کروٹ بدلتے ہوئے ایک مسلح آدمی کے پیروں پر ایک ٹانگ ماری اور اس کی دوسری ٹانگ اس شخص کے چہرے پر پڑی تھی جو اپنا سیل فون اٹھانے کے لئے جھک رہا تھا۔دونوں مسلح افراد چیختے ہوئے الٹ کر گر پڑے ۔اس سے پہلے کہ وہ اٹھتے کیپٹن ماریا نے تیزی سے اٹھ کر ایک شخص کے مشین گن والے ہاتھ پر لات ماری جس نے لیٹے لیٹے گن کا رخ اس کی طرف کر کے فائرنگ کرنے کی کوشش کی تھی۔اس کے ہاتھ سے گن نکل کر دور جا گری۔یہ دیکھ کر دوسرا شخص کروٹ بدل کر تیزی سے اٹھا مگر اس سے پہلے کہ وہ گن کا رخ کیپٹن ماریا کی طرف کر کے فائر کھولتا۔ کیپٹن ماریا نے الٹی قلابازی کھائی اور اس کے دونوں ہاتھ زمین پر ہی تھے کہ اس کے دونوں پیر اس شخص کے سینے پر پڑے ۔نوجوان کو زوردار جھٹکا لگا اور وہ اچھل کر پیچھے جا گرا۔اسی لمحے پہلا نوجوان اٹھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ چیختا ہوا تیزی سے

کیپٹن ماریا کی طرف بڑھا مگر اس اثناء میں کیپٹن ماریا قلابازی کھا کر ایک بار پھر اپنے پیروں پر کھڑی ہو چکی تھی۔ نوجوان نے اچانک کیپٹن ماریا پر چھلانگ لگا دی۔ اسے چھلانگ لگاتے دیکھ کر کیپٹن ماریا تیزی سے نیچے ہو گئی۔ نوجوان جیسے ہی اس کے اوپر آیا۔ کیپٹن ماریا کے دونوں ہاتھ تیزی سے حرکت میں آئے اور نوجوان اس کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔

کیپٹن ماریا اس نوجوان کو گرا کر تیزی سے اس کی گری ہوئی مشین گن کی طرف لپکی۔ دوسرے ہی لمحے مشین گن اس کے ہاتھوں میں تھی۔ نوجوان جو اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے اس کے ہاتھ میں مشین گن دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔ ان کے چہروں پر یکلخت سراسیمگی پھیل گئی تھی۔ کیپٹن ماریا شمالی دیوار کی طرف کھڑی تھی جبکہ کمرے کا دروازہ مشرق کی طرف تھا اور دونوں نوجوان جنوبی دیوار کے پاس موجود تھے جس کی وجہ سے کیپٹن ماریا آسانی سے ان کی اور دروازے کی طرف نظر رکھ سکتی تھی۔

" عقب میں گھوم جاؤ جلدی۔ ورنہ بھون کر رکھ دوں گی"۔ کیپٹن ماریا نے پھنکارتے ہوئے کہا اور دونوں نوجوان ہونٹ بھینچتے ہوئے اور اس کی جانب غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے دوسری طرف گھوم گئے۔ جیسے ہی ان کے منہ دیوار کی طرف ہوئے کیپٹن ماریا دبے قدموں تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر دروازے سے سر باہر نکالا اور تو اسے دائیں طرف دیوار

اور بائیں طرف طویل راہداری نظر آئی، اسے جس کمرے میں قید کیا گیا تھا وہ اس راہداری کے آخر میں تھا اور راہداری دور تک بالکل خالی نظر آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر کیپٹن ماریا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے دروازہ بند کر دیا اور ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گئی جو دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے تھے۔

" اب میری طرف مڑ جاؤ"۔ کیپٹن ماریا نے ان کے پیچھے جا کر ان سے قدرے فاصلے پر رہتے ہوئے کہا تو وہ اس کی طرف پلٹ آئے۔

" تم بہت غلط کر رہی ہو لڑکی۔ تم اگر یہاں سے فرار ہونے کا ارادہ کر رہی ہو تو ایسی غلطی بھول کر بھی مت کرنا۔ کیونکہ یہاں ہر طرف موت کا راج ہے۔ یہاں سے تمہاری لاش ہی باہر جا سکے گی"۔ ایک نوجوان نے سخت لہجے میں کہا۔

" یہ بعد کی بات ہے۔ پہلے تم مجھے اپنا نام بتاؤ"۔ کیپٹن ماریا نے سخت لہجے میں کہا۔

" میرا نام جان ہے"۔ اس شخص نے کہا۔

" اور تمہارا"۔ کیپٹن ماریا نے دوسرے نوجوان سے پوچھا۔

" تمہاری موت"۔ دوسرے نوجوان نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

" تو پھر میں سب سے پہلے اپنی موت کو ہی ماروں گی"۔ کیپٹن ماریا نے کہا۔ اسی لمحے اس نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن سے ریٹ ریٹ کی مخصوص آواز نکلی اور اس نوجوان کے جسم میں بے شمار

سوراخ ہوتے چلے گئے ۔ وہ بری طرح سے چیختا ہوا زمین پر گرا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساکت ہو گیا۔ کیپٹن ماریا دیکھ چکی تھی کہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے ۔اس لئے اس نے فائرنگ کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کی تھی۔

" یہ، یہ تم۔ تم نے کیا کیا۔ تم نے شیکھر کو مار دیا۔ تت، تم "۔ پہلے نوجوان نے جس نے اپنا نام جان بتایا تھا اپنے ساتھی کو یوں گولیوں سے چھلنی ہوتے دیکھ کر تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔

" میں تمہارا بھی یہی حشر کرنے والی ہوں "۔ کیپٹن ماریا نے گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے غرا کر کہا تو جان کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

" نن، نہیں۔ نہیں مجھے مت مارو پلیز۔ مم، میں۔ میں........ " اس نے خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

" میں ایک شرط پر تمہیں زندہ چھوڑ سکتی ہوں "۔ کیپٹن ماریا نے کہا۔

" کک، کون سی شرط پر "۔جان نے اسی طرح لرزہ براندام ہوتے ہوئے کہا۔

" یہ بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے اور مجھے یہاں کس نے قید کیا ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ میری وہ ہمشکل لڑکی کون تھی اور اب وہ کہاں ہے "۔ کیپٹن ماریا نے ایک ہی سانس میں اس سے کئی سوال کرتے ہوئے پوچھا۔

" تم اس وقت ماسٹر پروشو کی قید میں ہو "۔ جان نے جلدی سے کہا۔

" ماسٹر پروشو۔ کون ماسٹر پروشو "۔ کیپٹن ماریا نے چونک کر کہا۔

" وی ٹو کلب کا مالک اور "۔ ابھی جان نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک خوبصورت نوجوان تیزی سے اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے اچانک مشین پسٹل سے کیپٹن ماریا پر فائرنگ کر دی تھی۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں کیپٹن ماریا کے ہاتھ میں موجود مشین گن پر پڑی تھیں اور اس کے ہاتھوں سے مشین گن نکل کر دور جا گری تھی۔ یہ سب کچھ آناً فاناً ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے کیپٹن ماریا کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا تھا۔ نوجوان جس انداز میں دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تھا اور اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی جس طرح نشانہ لے کر کیپٹن ماریا کے ہاتھوں سے گن گرائی تھی اس سے لگتا تھا جیسے وہ پہلے سے ہی کیپٹن ماریا کی پوزیشن جانتا تھا۔ اس کا نشانہ واقعی بے داغ تھا۔ گولیاں چلا کر اس نے کیپٹن ماریا کے ہاتھوں سے صرف مشین گن گرانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

" مم، ماسٹر اس نے شیکھر کو ہلاک کر دیا ہے ۔یہ، یہ......... " جان نے اس نوجوان کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہا اور بھاگ کر تیزی سے اس نوجوان کے قریب چلا گیا۔ جان کو آنے والے نوجوان کو ماسٹر کہہ کر

مخاطب کرتے دیکھ کر کیپٹن ماریا سمجھ گئی کہ یہ وہی ماسٹر پروشو ہے جس کے بارے میں جان اسے بتا رہا تھا۔

" تم یہاں کیا کرنے آئے تھے "۔ پروشو نے جان کی جانب غضبناک نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس نے گن کا رخ مسلسل کیپٹن ماریا کی طرف کر رکھا تھا۔

" وہ ماسٹر، شیکھر جب اس لڑکی کو اس کمرے میں چھوڑنے آیا تھا اس کی جیب سے اس کا سیل فون نکل کر گر گیا تھا۔ ہم وہ لینے کے لئے یہاں آئے تھے ۔ جب ہم کمرے میں داخل ہوئے تو یہ ایسے ہی پڑی تھی۔ جیسے یہ بے ہوش ہو اس لئے ہم بے فکر ہو کر اندر آگئے تھے مگر ہم جیسے ہی اندر آئے اس نے اچانک ہم پر حملہ کر دیا اور........" جان نے پروشو کو ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" میں نے تم لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اس لڑکی کو باندھ کر اس کمرے میں ڈالنا۔ پھر تم نے اسے باندھا کیوں نہیں تھا"۔ پروشو نے اس کی جانب خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ کیپٹن ماریا پروشو کی جانب خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ماسٹر پروشو پر حملہ کرنا چاہتی ہے مگر ماسٹر پروشو پوری طرح سے ہوشیار تھا اور کیپٹن ماریا اس کا انداز دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ اگر اس نے ماسٹر پروشو پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو وہ اسے ایک لمحے میں گولیوں سے بھون دے گا۔

" غغ، غلطی ہو گئی ماسٹر۔ وہ، مم۔ مم، میں ...." جان نے

ہکلاتے ہوئے کہا۔

" اس غلطی کی سزا شیکھر نے تو بھگت ہی لی ہے۔ اب تمہاری باری ہے ۔ پہلے میں کیپٹن ماریا سے نپٹ لوں۔ پھر تم سے پوچھوں گا"۔ پروشو نے کرخت لہجے میں کہا اور پھر وہ کیپٹن ماریا کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

" تو تم یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہو"۔ پروشو نے اس کی جانب خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں"۔ کیپٹن ماریا نے بے خوفی سے کہا۔

" گڈ، خاصی دلیر اور نڈر معلوم ہوتی ہو"۔ پروشو نے کہا۔

" میں تو شروع سے ہی دلیر اور نڈر ہوں۔ مگر تمہارا ساتھی، وہ شاید تمہارے ڈر سے بھاگ رہا ہے ۔ وہ دیکھو"۔ کیپٹن ماریا نے کہا اور پروشو اس کی بات سن کر جان کی طرف پلٹا مگر جان بدستور اپنی جگہ پر موجود تھا۔ اس سے پہلے کہ پروشو کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا۔ کیپٹن ماریا اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھا چکی تھی۔ وہ اچانک اپنی جگہ سے اچھلی تھی اور پھر کسی توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح پروشو سے آ ٹکرائی تھی۔ پروشو کو ایک زبردست دھکا لگا اور وہ اچھل کر پہلو کے بل گر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا کیپٹن ماریا نے اس کے ہاتھ سے مشین پسٹل چھین کر جان پر اچانک فائرنگ کر دی۔ جو اب کیپٹن ماریا پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ جان گولیاں کھا کر حلق کے بل چیختا ہوا گرا اور بری طرح سے تڑپنے لگا۔ اس سے پہلے کہ

کیپٹن ماریا گن کا رخ پروشو کی طرف کرتی پروشو نے زمین پر لیٹتے لیٹے اپنی دونوں ٹانگیں اس کی ٹانگوں پر مار دیں۔ کیپٹن ماریا اچھلی اور دھم سے زمین پر آگری۔ اسی لمحے پروشو تڑپا اور اس نے پلٹ کر ایک زوردار مکا کیپٹن ماریا کی گردن پر مارنے کی کوشش کی مگر کیپٹن ماریا تیزی سے دوسری طرف گھوم گئی۔ گرنے کی وجہ سے اس کے ہاتھ سے مشین پسٹل نکل گیا تھا اور پھر وہ اور پروشو ایک ساتھ تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

" تم یہاں سے زندہ نہیں جا سکو گی کیپٹن ماریا۔ پروشو نے حلق کے بل غراتے ہوئے کہا۔

" اور میں جا کر دکھا دوں گی"۔ کیپٹن ماریا نے جواباً غرا کر کہا۔ اس نے اچانک چھلانگ لگائی اور ایک بار پھر پروشو پر آپڑی۔ پروشو ایک بار پھر گر پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا کیپٹن ماریا نے الٹی قلابازی کھائی اور اس نے اٹھتے ہوئے پروشو کی گردن میں دونوں پیروں کی قینچی ڈال کر اسے پلٹانے کی کوشش کی مگر پروشو چکنی مچھلی کی طرح پھسلتا چلا گیا اور کیپٹن ماریا اپنے ہی زور سے آگے جا گری۔ پروشو نے اس موقع کا فائدہ اٹھا کر تیزی سے نہ صرف پلٹ کر اسے چھاپ لیا بلکہ اس نے پوری قوت سے اس کی ناک پر ٹکر مارنے کی کوشش کی مگر کیپٹن ماریا نے نہ صرف اپنا چہرہ پھرتی سے ایک طرف کر لیا بلکہ اس کی دونوں ٹانگیں تیزی سے مڑیں اور اس کے گھٹنے پوری قوت سے پروشو کے سینے پر پڑے اور وہ چیخ مار کر پیچھے جا گرا۔ پروشو

اتفاق سے اپنے مشین پسٹل کے قریب گرا تھا۔ اس سے پہلے کہ کیپٹن ماریا اٹھ کر اس پر حملہ کرتی۔ پروشو نے بجلی کی سی تیزی سے مشین پسٹل اٹھایا اور دوسرے لمحے اس نے کیپٹن ماریا پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ کیپٹن ماریا کو اپنے جسم میں سینکڑوں گرم سلاخیں اترتی محسوس ہوئی تھیں۔ وہ اچھل کر زمین پر گری اور بری طرح سے تڑپنے لگی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دل و دماغ پر ایک بار پھر اندھیرے کی دبیز چادر چڑھتی چلی گئی۔ مگر اندھیرے کی یہ چادر اس کے ذہن پر چھانے والے پہلے اندھیرے سے کہیں زیادہ دبیز تھی۔ یہ موت کی سیاہ چادر تھی جس نے اس کی دنیا کو ہمیشہ کے لئے تاریک کر دیا تھا۔

کراسٹی کے ذہن میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یکایک کیا ہو گیا ہے جو صرف ایک ٹیلی فون سن کر مارشل مہادیو کا اس کے ساتھ رویہ بدل گیا تھا۔ اس نے نہ صرف فوری طور پر دو مسلح افراد اندر بلا لئے تھے۔ بلکہ اس نے اسے گرفتار کرنے کا بھی حکم دے دیا تھا۔ کراسٹی کو اچھی طرح سے یاد تھا کہ اس سے کسی بھی مرحلے میں ذرا سی بھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی تھی۔ ہیڈ کوارٹر میں اس کا پہچان لیا جانا ناممکنات میں سے تھا۔ وہ جن جن افراد سے ملی تھی ان کے تاثرات کو بھی کراسٹی نے نوٹ کیا تھا جن میں شک والا کوئی تاثر اس نے نہیں دیکھا تھا۔ اگر ایسی بات ہوتی تو اسے پہلے ہی مرحلے میں گھیر لیا گیا ہوتا۔ وہ جس آزادی سے مارشل مہادیو کی غیر موجودگی میں ہیڈ کوارٹر میں گھومتی رہی تھی۔ اسے اتنا موقع ہی نہ دیا جاتا اور نہ ہی اس کی ابھی مارشل مہادیو سے اتنی زیادہ

باتیں ہوئی تھیں کہ اسے اس پر شک ہو جاتا۔ وہ ابھی تو ہنس ہنس کر اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کی اسے تفصیل بتا رہا تھا۔ پھر فون آیا جسے مارشل مہادیو نے خاموشی سے سنا تھا اور فون بند کر کے وہ کراسٹی کی جانب یوں قہر بھری نظروں سے گھورنے لگا تھا جیسے اسے معلوم ہو گیا ہو کہ اس کے سامنے کیپٹن ماریا نہیں کوئی اور ہے۔ فون کس نے کیا ہوگا اور اس نے مارشل مہادیو کو کیا بتایا ہوگا"۔ یہ سوچ کر کراسٹی کے دل و دماغ میں آندھیاں سی چلنا شروع ہو گئی تھیں۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ کون ہو تم اور اصلی کیپٹن ماریا کہاں ہے"۔ مارشل مہادیو نے کہا اور کراسٹی کو اپنی ریڑھ کی ہڈی تک سردی کی تیز لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ وہی ہو گیا تھا جس کا کراسٹی کو خدشہ تھا۔ مارشل مہادیو کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کیپٹن ماریا نہیں ہے۔

"یہ، یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں ہی کیپٹن ماریا ہوں۔ تم"۔ کراسٹی نے اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بکو مت۔ تم کیپٹن ماریا کے میک اپ میں کوئی اور ہو۔ اصلی کیپٹن ماریا کی ابھی ابھی میجر وشرام کے سیل فون پر میسج کال آئی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ تم نقلی کیپٹن ماریا ہو۔ اصل کیپٹن ماریا کو تم اور تمہارے ساتھیوں نے کہیں قید کر رکھا ہے۔ وہ تمہارے ساتھیوں کی قید سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئی ہے"۔ مارشل

مہادیو نے غراتے ہوئے کہا اور اصلی کیپٹن ماریا کے فرار ہونے کا سن کر کراسٹی کا ذہن صاف ہوتا چلا گیا۔ اسے پروشو اور اس کے ساتھیوں پر غصہ آنے لگا تھا جو کیپٹن ماریا کو نہیں سنبھال پائے تھے۔ وہ ان کی قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی اور اس نے فرار ہوتے ہی پہلا کام یہی کیا تھا کہ اس نے ہیڈ کوارٹر میں کال کر کے میجر وشرام کو بتا دیا تھا کہ ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے والی اصلی کیپٹن ماریا نہیں ہے۔ کیپٹن ماریا وہاں سے فرار ہو چکی تھی وہ کسی بھی وقت وہاں پہنچ سکتی تھی اس لئے اب کراسٹی کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ اسے جو کچھ کرنا تھا ابھی کرنا ہو گا۔

"خاموش کیوں ہو۔ بتاؤ کون ہو تم"۔ مارشل مہادیو نے اسے مسلسل گھورتے ہوئے کہا۔

"ابھی بتاتی ہوں"۔ کراسٹی نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مارشل مہادیو اور کراسٹی کے پیچھے موجود مسلح افراد کچھ سمجھتے کراسٹی اچانک بجلی کی سی تیزی سے پلٹی اس نے اچانک اپنے پیچھے کھڑے مسلح افراد کو زوردار دھکا دے کر نیچے گرا دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتے کراسٹی تیزی سے کرسی کے پیچھے سے نکلی۔ اس نے کرسی کے پیچھے سے نکلتے ہی ایک مسلح شخص کی گردن اور دوسرے کے پہلو میں ٹانگ مار دی۔ ان دونوں نے چیخ ماری اور تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی مگر کراسٹی نے بجلی کی سی تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک کے ہاتھ سے مشین گن چھین لی۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو، رک جاؤ"۔ اچانک مارشل مہادیو نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے چیخ کر کہا مگر اسی لمحے مشین گن نے قہقہہ لگایا اور دونوں آدمی خون میں لت پت ہو کر تڑپنے لگے۔ ان کی چیخیں بے حد ہولناک تھیں۔ ان دونوں کو گولیاں مارتے ہی کراسٹی زخمی ناگن کی طرح مارشل مہادیو کی طرف پلٹ پڑی تھی۔ جو میز کی ایک دراز کو کھول کر شاید اپنی گن نکالنا چاہتا تھا۔ اسی لمحے کراسٹی کی مشین گن نے قہقہہ لگایا اور گولیوں کی بوچھاڑ مارشل مہادیو کے اردگرد سے گزرتی چلی گئی اور مارشل مہادیو کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ جلدی"۔ کراسٹی نے غرا کر کہا اور مارشل مہادیو نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔ مارشل مہادیو کا کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے کراسٹی کو یقین تھا کہ فائرنگ کی آواز کسی بھی طرح اس کمرے سے باہر نہیں گئی ہو گی۔

"میز کے پیچھے سے نکل کر باہر آؤ"۔ کراسٹی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ مارشل مہادیو جبڑے بھینچ کر میز کے پیچھے سے نکل کر دائیں طرف آ گیا۔

"تم ہو کون اور تمہارا یہ سب کرنے کا مقصد کیا ہے"۔ مارشل مہادیو نے اس کی جانب تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"ابھی بتاتی ہوں"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس نے مشین گن کا رخ مسلسل مارشل مہادیو کی طرف کر رکھا تھا۔ وہ اس پر مسلسل نگاہ

رکھے لیئے قدموں دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔دروازہ آٹو میٹک انداز میں ان مسلح آدمیوں کے اندر آتے ہی بند ہو گیا تھا۔ لیکن کراسٹی اسے اندر سے لاک کرنا چاہتی تھی تاکہ یہاں ہونے والی کارروائی کے متعلق کوئی نہ جان سکے اور نہ یہاں آکر مداخلت کر سکے ۔ اس نے ایک ہاتھ سے مشین گن پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے دروازے کو لاک لگا دیا۔

دروازے کو لاک لگا کر وہ مشین گن لئے ہوئے مارشل مہادیو کے قریب آ گئی۔جو اس کی جانب قہر بھری نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

" پیچھے صوفے پر بیٹھ جاؤ"۔ کراسٹی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" نہ بیٹھوں تو"۔مارشل مہادیو نے غرا کر کہا۔اسی لمحے کراسٹی نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن سے ریٹ ریٹ کی آوازیں نکلیں اور مارشل مہادیو بری طرح بوکھلا کر ناچنے والے انداز میں پیر مارتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔کراسٹی نے اس کے پیروں کے اردگرد فائرنگ کی تھی۔

" بیٹھو، ورنہ اس بار گولیاں تمہارے سینے پر پڑیں گی"۔ کراسٹی نے پھنکار کر کہا اور مارشل مہادیو لٹے قدموں پیچھے ہٹ کر دھم سے صوفے پر گر گیا۔

کراسٹی نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکالی اور اسے مارشل مہادیو کے قریب صوفے پر پھینک دیا۔

" اٹھاؤ اسے اور کھولو"۔ کراسٹی نے کرخت لہجے میں کہا اور مارشل مہادیو نے جلدی سے ڈبیہ اٹھا لی۔وہ سرخ رنگ کی چھوٹی سی ڈبیہ تھی جس میں عام طور پر جیولرز حضرات قیمتی نگینے رکھتے تھے ۔ مارشل مہادیو نے ڈبیہ کھولی تو اس میں اسے سنہری رنگ کا ایک چھوٹا سا کیپسول نظر آیا۔

" یہ، یہ کیا ہے"۔مارشل مہادیو نے گھبراہٹ زدہ لہجے میں کہا۔

" اسے منہ میں رکھو"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس نے جیسے مارشل مہادیو کی بات ان سنی کر دی تھی۔

" نن، نہیں۔ نہیں۔پہلے بتاؤ کیا ہے یہ"۔مارشل مہادیو نے ہکلا کر کہا۔ کراسٹی کے جارحانہ اور خوفناک انداز نے اسے یکلخت خوفزدہ ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو گیا تھا۔

" گھبراؤ نہیں۔اس میں زہر نہیں ہے"۔کراسٹی نے کہا۔

" تو پھر کیا ہے"۔مارشل مہادیو نے اسی انداز میں کہا۔

" جو بھی ہے فوراً منہ میں ڈالو اسے "۔ کراسٹی نے کہا۔ ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر مارشل مہادیو کے دائیں بائیں فائرنگ کر دی تھی۔ گولیاں صوفے کے دبیز کشن میں گھستی چلی گئی تھیں۔ اس فائرنگ کا اثر یہ ہوا تھا کہ مارشل مہادیو کا ہاتھ مشینی انداز میں حرکت میں آیا تھا اور اس نے جلدی سے کیپسول منہ میں رکھ لیا تھا۔اس کی آنکھیں پھٹ رہی تھیں اور اس نے یوں منہ پھلا لیا تھا جیسے وہ ایک لمحے میں پھونک مار کر کیپسول منہ سے باہر پھینک دے گا۔

" گڈ، اب اس کیپسول کو نگل جاؤ"۔ کراسٹی نے کہا۔ مارشل مہادیو نے دائیں بائیں لنکار میں سرہلایا تو کراسٹی نے پھر فائرنگ کر دی۔ گولیاں مارشل مہادیو کے دائیں بائیں کشنوں میں گھسیں تو وہ جلدی سے سنہری کیپسول کو حلق میں لے گیا۔ دوسرے ہی لمحے کیپسول اس کے حلق میں اتر چکا تھا۔ اس نے بوکھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑ لی تھی جیسے وہ اس کیپسول کو گردن سے نیچے نہیں اترنے دے گا۔ خوف و دہشت سے اس کا برا حال ہو رہا تھا اور وہ کراسٹی کی جانب انتہائی خوف بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے کیپسول نگلتے دیکھ کر کراسٹی نے دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا ریموٹ کنٹرول نما آلہ نکال لیا۔ اس آلے پر سرخ رنگ کا ایک ہی بٹن تھا۔

" تم نے جو کیپسول نگلا ہے جانتے ہو وہ کیا تھا"۔ اس بار کراسٹی نے مارشل مہادیو کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

" نن، نہیں"۔ مارشل مہادیو کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

" احمق انسان۔ تم نے الیکٹرو وائبریٹر بم نگل لیا ہے۔ جس کا کوڈ نام ای وی تھاوزنڈ ہے"۔ کراسٹی نے مسکراتے ہوئے کہا اور مارشل مہادیو ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت زلزلے کے سے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ دوسرے ہی لمحے اس نے جلدی سے حلق میں انگلی ڈالی جیسے وہ قے کر کے اس سنہری کیپسول کو نکال

دے گا۔

" خبردار، اگر تم نے قے کر کے اسے نکالنے کی کوشش کی تو میں اس بٹن کو دبا دوں گی۔ اس بٹن کے دبتے ہی یہاں ہر طرف تمہارے گوشت کے لوتھڑے بکھر جائیں گے"۔ کراسٹی نے کہا اور مارشل مہادیو نے جلدی سے منہ سے انگلی نکال لی۔ خوف سے اس کا جسم بری طرح سے کانپ رہا تھا اور وہ کراسٹی کے ہاتھ میں موجود ریموٹ نما آلے کی طرف یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے اس کا بس چلے تو وہ اسے کراسٹی کے ہاتھ سے چھین لے۔

" تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ تم ای وی تھاوزنڈ کے بارے میں بخوبی جانتے ہو۔ لیکن بہرحال میں پھر بھی تمہیں اس کے بارے میں تفصیل بتا دیتی ہوں۔ ای وی تھاوزنڈ کا ریموٹ جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو اسے میں ایک بار دباؤں گی تو تمہارے جسم میں موجود ای وی تھاوزنڈ سے بجلی کی لہروں کی صورت میں ایسی وائبریشن ہو گی کہ تمہیں یوں محسوس ہو گا جیسے تمہارے وجود میں ہزاروں پاور کا کرنٹ دوڑ گیا۔ تمہیں اپنے جسم کی ایک ایک ہڈی چٹختی محسوس ہو گی اور تمہارے دماغ کی رگیں پھٹنے لگیں گی۔ یہ خوفناک اذیت تم یقیناً برداشت نہیں کر سکو گے اور اگر اس بٹن کو میں دوبارہ پریس کر دوں تو ای وی تھاوزنڈ ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ جائے گا۔ جس کے نتیجے میں تمہارے بھی ٹکڑے اڑ جائیں گے"۔ کراسٹی نے کہا۔

" مم، میں بھی جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں ای وی تھاوزنڈ کے

بارے میں۔ پپ، پلیز بٹن مت دبانا"۔ مارشل مہادیو نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" جانتے ہو۔ گڈ، پھر تو تم یقیناً یہ بھی جانتے ہو کہ اگلے پانچ منٹوں کے بعد ای وی تھاؤزنڈ تمہارے معدے میں یوں چپک جائے گا جیسے لوہا مقناطیس سے چپکتا ہے۔ پھر تم لاکھ الٹیاں کر لو یہ کسی بھی طرح تمہارے حلق سے باہر نہیں آئے گا"۔ کراسٹی نے سفاک لہجے میں کہا اور مارشل مہادیو اثبات میں زور زور سے سر ہلانے لگا۔

" گڈ، پھر بھی تمہیں پورا یقین دلانے کے لئے ایک جھٹکا دینا ضروری ہے "۔ کراسٹی نے سفاکانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ مارشل مہادیو نے اسے روکنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ کراسٹی نے ریموٹ نما آلے کا بٹن دبا دیا۔ اسی لمحے مارشل مہادیو کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ اچھل کر زمین پر موجود قالین پر گر گیا اور اس بری طرح سے تڑپنے لگا جیسے اسے کسی کند چھری سے ذبح کیا جا رہا ہو۔ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخیں بے حد ہولناک تھیں۔ کراسٹی نے چند لمحے بٹن دبائے رکھا پھر اس پر سے انگوٹھا ہٹا لیا مگر مارشل مہادیو کا جسم زور زور سے جھٹکے کھا رہا تھا جیسے واقعی اس کے جسم میں زبردست کرنٹ دوڑ رہا ہو۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی چیخیں اور اس کے جسم کی لرزش کم ہونے لگیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ اٹھ کر بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن اس کا چہرہ مردوں سے بدتر نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں یوں پھٹی ہوئی تھیں جیسے ابھی حلقے توڑ کر باہر آ گریں گی۔

" اٹھو اور دوبارہ صوفے پر بیٹھ جاؤ"۔ کراسٹی نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور مارشل مہادیو لرزتا کانپتا ہوا اٹھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

" کیوں، یقین آگیا ہے کہ تمہارے جسم میں ای وی تھاؤزنڈ ہی ہے "۔ کراسٹی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ اس کی مسکراہٹ بے حد زہریلی تھی۔

" ہاں، ہاں۔ لل، لیکن۔ تم کیا چاہتی ہوں۔ تت، تم یہ سب کیوں کر رہی ہو"۔ مارشل مہادیو نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

"پہلے اپنی حالت ٹھیک کرو"۔ کراسٹی نے کہا۔

" کک، کیا مطلب"۔ مارشل مہادیو نے اسی عالم میں کہا۔

" مطلب یہ کہ تم اپنی اصلی حالت میں آ جاؤ۔ یہ سمجھو جیسے یہاں کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ تم مارشل مہادیو ہو اور میں کیپٹن ماریا"۔ کراسٹی نے سخت لہجے میں کہا۔

" تت، تم اس بٹن کو دوبارہ تو نہیں دباؤ گی"۔ مارشل مہادیو نے اس کی جانب خوف بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کراسٹی کے خوفناک روپ اور اس کے ای وی تھاؤزنڈ نگلنے کی وجہ سے مارشل مہادیو کی ساری اکڑفوں اس کی ناک کے راستے نکل گئی تھی اور وہ اس وقت کراسٹی کو انتہائی خوفزدہ اور بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

" اگر تم میری ہدایات پر عمل کرتے رہے تو نہیں دباؤں گی"۔ کراسٹی نے مسکرا کر کہا۔

بارے میں۔ پپ، پلیز بٹن مت دبانا"۔ مارشل مہادیو نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" جانتے ہو۔ گڈ، پھر تو تم یقیناً یہ بھی جانتے ہو کہ اگلے پانچ منٹوں کے بعد ای وی تھاؤزنڈ تمہارے معدے میں یوں چپک جائے گا جیسے لوہا مقناطیس سے چپکتا ہے۔ پھر تم لاکھ الٹیاں کر لو یہ کسی بھی طرح تمہارے حلق سے باہر نہیں آئے گا"۔ کراسٹی نے سفاک لہجے میں کہا اور مارشل مہادیو اثبات میں زور زور سے سر ہلانے لگا۔

" گڈ، پھر بھی تمہیں پورا یقین دلانے کے لئے ایک جھٹکا دینا ضروری ہے "۔ کراسٹی نے سفاکانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ مارشل مہادیو نے اسے روکنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ کراسٹی نے ریموٹ نما آلے کا بٹن دبا دیا۔ اسی لمحے مارشل مہادیو کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ اچھل کر زمین پر موجود قالین پر گر گیا اور اس بری طرح سے تڑپنے لگا جیسے اسے کسی کند چھری سے ذبح کیا جا رہا ہو۔ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخیں بے حد ہولناک تھیں۔ کراسٹی نے چند لمحے بٹن دبائے رکھا پھر اس پر سے انگوٹھا ہٹا لیا مگر مارشل مہادیو کا جسم زور زور سے جھٹکے کھا رہا تھا جیسے واقعی اس کے جسم میں زبردست کرنٹ دوڑ رہا ہو۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی چیخیں اور اس کے جسم کی لرزش کم ہونے لگیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ اٹھ کر بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن اس کا چہرہ مردوں سے بدتر نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں یوں پھٹی ہوئی تھیں جیسے ابھی حلقے توڑ کر باہر آ گریں گی۔

" اٹھو اور دوبارہ صوفے پر بیٹھ جاؤ"۔ کراسٹی نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور مارشل مہادیو لرزتا کانپتا ہوا اٹھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

" کیوں، یقین آگیا ہے کہ تمہارے جسم میں ای وی تھاؤزنڈ ہی ہے "۔ کراسٹی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ اس کی مسکراہٹ بے حد زہریلی تھی۔

" ہاں، ہاں۔ لل، لیکن۔ تم کیا چاہتی ہوں۔ تت، تم یہ سب کیوں کر رہی ہو"۔ مارشل مہادیو نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

"پہلے اپنی حالت ٹھیک کرو"۔ کراسٹی نے کہا۔

" کک، کیا مطلب"۔ مارشل مہادیو نے اسی عالم میں کہا۔

" مطلب یہ کہ تم اپنی اصلی حالت میں آ جاؤ۔ یہ سمجھو جیسے یہاں کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ تم مارشل مہادیو ہو اور میں کیپٹن ماریا"۔ کراسٹی نے سخت لہجے میں کہا۔

" تت، تم اس بٹن کو دوبارہ تو نہیں دباؤ گی"۔ مارشل مہادیو نے اس کی جانب خوف بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ کراسٹی کے خوفناک روپ اور اس کے ای وی تھاؤزنڈ نگلنے کی وجہ سے مارشل مہادیو کی ساری اکڑفوں اس کی ناک کے راستے نکل گئی تھی اور وہ اس وقت کراسٹی کو انتہائی خوفزدہ اور بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

" اگر تم میری ہدایات پر عمل کرتے رہے تو نہیں دباؤں گی"۔ کراسٹی نے مسکرا کر کہا۔

"مم، میں تمہاری ہر بات مانوں گا۔ تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا"۔ مارشل مہادیو نے بھیک مانگنے والے انداز میں جلدی سے کہا۔

"اسی میں تمہاری بھلائی ہے"۔ کراسٹی نے کہا اور مارشل مہادیو خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے خود کو نارمل تو کر لیا تھا مگر اس کی آنکھوں میں بدستور خوف اور بے بسی کے تاثرات نمایاں تھے۔

"گڈ، اب اٹھ کر اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس نے مشین گن مارشل مہادیو کی میز پر رکھ دی تھی۔ مارشل مہادیو اٹھا اور بوجھل قدموں کے ساتھ اپنی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور کراسٹی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ میجر وشرام کو گرفتار کر لیں۔ ابھی اور اسی وقت"۔ کراسٹی نے اس کی طرف تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میجر وشرام کو۔ مگر........" مارشل مہادیو نے بوکھلا کر کہا۔

"جیسے کہہ رہی ہوں۔ ویسا ہی کرو مارشل مہادیو۔ دوبارہ تم نے اگر مگر کہا تو میں بٹن دبا دوں گی"۔ کراسٹی نے پھنکار کر کہا اور مارشل مہادیو نے گھبرا کر زور زور سے سر ہلانا شروع کر دیا۔

"فون اٹھاؤ۔ میجر وشرام کو گرفتار کر کے اس کوٹھڑی میں ڈال دو جس میں اے اے قید ہے اور اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اے اے

کو یہاں لے آئیں"۔ کراسٹی نے کہا اور اس کے منہ سے اے اے یعنی ابو عبداللہ کو یہاں لانے کی بات سن کر مارشل مہادیو ایک بار پھر بری طرح سے چونک پڑا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس نے جلدی سے اپنا منہ بند کر لیا کیونکہ کراسٹی کا ریموٹ نما آلے والا ہاتھ اس کے سامنے تھا اور اس کا انگوٹھا اس بٹن پر تھا۔ جسے دبانے کے لئے اسے صرف بٹن پر دباؤ ہی ڈالنا تھا۔ اس بٹن کے دبتے ہی مارشل مہادیو کا کیا حشر ہونا تھا یہ وہ بخوبی جانتا تھا۔ اس لئے اس نے فوراً منہ بند کر لینے میں ہی عافیت جانی تھی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے میز پر پڑے ہوئے ایک فون کا رسیور اٹھایا اور کان سے لگا کر یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

"لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کرو"۔ کراسٹی نے کہا تو مارشل مہادیو نے لاؤڈر کا بٹن بھی آن کر دیا۔

"یس سر۔ رگھوناتھ سپیکنگ"۔ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"میجر گھوشی سے بات کراؤ"۔ مارشل مہادیو نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر۔ میں ابھی بات کراتا ہوں"۔ دوسری طرف سے رگھوناتھ نے کہا۔ ایک لمحے کے لئے دوسری طرف خاموشی چھائی اور پھر ایک کرخت مگر بے حد مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس سر۔ میجر گھوشی سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

" میجر گھوشی، میجر وشرام کو فوراً گرفتار کر لو"۔ مارشل مہادیو نے کرخت لہجے میں کہا۔

" میجر وشرام کو گرفتار کر لوں۔ گگ، کیا مطلب سر"۔ دوسری طرف سے میجر گھوشی نے جیسے بری طرح سے اچھل کر کہا۔

" جو کہہ رہا ہوں وہ کرو نانسنس۔ تمہیں مطلب بتانے کا میرے پاس وقت نہیں ہے"۔ مارشل مہادیو نے چیخ کر کہا۔

" یس سر۔ مم، میں ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں سر"۔ میجر گھوشی نے بوکھلا کر کہا۔

" اور سنو، جس لاک اپ میں اے اے قید ہے میجر وشرام کو اس میں قید کرنا ہے اور اے اے کو وہاں سے نکال کر میرے آفس میں لے آؤ"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

" یس سر۔ ٹھیک ہے سر۔ میں ابھی آتا ہوں"۔ دوسری طرف سے میجر گھوشی نے جلدی جلدی سے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی مگر وہ سب چونکہ مارشل مہادیو کے ماتحت تھے اس لئے ان میں مارشل مہادیو کے کسی حکم کی سرتابی کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی تھی۔ مارشل مہادیو نے دوسری طرف کا جواب سن کر فون بند کر دیا تھا اور استفہامیہ نظروں سے کراسٹی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر گہرا اطمینان جھلک رہا تھا۔ کراسٹی نے اٹھ کر کمرے کے دروازے کو لگا ہوا لاک کھول دیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک کسرتی جسم کا مالک نوجوان ایک دبلے پتلے اور ادھیڑ عمر

شخص کو لے کر اندر آگیا۔ اس دبلے پتلے ادھیڑ عمر کی داڑھی مونچھیں جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھی ہوئی تھیں۔ اس کا لباس میلا اور جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی سوجی ہوئی تھیں اور اس کا رنگ یوں ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا جیسے اسے کئی روز سے نہ کھانے پینے کے لئے کچھ ملا ہو اور نہ ہی وہ سکون کی نیند سویا ہو۔ کسرتی بدن کا مالک نوجوان جو میجر گھوشی تھا کمرے میں موجود دو سپاہیوں کی لاشیں دیکھ کر بری طرح سے چونک پڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے ساتھ ساتھ پریشانی کے بھی تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ جیسے وہ کمرے کے ماحول کو سمجھنے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔

" میں نے میجر وشرام کو گرفتار کر کے لاک اپ میں قید کر دیا ہے سر۔ وہ بہت چیخ چلا رہا تھا مگر میں نے اس کی ایک نہیں سنی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کیپٹن ماریا"۔ میجر گھوشی کچھ کہنے جا رہا تھا کہ اسی وقت مارشل مہادیو نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے اس کا جملہ کاٹ دیا۔

" شٹ اپ۔ وہ کیا کہہ رہا تھا میں نے تم سے نہیں پوچھا ہے۔ تم صرف وہ کرو جس کے لئے تمہیں کہا جائے"۔ مارشل مہادیو کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا اور میجر گھوشی بری طرح سہم کر رہ گیا۔

" یس، یس سر"۔ اس نے ہکلا کر کہا۔

" ان دونوں کی یہاں سے لاشیں اٹھواؤ۔ میں کیپٹن ماریا اور اے اے کے ساتھ ضروری میٹنگ کرنے لگا ہوں۔ تم اس وقت تک دروازے کے باہر کھڑے رہو گے۔ جب تک میں نہ کہوں کوئی اندر

نہیں آئے گا۔ چاہے وہ صدر اور پرائم منسٹر ہی کیوں نہ ہو۔ سمجھے "۔ مارشل مہادیو نے چیختے ہوئے کہا۔

" یس سر "۔ میجر گھوشی نے اسے سیلوٹ مار کر کہا اور پھر کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دوبارہ اندر آیا تو اس کے ساتھ چھ مسلح افراد تھے۔ اس کے کہنے پر وہ خاموشی سے ان دونوں سپاہیوں کی لاشیں اٹھا کر وہاں سے نکل گئے۔ مارشل مہادیو نے میجر گھوشی کو اشارہ کیا تو وہ اسے سیلوٹ کر کے کمرے سے خود بھی باہر چلا گیا۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ بتا رہا تھا کہ اس کے ذہن میں لاتعداد سوالات کلبلا رہے تھے مگر مارشل مہادیو سے کچھ پوچھنا جیسے اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

" بیٹھ جائیں ابو عبداللہ "۔ کراسٹی نے اس دبلے پتلے ادھیڑ عمر سے مخاطب ہو کر نہایت نرم لہجے میں کہا جو اب تک خاموش کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ اور ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

" میں بیٹھوں یا نہ بیٹھوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بتاؤ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے "۔ ابو عبداللہ نے تلخ اور غصیلے لہجے میں کہا۔

" اوہ، آپ غلط سمجھ رہے ہیں ابو عبداللہ۔ میں آپ کی دشمن کیپٹن ماریا نہیں ہوں۔ میرا تعلق بلیو اینجلز سے ہے اور میں یہاں کیپٹن ماریا کا روپ بدل کر آپ کو یہاں سے رہائی دلانے کے لئے آئی ہوں "۔ کراسٹی نے جلدی سے کہا تو اس کی بات سن کر نہ صرف ابو عبداللہ بلکہ مارشل مہادیو بھی واضح طور پر چونک پڑا تھا۔

" تم مجھے رہائی دلانے کے لئے آئی ہو۔ کیا مطلب۔ اور یہ بلیو اینجلز

سے تمہاری کیا مراد ہے "۔ ابو عبداللہ نے چونک کر اور حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" اوہ اس کا مطلب ہے کہ آپ بلیو اینجلز کو نہیں جانتے۔ بہر حال میرے بارے میں آپ اتنا جان لیں کہ میرا تعلق ایک ایسی تنظیم سے ہے جو آپ کی آزادی تحریک کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے۔ کافرستانی ایجنسیوں اور ملٹری سے برسرپیکار ہو کر انہیں زک پہنچانے اور انہیں ہیون ویلی سے اپنا تسلط ہٹانے اور انہیں ہیون ویلی سے نکال باہر کرنے کے ہر ممکن اقدامات میں مصروف رہتی ہے۔ ہماری تنظیم کو جب معلوم ہوا کہ آپ کو بلیک فورس نے اغوا کر لیا ہے اور بلیک فورس آپ کو ہیون ویلی کے بیس کیمپ میں لے گئے ہیں تو ہم نے آپ کو اس بیس کیمپ سے نکالنے کی ہر ممکن کوششیں شروع کر دیں مگر پھر ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کو اس بیس کیمپ سے نکال کر وائٹ کوبرا اپنے ہیڈ کوارٹر میں لے گیا ہے تو ہمارا پورا گروپ متحرک ہو گیا۔ ہم نے نہ صرف اس وائٹ کوبرا کا اور اس کے خفیہ ہیڈ کوارٹر کا کھوج لگا لیا بلکہ ہم نے اس ہیڈ کوارٹر کی سیکنڈ چیف کیپٹن ماریا کو بھی اغوا کر لیا۔ پھر ہم نے کیپٹن ماریا کو ایک سائنسی مشین میں ڈال کر اس کے بارے میں اس سے معلومات حاصل کیں اور پھر میں کیپٹن ماریا کا میک اپ کر کے یہاں آ گئی۔ میں آپ کو یہاں سے نکالنے کے لئے کسی مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھی کہ اس دوران میرے ساتھیوں کی قید سے اصل کیپٹن ماریا فرار ہونے میں کامیاب

ہو گئی۔اس نے باہر سے فون کر کے مارشل مہادیو کو میری اصلیت
کے بارے میں بتا دیا۔اس لئے مجھے فوری طور پر حرکت میں آنا پڑا۔
جس کے نتیجے میں آپ میرے سامنے ہیں اور آزاد ہیں"۔کراسٹی نے کچھ
حقیقت اور کچھ من گھڑت کہانی بناتے ہوئے کہا تا کہ ابو عبداللہ اس
پر اعتماد کر سکے اور وہ اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہو جائے
اس نے مارشل مہادیو کے سامنے اسے یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا
کہ وہ اصل میں کون ہے اور کہاں سے آئی ہے۔اس کی باتیں سن کر
مارشل مہادیو نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔اس کا بس نہیں
چل رہا تھا ورنہ وہ میز پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھا کر اس کا پورا برسٹ
کراسٹی کے جسم میں اتار دیتا۔

"ہونہہ۔میں تمہاری باتوں پر کیسے یقین کر لوں کہ تم سچ کہہ رہی
ہو اور وہ بھی اس شیطان کے سامنے"۔ابو عبداللہ نے مارشل مہادیو
کی جانب نفرت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا اور اس کے
شیطان کہنے پر مارشل مہادیو غصے سے کھول کر رہ گیا تھا۔اس کی
آنکھیں یکلخت شعلے برسانے لگی تھیں مگر وہ کراسٹی کی وجہ سے بے بس
تھا اس لئے سوائے غصے سے کھولنے اور ابو عبداللہ کو گھورنے کے کچھ نہ
کر سکتا تھا۔

"فی الحال آپ کو یقین دلانے کے لئے میرے پاس کوئی ثبوت
نہیں ہے۔لیکن میں آپ کو یہاں سے نکال کر ہیون ویلی میں پہنچانا
چاہتی ہوں۔رہی بات مارشل مہادیو چیف آف وائٹ کوبرا کی تو آپ

اس کی فکر نہ کریں۔یہ اس وقت پوری طرح سے میری گرفت میں
ہے۔میں اس سے جو کہوں گی یہ وہی کرے گا۔کیوں مارشل مہادیو۔
میں نے غلط تو نہیں کہا ناں"۔کراسٹی نے پہلے ابو عبداللہ اور پھر
مارشل مہادیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔جواب میں مارشل مہادیو
نے نہ چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔اس جیسا شیطان یہاں اطمینان سے بیٹھا ہو
اور تم کہہ رہی ہو کہ یہ تمہاری گرفت میں ہے۔اگر ایسا ہوتا تو یہ اس
طرح بیٹھا مجھے گھور نہ رہا ہوتا"۔ابو عبداللہ نے یقین نہ کرنے والے
انداز میں کہا اور کراسٹی نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"آپ بلاوجہ شک کر کے میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں
ابو عبداللہ۔بہرحال یہ بتائیں اگر میں آپ کو ہیون ویلی میں پہنچا دوں
تو کیا آپ کے پاس ایسے ٹھکانے ہیں جہاں آپ چھپ سکیں۔یا وہاں
آپ کے ایسے آدمی موجود ہیں جو آپ کو اپنی حفاظت میں رکھ سکیں
تا کہ کافرستانی فوج اور وہاں موجود بلیک فورس آپ پر دوبارہ ہاتھ نہ
ڈال سکیں"۔کراسٹی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"دیکھا، میں نے کہا تھا ناں کہ تم میرے ساتھ فراڈ کر رہی ہو۔تم
نہ میری مخلص ہو اور نہ مجھے یہاں سے آزاد کرانے آئی ہو۔یہ ساری
ڈرامہ بازی تم صرف اس لئے کر رہی ہو کہ تم مجھ سے اگلوا سکو کہ
آزادی کی تحریک کی جو تنظیمیں ہیون ویلی میں کام کر رہی ہیں وہ کون
کون سی ہیں اور ان کے ٹھکانے کہاں ہیں۔تا کہ تم ان سب کا خاتمہ

کر کے ہیون ویلی میں آزادی کی تحریک کا نام و نشان تک ختم کر دو"۔ ابو عبداللہ نے غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔اس کے لہجے میں شدید نفرت تھی۔کراسٹی نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ابو عبداللہ حد سے زیادہ شکی مزاج واقع ہوا تھا۔وہ ہر بات کا الٹ مطلب لے رہا تھا۔

"میں نے آپ سے ان کے نام و پتے نہیں پوچھے ہیں۔صرف یہ پوچھا ہے کہ ہیون ویلی میں جا کر کیا آپ ایسا انتظام کر سکتے ہیں کہ آپ دوبارہ ان لوگوں کی گرفت میں نہ آسکیں۔کیا آپ خود کو وہاں محفوظ رکھ سکتے ہیں"۔کراسٹی نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں رکھ سکتا ہوں۔لیکن کیسے یہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا"۔ ابو عبداللہ نے جلدی سے کہا۔

"نہ بتائیں۔میرے لئے آپ کا "ہاں" کا جواب ہی کافی ہے"۔ کراسٹی نے مطمئن ہو کر کہا۔

"کیا تم واقعی یہاں میری رہائی کے لئے آئی ہو"۔چند لمحے توقف کے بعد ابو عبداللہ نے اس کی طرف سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔کیوں"۔کراسٹی نے چونک کر پوچھا۔

"اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو مجھے یہ مشین گن دے دو۔میں اپنے ہاتھوں سے اس شیطان وائٹ کوبرا کو ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔اس نے ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کی تنظیموں کے بارے میں جاننے کے لئے مجھ پر بے پناہ ذہنی ٹارچر کیا تھا۔اس کے علاوہ ان لوگوں نے

ہیون ویلی میں جو قتل و غارت کا طوفان برپا کر رکھا ہے۔میں اسے ہلاک کر کے ان معصوم لوگوں کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں"۔ ابو عبداللہ نے کراسٹی کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ، نہیں۔اگر آپ نے اسے ہلاک کر دیا تو ہم نہ یہاں سے نکل سکیں گے اور نہ ہی ہیون ویلی میں جا سکیں گے۔اس کا زندہ رہنا ہمارے لئے بے حد ضروری ہے"۔کراسٹی نے کہا۔

"میں جانتا تھا تم یہی کہو گی"۔ابو عبداللہ نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب"۔کراسٹی نے چونک کر کہا۔

"تم کسی غلط فہمی میں مت رہنا کیپٹن ماریا۔میں تمہارے کسی جھانسے میں نہیں آؤں گا۔تم اگر لاکھ بہروپ بدل لو، لاکھ پینترے بدل لو مگر تم مجھ سے کسی قسم کی کوئی معلومات حاصل نہیں کر سکو گی۔مجھے ذہنی اذیتیں دینے میں سب سے بڑا ہاتھ تمہارا تھا۔میں تمہاری اور اس شیطان کی عیاریوں کو خوب اچھی طرح سے سمجھتا ہوں"۔ابو عبداللہ نے انتہائی زہریلے اور تلخی سے بھرپور لہجے میں کہا اور کراسٹی کا دل چاہا کہ وہ بے اختیار اپنا سر پیٹ لے۔ابو عبداللہ کا اس پر کسی طرح شک ختم ہونے کو ہی نہیں آ رہا تھا۔

"ہونہہ، آپ ایسے نہیں سمجھیں گے۔یہ دیکھیں"۔کراسٹی نے ہنکارہ بھر کر کہا اور پھر اس نے اچانک ہاتھ میں پکڑے ہوئے ای وی تھاؤزنڈ کے ریموٹ کا بٹن دبا دیا۔اسی لمحے مارشل مہادیو کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔وہ کرسی سے اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور پھر وہ کرسی پر اس

بری طرح سے تڑپنے اور چیخنے لگا جیسے اس کی کرسی میں یکلخت ہزاروں وولٹ کا کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

مارشل مہادیو کی یہ حالت دیکھ کر ابو عبداللہ اچھل پڑا تھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تڑپتے، جھٹکے کھاتے اور چیختے ہوئے مارشل مہادیو کو دیکھ رہا تھا۔ کراسٹی نے اس وقت تک بٹن پریس کئے رکھا تھا جب تک مارشل مہادیو کے جسم کی حرکت اور اس کی چیخیں بند نہ ہو گئیں۔ اس کا وجود یکلخت الٹ کر میز پر آپڑا تھا۔ اس کا رنگ سرسوں کے پھول کی طرح زرد ہو گیا تھا جیسے اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود نہ ہو۔ جیسے ہی وہ ساکت ہوا کراسٹی نے بٹن پر سے انگوٹھا ہٹا لیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا"۔ جولیا نے عمران کو بچوں جیسی حرکت کرتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔ جو جوزف کو مسلسل اٹھائے ناچ رہا تھا۔

"ہاں، ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں۔ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اس کالیئے نے آج مجھ پر ثابت کر دیا ہے کہ میں دنیا کا سب سے بڑا احمق اور یہ سب سے بڑا عقلمند ہے"۔ عمران نے خوشی سے ناچتے ہوئے کہا۔

"اس میں واقعی کوئی شک نہیں ہے کہ تم کتنے بڑے احمق ہو۔ مگر جوزف تمہارا چیلا ہے۔ یہ عقلمند کیسے ہو سکتا ہے"۔ تنویر نے ہنس کر کہا۔

"عقلمند چیلی کا چیلا اگر دنیا کا سب سے بڑا احمق ہو سکتا ہے تو ایک احمق کا چیلا کیوں عقلمند نہیں ہو سکتا۔ عمران نے ترکی بہ ترکی

جواب دیتے ہوئے کہا اور تنویر کٹ کر رہ گیا۔ عمران نے بڑی خوبصورتی سے جولیا کو چیلی اور اسے اس کا چیلا بنا دیا تھا۔

"لگتا ہے عمران صاحب کو یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوجھ گئی ہے ۔ اسی لئے یہ اس قدر خوش ہو رہے ہیں"۔ صفدر نے مسکرا کر جلدی سے بات بدلتے ہوئے کہا اور جولیا اور اس کے ساتھی اثبات میں سر ہلانے لگے ۔ عمران نے جوزف کو چھوڑ دیا تھا اور احمقوں کی طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں سمجھ میں آگیا ہے کہ ان دیواروں کو یہاں سے کیسے ہٹایا جا سکتا ہے اور ہم یہاں سے کیسے نکل سکتے ہیں"۔ جولیا نے عمران کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"دیواروں کو یہاں سے کیسے ہٹایا جا سکتا ہے یہ تو میں نہیں جانتا مگر ہاں ہم سب ایک طریقے سے یہاں سے آسانی کے ساتھ نکل سکتے ہیں"۔ عمران نے کہا اور ان سب کے چہروں پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے ۔ انہیں عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی پر پورا یقین تھا کہ وہ یہاں سے نکلنے کے لئے لازماً کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ نکالے گی۔

"اوہ، تو پھر جلدی بتاؤ۔ وہ کون سا طریقہ ہے"۔ جولیا نے جلدی سے پوچھا۔

"جوزف کا ہوا بند طریقہ"۔ عمران نے بدستور احمقانہ لہجے میں کہا۔

"ہوا بند طریقہ۔ مطلب"۔ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"سیدھی سی بات ہے ۔ جوزف چاہتا ہے ہم سب سانسیں روک

لیں ۔ ہمارے سانسوں کی آمد و رفت بند ہو جائے گی تو ہماری روحیں قفس عنصری سے پرواز کر جائیں گی اور روحوں کے سامنے جب زمان و مکاں کوئی معنی نہیں رکھتے تو یہ زیرو روم کی دیواریں کیا چیز ہیں"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھی برے برے منہ بنانے لگے ۔ وہ سمجھے تھے کہ عمران انہیں زیرو روم سے نکلنے کا کوئی طریقہ بتائے گا مگر اس پر تو مسلسل حماقت کا بھوت سوار تھا جو کسی طرح اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"ارے ارے، مایوس کیوں ہو رہے ہو۔ مایوسی گناہ ہے ۔ یہ لو چیونگم کھاؤ۔ چیونگم کھانے سے ہو سکتا ہے تمہاری ڈاؤن بیٹریاں پھر سے چارج ہو جائیں اور ہمیں یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ کوئی ترکیب سجھائی دے جائے "۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے لباس کی اندرونی خفیہ جیب سے چیونگم کے تین پیکٹ نکال کر ان کے سامنے کر دیئے۔

"ان لوگوں نے ہماری جامع تلاشی لے کر ہماری ہر چیز نکال لی تھی۔ اس کے باوجود تم ان سے چیونگم کے پیکٹس بچا کر لے آئے ہو"۔ جولیا نے حیران ہو کر کہا کیونکہ اس سب کی جیبیں بالکل خالی تھیں ۔ یہاں تک کہ ان کی کلائیوں سے ان کی ریسٹ واچز بھی اتار لی گئی تھیں۔

"ہوں نا عقلمند"۔ عمران نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، عقلمند۔ اتنے ہی عقلمند ہوتے تو چیونگم کی جگہ اس خفیہ جیب میں کوئی اسلحہ ہی چھپا رکھتے ۔ کم از کم یہاں کچھ کام تو آتا"۔

تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اسلحے کے طور پر میں توپ کے پارٹس بنا کر جیب میں رکھنے لگا تھا مگر جیب خاصی چھوٹی تھی۔ اس میں توپ کا ایک عام سکریو بھی نہیں آ رہا تھا۔ اس لئے مجبوراً میں نے چیونگم کے پیکٹس رکھ لئے کہ ایسی کسی سچوئیشن میں اور کچھ نہیں یہ جگالی کرنے کے تو کام آئیں گے "۔ عمران نے کہا اور وہ سب نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑے ۔ عمران بعض اوقات اس قدر گاؤدی بن جاتا تھا کہ اسے سیدھے راستے پر لانا خود ان کے لئے بھی مشکل ہو جاتا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ زیرو روم سے نکلنے کے لئے عمران کو بھی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسی لئے وہ اتنی دیر سے احمقانہ باتیں کر رہا تھا۔ عمران نے ایک پیکٹ پھاڑ کر اس میں سے ایک چیونگم نکال کر منہ میں رکھ لی تھی اور واقعی منہ جگالی کرنے کے انداز میں ہلانا شروع ہو گیا تھا۔ جولیا، صفدر اور ماسوائے تنویر کے سب نے اس سے چیونگم لے کر منہ میں رکھ لی تھی۔

" تم بھی لے لو۔ مفت دے رہا ہوں "۔ عمران نے ایک چیونگم تنویر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور تنویر بے اختیار مسکرا دیا۔ اس نے سر جھٹکتے ہوئے عمران سے چیونگم لی اور پیکٹ پھاڑ کر منہ میں رکھ لی۔

عمران چند لمحے چیونگم چباتا رہا پھر وہ چیونگم چباتے ہوئے کمرے کی ایک دیوار کے قریب آ گیا۔ اس نے منہ سے تھوڑی سی چیونگم کا

ٹکڑا توڑا اور اس ٹکڑے کو چوکور خانے کے نوکیلے حصے پر بنے سوراخ پر رکھ کر دبانے لگا۔ اسی طرح اس نے چیونگم کا ایک اور ٹکڑا توڑا اور اسے دوسرے سوراخ میں لگا دیا۔ یہ دیکھ کر صفدر، جولیا اور دوسرے ممبرز چونک پڑے۔

" یہ تم کیا کر رہے ہو "۔ جولیا نے اس کے قریب آ کر حیرت سے پوچھا۔

" تم سب لوگ تو اپنے سانس روک نہیں رہے میں نے سوچا چلو اس کمرے کی ہوا بند کر دوں۔ اس کا دم گھٹے گا تو ہو سکتا ہے سانس لینے کے لئے یہ کہیں کوئی کھڑکی، دروازہ یا روشندان بنا لے "۔ عمران نے اسی لہجے میں کہا اور ایک اور سوراخ میں چیونگم لگا دی۔ جولیا اور اس کے ساتھی پہلے تو حیرانی سے عمران کی بات پر غور کرتے رہے پھر اچانک جیسے ان کے ذہنوں کے بند دریچے کھل گئے اور وہ بے اختیار اچھل پڑے۔

" اوہ، اوہ تو کیا اس طرح راستہ کھلنے کا امکان ہے "۔ جولیا نے چونک کر پوچھا۔

" کوشش کرنے میں کیا حرج ہے ۔ ورنہ زمان و مکاں کی پابندیوں سے ہماری روحوں کو تو یقیناً راستہ مل ہی جائے گا"۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔ چند لمحے جولیا اس کی جانب غور سے دیکھتی رہی پھر اس نے منہ سے نکلی ہوئی چیونگم کے ٹکڑے نکال کر ان سوراخوں میں لگانے شروع کر دیئے جہاں سے ہوا اندر آ رہی تھی۔ اس کے دیکھا

دیکھی صفدر، تنویر، چوہان، نعمانی، خاور اور صدیقی کے ساتھ ساتھ جوزف بھی اسی کام میں لگ گئے تھے۔ تقریباً بیس منٹوں میں انہوں نے چاروں طرف دیواروں میں موجود سوراخوں کو بند کر دیا تھا۔ پھر تنویر، چوہان کے کندھوں پر چڑھ گیا۔ عمران، جوزف کے اور خاور، صدیقی کے اور وہ چھت کے سوراخوں کو بند کرنے لگے۔ اگلے دس منٹ میں وہ چھت کے سوراخ بھی مکمل طور پر بند کر چکے تھے۔

کمرے میں چونکہ ہوا کی آمدورفت کا سلسلہ رک گیا تھا اس لئے کمرے میں انہیں اگلے چند ہی لمحوں میں شدید گھٹن کا احساس ہونا شروع ہو گیا تھا اور ان کے جسم پسینے سے نہا گئے تھے۔

"لیکن تمہیں کیسے یقین ہے کہ اگر کمرے کی ہوا کی آمدورفت کا سلسلہ روک دیا جائے تو یہاں سے باہر جانے کا کوئی نہ کوئی راستہ کھل جائے گا"۔ جولیا نے چند لمحے توقف کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جوزف کی بات سن کر مجھے ڈاکٹر ڈرنکن یاد آ گیا تھا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر ڈرنکن۔ یہ ڈاکٹر ڈرنکن کون ہے"۔ جولیا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایکریمیا کا ایک بددماغ اور سٹھیایا ہوا بوڑھا سائنسدان ہے۔ اس کا نام تو کچھ اور ہے مگر وہ چونکہ شراب بے تحاشہ پینے کا عادی ہے اس لئے میں اسے ڈاکٹر ڈرنکن کہتا ہوں۔ وہی ان زیرو رومز کا موجد

تھا۔ میں نے ان کا تحقیقاتی مقالہ پڑھ رکھا تھا۔ پھر اتفاقاً ایک کیس کے سلسلے میں، میں جب گریٹ لینڈ گیا تو نشے کی حالت میں اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میں بھی اسی سڑک پر موجود تھا جہاں اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ میں اسے فوری طور پر نزدیکی ہسپتال میں لے گیا اور پھر میں نے اس کے تندرست ہونے تک کئی روز اس کی دیکھ بھال کی تھی جس کی وجہ سے وہ میرا مداح ہو گیا تھا۔ ہسپتال میں میری اس سے اکثر ان کے زیرو رومز کے سلسلے میں ڈسکس ہوتی تھی۔ وہ مجھے گریٹ لینڈ کا باشندہ اور سائنس سے شغف رکھنے والا ایک ذہین سٹوڈنٹ سمجھتا تھا۔ اس نے مجھے اپنے زیرو رومز کے بنانے کی تمام افادیت سمجھاتے ہوئے بتایا تھا کہ اس کے زیرو رومز میں یوں تو کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ان زیرو رومز میں پناہ لینے والا ہر جاندار آسانی سے کیمیائی آفات سے بچ سکتا ہے لیکن زیرو رومز کو کنٹرول کرنے والی مشین میں ایک کمی رہ گئی تھی جسے وہ کسی بھی طرح دور نہ کر پا رہا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق زیرو رومز کو آپریٹ کرنے والی مشین خودکار تھی اور اسی مشین کے ذریعے مصنوعی آکسیجن پیدا کی جاتی تھی۔ اس مشین سے بے شمار نلکیاں نکل کر ان دیواروں کی طرف آتی تھیں جن سے ان سوراخوں سے اندر مصنوعی آکسیجن نہ صرف تھرو کی جاتی ہے بلکہ کمرے میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ کو کھینچنے میں بھی معاونت تھیں یعنی کمرے میں موجود آدھے سوراخ کمرے میں آکسیجن پہنچاتے ہیں اور آدھے سوراخوں سے کاربن ڈائی

آکسائیڈ باہر کھینچ لیتے ہیں تاکہ کمرے میں موجود انسانوں کو سانس
لینے میں کوئی پرابلم نہ ہو۔ان نلکیوں کے سروں پر یعنی سوراخوں کے
قریب سپیشل فلٹرز اور ایسے آپریٹس والو لگے ہوئے ہیں جو ہوا کو ایک
لمحے کے لئے بھی بند نہیں کرتے اور کمرے میں رہنے والے انسان
برسوں تک آسانی سے سانس لے سکتے تھے۔ بہرحال ڈاکٹر ڈرنکن نے
مجھے بتایا تھا کہ جن خاص کیمیکلز سے وہ مصنوعی آکسیجن پیدا کرنے کا
سامان کرتے ہیں اس کیمیکلز میں کاربن جیسی ایک عجیب و غریب
دھات بھی بننا شروع ہو جاتی ہے جو آہستہ آہستہ ان نلکیوں اور
سوراخوں میں آکر جمنا شروع ہو جاتی ہے۔جس سے سوراخ بند ہو
جاتے ہیں اور نلکیوں کے سروں پر موجود فلٹرز اور آپریٹس والو کام کرنا
چھوڑ دیتے ہیں جن سے مصنوعی ہوا کی آمدورفت ہو رہی ہوتی تھی۔
جس کی وجہ سے خودکار آپریٹنگ مشین پر دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ پھر یا تو وہ
نلکیاں ٹوٹ جاتی تھیں جن سے مصنوعی ہوا کی آمدروفت ہو رہی ہوتی
تھی یا پھر مشین خودبخود بند ہو جاتی تھی۔دونوں صورتوں میں اثر ان
دیواروں کو کھولنے والے راستے کے فنکشن پر پڑتا تھا جس سے یا تو
راستے ہمیشہ کے لئے جام ہو جاتے تھے اور زیرو رومز میں رہنے والے
افراد ہلاک ہو جاتے تھے اور زیرو رومز ہی ان کے مدفن بن جاتے تھے۔
ایسا آکسیجن کی سپلائی بند ہونے کے باعث ہوتا تھا یا پھر وہ راستے
خودبخود کھل جاتے تھے۔ خیر کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے کمرے کا
ہوا بند تو کر دیا ہے۔ہوا کی آمدورفت کا سلسلہ رک گیا ہے۔اب فلٹرز

اور آپریٹس والو کی وجہ سے مشین پر دباؤ ضرور پڑے گا۔جس سے یا تو
نلکیاں پھٹ جائیں گی جن سے ہوا اندر آ رہی تھی یا پھر چلتی ہوئی
مشین رک جائے گی۔اس صورت میں یا تو کمرے کا اوپننگ سسٹم
مکمل طور پر جام ہو جائے گا اور ہم آکسیجن نہ ملنے کی صورت میں ملک
عدم سدھار جائیں گے یا پھر اوپننگ سسٹم خودبخود کھل جائے گا اور ہم
اس عجیب و غریب کمرے سے باہر ہوں گے"۔ عمران نے انہیں بڑے
جامع اور مفصل انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔اس کی بات سن کر ان
سب کے چہرے ست گئے تھے۔یعنی کمرے کے سوراخوں کو بند کر کے
انہوں نے رسک لیا تھا۔اگر مشین خراب ہو جاتی تو ان کے لئے
کمرے کے راستے کھل بھی سکتے تھے اور ہمیشہ کے لئے بند بھی ہو سکتے
تھے۔ کیونکہ عمران کے کہنے کے مطابق مشین خراب ہونے کی
صورت میں اس کمرے کے راستوں کو کھولنا ناممکن ہو سکتا تھا۔
کیونکہ کرسٹل میٹل سے بنائی ہوئی دیواروں کو کسی بھی صورت میں
توڑا نہ جا سکتا تھا۔اس لحاظ سے زیرو روم واقعی ان کے لئے ان کا آخری
مدفن گاہ بھی بن سکتا تھا۔

"اوہ، اگر ایسی بات تھی تو یہ باتیں تمہیں پہلے بتانی چاہیں تھیں۔
اگر سسٹم جام ہو گیا تو"۔جولیا نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"تو یہ زیرو روم ہم سب کا حقیقتاً مشترکہ مقبرہ بن جائے گا"۔
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔کمرے کے سوراخ چونکہ بند ہو چکے
تھے اس لئے کمرے میں گھٹن بڑھتی جا رہی تھی اور انہیں سانس لینے

میں واقعی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا جس کی وجہ سے ان کے چہرے سرخ ہو گئے تھے اور ان کے جسموں سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔

"اس کام میں اگر رسک تھا تو آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا عمران صاحب اور کچھ نہیں تو ہم یہاں کم از کم آزادی سے سانس تو لے رہے تھے"۔ صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"صفدر، ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس طرح تو ہم واقعی بے بسی کی موت مر جائیں گے۔ تمہیں یہاں سے نکلنے کی کوئی اور ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی تو رہنے دیتے۔ پنڈت نارائن ہمیں ہلاک کرنے کے لئے یہاں آتا تو وہ لازماً ہمیں یہاں سے باہر لے جا کر ہلاک کرنے کی کوشش کرتا تب ہم اس سے نپٹ لیتے۔ مگر اب........" جولیا نے غصے اور پریشانی کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"اس احمق کے پیچھے لگ کر ہم نے بھی حماقت کا ثبوت دیا ہے اور اس کی وجہ سے ہماری زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ جلدی کرو ان سوراخوں کو کھول دو ورنہ ہم سب کا دم گھٹ جائے گا اور ہم اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے"۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور ایک سوراخ سے چیونگم ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔

"خبردار، رک جاؤ تنویر۔ اگر تم نے اس سوراخ کو کھولنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"۔ اچانک عمران نے حلق کے بل غراتے ہوئے کہا اور تنویر ایک جھٹکے سے رک گیا۔ عمران کے

لہجے میں نجانے کیا اثر تھا کہ نہ صرف تنویر بلکہ دوسروں کے چہروں پر بھی عمران کا غصہ دیکھ کر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔

"مم، مگر"۔ تنویر نے ہکلاتے ہوئے کہنا چاہا۔

"شٹ اپ۔ تم لوگوں کو اپنی زندگیوں کی فکر ہے اور مجھے یہاں سے نکلنے کی۔ انتظار کرو راستہ ضرور کھلے گا"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا اور تنویر نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے اور خاموشی سے چلتا ہوا اپنے ساتھیوں کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

کمرے میں موجود آکسیجن تیزی سے ختم ہوتی جا رہی تھی اور حبس اس قدر بڑھ گیا تھا کہ پسینہ ان کے جسموں سے نکل کر ان کے لباس کو بھگونا شروع ہو گیا تھا اور کمرے میں ان کے تیز تیز سانس لینے کی عجیب سی آوازیں گونجنا شروع ہو گئی تھیں۔ خود عمران کا بھی برا حال تھا۔ مگر اس کے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی جیسے کوئی تاثرات نہیں تھے۔ وہ بڑے غور سے کمرے کی دیواروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"مم، میں گیا۔ عم۔ عمران صاحب"۔ اچانک صدیقی کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز سنائی دی۔ انہوں نے چونک کر دیکھا صدیقی کی حالت واقعی دگرگوں تھی۔ وہ بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے تھا مگر یہ کہتے ہوئے وہ بری طرح سے لڑکھڑا گیا تھا اور گرنے ہی لگا تھا کہ خاور نے لپک کر اسے سنبھال لیا۔

"خدا کے لئے کچھ کرو عمران ورنہ ہمارا حشر بے حد بھیانک ہو گا"۔ جولیا سے آخر رہا نہ گیا تو وہ پھٹ پڑی۔ اسی لمحے وہ بھی لڑکھڑائی۔ تنویر

اور صفدر نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی مگر وہ ایک دھماکے سے گر
پڑی اور اکھڑے اکھڑے سانس لینے لگی۔ ٹھیک اسی لمحے اچانک وہاں
گہری تاریکی چھا گئی اور پھر اچانک گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ جیسے
ان کے سامنے سے ایک دیوار ہٹتی چلی گئی۔ ہوا کے تیز جھونکے کے
ساتھ تیز روشنی بھی اندر آ گئی تھی۔ ہوا کے اس جھونکے کے ساتھ آن
واحد میں ان کے چہروں پر زندگی کی بشاشت دوڑتی چلی گئی۔ سامنے
دیوار ہٹ گئی تھی اور وہاں ایک دوسرا بڑا ہال نما کمرہ دکھائی دے رہا
تھا۔ جہاں دیواروں کے ساتھ ہر طرف عجیب و غریب مشینیں موجود
تھیں۔ ہال نما کمرے میں چار نوجوان سفید ایپرن پہنے ایک مشین کے
پاس کھڑے حیرت بھری نظروں سے اس مشین کو دیکھ رہے تھے۔
شاید یہ وہی مشین تھی جس سے زیرو روم کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ وہ
چونکہ چلتے چلتے یکدم رک گئی تھی اس لئے وہ اس مشین کو چیک
کرنے کے لئے اس طرف آ گئے تھے۔ گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ جیسے
ہی زیرو روم کی دیوار کھلی وہ چونک کر اس طرف دیکھنے لگے۔

" آؤ جوزف، تنویر۔ ان لوگوں کو بھاگ نکلنے کا موقع نہیں ملنا
چاہئے "۔ عمران نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ سفید ایپرن پہنے
نوجوان جو زیرو روم کا دروازہ کھلتے ہی بوکھلا گئے تھے۔ انہوں نے مڑ کر
تیزی سے سامنے دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے
عمران، جوزف، تنویر اور صفدر بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے۔
وہ زیرو روم سے تیز رفتار چیتوں کی طرح چھلانگیں مارتے ہوئے نکلے

تھے اور انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے ان چاروں کو چھاپ لیا تھا۔
چند ہی لمحوں میں وہ چاروں نوجوان زمین پر لمبے لمبے لیٹے نظر آ رہے تھے
عمران کی تیز نظریں کمرے کا طواف کر رہی تھیں۔ اسی لمحے اچانک
کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر اچانک کمرے میں دس افراد تیزی سے اندر
داخل ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ انہوں نے آن
واحد میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا تھا۔

" لو۔ اسے کہتے ہیں کھاتے سے نکلے اور کنویں میں آ گرے "۔
عمران نے محاورے کی مٹی پلید کرتے ہوئے جھلا کر کہا۔ مسلح افراد کو
کمرے میں داخل ہوتے اور انہیں گھیرے میں لیتے دیکھ کر سیکرٹ
سروس کے ممبروں نے بھی ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ یہ سب کچھ آناً فاناً ہو
گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے مسلح افراد کمرے کے باہر ہی کہیں موجود تھے
اور اندر ہونے والے ہنگامے کی آواز سن کر انہوں نے اندر آنے میں
ایک لمحے کی بھی دیر نہ لگائی تھی۔ اسی لمحے کمرے کے دروازے سے
قدموں کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے چونک کر دیکھا سامنے سے
پنڈت نارائن غصے سے بھرا ہوا تیز تیز انداز میں قدم اٹھاتا ہوا اندر آ رہا
تھا۔ اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا اور آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی
تھیں۔ جن میں غصے کے ساتھ ساتھ شدید حیرت بھی مترشح تھی۔ شاید
وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو زیرو روم سے باہر دیکھ کر ذہنی جھٹکے
کھا رہا تھا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں
ہلکا سا بھی گمان نہیں تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی اس کی اجازت

کے بغیر زیرو روم سے باہر آسکتے ہیں۔ وہ غصے اور پریشانی سے زیرو روم کو کنٹرول کرنے والی مشین اور زیرو روم کی ٹوٹی ہوئی دیوار کو چند لمحے دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا عمران کے قریب آگیا۔ عمران اور اس کے ساتھی خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

" تم لوگ آخر کس ڈھیٹ مٹی کے بنے ہوئے ہو۔ نہ تم لوگوں کو کسی طرح موت آتی ہے اور نہ ہی کسی قید خانے کی دیواریں تمہیں روک پاتی ہیں۔ میرے خواب و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم لوگ مخفی چیونگم سے یہ سب کچھ کر لو گے "۔ پنڈت نارائن نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ شاید کسی ویژن سکرین پر نہ صرف ان کی باتیں سنتا رہا تھا بلکہ ان کی کارروائی بھی دیکھتا رہا تھا۔

" اچھا تم چھپ چھپ کر نہ صرف ہمیں دیکھ رہے تھے بلکہ ہماری باتیں بھی سن رہے تھے۔ کتنی غلط بات ہے پانڈو بھائی۔ دوسروں کے کمروں میں تانک جھانک کرنا شریفوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ ویسے شریف اور تم واقعی دو متضاد باتیں ہیں "۔ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھیوں کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔

" نہیں عمران، میں تم جیسے انسان کو مزید زندہ رکھنے کا رسک نہیں لے سکتا۔ تم لوگ واقعی خطرناک ہو۔ بے حد خطرناک "۔ پنڈت نارائن نے غصے اور پریشان کے عالم میں کہا۔

" خطرناک۔ ارے نہیں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے پانڈو بھائی میں خطرناک بالکل بھی نہیں ہوں۔ میں تو ایک سیدھا سادا

شریف سا انسان ہوں۔ اگر میں خطرناک ہوتا تو جولیا ڈر کر مجھ سے شادی نہ کر لیتی۔ یہ خطرناک لوگوں سے بڑا ڈرتی ہے اور ہم میں سب سے بڑا خطرناک تن ویر ہے اور تن جسم کو کہتے ہیں اور ویر بھائی کو۔ اس لئے تم خود اندازہ لگا سکتے ہو کہ یہ تن کس کا ویر ہو سکتا ہے "۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور ماسوائے تنویر کے سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔

" شٹ اپ۔ ہلاک کر دوان سب کو "۔ پنڈت نارائن نے حلق کے بل چیخ کر کہا۔ وہ تیزی سے پیچھے ہٹا تاکہ اس کے ساتھی آسانی سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا سکیں مگر عمران بھلا ایسا موقع کیسے جانے دے سکتا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے پنڈت نارائن پر جھپٹا اور دوسرے ہی لمحے وہ پنڈت نارائن کو اپنے سینے سے چمٹائے اس کی گردن میں بازو حائل کئے تیزی سے سائیڈ کی دیوار سے جا لگا۔

" خبردار، میں پنڈت نارائن کی گردن توڑ دوں گا۔ اسلحہ میرے ساتھیوں کے حوالے کر دو جلدی "۔ عمران نے پنڈت نارائن کی گردن کے گرد اپنے بازو کی گرفت سخت کرتے ہوئے ایک زوردار جھٹکا دیا تو پنڈت نارائن اس کی گرفت میں خوفناک انداز میں چیخ اٹھا۔ ایک لمحے سے کم وقفے میں سچوئیشن بدلتے دیکھ کر پنڈت نارائن کے ساتھی آنکھیں پھاڑ کر رہ گئے تھے۔ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر وہ سب تیزی سے حرکت میں آئے اور انہوں نے ایک لمحے میں ان سے مشین

گنیں چھین کر انہیں نہتا کر دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے کمرے میں پہلے سے موجود چاروں مشین آپریٹروں کے ساتھ ساتھ پنڈت نارائن کے ساتھیوں پر بھی فائر کھول دیا اور وہ سب بری طرح سے چیختے ہوئے وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اب پنڈت نارائن اکیلا ان کے سامنے تھا۔ پھر عمران کے اشارے پر اس کے ساتھی کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے تاکہ باہر موجود پنڈت نارائن کے ساتھیوں کا خاتمہ کر سکیں۔ چند ہی لمحوں بعد باہر سے مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ اور انسانی چیخوں کی آوازیں آنے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دو متحارب گروپس کی آپس میں ٹھن گئی ہو۔

"کیوں پانڈو بھائی۔ اب کیا کہتے ہو"۔ عمران نے پنڈت نارائن کی گردن چھوڑ کر اسے جھٹکے سے گھما کر اپنے سامنے لاتے ہوئے کہا۔ پنڈت نارائن کا چہرہ وحشت اور تکلیف سے بگڑا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑی اور لڑکھڑاتے ہوئے عمران سے پیچھے ہٹ گیا۔

تت، تم اور تمہارے ساتھی یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکیں گے"۔ پنڈت نارائن نے غضبناک لہجے میں کہا۔ اسی لمحے اس نے غراتے ہوئے اچانک عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران چونکہ اس کے غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہ تھا اس لئے پنڈت نارائن نے اسے ہلکی پھلکی گیند کی طرح اوپر اچھال دیا تھا اور عمران جیسے ہی نیچے گرا پنڈت نارائن خود بھی اچھل کر کسی بھوکے بھیڑیئے کی طرح عمران کے سینے

پر آ گرا تھا۔

عمران نے اسی لمحے تیزی سے کروٹ بدلی اور پنڈت نارائن سینے کے بل زمین پر آ گرا۔ پھر بیک وقت عمران اور پنڈت نارائن کی ٹانگیں چلیں۔ پنڈت نارائن کی ٹانگ عمران کے بائیں پہلو پر پڑی اور عمران کو اپنے جسم میں درد کا گولہ سا اٹھ کر اپنے ذہن تک پھیلتا ہوا محسوس ہوا اور اس کے منہ سے بے اختیار غراہٹ بھری آواز نکل گئی۔ اس کی لات پنڈت نارائن کے دائیں پہلو پر پڑی تھی جس سے پنڈت نارائن بری طرح سے چیخ اٹھا تھا اور پھر دونوں نے تیزی سے دائیں بائیں کروٹیں بدلیں اور اٹھ کر زخمی سانڈوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ عمران کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس نے پوری قوت سے پنڈت نارائن کی گردن پر مکا مارنے کی کوشش کی تھی لیکن پنڈت نارائن نے تیزی سے سر نیچے کرتے ہوئے جھک کر عمران کے سینے پر دونوں ہاتھ اس زور سے مارے کہ عمران لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ یہ دیکھ کر عمران کے ذہن پر جیسے وحشت سوار ہو گئی۔ وہ یکلخت پورے زور سے اچھلا، فضا میں اس نے دونوں گھٹنے موڑ کر پنڈت نارائن کے سینے پر مارنے کی کوشش کی مگر پنڈت نارائن تیزی سے ایک طرف گر گیا اور عمران گھٹنوں کے بل زمین پر آ رہا۔ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر پنڈت نارائن کی لات بجلی کی سی تیزی سے نیم دائرے میں گھومی اور عمران کی گردن کی طرف بڑھی مگر عمران نے تیزی سے خود کو پیچھے کر لیا اور پنڈت نارائن کا پیر اس کے چہرے سے

چند انچ کے فاصلے سے گزر گیا۔ مگر عمران نے جھپٹ کر دونوں ہاتھوں سے اس کی ٹانگ کو پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا تو پنڈت نارائن اچھل کر پشت کے بل گر گیا۔ عمران نے زمین پر لوٹ لگائی اور اس نے گھوم کر پنڈت نارائن کی طرف آتے ہوئے ہتھوڑے جیسا مکا پنڈت نارائن کی ناک پر مار دیا۔ یہ ضرب اس قدر شدید تھی کہ پنڈت نارائن کسی ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح ڈکرا اٹھا تھا۔ اس کی ناک سے خون کا فوارہ سا چھوٹ پڑا تھا جس نے اس کے چہرے کو رنگ کر اسے اور زیادہ خوفناک بنا دیا تھا مگر پنڈت نارائن نے خون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے جسم کو زور سے جھٹکا اور اچھل کر عمران پر آ پڑا۔ مگر عمران نے اسے ایک بار پھر دوسری طرف اچھال دیا تھا۔

پنڈت نارائن نے اچھلتے ہی اپنے پیر زمین پر رکھے اور پھر جیسے زمین نے اسے دوبارہ اچھال دیا۔ وہ فضا میں قلابازی کھا کر بجلی کی سی تیزی سے دوبارہ عمران کی طرف آیا تھا۔ اس بار اس نے گھٹنا موڑ کر عمران کے سینے پر مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن عمران نے اپنے اوپری جسم کو مخالف سمت میں کرتے ہی نچلا دھڑ فضا میں اٹھایا اور اس کے دونوں بوٹوں کی ایڑیاں پوری قوت سے پنڈت نارائن کی ٹانگوں کے درمیانی حصے پر پڑیں۔ پنڈت نارائن کے حلق سے ایک ہولناک چیخ نکلی اور وہ ایک بار پھر اچھل کر گر گیا اور بری طرح سے تڑپنے لگا۔ عمران پر تو جیسے اب جنون سا طاری ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اس نے ایک زوردار ٹھوکر پنڈت نارائن کے پہلو پر اس انداز میں

ماری کہ پنڈت نارائن کا جسم کسی گیند کی طرح فضا میں اچھلا اور پھر وہ رول ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر عمران اب بھلا اسے کہاں موقع دینے والا تھا۔ وہ پنڈت نارائن کے قریب آیا اور پھر اس کی ٹانگیں مسلسل پنڈت نارائن کی پسلیوں، اس کی گردن اور اس کی کمر پر ضربیں لگانے لگیں اور پنڈت نارائن کا جسم بری طرح سے پھڑکنے لگا۔ وہ عمران کی ٹانگوں سے خود کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر عمران کی ٹھوکر جب اس کے سر پر پڑی تو اسے حقیقتاً دن میں تارے نظر آ گئے تھے۔ اسی لمحے یکے بعد دیگرے کئی ضربیں اس کے سر پر پڑیں تو پنڈت نارائن کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور ساکت ہو گیا۔ تکلیف اور شدید ضربات کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اسے ساکت ہوتے دیکھ کر عمران کی ٹانگیں رک گئیں۔ اسے واقعی پنڈت نارائن کے اس طرح اچانک حملہ کرنے پر غصہ آ گیا تھا۔

باہر سے مسلسل فائرنگ اور انسانی چیخوں کے ساتھ ساتھ دوڑنے بھاگنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پنڈت نارائن کو بے ہوش ہوتے دیکھ کر عمران وہاں موجود ایک کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر باہر فائرنگ ہوتی رہی پھر فائرنگ ختم ہو گئی اور چند ہی لمحوں بعد اس کے ساتھی بھاگتے ہوئے واپس اندر آ گئے اور عمران کو کرسی پر بیٹھے اور پنڈت نارائن کو زخمی حالت میں بے ہوش دیکھ کر وہ بے اختیار ٹھٹھک گئے۔

"عمران صاحب۔ باہر ہم نے سب کو ختم کر دیا ہے۔ باہر اس کے تقریباً تیس آدمی تھے جو باقاعدہ ہمارے مقابلے پر آگئے تھے۔ مگر ہم نے ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا"۔ صفدر نے عمران کے قریب آکر کہا۔

"تم میں سے کوئی زخمی تو نہیں ہوا"۔ عمران نے ان کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ سب کے سب محفوظ ہیں"۔ صفدر نے جلدی سے کہا۔

"یہ جگہ کون سی ہے۔ فائرنگ کی آواز سے ارد گرد کے ماحول پر کیا اثر ہوا ہے"۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ ایک بڑی کوٹھی نما عمارت ہے۔ جو آبادی سے الگ تھلگ مقام پر ہے۔ ہم نے باہر کا راؤنڈ لگا لیا ہے۔ یہاں ایسی اور بھی کوٹھیاں موجود ہیں جو بہت دور دور اور فاصلے پر ہیں۔ جہاں تک فائرنگ کی آواز مشکل سے ہی گئی ہوگی۔ شاید یہ کوئی نئی کالونی ہے جہاں اکادکا کوٹھیاں موجود ہیں اور وہ بھی تقریباً خالی ہی نظر آ رہی تھیں"۔ صفدر نے کہا۔

"گڈ، اس کا مطلب ہے یہ جگہ ہمارے لئے بہترین پناہ گاہ ثابت ہو سکتی ہے"۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پناہ گاہ۔ کیا تمہارا یہاں رکنے کا پروگرام ہے"۔ جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں، یہ پنڈت نارائن کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں ہمیں ہر سہولت میسر آ سکتی ہے۔ کسی دوسری جگہ ہماری تلاش میں چھاپے مارے جا سکتے ہیں مگر اس طرف مشکل سے ہی کسی کو خیال آئے گا"۔ عمران نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگے۔

"ٹھیک ہے۔ تم ان لوگوں کی لاشوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کسی بڑے کمرے میں ڈال دو اور اس پنڈت نارائن کو بھی باندھ کر کسی کمرے میں قید کر دو۔ اب ہم اپنے مشن کی تکمیل تک یہیں رہیں گے"۔ عمران نے کہا تو اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور وہ وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ عمران چند لمحے کرسی پر بیٹھا سوچتا رہا پھر وہ اٹھا اور کمرے کی مشینوں کو غور سے دیکھنے لگا۔ کمرے میں فولادی الماریاں بھی موجود تھیں۔ عمران نے ان کی تلاشی لی تو اسے ایک الماری سے ایک ٹرانسمیٹر بھی مل گیا۔ ٹرانسمیٹر دیکھ کر عمران کو کوئی خیال آیا تو وہ ٹرانسمیٹر لے کر دوبارہ کرسی پر آ بیٹھا اور اسے آن کر کے اس پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ پرنس آف ڈھمپ کالنگ۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اوور"۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے عمران نے تیز تیز لہجے میں کہنا شروع کر دیا۔

"یس۔ اے جے اٹنڈنگ یو پرنس۔ کیا یہ آپ کی کال ہے۔ آپ زندہ ہیں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے آغا جمشید کی حیرت زدہ آواز سنائی دی اور عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"کیوں، کیا تمہیں میری موت کی اطلاع ملی تھی۔ اوور"۔ عمران

نے کہا۔

"یس پرنس۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ کوبرا فورس آپ کو گرفتار کر کے بلیک ہاؤس میں لے گئی ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی میں فوری طور پر اپنے آدمیوں کو لے کر بلیک ہاؤس پر چڑھ دوڑا تھا۔ ہم نے بلیک ہاؤس پر خوفناک حملہ کر کے کوبرا فورس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا تھا اور ہم نے وہاں کے انچارج سوامی داس کو پکڑ لیا تھا۔ مگر اس نے بتایا تھا کہ مارشل مہادیو نے آپ اور آپ کے پورے گروپ کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس نے ہمیں آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی لاشیں بھی دکھائی تھیں۔ جنہیں دیکھ کر میں غصے سے پاگل ہو گیا تھا اور میں نے فائرنگ کر کے سوامی داس کے جسم کے چیتھڑے اڑا دیئے تھے۔ ہمیں آپ اور آپ کے ساتھیوں کی ہلاکت پر بے حد افسوس تھا۔ مگر اب آپ کی آواز سن کر میرے جسم میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ زندہ ہیں اور۔ اور"۔ آغا جمشید جوشیلے انداز میں بول رہا تھا اور عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

عمران نے اس کے خاموش ہونے پر اسے مختصر طور پر تفصیل بتا دی کہ کوبرا فورس کے انچارج سوامی داس نے وہاں مارشل مہادیو کے ساتھ کیا ڈرامہ کھیلا تھا اور اس نے آغا جمشید کو پنڈت نارائن اور یہاں ہونے والے ہنگامے کی بھی تفصیلات بتا دی تھیں۔ وہ جس ٹرانسمیٹر پر آغا جمشید سے بات کر رہا تھا وہ جدید اور سپیشل ٹرانسمیٹر تھا

جس کے بارے میں عمران کو بخوبی علم تھا کہ اس کی کال کسی بھی صورت میں چیک نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس لئے وہ آغا جمشید سے کھل کر بات کر رہا تھا۔ کیونکہ آغا جمشید کے پاس بھی ایسا ہی ٹرانسمیٹر تھا۔

"اوہ، تو یہ بات ہے پرنس۔ سوامی داس سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ابو عبداللہ ہیون ویلی میں نہیں ہے بلکہ مارشل مہادیو نے اسے اپنے ہیڈ کوارٹر میں رکھا ہوا ہے جو دارالحکومت میں کہیں موجود ہے۔ اوور"۔ آغا جمشید نے کہا تو اس کی بات سن کر عمران چونک پڑا۔

"اوہ، یہ واقعی اچھی خبر ہے۔ کیا تم نے سوامی داس سے مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کی تفصیل نہیں پوچھی۔ اوور"۔ عمران نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

"وہ نہیں جانتا تھا پرنس۔ میں نے اس پر بہت دباؤ ڈالا تھا کہ وہ کسی طرح مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کچھ بتا دے۔ مگر وہ واقعی نہیں جانتا تھا۔ اوور"۔ آغا جمشید نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہیون ویلی کا لیڈر ابو عبداللہ دارالحکومت میں ہے اور مارشل مہادیو کا ہیڈ کوارٹر بھی۔ اسے ہم تلاش کر ہی لیں گے۔ میں نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے کال کی تھی۔ تم ایسا کرو کہ ایٹمی ٹیکنالوجی کے سائنسدان ڈاکٹر عبدالرشید اور سٹار میزائل کے موجد ڈاکٹر رام پرشاد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ وہ کن لیبارٹریوں میں کام کرتے ہیں۔ ان کی رہائش کہاں ہے اور ان کی تمام مصروفیات کی

رپورٹ مجھے چاہئے۔اوور"۔ عمران نے کہا۔

"اوکے پرنس۔یہ کام میں کر لوں گا۔اوور"۔آغا جمشید نے کہا۔

"یہ کام کب تک ہو جائے گا۔اوور"۔ عمران نے پوچھا۔

"ایک دن تو لگے گا پرنس۔میرے آدمی وزارت سائنس کے شعبے میں بھی موجود ہیں۔میں ان سے رابطہ کرتا ہوں اور انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ ان دونوں سائنسدانوں کے بارے میں مجھے پوری تفصیلات فراہم کریں۔اس کام میں انہیں بھی کچھ وقت بہرحال لگ سکتا ہے۔اوور"۔آغا جمشید نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔میں تمہاری کال کا انتظار کروں گا۔ہم نے اب فوری کارروائی کرنی ہے۔ہم جتنا وقت ضائع کریں گے ہمارے لئے اتنی ہی پریشانیاں بڑھتی جائیں گی۔اوور"۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"یس پرنس، یہ تو ہے۔بہرحال آپ بے فکر رہیں۔میں جلد سے جلد آپ کو کال کرنے کی کوشش کروں گا۔اس کے علاوہ میری یہ بھی کوشش ہو گی کہ کسی طرح مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں بھی پتہ چل جائے۔میں چاہتا ہوں کہ ہم ابو عبداللہ کو بھی جلد سے جلد وہاں سے نکال لیں۔ان لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔وہ ابو عبداللہ کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔اوور"۔آغا جمشید نے کہا۔

"ہاں، اس کا مجھے بھی احساس ہے۔لیکن تم مت گھبراؤ۔وہ ابو عبداللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔اگر انہوں نے ابو عبداللہ کو

نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔میں کافرستان میں ایسی خوفناک تباہی لاؤں گا جسے روکنا ان کے بس کی بات نہیں ہو گی۔اوور"۔ عمران نے کہا۔ پھر اس نے آغا جمشید کو چند مزید ہدایات دے کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔وہ چند لمحے سوچتا رہا اور پھر کچھ سوچ کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور اس کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔اس کے ساتھی باہر سے لاشیں اٹھا اٹھا کر ایک کمرے میں ڈالنے میں مصروف تھے۔عمران نے انہیں اپنے کام میں مصروف پا کر کوئی بات نہیں کی اور پوری عمارت کا راؤنڈ لگا کر اس کی تفصیلی معلومات ذہن نشین کرتے ایک کمرے میں آ گیا۔یہ آفس ٹائپ کا کمرہ تھا جس کی سجاوٹ بتا رہی تھی کہ وہ پنڈت نارائن کا دفتر تھا۔عمران بڑے اطمینان سے پنڈت نارائن کی کرسی پر بیٹھ گیا اور میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون سیٹوں کی جانب دیکھنے لگا۔پھر ایک فون پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔یہ سیٹلائٹ سسٹم فون تھا جس کی کال کسی بھی صورت میں ٹریس نہیں کی جا سکتی تھی۔

عمران نے فون اٹھایا اور نمبر ملانے لگا۔

"یس۔انکوائری پلیز"۔دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"دارالحکومت کا رابطہ نمبر دیں۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے اسے نمبر بتا دیا گیا۔عمران نے کریڈل دبا کر ٹون چیک کی اور ایک اور نمبر ملانے لگا۔دارالحکومت کی انکوائری کے نمبر

ملا کر عمران نے پہلے سیکرٹریٹ اور پھر سیکرٹریٹ سے پریذیڈنٹ ہاؤس کا نمبر معلوم کیا اور پھر وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف مسلسل گھنٹی بج رہی تھی۔

" یس، پریذیڈنٹ سرکل "۔ دوسری طرف سے ایک بھاری اور کرخت آواز سنائی دی۔ عمران اس آواز کو پہچانتا تھا۔ یہ آواز صدر کے چیف سیکرٹری کرنل وشال کی تھی۔ جس سے وہ پہلے بھی کئی مشنوں کے دوران بات کر چکا تھا۔

" میں گریٹ لینڈ سے پرائم منسٹر کا چیف سیکرٹری رابرٹ مارکلے بول رہا ہوں۔ میری صدر سے بات کراؤ۔ میں جناب پرائم منسٹر کا ایک اہم پیغام صدر کو دینا چاہتا ہوں اور پھر شاید پرائم منسٹر صاحب خود بھی صدر صاحب سے بات کریں گے "۔ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

" اوہ، یس سر۔ ہولڈ کیجئے سر۔ میں بات کراتا ہوں۔ دوسری طرف سے کرنل وشال نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے دوسری طرف چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی اور آدھے منٹ بعد کافرستان کے صدر کی گھمبیر آواز سنائی دی تھی۔

" یس، پریذیڈنٹ آف کافرستان سپیکنگ۔ صدر نے کہا اور عمران کے ہونٹوں پر ایک شرارت انگیز مسکراہٹ آ گئی۔ اس کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ وہ کافرستانی صدر کے ساتھ نئی شرارت کے موڈ میں تھا۔

" یہ، یہ تم نے کیا کیا ہے "۔ ابو عبداللہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مارشل مہادیو کو میز پر بے ہوش پڑے دیکھ کر حیرت کی شدت سے کراسٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" فی الحال تو میں نے اسے بے ہوش کیا ہے۔ اگر میں چاہوں تو اسی طرح ایک لمحے میں اسے ہلاک بھی کر سکتی ہوں "۔ کراسٹی نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

" اوہ، مگر یہ کس طرح سے ممکن ہے۔ ایک معمولی بٹن سے تم نے تو اسے تڑپا کر رکھ دیا تھا۔ یہ تو ایسے تڑپ رہا تھا جیسے اس کے جسم میں ہزاروں وولٹ کرنٹ دوڑ رہا تھا "۔ ابو عبداللہ نے بدستور آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

" یہ جادو کا بٹن ہے۔ بہرحال اب تو آپ کو یقین آ گیا ہے کہ میں اس کی ساتھی نہیں ہوں "۔ کراسٹی نے کہا تو ابو عبداللہ نے اس کی

طرف غور سے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ویری گڈ"۔ کراسٹی نے انہیں مانتے دیکھ کر خوش ہو کر کہا۔

"لیکن تم نے اسے بے ہوش کیوں کر دیا ہے"۔ ابو عبداللہ نے چند لمحے توقف کے بعد اس سے پوچھا۔

"میں آپ کو یہاں سے لے کر جلد سے جلد نکلنا چاہتی ہوں۔ مارشل مہادیو کا کنٹرول میرے ہاتھ میں ہے۔ میں جو کہوں گی یہ وہی کرے گا۔ اس کا یہاں ایک ہیلی کاپٹر موجود ہے جس میں یہ آسانی سے ہیون ویلی میں آ جا سکتا ہے۔ ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے مخصوص ہیلی کاپٹر اور اس کی موجودگی کی وجہ سے ہماری چیکنگ نہیں کی جائے گی اور ہم بلا روک ٹوک ہیون ویلی میں چلے جائیں گے۔ پھر میں آپ کو ایسی جگہ اتار دوں گی جہاں سے آپ آسانی کے ساتھ اپنے آدمیوں تک پہنچ سکیں۔ اس کے بعد آپ کو کیا کرنا ہے یہ آپ خود بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو"۔ کراسٹی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"گڈ، یہ واقعی سب سے آسان طریقہ ہے ورنہ ان لوگوں نے ہیون ویلی کو جس طرح سیلڈ کر رکھا ہے میرا ہیون ویلی میں داخلہ ممکن ہی نہیں تھا"۔ ابو عبداللہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو میں آپ سے کہہ رہی تھی کہ مجھ پر اعتماد کریں۔ میں آپ کو ہر حال میں ہیون ویلی میں پہنچا کر رہوں گی"۔ کراسٹی نے کہا۔

"اب مجھے تم پر پورا اعتماد ہے۔ تم نے مارشل مہادیو کے ساتھ جو

سلوک کیا ہے ایسا سلوک اس کا کوئی ساتھی ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے بیٹی"۔ ابو عبداللہ نے کہا۔

"آزادی کے متوالوں کو ان کے ناموں سے نہیں ان کے کارناموں سے یاد رکھا جاتا ہے"۔ کراسٹی نے مسکرا کر کہا اور ابو عبداللہ کے ہونٹوں پر ایک مشفقانہ مسکراہٹ آ گئی۔

"بہت خوب۔ تم جیسی بیٹیوں اور عظیم ماؤں کے وہ بیٹے جو ہیون ویلی کی آزادی کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں اور خون کے نذرانے دے رہے ہیں کی وجہ سے ہم یقیناً ایک نہ ایک دن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ دن دور نہیں جب ہیون ویلی سے کافرستان فوج کے ظلم کے سیاہ بادل چھٹ جائیں گے اور ہیون ویلی ایک آزاد اور خود مختار ملک بن جائے گا۔ جہاں ہم سب آزاد فضا میں سانس لے رہے ہوں گے"۔ ابو عبداللہ نے جوش و جذبات سے لبریز لہجے میں کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہو گا"۔ کراسٹی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"انشاء اللہ"۔ ابو عبداللہ نے کہا۔

"ابو عبداللہ۔ اب آپ یہیں رکیں۔ یہاں سے نکلنے سے پہلے میں ایک ضروری کام کرنا چاہتی ہوں۔ اس کام میں مجھے زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لگے گا۔ اس آدھے گھنٹے بعد آپ آزادی کی فضاؤں میں سانس لے رہے ہوں گے اور ہم ہیون ویلی کی طرف رواں دواں ہوں گے"۔ کراسٹی نے کہا۔

" ٹھیک ہے بیٹی"۔ ابو عبداللہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ کراسٹی نے مشین گن انہیں دیتے ہوئے کہا کہ اول تو مارشل مہادیو کو جلد ہوش آئے گا نہیں اگر پھر بھی اسے ہوش آگیا تو وہ اسے اس وقت تک کور کر کے رکھیں جب تک وہ واپس نہ آجائے۔ اس نے ابو عبداللہ کو کمرہ اندر سے لاک کرنے کو کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ جب وہ آئے گی تو وہ تین بار مخصوص انداز میں دروازے پر دستک دے گی۔ تب وہ دروازہ کھولیں ورنہ کسی بھی صورت میں دروازہ نہ کھولیں۔ ابو عبداللہ نے اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی حامی بھری تو کراسٹی دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آگئی اور ابو عبداللہ نے سائیڈ میں ہو کر دروازہ بند کر کے لاک کر دیا تاکہ اگر باہر کوئی ہو تو وہ اسے نہ دیکھ سکے۔

باہر میجر گھوشی چار مسلح افراد کے ساتھ موجود تھا۔ کیپٹن ماریا کو باہر نکلتے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

" یہ سب کیا ہو رہا ہے کیپٹن ماریا۔ چیف نے میجر وشرام کو کیوں قید کروا دیا ہے اور ابو عبداللہ اندر کیا کر رہا ہے اور وہ دو لاشیں"۔ میجر گھوشی نے کراسٹی پر سوالات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ اسی کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

" بتاتی ہوں۔ تم تو ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گئے ہو"۔ کراسٹی نے مسکرا کر کہا۔

" بات ہی ایسی ہے کہ مجھ سے صبر ہی نہیں ہو رہا"۔ میجر گھوشی نے

جواباً مسکرا کر کہا۔ دوسرے چند افراد کی طرح وہ بھی کیپٹن ماریا سے کلوز معلوم ہو رہا تھا۔

" چیف کو رپورٹ ملی تھی کہ میجر وشرام اور اس کے چند ساتھی جن کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے ہمارے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس لئے چیف نے فوری طور پر میجر وشرام کو گرفتار کرنے کے احکامات دیئے تھے"۔ کیپٹن ماریا نے بات بناتے ہوئے کہا۔

" پاکیشیا سیکرٹ سروس کے جاسوس ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہاں۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ یہ سب کیسے ممکن ہے اور میجر وشرام"۔ میجر گھوشی نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

" کیسے ہو سکتا ہے۔ یہی معلوم کرنے کی تو چیف کوشش کر رہے ہیں۔ کسی مخبر نے چیف کو اطلاع دی تھی کہ میجر وشرام ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا آلہ کار ہے۔ بہر حال چیف انکوائری کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ جلد ہی ساری حقیقت سامنے آجائے گی"۔ کراسٹی نے جلدی سے کہا۔

" انتہائی حیرت انگیز باتیں بتا رہی ہو تم۔ مگر وہ دو لاشیں"۔ میجر گھوشی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ان دونوں نے چیف پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں فوراً حرکت میں آکر ان کو ہلاک نہ کر دیتی تو وہ چیف کو مار دیتے۔ وہ دونوں اچانک کمرے میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے مشین گنیں

چیف پر تان لیں تھیں۔ میں اتفاقاً سائیڈ والے کمرے میں تھی۔ ان کی آوازیں سن کر میں چونک پڑی اور میں نے چھپ کر انہیں دیکھا تو میں حیران رہ گئی۔ وہ چیف کو ہلاک کرنے اور ابو عبداللہ کو وہاں سے لے جانے کی دھمکی دے رہے تھے۔ انہیں شاید وہاں میری موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ میرے پاس مشین پسٹل تھا۔ میں نے دوسرے کمرے کی دیوار کی آڑ سے ان پر فائرنگ کر دی جس سے وہ دونوں وہیں ہلاک ہو گئے تھے۔ وہ یقیناً پاکیشیائی ایجنٹ تھے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"اوہ، اگر ایسی بات ہے تو چیف نے ابو عبداللہ کو خفیہ لاک اپ سے باہر کیوں نکالا ہے۔ اگر ان لوگوں کے اور ساتھی یہاں ہوئے تو"۔ میجر گھوشی نے کہا۔ اس کے لہجے میں شکوک و شبہات کے سائے تھے۔

"چیف اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ یقیناً جانتا ہو گا کہ یہاں اس کے ساتھی کون ہیں"۔ کراسٹی نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"وہ تو لاک اپ میں تھا۔ وہ کیسے جانتا ہو گا کہ اس کی مدد کو یہاں کون آیا ہے"۔ میجر گھوشی نے کہا وہ ضرورت سے زیادہ عقلمند نظر آ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ہر پہلو پر کراسٹی سے سوال کر رہا تھا۔

"یہ میں نہیں جانتی۔ تم چیف کو تو جانتے ہی ہو۔ وہ اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا"۔ کراسٹی نے منہ بنا کر

کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر میجر وشرام تو کچھ اور ہی کہہ رہا تھا"۔ میجر گھوشی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس نے یہی کہا تھا کہ میں اصلی کیپٹن ماریا نہیں ہوں۔ اصلی کیپٹن ماریا کہیں اور ہے اور اس نے اس کے سیل فون پر میسج دیا ہے کہ میں نقلی کیپٹن ماریا ہوں۔ مجھے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ وہ ہیڈ کوارٹر آ رہی ہے"۔ کراسٹی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہی کہا تھا اس نے اور اس کا خیال تھا کہ تم نے ہی چیف کو کسی طرح مجبور کیا ہو گا تاکہ اسے گرفتار کر لیا جائے"۔ میجر گھوشی نے کہا۔

"ہونہہ، کیا تم نے محسوس کیا تھا کہ چیف کسی بھی طرح میرے کنٹرول میں تھا"۔ کراسٹی نے منہ بنا کر کہا۔

"نہیں"۔ میجر گھوشی نے کہا۔

"اور تمہیں کیا لگتا ہے۔ کیا میں نقلی ہو سکتی ہوں"۔ کیپٹن ماریا نے کہا اور میجر گھوشی اس کی جانب غور سے دیکھنے لگا۔

"نہیں، تمہاری شکل و صورت، آواز اور تمہارا مجھ سے بات کرنے کا انداز وہی ہے۔ اگر تم نقلی کیپٹن ماریا ہوتیں تو تم میں اصلی کیپٹن ماریا سے کچھ تو فرق ہوتا"۔ میجر گھوشی نے کہا۔

"تو بس۔ سمجھ جاؤ میجر وشرام چیف کو ڈاج دے رہا تھا اور اس نے ان دو آدمیوں کو چیف کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا تھا"۔ کراسٹی نے

کہااور میجر گھوشی کچھ کچھ سمجھ جانے والے انداز میں سرہلانے لگا۔

" اچھا اب غور سے سنو۔چیف نے سب لوگوں کو زیرو ہال میں بلانے کا حکم دیا ہے ۔اس کا کہنا ہے کہ ہیڈ کوارٹر میں جتنے بھی افراد ہیں ۔سب زیرو ہال میں جمع ہو جائیں ۔چیف الٹرا سٹار لائٹ مشین سے ان سب کی چیکنگ کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان مزید افراد کو تلاش کیا جاسکے جو پاکیشیائی ایجنٹ یا ان کے ساتھی ہیں ۔وہ یقیناً میک اپ میں ہوں گے اور الٹرا سٹار لائٹ مشین کی ریز چونکہ پوری طرح زیرو ہال میں پھیل جاتی ہیں اور وہاں سب لوگ ہوں گے تو فوری ان کا پتہ چل جائے گا۔ تم فوراً جاؤ اور ایک ایک کو نکال کر زیرو ہال میں آ جاؤ"۔کراسٹی نے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔کیا تم بھی وہاں آرہی ہو"۔میجر گھوشی نے کہا۔

" شاید"۔کراسٹی نے مبہم سے انداز میں کہا اور میجر گھوشی اپنے ساتھ چاروں مسلح افراد کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔کراسٹی چند لمحے وہاں کھڑی سوچتی رہی پھر وہ آگے بڑھی اور مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی ایک سٹور روم میں آ گئی۔اس سٹور روم میں ہیڈ کوارٹر میں استعمال میں ہونے والی ہر چیز موجود تھی۔کراسٹی سٹور روم کا ایک خفیہ راستہ کھول کر دوسرے کمرے میں آئی جہاں ہر طرح کا اسلحہ بڑی تعداد میں موجود تھا۔کراسٹی اس اسلحے کو غور سے دیکھنے لگی۔ پھر ایک الماری میں اسے ٹائم بم نظر آئے تو اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے جلدی سے چار ٹائم بم اٹھائے اور انہیں آن کر کے ان پر تین

گھنٹوں کا ٹائم ایڈجسٹ کیا اور انہیں سٹور روم میں ایسی جگہ میں چھپانے میں مصروف ہو گئی جہاں سے ان بموں کو کوئی آسانی سے تلاش نہ کر سکتا تھا۔ پھر اس نے وہاں سے ایک تھیلا اٹھایا اور اس تھیلے میں اپنے مطلب کا اسلحہ بھرنے میں مصروف ہو گئی۔اس نے تھیلا بھر کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور سٹور روم سے باہر نکل کر خفیہ دروازہ بند کر دیا اور پھر سٹور روم سے باہر نکلتی چلی گئی۔ باہر کوئی پہرے دار موجود نہیں تھا۔شاید میجر گھوشی ان سب کو زیرو ہال میں لے گیا تھا۔کراسٹی کے چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ تھی۔وہ تیز تیز چلتی ہوئی مارشل مہادیو کے آفس کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ مارشل مہادیو کے آفس کے دروازے کے پاس جا کر اس نے دروازے پر تین بار مخصوص انداز میں دستک دی تو اندر سے ابو عبداللہ نے اس کی مخصوص دستک کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا۔اندر کا ماحول ویسا ہی تھا جیسا کراسٹی چھوڑ کر گئی تھی۔مارشل مہادیو بدستور بے ہوش پڑا تھا۔

" سب ٹھیک ہے "۔کراسٹی نے اندر آتے ہوئے ابو عبداللہ سے پوچھا۔

" ہاں، سب ٹھیک ہے ۔ تم کہاں گئی تھیں اور یہ تھیلا۔کیا ہے اس میں "۔ابو عبداللہ نے کراسٹی کے کاندھے پر بھاری بھرکم تھیلا دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

" اس میں اسلحہ ہے ۔اس کی ہمیں کبھی بھی اور کسی بھی وقت

ضرورت پڑ سکتی ہے"۔ کراسٹی نے کہا اور پھر اس نے اسلحے سے بھرا ہوا تھیلا صوفے پر رکھ دیا۔ اس نے کچھ سوچ کر شمالی دیوار پر ہاتھ مارا تو دیوار کا ایک چوکور حصہ کسی چوکھٹے کی طرح اوپر اٹھتا چلا گیا اور وہاں خاصا بڑا خلا نظر آنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے خلا سے ایک ویژنل سکرین نکل کر باہر آ گئی اور پوری طرح سے اس خلا میں فٹ ہو گئی۔ کراسٹی نے اس کا ایک بٹن دبایا تو سکرین فوراً روشن ہو گئی۔ اس پر ایک کوریڈور کا منظر ابھر آیا۔

کوریڈور بالکل خالی تھا۔ کراسٹی نے سکرین کے نیچے لگا دوسرا بٹن پریس کیا تو سکرین کا منظر بدل گیا۔ اور سکرین پر ایک اور راستہ دکھائی دینے لگا۔ کراسٹی مسلسل بٹن دباتی چلی گئی۔ سکرین پر منظر بدل رہے تھے جب سکرین پر ایک بڑے ہال کا منظر نمودار ہوا تو کراسٹی نے ہاتھ روک لیا۔ ہال میں بے شمار افراد نظر آ رہے تھے اور وہ مختلف دروازوں سے داخل ہو کر اس ہال میں اکٹھے ہوتے جا رہے تھے

"گڈ"۔ کراسٹی نے کہا اور سکرین کے سامنے سے ہٹ گئی۔

"یہ سب ایک جگہ کیوں اکٹھے ہو رہے ہیں"۔ ابو عبداللہ نے حیرانی سے سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اپنی موت آپ مرنے کے لئے"۔ کراسٹی نے مسکرا کر کہا۔ اس کے لہجے میں یکلخت بے پناہ سفاکی ابھر آئی تھی۔

"کیا مطلب"۔ ابو عبداللہ نے بری طرح سے اچھل کر کہا۔

"ابھی بتاتی ہوں۔ آپ بس دیکھتے جائیں"۔ کراسٹی نے کہا پھر وہ

گھوم کر مارشل مہادیو کے پاس گئی۔ اس نے مارشل مہادیو کی گردن اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے ایک جھٹکے سے اٹھا کر اپنی کمر پر لاد لیا۔ مارشل مہادیو کا جسم بے حد بھاری بھرکم تھا لیکن اسے کراسٹی نے یوں اٹھا لیا تھا جیسے اس کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو کو جس طرح اٹھا کر اپنی کمر پر لادا تھا یہ دیکھ کر ابو عبداللہ کی آنکھیں پھٹ پڑی تھیں۔ تنک منک سی نظر آنے والی لڑکی میں واقعی بہت طاقت تھی۔ اس نے مارشل مہادیو کو اس کی کرسی سے اٹھا کر کمر پر لادا اور ایک صوفے پر ڈال دیا اور پھر میز کی دوسری طرف جا کر مارشل مہادیو کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"بیٹھ جائیں ابو عبداللہ اور اب ان کی موت کا تماشہ دیکھیں"۔ کراسٹی نے کہا تو ابو عبداللہ خاموشی سے سکرین کے سامنے ایک دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔ وہ حیران تھے کہ یہ لڑکی ان سب کو ایک ساتھ ہلاک کرنے کے لئے کیا کرنے والی تھی۔ ہال میں اکٹھے ہونے والے افراد کی تعداد کسی بھی طرح دو سو سے کم نہ تھی اور ان میں سے زیادہ افراد کے ہاتھوں میں مشین گنیں اور دوسرا اسلحہ نظر آ رہا تھا۔

کراسٹی نے مارشل مہادیو کی میز کو غور سے دیکھا اور پھر سامنے پڑی ہوئی چیزوں کو دائیں بائیں ہٹانے لگی۔ پھر اس نے میز کی سطح پر ہاتھ رکھ کر سطح پر دباؤ ڈالا تو اچانک کٹاک کی آواز کے ساتھ میز کی سطح کا ایک حصہ میز میں غائب ہوتا چلا گیا۔ وہاں بھی ایک خلا بن گیا تھا۔

ضرورت پڑ سکتی ہے"۔ کراسٹی نے کہا اور پھر اس نے اسلحے سے بھرا ہوا تھیلا صوفے پر رکھ دیا۔ اس نے کچھ سوچ کر شمالی دیوار پر ہاتھ مارا تو دیوار کا ایک چوکور حصہ کسی چوکھٹے کی طرح اوپر اٹھتا چلا گیا اور وہاں خاصا بڑا خلا نظر آنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے خلا سے ایک ویژنل سکرین نکل کر باہر آ گئی اور پوری طرح سے اس خلا میں فٹ ہو گئی۔ کراسٹی نے اس کا ایک بٹن دبایا تو سکرین فوراً روشن ہو گئی۔ اس پر ایک کوریڈور کا منظر ابھر آیا۔

کوریڈور بالکل خالی تھا۔ کراسٹی نے سکرین کے نیچے لگا دوسرا بٹن پریس کیا تو سکرین کا منظر بدل گیا۔ اور سکرین پر ایک اور راستہ دکھائی دینے لگا۔ کراسٹی مسلسل بٹن دباتی چلی گئی۔ سکرین پر منظر بدل رہے تھے جب سکرین پر ایک بڑے ہال کا منظر نمودار ہوا تو کراسٹی نے ہاتھ روک لیا۔ ہال میں بے شمار افراد نظر آ رہے تھے اور وہ مختلف دروازوں سے داخل ہو کر اس ہال میں اکٹھے ہوتے جا رہے تھے

"گڈ"۔ کراسٹی نے کہا اور سکرین کے سامنے سے ہٹ گئی۔

"یہ سب ایک جگہ کیوں اکٹھے ہو رہے ہیں"۔ ابو عبداللہ نے حیرانی سے سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اپنی موت آپ مرنے کے لئے"۔ کراسٹی نے مسکرا کر کہا۔ اس کے لہجے میں یکلخت بے پناہ سفاکی ابھر آئی تھی۔

"کیا مطلب"۔ ابو عبداللہ نے بری طرح سے اچھل کر کہا۔

"ابھی بتاتی ہوں۔ آپ بس دیکھتے جائیں"۔ کراسٹی نے کہا پھر وہ

گھوم کر مارشل مہادیو کے پاس گئی۔ اس نے مارشل مہادیو کی گردن اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے ایک جھٹکے سے اٹھا کر اپنی کمر پر لاد لیا۔ مارشل مہادیو کا جسم بے حد بھاری بھر کم تھا لیکن اسے کراسٹی نے یوں اٹھا لیا تھا جیسے اس کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو کو جس طرح اٹھا کر اپنی کمر پر لادا تھا یہ دیکھ کر ابو عبداللہ کی آنکھیں پھٹ پڑی تھیں۔ تتک منک سی نظر آنے والی لڑکی میں واقعی بہت طاقت تھی۔ اس نے مارشل مہادیو کو اس کی کرسی سے اٹھا کر کمر پر لادا اور ایک صوفے پر ڈال دیا اور پھر میز کی دوسری طرف جا کر مارشل مہادیو کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"بیٹھ جائیں ابو عبداللہ اور اب ان کی موت کا تماشہ دیکھیں"۔ کراسٹی نے کہا تو ابو عبداللہ خاموشی سے سکرین کے سامنے ایک دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔ وہ حیران تھے کہ یہ لڑکی ان سب کو ایک ساتھ ہلاک کرنے کے لئے کیا کرنے والی تھی۔ ہال میں اکٹھے ہونے والے افراد کی تعداد کسی بھی طرح دو سو سے کم نہ تھی اور ان میں سے زیادہ افراد کے ہاتھوں میں مشین گنیں اور دوسرا اسلحہ نظر آ رہا تھا۔

کراسٹی نے مارشل مہادیو کی میز کو غور سے دیکھا اور پھر سامنے پڑی ہوئی چیزوں کو دائیں بائیں ہٹانے لگی۔ پھر اس نے میز کی سطح پر ہاتھ رکھ کر سطح پر دباؤ ڈالا تو اچانک کٹاک کی آواز کے ساتھ میز کی سطح کا ایک حصہ میز میں غائب ہوتا چلا گیا۔ وہاں بھی ایک خلا بن گیا تھا۔

پھر اس خلا میں بے شمار بٹنوں اور ڈائلوں والا کنٹرول پینل نکل کر باہر آنے لگا اور میز کی سطح کے برابر آ کر رک گیا۔ کنٹرول پینل کو دیکھ کر کراسٹی کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ غور سے اس کنٹرول پینل کو دیکھنے لگی۔ چند ہی لمحوں میں اس نے یوں سر ہلانا شروع کر دیا جیسے وہ ان تمام بٹنوں اور ڈائلوں کا استعمال سمجھ گئی ہو۔ اس سکرین اور کنٹرول پینل کے بارے میں بھی اسے کیپٹن ماریا سے معلومات ملی تھیں۔ مگر اسے چونکہ کنٹرول پینل کے فنکشن کے بارے میں علم نہ تھا اس لئے اسے سمجھنے میں اسے تھوڑا وقت لگ گیا تھا۔ وہ جس مجرم تنظیم سے وابستہ رہ چکی تھی اس کی وجہ سے اسے اس کنٹرول پینل کو سمجھنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ ایسے خود ساختہ سسٹم ساک لینڈ میں مجرم تنظیموں کے پاس عام تھے جن سے وہ اپنے گروپ کو کنٹرول میں رکھتے تھے اور ان کی حرکتوں پر نظر رکھ سکتے تھے۔

کراسٹی نے چند بٹن پریس کئے اور پھر سکرین کی جانب دیکھنے لگی۔ اس نے ایک بٹن دبایا تو کنٹرول پینل سے ایک راڈ سا نکل کر اسکے چہرے کے قریب آ گیا۔ جس کے سرے پر مائیک نصب تھا۔ ہال میں تقریباً تمام لوگ جمع ہو چکے تھے کیونکہ اب دروازوں سے اسے کوئی اندر آتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کراسٹی نے ایک بٹن پریس کیا تو اچانک اس ہال کے دروازے خود بخود بند ہوتے چلے گئے۔ دروازوں کو بند ہوتے دیکھ کر وہ سب چونک اٹھے تھے۔

" میجر گھوشی، کیا سب لوگ ہال میں آ چکے ہیں"۔ کراسٹی نے

مائیک کے قریب منہ کر کے سکرین پر نظر آنے والے میجر گھوشی سے مخاطب ہو کر کہا جو ایک سائیڈ میں کھڑا ان سب کو قطاروں میں کھڑا ہونے کے احکامات دے رہا تھا۔

کراسٹی کی آواز جیسے پورے ہال میں گونج اٹھی تھی۔ وہ سب چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگے تھے۔

" یس کیپٹن ماریا۔ میں نے سب کو بلالیا ہے"۔ میجر گھوشی نے سر اٹھا کر دیکھتے ہوئے اونچی مگر بے حد مؤدبانہ آواز میں کہا۔

" کوئی باہر تو نہیں رہ گیا"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

" نہیں۔ یہاں سب موجود ہیں"۔ میجر گھوشی نے اسی انداز میں جواب دیا۔

" گڈ"۔ کراسٹی نے کہا۔ ساتھ ہی اس نے کنٹرول پینل کا ایک بٹن پریس کیا تو اچانک ہال کی چھت کے قریب دیواروں میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کھلنے لگے اور ان سوراخوں سے مشین گنوں کی نالیں نکل نکل کر باہر آنے لگیں۔ سوراخوں کے کھلنے اور ان میں سے مشین گنوں کی نالیں نکلتی دیکھ کر نہ صرف میجر گھوشی بلکہ وہاں موجود تمام افراد بری طرح سے چونک اٹھے تھے۔

" کیپٹن ماریا۔ یہ۔ یہ"۔ میجر گھوشی نے یکلخت تھرتھراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ کراسٹی نے ایک دوسرا بٹن دبایا تو ڈائلوں پر لگی سوئیاں تھرتھرانے لگیں اور ہال کی دیواروں کے سوراخوں سے جھانکتی ہوئی مشین گنوں کی نالیں دائیں بائیں حرکت کرتی ہوئیں نیچے کو جھک

گئیں۔ اسی لمحے کراسٹی نے ایک سرخ بٹن پریس کر دیا۔ اسی لمحے کمرہ مشین گنوں کی خوفناک اور تیز ریٹ ریٹ کی اور انسانی چیخوں کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ مشین گنیں دائیں بائیں حرکت کرتی ہوئیں مسلسل شعلے اگل رہی تھیں اور ہال میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی لیکن کراسٹی نے چونکہ ہال کے دروازوں کو بند کر کے پہلے ہی لاک کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں وہاں سے بھاگنے یا کہیں پناہ لینے کی کوئی جگہ میسر نہ آ رہی تھی۔ وہ ہولناک انداز میں چیختے ہوئے گر رہے تھے۔ چونکہ فائرنگ اوپر اور چاروں طرف سے ہو رہی تھی اس لئے ان کے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں تھی۔ ہال کی زمین خون آلود لاشوں سے اٹتی جا رہی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے اوپر نیچے گر رہے تھے۔ کچھ مسلح افراد نے اپنی مشین گنوں سے فائرنگ کر کے دیواروں کے سوراخوں سے جھانکتی ہوئی مشین گنوں کی نالوں پر فائرنگ بھی کی تھی مگر وہاں کوئی انسان تو تھا نہیں جو ان کی گولیوں کا شکار ہو کر فائرنگ روک لیتا۔ مشین گنیں آٹومیٹک تھیں جن سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی اور ہال میں ان کی لاشوں کے پرخچے اڑتے جا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جیسے سارے ہال میں زندگی خاموش ہو گئی مگر مشین گنوں سے مسلسل گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ یہ ایسا خوفناک اور روح کو لرزا دینے والا منظر تھا جسے دیکھ کر ابو عبداللہ کی آنکھیں پھٹ پڑی تھیں۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو اس قدر بہیمانہ قتل و غارت سے روک دے مگر وہ خاموش تھا کیونکہ لڑکی جن لوگوں میں

موت بانٹ رہی تھی وہ بے حد سفاک، بے رحم اور خونخوار درندے تھے جو آج تک نجانے کس قدر بے گناہ اور معصوم انسانوں کی زندگیوں سے کھیل چکے تھے۔ ان میں سے بیشتر افراد وہ تھے جو آئے دن ہیون ویلی میں جا کر قتل و غارت کا طوفان برپا کر دیتے تھے۔ اور نہتے اور بے گناہ مسلمانوں کی زندگیوں سے خون کی ہولی کھیل کر فتح کا جشن مناتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کی موت پر ابو عبداللہ کو کوئی افسوس نہیں تھا۔

ہال میں لاشوں پر گولیاں برستی رہیں اور لاشوں کے کٹے پھٹے اعضاً ادھر ادھر اچھلتے رہے پھر یکلخت مشین گنیں خاموش ہو گئیں۔ ان مشین گنوں کے میگزین خالی ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ خاموش ہو گئی تھیں۔ کیونکہ کراسٹی نے مشین گنوں کی فائرنگ روکنے کے لئے کوئی بٹن نہیں دبایا تھا۔

جب ہال میں موجود تمام لوگ ہلاک ہو گئے تو کراسٹی نے ایک بٹن پریس کیا۔ اسی لمحے کنٹرول پینل دوبارہ میز میں اتر گیا اور میز کی سطح برابر ہوتی چلی گئی اور کراسٹی ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ میز کے پیچھے سے نکلی اور صوفے پر بے ہوش پڑے مارشل مہادیو کی طرف آ گئی۔ اس نے مارشل مہادیو کا منہ اور ناک پکڑ کر اسے ہوش دلایا۔ ہوش میں آتے ہی مارشل مہادیو ہذیانی انداز میں چیخنے لگا۔ خوف اور دہشت کی زیادتی سے اس کا رواں رواں لرز رہا تھا۔

"تت، تم نے تو کہا تھا کہ تم مجھے دوبارہ اذیت دینے کے لئے بٹن

نہیں دباؤ گی مگر" ۔ مارشل مہادیو نے کراسٹی کی جانب دہشت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" مارشل مہادیو ۔ میں نے تمہارے ہیڈ کوارٹر کے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا ہے ۔ وہ دیکھو سکرین کی طرف" ۔ کراسٹی نے جیسے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ مارشل مہادیو نے چونک کر دیوار گیر سکرین کی طرف دیکھا اور پھر اس کے منہ سے بے اختیار دہشت بھری چیخ نکل گئی۔ اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا اور اس کی آنکھیں یوں پھیل گئی تھیں جیسے ابھی حلقے توڑ کر باہر آگریں گی۔ اپنے ساتھیوں کی کٹی پھٹی لاشیں اور ان کے ٹکڑے دیکھ کر وہ یکبارگی پوری جان سے لرز اٹھا تھا۔

" اس وقت ہیڈ کوارٹر میں، میں، تم، ابو عبداللہ یا پھر میجر وشرام کے سوا کوئی زندہ نہیں بچا ہے جو نیچے تہہ خانے میں قید ہے" ۔ کراسٹی نے سفاکانہ لہجے میں کہا اور مارشل مہادیو پلٹ کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔

" تت، تم نے ان سب کو کیوں ہلاک کر دیا۔ یہ ۔ یہ ...." مارشل مہادیو نے لرزتے ہوئے کہا۔

" تم لوگوں نے ہیون ویلی کے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھا رکھے ہیں اور جس طرح معصوم اور بے گناہ انسانوں کو ہلاک کرتے پھرتے ہو ان کے مقابلے میں یہ ہلاکتیں کچھ بھی نہیں ہیں" ۔ کراسٹی نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

" مم، مگر ہیون ویلی میں، میں نے اور میرے ساتھیوں نے کسی کو بھی ہلاک نہیں کیا تھا۔ ان کی ہلاکتوں کی ذمہ دار حکومت ہے" ۔ مارشل مہادیو نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

" بکو مت۔ کیپٹن ماریا نے مجھے بتا دیا تھا کہ تم لوگ بھی بے رحم اور خونخوار درندوں سے کسی بھی طرح کم نہیں ہو۔ بہرحال میں تمہارے ساتھ زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتی۔ اب چلو تمہیں، ابو عبداللہ اور مجھے لے کر ہیون ویلی میں چلنا ہے اور میں جانتی ہوں کہ اس وقت ہیون ویلی میں ہمیں تمہارے سوا کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ اگر تم نے ہم دونوں کو بحفاظت ہیون ویلی میں پہنچا دیا تو میں تمہاری جان بخش دوں گی اور اگر تم نے کوئی چالاکی اور ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو تمہارا کیا انجام ہو سکتا ہے یہ تم اب جانتے ہی ہو" ۔ کراسٹی نے سخت اور انتہائی تیز لہجے میں کہا۔ اس نے جان بوجھ کر پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام نہیں لیا تھا۔ اس نے مارشل مہادیو کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر کے اصل میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی موت کا انتقام لیا تھا۔

" کک، کیا تم مجھ سے وعدہ کرتی ہو کہ اگر میں تم دونوں کو ہیون ویلی میں پہنچا دوں تو تم مجھے زندہ سلامت چھوڑ دو گی" ۔ مارشل مہادیو نے اس کی طرف شک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہاں، میں یہ وعدہ بہرحال تم سے کر سکتی ہوں" ۔ کراسٹی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔آؤ میں تم دونوں کو ابھی اور اسی وقت ہیون ویلی لے چلتا ہوں"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔اس دوران ابو عبداللہ بالکل خاموش رہے تھے۔ کراسٹی نے صوفے سے اسلحے سے بھرا ہوا تھیلا اٹھا کر اپنے کاندھوں سے لٹکایا اور ابو عبداللہ سے مشین گن لے کر ہاتھ میں پکڑ لی۔اس نے مارشل مہادیو کو آگے چلنے کے لئے کہا اور پھر وہ مارشل مہادیو کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔کراسٹی کو یقین تھا کہ میجر گھوشی نے ہیڈ کوارٹر کے تمام افراد کو زیرو ہال میں لے جا کر اکٹھا کر لیا تھا۔جنہیں اس نے ہلاک کر دیا تھا لیکن شاید کوئی اس ہال میں جانے سے رہ گیا ہو اور وہ اس کے لئے کوئی پریشانی کھڑی کر سکتا تھا اس لئے کراسٹی مشین گن ہاتھ میں لئے بڑی چوکنی تھی مگر ہیڈ کوارٹر بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔وہاں ان کے سوا جیسے کسی ذی روح کا نشان تک نہ تھا۔مختلف راستوں سے گزرتا ہوا مارشل مہادیو انہیں لئے ہوئے چھت پر آ گیا۔جہاں ایک سائیڈ پر ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا اور وہاں ایک بڑا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔اس ہیلی کاپٹر پر وائٹ کوبرا کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا۔

"تم نے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو بھی ہلاک کر دیا ہوگا۔اب اس ہیلی کاپٹر کو کون اڑائے گا۔ کیونکہ مجھے ہیلی کاپٹر اڑانا نہیں آتا"۔ مارشل مہادیو نے کراسٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم ہیلی کاپٹر میں بیٹھو اسے میں اڑاؤں گی"۔ کراسٹی نے کہا او مارشل مہادیو نے کندھے اچکا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ کراسٹی نے

ابو عبداللہ کو ہیلی کاپٹر کی پچھلی طرف سوار کرایا اور اسلحے کا تھیلا اس کے حوالے کر دیا اور پھر اس نے مارشل مہادیو کو اگلی سیٹ پر بٹھایا اور خود پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔اپنے گرد بیلٹ کسنے کے بعد اس نے کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے اور ہیلی کاپٹر کے کنٹرول پینل کے مختلف بٹن دبانے میں مصروف ہو گئی۔

ہیلی کاپٹر کے بے شمار ڈائل روشن اور سوئیاں متحرک ہو گئیں اور ہیلی کاپٹر کے پنکھے آہستہ آہستہ گردش کرنا شروع ہو گئے۔

کچھ ہی دیر میں پنکھے پوری رفتار پکڑ گئے تھے۔کراسٹی نے ایک لیور کھینچا تو ہیلی کاپٹر اٹھ کر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

کافرستانی صدر ابھی اپنے آفس میں بیٹھا ہی تھا کہ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"۔ صدر نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"سر، گریٹ لینڈ کے پرائم منسٹر کی کال ہے وہ آپ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں"۔ دوسری طرف سے ان کے سیکرٹری فارن افیئر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"گریٹ لینڈ کے پرائم منسٹر مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں"۔ صدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کیونکہ ایسی کوئی کال ان کے شیڈول لسٹ میں نہ تھی اور نہ ہی طویل عرصے سے گریٹ لینڈ کے پرائم منسٹر نے ان سے بات کی تھی۔ اس وقت ان کا فون آنا واقعی اچنبھے کی بات تھی۔

"معلوم نہیں سر۔ ان کے چیف سیکرٹری رابرٹ مارکلے لائن پر

ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو پہلے پرائم منسٹر کا کوئی پیغام بتائیں گے پھر شاید پرائم منسٹر صاحب خود بھی آپ سے بات کریں"۔ چیف سیکرٹری نے کہا۔

"ٹھیک ہے کراؤ بات"۔ صدر نے کہا۔

"بات کیجئے سر"۔ سیکرٹری فارن افیئر نے کہا۔ ساتھ ہی فون میں ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔

"یس، پریذیڈنٹ آف کافرستان سپیکنگ"۔ صدر نے اپنے لہجے میں گھمبیر پن پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"چیف سیکرٹری آف آل ورلڈ کچنز ایسوسی ایشن ہیئر"۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی تو صدر یوں اچھلا جیسے اس کی کرسی میں یکلخت ہزاروں وولٹ کا کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

"چیف سیکرٹری آف آل ورلڈ کچنز ایسوسی ایشن۔ کیا مطلب، مجھے تو بتایا گیا تھا کہ مجھ سے گریٹ لینڈ کے پرائم منسٹر کا چیف سیکرٹری بات کرنا چاہتا ہے"۔ صدر نے قدرے حیرت اور غصیلے لہجے میں کہا۔

"گریٹ لینڈ۔ ارے نہیں میں نے گریٹ پریذیڈنٹ آف ورلڈ کچنز ایسوسی ایشن کہا تھا۔ آپ کے چیف سیکرٹری کرنل وشال شاید اونچا سنتے ہیں۔ انہیں شاید گریٹ لینڈ لگا ہوگا۔ ان کے کانوں کا آپ جلد سے جلد علاج کروائیں یا پھر اپنے سیکرٹری کو بدل لیں ورنہ کسی دن آپ کو کوئی پریذیڈنٹ آف سوئپرز ایسوسی ایشن فون کرے گا تو وہ آپ کو سرپا اور ایکریمیا کے بارے میں بتانا شروع کر دے گا اور آپ

یہ سوچ سوچ کر حیران ہوتے رہیں گے کہ ایکریمیا کے صدر نے گندی نالیاں اور گٹر کب سے اور کیسے صاف کرنے شروع کر دیئے"۔ دوسری طرف چہکتی ہوئی آواز سنائی دی اور صدر کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا چلا گیا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔ کون ہو تم اور تمہیں یہاں فون کرنے کی جرأت کیسے ہوئی ہے"۔ صدر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"وہ بات، اصل میں یہ ہے جناب صدر کہ ہمارے عزت مآب صدر جناب آغا سلیمان پاشا صاحب ماش کی دال بگھارنا بھول گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کافرستان کے صدر ماش کی دال بگھارنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ میں ان سے بات کر کے ان سے ماش کی دال بگھارنے کی ترکیب نوٹ کر لوں۔ اور........" دوسری طرف سے شوخی سے بھرپور آواز سنائی دی اور صدر کا دل چاہا کہ وہ واقعی اپنے سیکرٹری کو شوٹ کر دے جس نے نجانے کس پاگل سے اس کا رابطہ کرا دیا تھا اور وہ اسے گریٹ لینڈ کا چیف سیکرٹری رابرٹ مارکلے کہہ رہا تھا۔

"تم آخر ہو کون اور کہاں سے بول رہے ہو"۔ صدر نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ مجھے نہیں جانتے۔ ارے کمال ہے۔ حیرت ہے بلکہ تعجب ہے ارے میں تو وہ ہوں جس کا نام و پتہ کافرستان کی ڈالی ڈالی، بوٹا بوٹا، پتا پتا بلکہ درخت تک جانتے ہے۔ جانے نہ جانے ایک کافرستان کا صدر ہی نہ جانے ہے"۔ دوسری طرف سے معصوم سے لہجے میں کہا

گیا اور اس وقت صدر کو اپنے جسم میں سردی کی تیز لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"تت، تم علی عمران تو نہیں بول رہے"۔ صدر نے قدرے بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"علی عمران۔ یہ علی عمران کون ہے۔ میں تو علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہوں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو صدر کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سر پر ہتھوڑے کی خوفناک ضرب لگا دی ہو۔ ان کا ذہن جھنجھنا سا اٹھا تھا۔

"تم، تم نے فون کیوں کیا ہے"۔ صدر نے غصیلے لہجے میں کہا مگر ان کی بے چینی میں گھبراہٹ اور پریشانی کا عنصر بدرجہ اتم موجود تھا۔

"بتایا تو ہے۔ میرے کچن کے صدر جناب آغا سلیمان پاشا صاحب ماش کی دال بگھارنا بھول گئے ہیں۔ آپ مجھے اس کی ترکیب بتا دیں پلیز"۔ دوسری طرف سے عمران نے کہا تو صدر نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"میرے پاس تمہاری احمقانہ اور بے معنی باتیں سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔ تمہیں جو کہنا ہے جلدی کہو ورنہ میں فون بند کر دوں گا"۔ صدر نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تو پھر با معنی باتیں سن لیں جناب صدر اور بامعنی گفتگو کا حاصل حصول یہ ہے کہ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) اپنے لاؤ لشکر کے ہمراہ اس وقت کافرستان میں کسمپرسی کی حالت گزار

رہا ہوں ۔ میرے گھر کا چولہا سرد پڑا ہے ۔ میرے بیوی بچے بھوک سے
بلک بلک کر رو رہے ہیں ۔ اگر آپ اپنے پرسنل اکاؤنٹ میں سے کچھ
رقم .... " دوسری طرف سے عمران نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ صدر
حقیقتاً کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا ۔ اس کا چہرہ حیرت ، غصے اور
پریشانی سے یکلخت بگڑ گیا تھا ۔

" تت ، تم کافرستان میں ہو ۔ یہ ، یہ کیسے ممکن ہے ۔ یہ کیسے ہو
سکتا ہے " ۔ صدر نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا ۔

" ارے ، آپ کو میری آمد کی اطلاع نہیں ملی ۔ حیرت ہے ۔ میں نے
تو آتے ہی یہاں کھڑاگ کرنے شروع کر دیئے تھے ۔ سب سے پہلے
پاگام کی سرحد پر میرا استقبال سو کے قریب مسلح افراد نے کیا تھا جن
کے خون کا نذرانہ لے کر میں نے ان کو خراج عقیدت پیش کیا تھا
اس کے بعد سوریا چھاؤنی میں ، میں نے اپنی آمد کا اعلان کیا تو وہ بلاوجہ
اودھم مچانے لگے ۔ جس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے انہیں سوریا
چھاؤنی سمیت بھسم کر دیا ۔ پھر میرے مقابلے پر اور ایجنسیاں آگئیں
مگر میرے ساتھیوں نے مذاق ہی مذاق میں ان کے بھی پرخچے اڑا دیئے
پھر مجھے اور میرے ساتھیوں کو وائٹ کوبرا کی سپیشل کوبرا فورس نے
بے ہوش کر کے گرفتار کر لیا ۔ جس کا کریڈٹ کوبرا فورس کے
انچارج سوامی داس کو جاتا ہے ۔ سوامی داس کو غیر ملکی کرنسی اور
بھی بین الاقوامی کرنسی ڈالرز حاصل کرنے کا زیادہ شوق تھا اور
چونکہ ہماری قدر و منزلت کا علم تھا اس لئے اس نے ہم سے اٹھارہ

ڈالر نقد لئے اور ہمیں زندہ چھوڑ دیا اور اس نے ہماری جگہ کوبرا فورس
کے چند خوبصورت نوجوانوں کو چن کر ان پر ہمارا میک اپ کر کے
انہیں اپنے پاس قید کر لیا اور پھر اس نے اپنے چیف باس مارشل
مہادیو کو بلا لیا اور اسے بتایا کہ اس نے کس چالاکی اور ہوشیاری اور
گھنٹوں جنگ کے بعد ہم جیسے معمولی اور بے چارے مجرموں کو گرفتار
کر لیا ہے ۔ مارشل مہادیو بے چارہ سیدھا سادا اونٹ جیسا جانور ہے
اسے یقین آگیا کہ سوامی داس نے واقعی کس قدر عظیم کارنامہ
سرانجام دیا ہے ۔ اس لئے اس نے اپنے ہی آدمیوں کو مجرم سمجھ کر
ہلاک کرا دیا ۔ اس کا بھی کریڈٹ سوامی داس کو جاتا ہے ۔ اٹھارہ لاکھ
ڈالرز ہم سے حاصل کر کے اس نے ایک لحاظ سے ہمیں بھی زندہ چھوڑ
دیا تھا اور ہمارے میک اپ میں اپنے آدمیوں کو ہلاک کر کے وہ
مارشل مہادیو کی نظروں میں بھی اہم مقام حاصل کر گیا تھا تاکہ
مارشل مہادیو اس کے کارنامے سے خوش ہو کر اسے ہمارے دیئے
ہوئے کریڈٹ ، میرا مطلب ہے کرنسی سے زیادہ بڑا کریڈٹ دلا سکے ۔
میں نے آپ کو یہی بتانے کے لئے فون کیا ہے کہ آپ سوامی داس
جیسے انسان کی قدر کریں ۔ جو محب وطن ، بے لوث اور دشمنوں کی قدر
کرنے والا شخص ہے ۔ ہم نے اپنی جان بچانے کے لئے اٹھارہ لاکھ ڈالرز
دیئے تھے ۔ آپ اسے ہماری موت کے اعزاز میں پرم ویر چکر کے ساتھ
پچاس لاکھ ڈالرز سے ضرور نوازیں کیونکہ آپ کے ملک میں ایسے
سپوت روز روز جنم نہیں لیتے " ۔ دوسری طرف سے عمران نان سٹاپ

بولتا جا رہا تھا اور صدر کا چہرہ غصے، پریشانی اور نفرت سے بگڑتا جا رہا تھا۔

" اوہ، اوہ۔ تم دشمن ایجنٹ کافرستان میں ہو اور تم نے اتنا کچھ کر لیا ہے اور اس کی اطلاع تک مجھے مارشل مہادیو نے نہیں دی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے اب تک غافل رہا ہے اور سوامی داس۔ اس نے تم جیسے شیطانوں کو محض اٹھارہ لاکھ ڈالر لے کر چھوڑ دیا۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔ اس غدار کے ٹکڑے کر کے میں بھوکے کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔ اور۔ اور........ " صدر نے غصے سے جیسے پاگل ہوتے ہوئے کہا۔

" اور اس کے باقی ٹکڑے جو بچ جائیں گے اسے بھون کر خود کھا جاؤں گا۔ آپ شاید یہی کہنا چاہتے تھے "۔ دوسری طرف سے عمران نے ہنس کر کہا۔

" شٹ اپ یو باسٹرڈ۔ میں تمہارا بھی خون پی جاؤں گا۔ تم باسٹرڈ کافرستان میں آ تو گئے ہو۔ مگر اس بار تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔ میں تم لوگوں کے خلاف کافرستان کی تمام فورسز حرکت میں لے آؤں گا۔ کافرستان کی زمین میں تم پر اس قدر تنگ کر دوں گا کہ تمہیں موت کے سوا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ کافرستان کے صدر کا وعدہ "۔ صدر نے غصے اور نفرت سے پھٹ پڑنے والے انداز میں چیخ کر کہا۔

" تم اگر میرے اور میرے ساتھیوں کے پیچھے کافرستان کی ساری

فوج بھی لگا دو گے تو میں اور میرے ساتھی ان کو چیر کر آئے نکلتے جائیں گے۔ میں اور میرے ساتھی تمہاری تمام فورس کے پرخچے اڑا دیں گے اور ہم یہاں جس مشن پر آئے ہیں اس مشن کے خاتمے تک ہم یہاں لاشوں کے ڈھیر چھوڑ جائیں گے۔ یہ علی عمران کا تم سے وعدہ ہے "۔ اس بار دوسری طرف سے عمران کی بھی جواباً غراتی ہوئی آواز سنائی دی اور صدر کے منہ سے جیسے مغلظات کا طوفان پھوٹ پڑا۔ وہ غصے کی شدت سے کانپتا ہوا بری طرح سے دھاڑ رہا تھا اور اس کی دھاڑ سے کمرہ لرز اٹھا تھا۔

" اپنے یہ تمام القابات اور اعزازات اپنے پاس ہی رکھو اور میری بات کان کھول کر سن لو۔ میں یہاں ابو عبداللہ کو آزاد کرانے کے لئے آیا ہوں۔ وہ کہاں ہے۔ میں یہ تو نہیں جانتا مگر مجھے اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ اس کی زندگی میں ہی کافرستانیوں کی زندگی ہے۔ اگر تم لوگوں نے ابو عبداللہ کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا علی عمران آگ کا طوفان بن جائے گا اور اس طوفان کی زد میں جو آئے گا جلا کر بھسم کر دیا جائے گا۔ چاہے وہ تم ہی کیوں نہ ہو "۔ عمران نے غضبناک لہجے میں کہا۔

" تم، تم مجھے۔ کافرستان کے صدر کو دھمکی دے رہے ہو۔ تمہاری یہ جرأت، اب تمہاری موت یقینی ہے۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا علی عمران۔ تمہیں ہلاک کرنے کے لئے مجھے اب خود میدان میں کیوں نہ آنا پڑے میں آؤں گا اور اگر تم پاتال کی تہہ میں

بھی ہوئے تو میں تمہیں وہاں سے بھی کھینچ نکالوں گا۔ تمہارا انجام انتہائی بھیانک ہوگا۔ انتظار کرو۔ میں آرہا ہوں۔ اب میں خود آرہا ہوں"۔ کافرستانی صدر نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ غصے اور نفرت سے اس کا چہرہ مسخ ہو گیا تھا اور آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو گئی تھیں۔

"کافرستان کا صدر اور میرے مقابلے پر آئے گا۔ گڈ۔ یہ واقعی دنیا کے لئے نئی اور انوکھی بات ہوگی۔ ٹھیک ہے تم اپنی تمام تر طاقتیں آزما لو۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔ تم اور تمہاری کوئی فورس میری گرد کو بھی نہیں پا سکیں گے۔ میں ہر قدم پر تمہارے لئے عبرت کے نشان چھوڑ جاؤں گا۔ ہر ہلاکت اور تباہی کے پیچھے تمہیں میرا اور میرے ساتھیوں کا نام ملے گا۔ تم ہمارے خلاف کچھ بھی نہیں کر پاؤ گے۔ پھر میں خود تمہارے سامنے آؤں گا۔ اور تمہیں ایسا تگنی کا ناچ نچاؤں گا جسے تم زندگی بھر نہ بھول سکو گے اور میرا نشان بلیک کراس ہوگا۔ جو تمہاری زندگی اور کافرستان کی تباہی کا نشان ثابت ہوگا۔ مکمل اور خوفناک تباہی کا"۔ عمران کی آواز سنائی دی اور صدر کے منہ سے ایک بار پھر مغلظات ابل پڑے مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ صدر چند لمحے غصے سے رسیور کان سے لگائے رہا پھر اس نے ایک جھٹکے سے رسیور کو کریڈل پر پٹخا اور ایک عام افسر کی طرح ایک جھٹکے سے اٹھا اور میز کے پیچھے سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آفس سے باہر نکلتا چلا گیا اور پھر پریذیڈنٹ سرکل میں جیسے طوفان سا آگیا۔ صدر

نے سیکرٹری فارن افیئر کرنل وشال کے کمرے میں گھس کر اس پر دھاڑنا شروع کر دیا تھا۔ اسے غصہ تھا کہ کرنل وشال نے عمران جیسے انسان کی اس سے کال ملانے سے پہلے اس بات کی تصدیق کیوں نہیں کی تھی کہ آیا وہ کال گریٹ لینڈ سے ہے یا نہیں۔ پھر اس نے چیخ چیخ کر کرنل وشال کو حکم دیا کہ وہ سیکورٹی کی تمام ایجنسیوں اور ملٹری کے اہم عہدے داروں کو کال کر کے وہاں بلائے جن میں مارشل مہادیو، پنڈت نارائن اور ان جیسے تمام اہم لوگ شامل تھے جو کافرستان کے تحفظ کے لئے کام کرتے تھے۔

صدر کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح غصے سے گرجتا برستا واپس اپنے آفس میں چلا گیا تھا۔

عمران نے ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پر پٹخا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے اور نفرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ صدر نے اسے واقعی بے پناہ غصہ دلا دیا تھا۔ اس نے صدر کو محض ستانے کے لئے فون کیا تھا لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ کافرستان کا صدر اس سے بات کرتے ہوئے شرافت کی تمام حدود پھلانگ جائے گا۔ پھر جب صدر نے نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے اس کے مقابلے پر خود آنے کی دھمکی دی تو عمران کا غصہ دوچند ہو گیا تھا۔ اس نے بھی صدر کو جواباً چیلنج کر دیا تھا کہ وہ کافرستان میں اس قدر خوفناک تباہی اور بربادی پھیلا دے گا جسے روکنا کسی بھی طرح اس کے بس کی بات نہ ہو گی۔

عمران اٹھ کر مڑا ہی تھا کہ دروازے کے قریب سیکرٹ سروس کے ممبران کو دیکھ کر یکلخت ٹھٹھک گیا۔ وہ نجانے کب سے کھڑے

تھے۔ ان سب کے چہرے ستے ہوئے تھے اور وہ عمران کی جانب ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے عمران انسان نہ ہو کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہو۔ ان کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ انہوں نے عمران اور صدر کے درمیان ہونے والی دھمکی آمیز باتوں کو سن لیا تھا۔ عمران نے صدر کی آواز کا مزہ لینے کے لئے شغل کے طور پر فون کا لاؤڈر بھی آن کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہاں ان دونوں کی آوازیں گونجتی رہی تھیں۔ اس لئے شاید سیکرٹ سروس کے ممبروں نے صدر اور عمران کی تلخ کلامی سن لی تھی۔

" تم تو کہہ رہے تھے کہ ہمارا یہ مشن سیکرٹ مشن ہے۔ پھر تم نے کافرستانی صدر کو یہ سب کچھ کیوں بتا دیا ہے کہ ان تباہیوں کے پیچھے ہمارا ہاتھ ہے"۔ جولیا نے آگے بڑھ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا

" میرا دماغ خراب ہو گیا تھا"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔ اس کے چہرے پر ہنوز غصہ تھا۔

" ہونہہ، دماغ تمہارا خراب ہو گیا تھا۔ مگر تم نے صدر کو ہم سب کے بارے میں بتا کر بہت غلط کیا ہے۔ صدر اب حقیقتاً کافرستان کی ساری فوج ہم پر چڑھا دے گا اور ہم"۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" اگر تمہیں کافرستانی صدر اور فوج سے انتہائی ڈر لگ رہا ہے تو تم واپس چلے جاؤ۔ میں تمہاری واپسی کے انتظامات کرا سکتا ہوں"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا اور تنویر نے بے اختیار غصے سے ہونٹ کاٹنے شروع کر دیئے۔

"لیکن عمران......." جولیا نے کچھ کہنا چاہا۔

" بس میں نے جو کہنا تھا وہ تم سب نے سن لیا ہے ۔ اب میں کافرستان کے خلاف کھلے عام جنگ کروں گا۔ اگر تمہیں میرا ساتھ دینا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تم سب واپس جا سکتے ہو۔ میں نے اکیلے ہی کافرستانی صدر کو تگنی کا ناچ نہ نچادیا تو میرا نام عمران نہیں" ۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھی حیرت سے عمران کی جانب دیکھنے لگے ۔ انہوں نے اس سے پہلے عمران کو کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ عمران کا چہرہ واقعی غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی چھائی ہوئی تھی۔

" ہم کہیں نہیں جا رہے ۔ ہم پہلے بھی تمہارے ساتھ تھے اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ۔ تم چاہے ہم سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لیڈر بن کر کام لو یا بلیک کراس کے چیف بن کر۔ ہمارا ہر قدم تمہارے ساتھ اٹھے گا اور تمہارا ہر فیصلہ ہمارا ہوگا" ۔ جولیا نے جذباتی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھیوں نے بھی اثبات میں سر ہلانے شروع کر دیئے ۔ جیسے وہ جولیا سے متفق ہوں اور ہر حال میں عمران کے ساتھ رہنے اور اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں۔

" گڈ، میں بھی چاہتا ہوں کہ اس بار ہم کافرستان کو ایسا سبق سکھائیں اور انہیں اس قدر زخم لگائیں کہ اگر وہ ان زخموں پر مرہم بھی رکھیں تو وہ مرہم بھی ان کے زخموں کو ناسور بنا دے اور یہ لوگ پاکیشیا اور ہیون ویلی بلکہ دنیا کے تمام مسلمانوں چاہے وہ عام انسان

ہی کیوں نہ ہوں، سے ڈرتے اور خوف کھاتے رہیں" ۔ عمران نے سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا۔

" ایسا ہی ہوگا۔ ہم ان کے دل و دماغ میں بلیک کراس کی ایسی چھاپ لگا دیں گے جس سے ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جائیں گی اور وہ تازندگی بلیک کراس کے نشانات کو نہ بھول سکیں گے" ۔ خاور نے بھی سخت لہجے میں کہا۔

" عمران صاحب ۔ اس کے لئے ہمیں ہیون ویلی جانے کا پروگرام ملتوی کرنا پڑے گا اور......." صفدر نے ڈرتے ڈرتے کچھ کہنا چاہا۔

" نہیں، ہمارا کوئی پروگرام ملتوی نہیں ہوگا۔ ہمارے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں ضرور آئیں گی مگر ہم کام اس انداز میں کریں گے جس کی ہم پلاننگ بنا کر آئے تھے" ۔ عمران نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

" اور وہ تبدیلیاں کیا ہوں گی" ۔ جولیا نے پوچھا۔

" فی الحال کچھ نہیں۔ میں نے آغا جمشید سے کچھ معلومات اکٹھی کرنے کے لئے کہا ہے ۔ وہ کل تک مجھے تفصیل بتا دے گا پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے" ۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

" اس کا مطلب ہے ہم کل تک کے لئے فارغ ہیں" ۔ چوہان نے کہا۔

" ہاں، تم سب چاہو تو کل تک کے لئے پنگ پانگ یا نورا کشتی کھیل سکتے ہو" ۔ عمران نے کہا تو وہ سب چونک کر عمران کی طرف

دیکھنے لگے اور پھر عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے۔ کہاں ابھی عمران کا چہرہ غصے سے بگڑا ہوا تھا اور وہ ان سے سرد انداز میں بات کر رہا تھا اور اب اس کے چہرے پر غصے کا نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر یکلخت وہی ازلی حماقت اور کھلنڈرا پن نظر آنے لگا تھا۔

"توبہ ہے تم سے۔ تم تو لمحوں میں گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیتے ہو"۔ جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گرگٹ صرف رنگ بدلتا ہے۔ اپنے ارادے نہیں بدلتا۔ یہی حال میرا بھی ہے۔ یقین نہیں تو تنویر سے پوچھ لو۔ کیوں تنویر"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ عمران کے اس بے معنی مذاق پر تنویر بھی مسکرا دیا تھا۔ جبکہ عمران کی بات سن کر جولیا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ وہ نجانے کیا سمجھ بیٹھی تھی اور عمران کی جانب گہری نظروں سے دیکھنا شروع ہو گئی تھی۔

"اب مجھے ایسی نظروں سے نہ دیکھو ورنہ تنویر بے چارے کو بخار ہو جائے گا"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھی ایک بار پھر ہنس پڑے جبکہ اس بار تنویر کے چہرے پر غصے کی علامات ظاہر ہونے لگی تھیں۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ہنسی مذاق کرتے اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے ایک فون کی گھنٹی بج اٹھی اور وہ سب یکلخت خاموش ہو گئے۔

"یس۔ پنڈت نارائن سپیکنگ"۔ عمران نے رسیور اٹھا کر سنجیدہ ہوتے ہوئے پنڈت نارائن کے مخصوص لہجے میں کہا۔ عمران نے فون

کا لاؤڈر آن کر دیا تا کہ دوسرے بھی سن سکیں۔

"غضب ہو گیا چیف۔ ایک بری خبر ہے"۔ دوسری طرف سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا بک رہے ہو۔ کیا ہوا ہے۔ اور تم نے بولنے سے پہلے اپنی شناخت کیوں نہیں کرائی"۔ عمران نے پنڈت نارائن کی طرح سرد لہجے میں کہا۔

"سس، سوری چیف۔ میں شنکر بول رہا ہوں اور میرا کوڈ ہے ایس ایس زیرو تھری سکس"۔ دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"بولو کیا ہے بری خبر"۔ عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"چیف مارشل مہادیو کے وائٹ کوبرا ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا گیا ہے"۔ دوسری طرف سے شنکر نامی شخص نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اچھل پڑا۔

"وائٹ کوبرا کا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا گیا ہے کیسے۔ کس نے کیا ہے یہ سب"۔ عمران نے حیرت کی شدت سے کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت انتہائی بے چینی اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات پھیل گئے تھے کیونکہ آغا جمشید نے اسے بتایا تھا کہ ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کا لیڈر ابو عبداللہ مارشل مہادیو کی ایجنسی وائٹ کوبرا کے قبضے میں ہے جسے اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر میں چھپا رکھا ہے۔ اس ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے کا کام کم از کم آغا جمشید اور اس کے ساتھی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر

اس ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے اور اس ہیڈ کوارٹر میں موجود ابو عبداللہ کا کیا ہوا تھا۔ عمران کے ذہن میں یکلخت سنسناہٹ سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

"تفصیلات کا تو مجھے علم نہیں ہے چیف۔ آپ کے حکم سے میں سارنگا پہاڑیوں میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مسلسل وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر پر نظر رکھے ہوئے تھا تاکہ وائٹ کوبرا کی نقل و حرکت سے آپ کو مطلع کرتا رہوں۔ مارشل مہادیو اپنے مخصوص ہیلی کاپٹر میں بلیک ہاؤس سے واپس آگیا تھا۔ واپس آنے کے تقریباً دو گھنٹوں کے بعد وہ کیپٹن ماریا اور ایک آدمی کے ساتھ مجھے ہیلی کاپٹر پر دوبارہ نکلتا ہوا دکھائی دیا تو میں نے ٹیلی ویو سیکشن کو اس کی اطلاع دے دی تاکہ وہ سیٹلائٹ آئی سے اس ہیلی کاپٹر اور مارشل مہادیو پر نظر رکھ سکیں کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کے جانے کے ٹھیک تین گھنٹوں بعد اچانک جیسے یہاں زلزلہ آگیا تھا۔ وائٹ کوبرا کا ہیڈ کوارٹر ہولناک دھماکوں سے گونج اٹھا تھا اور پھر میں نے دور سے وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر سے آگ کا طوفان اٹھتے اور اس کے ٹکڑے اڑتے دیکھے۔ خوفناک دھماکوں نے وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر کو ریزہ ریزہ کر کے فضا میں بکھیر دیا تھا۔ وہاں بڑے بڑے گڑھے بن گئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہیڈ کوارٹر میں موجود اسلحے کا ڈپو پھٹ پڑا ہو جس کی وجہ سے وائٹ کوبرا کا ہیڈ کوارٹر تنکوں کی طرح بکھر کر رہ گیا تھا۔ انتہائی خوفناک تباہی ہوئی ہے چیف وہاں"۔ دوسری طرف سے شکر

نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے ہیڈ کوارٹر کی تباہی خود دیکھی تھی"۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"یس چیف۔ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا تھا"۔ شکر نے جواب دیا۔

"تم وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر سے کتنے فاصلے پر ہو"۔ عمران نے کہا۔

"میں دس کلومیٹر دور ایک سارمی نامی پہاڑی کی چوٹی پر ہوں چیف۔ اس پہاڑی کی چوٹی سے وائٹ کوبرا کا ہیڈ کوارٹر پوری طرح میری نظروں میں تھا"۔ شکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہیڈ کوارٹر پر نظر رکھنے کے لئے تمہارے پاس کیا ذرائع تھے"۔ عمران نے پوچھا۔ سیکرٹ سروس کے ممبر خاموشی سے عمران اور شکر کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ حیران تھے کہ وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر کی تباہی سے عمران اس قدر پریشان کیوں ہو رہا ہے۔ وائٹ کوبرا کون تھا اور عمران اس میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہا تھا۔ اصل میں جس وقت آغا جمشید نے عمران کو بتایا تھا کہ ابو عبداللہ مارشل مہادیو کے قبضے میں ہے، اس وقت وہ سب پنڈت نارائن کے ساتھیوں کی لاشیں اکٹھی کرنے کے لئے باہر تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ان سب باتوں سے لاعلم تھے ورنہ شاید وہ وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر کی تباہی کا سن کر عمران سے زیادہ پریشان ہو جاتے کہ وہاں ابو عبداللہ بھی

موجود تھا جس کو ان لوگوں سے آزاد کرانے کا مشن لے کر وہ کافرستان میں آئے تھے۔

" میرے پاس ٹیلی سٹار ڈبل تھری ہنڈرڈ ٹیلی ویو ہے چیف"۔ دوسری طرف سے شکر نے کہا۔

" تو پھر تم نے اس ٹیلی ویو میں ہیڈ کوارٹر کے تباہ ہونے سے پہلے وہاں سے نکلنے والے ہیلی کاپٹر میں مارشل مہادیو، کیپٹن ماریا اور اس تیسرے شخص کا یقیناً کلوز اپ لیا ہوگا"۔ عمران نے کہا۔

" یس چیف ۔ میں نے ان تینوں کو چیک کیا تھا۔ اسی لئے تو میں نے سیٹلائٹ ٹیلی ویو سیکشن کو اطلاع دی تھی"۔ شکر نے جلدی سے کہا۔

" مارشل مہادیو اور کیپٹن ماریا کو تو تم نے پہچان لیا تھا۔ وہ تیسرا شخص کون تھا۔ کیا وہ بھی مارشل مہادیو کا کوئی قریبی ساتھی تھا"۔ عمران نے پوچھا۔

" تیسرا شخص ۔ اوہ نہیں چیف وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس کی داڑھی مونچھیں بے تحاشہ بڑھی ہوئی تھیں اور اس کا لباس بھی بے حد بوسیدہ تھا مگر وہ کون تھا میں اسے نہیں پہچان سکا تھا"۔ شکر نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

" یاد کرو شکر کہیں وہ تیسرا شخص ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کا لیڈر ابو عبداللہ تو نہیں تھا"۔ عمران نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا اور ابو عبداللہ کا نام سن کر جولیا اور اس کے ساتھی بری طرح سے چونک اٹھے تھے۔

" ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کا لیڈر ابو عبداللہ۔ اوہ، اوہ چیف۔ وہ یقیناً وہی تھا۔ اب میں پہچان گیا ہوں۔ اس وقت اس کی بے تحاشہ بڑھی ہوئی داڑھی مونچھوں اور میلے کچیلے پرانے لباس کی وجہ سے میں اسے پہچان نہیں پایا تھا مگر اس کا قد کاٹھ اور اس کا چہرہ۔ یس چیف وہ ابو عبداللہ ہی تھا۔ مم، مگر چیف ابو عبداللہ، وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں کیا کر رہا تھا۔ اور۔ اور........" شکر نے پہلے حیرت سے پھر بری طرح سے چونکتے ہوئے تیز تیز لہجے میں کہا۔

" مجھے اطلاع ملی تھی وائٹ کوبرا مارشل مہادیو، ابو عبداللہ کو ہیون ویلی سے نکال کر اپنی کسٹڈی میں اپنے ہیڈ کوارٹر میں لے گیا تھا"۔ عمران نے کہا اور اس کی بات سن کر سیکرٹ سروس کے ممبروں کے چہروں پر تحیر ابھر آیا۔ اب انہیں عمران کی باتوں کا مقصد کچھ کچھ سمجھ میں آنا شروع ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اس بات پر حیران ضرور تھے کہ عمران کو کب معلوم ہوا تھا کہ ابو عبداللہ ہیون ویلی میں نہیں بلکہ مارشل مہادیو چیف آف وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں ہے۔

" اوہ، چیف اس کا مطلب ہے مارشل مہادیو اور کیپٹن ماریا وہاں سے ابو عبداللہ کو نکال کر لے گئے ہیں اور ہیڈ کوارٹر کی تباہی میں خود انہی کا ہاتھ ہے"۔ شکر کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

" ممکن ہے۔ تم نے وہاں کوئی اور خاص بات نوٹ کی تھی"۔ عمران نے اس سے پوچھا۔

"خاص بات، یس چیف۔ ایک خاص بات میں نے یہ نوٹ کی تھی کہ مارشل مہادیو، کیپٹن ماریا اور ابو عبداللہ کے وہاں سے نکلنے سے پہلے ہیڈ کوارٹر کے اردگرد موجود تمام افراد ہیڈ کوارٹر میں چلے گئے تھے۔ وہاں ان کی سکیورٹی کا ایک آدمی بھی نہیں رہا تھا۔ شاید انہیں مارشل مہادیو نے ہیڈ کوارٹر کے اندر بلا لیا تھا۔ پھر جب مارشل مہادیو، کیپٹن ماریا اور ابو عبداللہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر چلے گئے تب بھی میں نے ہیڈ کوارٹر سے کسی کو باہر آتے نہیں دیکھا تھا۔ سکیورٹی کا اس طرح ہیڈ کوارٹر میں جانا اور پھر کسی ایک کا بھی باہر نہ آنا میرے لئے شدید حیرت کا باعث بنا ہوا تھا کہ اچانک وہاں خوفناک تباہی ہو گئی"۔ شکر نے کہا تو عمران جیسے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا۔

"اچھا یہ بتاؤ۔ تم مارشل مہادیو کو اچھی طرح سے پہچانتے ہو"۔ عمران نے پوچھا۔

"یس چیف۔ میں اسے بہت قریب سے جانتا ہوں"۔ شکر نے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ہیلی کاپٹر میں جانے والا مارشل مہادیو ہی تھا"۔ عمران نے کہا۔

"یس چیف۔ وہ مارشل مہادیو کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں اس کے قد کاٹھ اور چال ڈھال سے خوب اچھی طرح سے واقف ہوں"۔ شکر نے بتایا۔

"اور کیپٹن ماریا"۔ عمران نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"اسے بھی میں اچھی طرح سے جانتا ہوں چیف۔ وہ کیپٹن ماریا ہی تھی"۔ شکر نے چند لمحے سوچ کر پورے وثوق سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، عجیب گورکھ دھندا ہے۔ مارشل مہادیو خود ہی ابو عبداللہ کو اپنے ہیڈ کوارٹر میں لا کر قید کر دیتا ہے اور پھر وہ اسے نکال کر لے بھی جاتا ہے اور اس کے جانے کے بعد اس کا ہیڈ کوارٹر تباہ ہو جاتا ہے یہ سب کیسے ممکن ہے"۔ عمران نے حیرت کے عالم میں کہا۔

"میں خود بھی حیران ہوں چیف۔ مارشل مہادیو اس طرح اپنے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دے، یہ تو کسی بھی طرح ممکن ہی نہیں ہے"۔ شکر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"تم نے ٹیلی ویو سیکشن میں اس ہیلی کاپٹر پر نظر رکھنے کی اطلاع کسے دی تھی"۔ عمران نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"سیکشن انچارج راج موہن کو"۔ شکر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ راج موہن کو کال کر کے کہو کہ وہ مجھے ہیڈ کوارٹر کال کرے۔ اٹ از موسٹ ارجنٹ"۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوکے چیف"۔ شکر نے کہا اور عمران نے جواباً اوکے کہہ کر فون بند کر دیا۔

"یہ سب کیا چکر ہے۔ ابو عبداللہ اگر وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں قید تھا تو مارشل مہادیو کو اسے کہیں اور لے جانے کی کیا ضرورت

تھی اور اس کے جانے کے بعد اس کے ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔ جولیا نے عمران کو فون بند کرتے دیکھ کر حیرانی سے کہا۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ شکر نے مجھے شدید الجھن میں ڈال دیا ہے اگر مارشل مہادیو اور کیپٹن ماریا کو وہ اچھی طرح سے پہچانتا ہے تو ان لوگوں کو وہاں سے ابو عبداللہ کو نکالنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس انداز میں ہیڈ کوارٹر کی سیکورٹی کے افراد ہیڈ کوارٹر میں گئے تھے اور ہیلی کاپٹر کے جانے کے بعد بھی باہر نہیں آئے تھے اس سے تو یہی نظر آتا ہے کہ ہیڈ کوارٹر کی تباہی میں مارشل مہادیو یا پھر کیپٹن ماریا کا ہی عمل دخل ہے۔ یا پھر........" عمران کہتے کہتے رک گیا۔

"یا پھر۔ یا پھر کیا"۔ جولیا نے جلدی سے پوچھا۔

"یا پھر مارشل مہادیو یا کیپٹن ماریا کی جگہ کسی اور نے لے رکھی ہے"۔ عمران نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ، مگر وہ کون ہو سکتا ہے۔ کیا آغا جمشید"۔ جولیا نے کہا۔

"نہیں، آغا جمشید سے ابھی میری بات ہوئی تھی وہ یا اس کا کوئی ساتھی اس معاملے میں ملوث نہیں ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر وہ کون ہو سکتا ہے"۔ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس، پنڈت نارائن"۔ اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"راج موہن بول رہا ہوں چیف۔ ٹیلی ویو سنٹر سے"۔ دوسری

طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"راج موہن تم نے اب تک مجھے رپورٹ کیوں نہیں دی۔ کہاں ہے وائٹ کوبرا کا ہیلی کاپٹر اور وہ کس پوزیشن میں ہے"۔ عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"سوری چیف۔ اصل میں وائٹ کوبرا کا ہیلی کاپٹر مسلسل پرواز کرتا جا رہا تھا۔ اس کی پرواز پہلے دارالحکومت کے وسط کی طرف تھی۔ پھر اس نے وہاں سے ایک اور آدمی کو اٹھایا اور پھر ہیلی کاپٹر دوبارہ فضا میں آ گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کی صحیح پوزیشن معلوم ہو تو آپ کو کال کروں"۔ دوسری طرف سے راج موہن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شہر کے وسط سے کسی چوتھے آدمی کو پک کیا گیا ہے۔ کیا مطلب، کون ہے وہ آدمی"۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"دیکھنے میں تو وہ مقامی معلوم ہوتا ہے چیف۔ مگر مجھے شک ہے کہ وہ میک اپ میں کوئی غیر ملکی ہے"۔ راج موہن نے جواب دیا۔

"شک کی وجہ"۔ عمران نے پوچھا۔

"ہیلی کاپٹر جس جگہ اتارا گیا تھا وہ ایک بہت بڑی عمارت کا اندرونی حصہ تھا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر اس عمارت کے لان نما حصے میں اترا اسے چاروں طرف سے مسلح افراد نے گھیر لیا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر میں سے کیپٹن ماریا باہر آئی تھی۔ اس نے ایک لمبے تڑنگے نوجوان سے بات کی تھی جو غیر ملکی معلوم ہو رہا تھا۔ وہ دونوں عمارت کے اندرونی

حصے میں چلے گئے تھے۔ کچھ دیر بعد کیپٹن ماریا اور اس کے ساتھ شخص باہر آیا تو اس کا حلیہ بدلا ہوا تھا۔ کیپٹن ماریا کے ساتھ جو شخص اندر گیا تھا اس میں اور وہ شخص جو باہر آیا تھا اس کے قد کاٹھ اور چال ڈھال میں کوئی فرق نہیں تھا"۔ راج موہن نے کہا۔

" پھر"۔ عمران نے اس کے خاموش ہونے پر پوچھا۔

" پھر وہ شخص کیپٹن ماریا کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا تھا اور ہیلی کاپٹر کو کیپٹن ماریا نے اوپر اٹھا لیا تھا۔ اس کے بعد سے ہیلی کاپٹر مسلسل پرواز کر رہا ہے"۔ راج موہن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" تم ان لوگوں کو چیک کرنے کے لئے براسکی ریز کا ہی استعمال کر رہے ہو"۔ عمران نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

" یس چیف"۔ راج موہن نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" راج موہن۔ میں ان لوگوں کو خود ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

" ضرور چیف۔ آپ مشین روم میں چلے جائیں۔ آپ کی براسکی رسیور مشین کا میں اپنی مشین کے ساتھ لنک کر دیتا ہوں۔ آپ مشین آن کریں گے تو وہ چاروں آپ کو مشین کی سکرین پر نظر آنے لگیں گے"۔ راج موہن نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ تم لنک کرو میں مشین روم میں جا کر مشین آن کرتا ہوں"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے فون بند کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

" آؤ، واپس اس مشین روم میں چلیں۔ جہاں انہوں نے زیرو روم میں ہمیں قید کر رکھا تھا"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ سب پنڈت نارائن کے آفس سے نکل کر اسی ہال نما کمرے میں آ گئے جہاں بہت سی مشینیں موجود تھیں۔ عمران شمالی سائیڈ دیوار کے پاس موجود ایک مستطیل سی شکل والی مشین کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جس کے ساتھ ایک بڑی سی ویژن سکرین نصب تھی۔ عمران نے اس مشین کے چند بٹن دبا کر اسے آن کیا اور پھر تیزی سے اس مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ مشین پر لگی ویژن سکرین آن ہوئی اور اس پر کھلے آسمان کا منظر دکھائی دینے لگا۔ جہاں ایک ہیلی کاپٹر جس پر روائٹ کوبرا کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا اڑتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے مشین پر لگا ایک بٹن دبایا تو ہیلی کاپٹر کے گرد ایک دائرہ سا بن گیا۔ عمران نے جلدی سے ایک اور بٹن دبا دیا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر سکرین پر کلوز ہو گیا۔ عمران نے مشین پر موجود ٹائپنگ پیڈ پر تیزی سے انگلیاں چلانی شروع کر دیں۔ سکرین کے نیچے ایک چھوٹا سا خانہ بنا ہوا تھا جس میں عمران کے ٹائپ کئے ہوئے الفاظ تحریر ہوتے جا رہے تھے۔ ٹائپنگ کرتے ہوئے عمران وقفے وقفے سے مشین کا ایک بٹن دباتا جا رہا تھا۔ جس سے ہیلی کاپٹر سکرین پر مختلف زاویوں سے دکھائی دینا شروع ہو گیا تھا۔ پھر عمران نے چند اور الفاظ ٹائپ کر کے بٹن دبایا تو اچانک سکرین پر ہیلی کاپٹر کا اندرونی منظر ابھر آیا۔ ہیلی کاپٹر میں واقعی چار افراد سوار تھے۔ جن میں تین مرد اور ایک نوجوان لڑکی تھی اور پائلٹ

سیٹ پر وہ لڑکی ہی بیٹھی تھی۔ عمران مارشل مہادیو اور ابو عبداللہ کو تو پہچانتا تھا۔ جبکہ لڑکی جو کیپٹن ماریا تھی اور چوتھا نامعلوم شخص جسے کیپٹن ماریا نے شہر سے پک کیا تھا کے چہرے عمران کے لئے نئے تھے اور ان کو دیکھتے ہی عمران جان گیا تھا کہ وہ دونوں میک اپ میں ہیں۔ اس نے ٹائپنگ کر کے بٹن دباتے ہوئے کیپٹن ماریا کا چہرہ کلوز کیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے عقب میں کھڑے تھے وہ بھی غور سے کیپٹن ماریا کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا تمہیں شک ہے کہ یہ میک اپ میں ہے"۔ جولیا نے کہا۔

"شک نہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ یہ میک اپ میں ہے۔ اس نے ایکرو سو بائیو کا میک اپ کر رکھا ہے تاکہ جدید میک اپ چیکرز اور کیمروں سے بھی کسی طرح اسے چیک نہ کیا جا سکے۔ اس میک اپ کو کسی بھی میک اپ واشر سے بھی واش نہیں کیا جا سکتا لیکن اس میک اپ میں بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک خامی بھی ہے۔ یہ میک اپ زیادہ سے زیادہ آٹھ دس گھنٹوں کے لئے رہتا ہے۔ پھر ایک خاص کیمیکل کی وجہ سے اس کے اثرات خود بخود زائل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور چہرے پر سے میک اپ خود بخود غائب ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کو قائم رکھنے کے لئے اس میک اپ کو ہر نو گھنٹوں بعد ری فریش کرنا پڑتا ہے۔ غور سے دیکھو اس لڑکی کے چہرے اور اس کے ہاتھوں کی رنگت میں خاصی حد تک تبدیلی ہو چکی ہے"۔ عمران نے کہا اور انہوں نے دیکھا واقعی لڑکی کے چہرے اور

اس کے ہاتھوں کے رنگ میں واضح فرق نظر آرہا تھا۔

"اوہ، لگتا ہے یہ لڑکی اپنا میک اپ ری فریش کرنا بھول گئی ہے"۔ جولیا نے کہا۔

"ہاں، زیادہ سے زیادہ دس پندرہ منٹوں کے بعد اس کے چہرے پر سے اس کا میک اپ ختم ہو جائے گا اور یہ اصلی حلیئے میں واپس آجائے گی"۔ عمران نے کہا۔

"اس طرح تو وہ آسانی سے مارشل مہادیو کی نظروں میں آجائے گی"۔ صفدر نے کہا۔

"ہاں، لیکن تم نے غور نہیں کیا شاید۔ بظاہر تو وائٹ کوبرا بے حد سکون اور اطمینان سے بیٹھا ہے مگر وہ اس لڑکی سے خاصا متوحش اور خائف نظر آتا ہے۔ وہ جس طرح بار بار لڑکی کی طرف دیکھ رہا ہے یوں لگتا ہے جیسے لڑکی نے اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے اسے کسی خاص انداز سے مجبور کر رکھا ہے۔ ورنہ مارشل مہادیو اس قدر جلد کسی سے مرعوب ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں۔ میں اس کی ہسٹری جانتا ہوں۔ مارشل مہادیو انتہائی ظالم، بے رحم اور اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنے والا انسان ہے"۔ عمران نے کہا۔ اسی لمحے پائلٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے اپنی جیکٹ کی جیب سے ایک سیل فون نکالا اور پیچھے بیٹھے ہوئے اپنے ساتھی کو دے دیا جسے اس نے شہر سے پک کیا تھا۔

"اوہ، اس کے پاس سیل فون بھی ہے۔ گڈ"۔ عمران نے کہا۔ اس

نے جلدی سے چند بٹن دبا کر سیل فون کو سکرین پر کلوز کیا اور اسے
سکرین پر ساکت کر لیا اور پھر وہ تیزی سے ٹائپنگ کرنے میں مصروف
ہو گیا۔ اس نے ٹائپنگ کر کے مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر
دیئے۔ اسی لمحے سکرین کے درمیان میں ایک چوکھٹا سا کھلا اور اس
میں چند لفظ چمکنے لگے۔

"اوہ، یہ تو سپیشل سیل فون ہے۔ جس میں ٹرانسمیٹر اور فون کی
سہولت ایک ساتھ موجود ہے"۔ عمران کے منہ سے نکلا۔ اس نے
چوکھٹے میں نظر آنے والے لفظوں اور نمبروں کو دوبارہ ٹائپ کیا اور
ایک بٹن دبایا تو چوکھٹے سے پہلے الفاظ اور نمبر غائب ہو گئے اور اس کی
جگہ دو لائنوں میں ترتیب وار دو نمبر نمودار ہو گئے جن میں ایک فون
نمبر تھا اور دوسرا ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی۔

"صفدر، فون نمبر اور فریکوئنسی نوٹ کرو جلدی"۔ عمران نے کہا
تو صفدر نے جلدی سے ایک طرف میز پر پڑے ہوئے کاغذ اور قلم کو
اٹھایا اور سکرین پر موجود نمبر اور فریکوئنسی نوٹ کرنے لگا۔ صفدر نے
دونوں نمبرز نوٹ کر لئے تو عمران نے مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔
سکرین پر سے سیل فون کا کلوز اپ ختم ہوا اور ہیلی کاپٹر کا اندرونی منظر
پھر نظر آنے لگا۔ جہاں مارشل مہادیو حیرت بھری اور پھٹی پھٹی نظروں
سے کیپٹن ماریا کی جانب دیکھ رہا تھا۔ شاید اس نے بھی اس کے
چہرے پر سے اڑتا ہوا میک اپ چیک کر لیا تھا۔ عمران غور سے اس
لڑکی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس لڑکی

کو پہلے سے جانتا ہو۔ لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو کہاں
دیکھ چکا ہے۔ لڑکی کے چہرے پر سے میک اپ اڑتا جا رہا تھا اور اس
کے چہرے کے نقوش بدلتے جا رہے تھے اور پھر جیسے ہی لڑکی کے
چہرے پر سے میک اپ قدرے کم ہوا تو عمران یکلخت اس طرح اچھل
پڑا جیسے اس کے سر پر خوفناک دھماکہ ہو گیا ہو۔

"اوہ، یہ۔ یہ وہاں کیا کر رہی ہے"۔ عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
لڑکی کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید
حیرت تھی اور اس کی آنکھیں اس قدر پھیل گئی تھیں جیسے حیرت سے
پھٹ جائیں گی۔

"کیا مطلب، کیا تم اسے جانتے ہو"۔ جولیا نے عمران کو اس طرح
اچھلتے اور حیرت زدہ ہوتے دیکھ کر بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"اسے میں ہی نہیں تم سب بھی اچھی طرح سے جانتے ہو۔ یہ
ساک لینڈ کی کراسٹی سینڈیکیٹ کی کراسٹی ہے۔ جو پچھلے دنوں
شوگران سے پاکیشیا کو ملنے والے جدید اسلحے کو تباہ کرنے کے لئے آئی
تھی"۔ عمران نے کہا اور اس کے انکشاف پر وہ سب بھی اچھلے بغیر نہ رہ
سکے۔

"کراسٹی"۔ ان سب کے منہ سے بیک وقت نکلا تھا اور وہ سب
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیپٹن ماریا کو دیکھنے لگے جس کا چہرہ میک اپ سے
صاف ہوتا جا رہا تھا اور اس میک اپ کے پیچھے چھپا ہوا اس کا اصل
چہرہ واضح ہوتا جا رہا تھا جو واقعی کراسٹی کا چہرہ تھا۔

"تت، تمہارا میک اپ خود بخود واش ہو رہا ہے"۔ مارشل مہادیو نے کراسٹی کی جانب خوف بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور کراسٹی بری طرح سے چونک پڑی۔

"اوہ"۔ کراسٹی کے منہ سے بے اختیار نکلا اور وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ جہاں سے واقعی اس کا میک اپ خود بخود غائب ہوتا جا رہا تھا۔

"مادام، لگتا ہے آپ نے اپنے میک اپ کو ری فریش نہیں کیا تھا۔ آپ جانتی ہیں یہ میک اپ اگر سات آٹھ گھنٹوں میں ری فریش نہ کیا جائے تو اس کے کیمیکلز خود بخود زائل ہونا شروع ہو جاتے ہیں"۔ ابو عبداللہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے نوجوان نے جو پروشو تھا، کراسٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔

کراسٹی نے وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر سے نکلتے ہی فوراً سیل فون پر پروشو سے بات کی تھی اور اسے مختصر طور پر ساری تفصیل بتا دی تھی۔ اس نے پروشو سے کہا تھا کہ وہ وائٹ کوبرا کے ہیلی کاپٹر میں ابو عبداللہ کو لے کر ہیون ویلی جا رہی ہے اور مارشل مہادیو اس کے ساتھ اور اس کے کنٹرول میں ہے۔ وہ فوری طور پر تیار ہو جائے کیونکہ وہ پروشو کو اپنے ساتھ ایک مددگار کی حیثیت سے ہیون ویلی میں ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ پروشو نے اس کے لئے فوراً حامی بھر لی تھی۔ کراسٹی ہیلی کاپٹر کو پروشو کے ہیڈ کوارٹر لے گئی تھی۔ جہاں ایک لان نما جگہ پر اترتے ہی پروشو کے ساتھیوں نے اس کے ہیلی کاپٹر کے گرد گھیرا ڈال دیا تھا۔

کراسٹی نے ابو عبداللہ کو تسلی دی تھی اور مارشل مہادیو کو وہیں رہنے کی ہدایات دے کر ہیلی کاپٹر سے اتر کر وہاں موجود پروشو کے پاس چلی گئی تھی۔ اس نے پروشو کو ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے میک اپ کرنے کو کہا اور پھر عمارت میں چلے گئے۔ جہاں پروشو نے میک اپ تبدیل کیا اور پھر کراسٹی کے ساتھ باہر آ گیا اور پھر وہ ہیلی کاپٹر میں ابو عبداللہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جبکہ کراسٹی نے پائلٹ سیٹ سنبھال لی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اس کا ہیلی کاپٹر ہیون ویلی کی جانب اڑا جا رہا تھا۔ تب اچانک مارشل مہادیو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کراسٹی کی جانب دیکھنے لگا۔ کراسٹی نے اسے اس طرح گھورتے دیکھ کر اس سے اس کا سبب پوچھا تو مارشل مہادیو نے اس کے چہرے سے اس کے خود بخود میک اپ ختم ہونے کے بارے میں بتایا۔

"ہونہہ۔ میں واقعی بھول گئی تھی۔ بہرحال اب کیا کیا جا سکتا ہے"۔ کراسٹی نے سر جھٹک کر کہا۔

"مادام، آپ کے پاس سیل فون ہے"۔ کچھ دیر بعد پروشو نے کراسٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں، کیوں"۔ کراسٹی نے چونک کر پوچھا۔

"شام کو میں نے ایک پارٹی سے ملاقات کرنی تھی۔ اس کے بارے میں، میں پاون کو مطلع کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ میری غیر موجودگی میں خود ہی اس پارٹی سے ڈیلنگ کر لے"۔ پروشو نے کہا تو کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا کر جیب سے اسے کیپٹن ماریا کا سپیشل سیل فون نکال کر دے دیا۔ پروشو سیل فون سے نمبر ڈائل کرنے اور پھر پاون سے بات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس اثناء میں کراسٹی کے چہرے پر سے اس کا میک اپ لمحہ لمحہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ جیسے اس کے چہرے پر امونیا لگا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے اس کا میک اپ خود بخود صاف ہوتا جا رہا ہو۔ پروشو نے اپنے ساتھی پاون کو ہدایات دے کر جیسے ہی فون بند کیا اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ پروشو نے چونک کر سکرین کی طرف دیکھا اور پھر وہ بری طرح سے چونک اٹھا۔

"اوہ، مادام آپ کے لئے پریذیڈنٹ سرکل سے کال آ رہی ہے"۔ پروشو نے کہا اور اس کی بات سن کر نہ صرف کراسٹی بلکہ مارشل مہادیو بھی چونک پڑا تھا۔

"پریذیڈنٹ سرکل سے۔ کیا مطلب، میرا پریذیڈنٹ سرکل سے

کیا تعلق ہو سکتا ہے"۔ کراسٹی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ کال میرے لئے ہو گی۔ میں اپنا سیل فون اپنے آفس کے دراز میں بھول آیا تھا"۔ مارشل مہادیو نے جلدی سے کہا تو کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے پروشو سے فون لیا اور کانوں سے ہیڈ فون اتار کر اس کی جگہ سیل فون لگا لیا۔

"یس، کیپٹن ماریا سپیکنگ"۔ کراسٹی نے سیل فون آن کر کے کیپٹن ماریا کے مخصوص انداز میں کہا۔

"کیپٹن، میں پریذیڈنٹ سرکل سے کرنل وشال بول رہا ہوں۔ وائٹ کوبرا کہاں ہے"۔ دوسری طرف سے کرنل وشال کی تیز آواز سنائی دی۔

"چیف میرے ساتھ ہیں۔ یہ بات کریں سر"۔ کراسٹی نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور سیل فون مارشل مہادیو کی جانب بڑھا دیا۔

"یس، وائٹ کوبرا ہیئر"۔ مارشل مہادیو نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"مارشل مہادیو، آپ کہاں ہیں۔ میں کتنی دیر سے آپ کا نمبر ٹرائی کر رہا ہوں۔ لیکن آپ کے سیل فون سے کوئی جواب ہی نہیں مل رہا"۔ کرنل وشال نے مارشل مہادیو کی آواز سن کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میرا سیل فون میرے آفس میں رہ گیا ہے۔ جبکہ میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں ہیون ویلی کی طرف جا رہا ہوں۔ کیوں کیا

بات ہے"۔ مارشل مہادیو نے کرخت لہجے میں کہا۔

" جناب پریذیڈنٹ صاحب نے فوری طور پر آپ کو پریذیڈنٹ سرکل میں بلایا ہے۔ آپ سارے کام چھوڑ کر فوراً پریذیڈنٹ ہاؤس آ جائیں۔ جناب صدر اس وقت شدید غصے میں ہیں"۔ دوسری طرف سے کرنل وشال نے کہا۔

" غصے میں ہیں۔ کیوں، کس بات کا غصہ ہے انہیں"۔ مارشل مہادیو نے چونک کر کہا۔

" معلوم نہیں سر۔ ابھی کچھ دیر پہلے گریٹ لینڈ سے ایک کال آئی تھی۔ گریٹ لینڈ کے پرائم منسٹر، پریذیڈنٹ صاحب سے بات کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کال ملا دی۔ اس کے بعد پریذیڈنٹ صاحب شدید غصے کے عالم میں اپنے آفس سے باہر آ گئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو کال کر کے حکم دوں کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً پریذیڈنٹ ہاؤس میں ان کے پاس پہنچ جائیں"۔ کرنل وشال نے اصل بات سے گریز کرتے ہوئے کہا۔ فون کی آواز خاصی تیز تھی جسے کراسٹی اور پردشو باآسانی سن رہے تھے۔ مارشل مہادیو کے چہرے پر شدید الجھن تھی۔ وہ سوالیہ نظروں سے کراسٹی کی جانب دیکھنے لگا جیسے پوچھ رہا ہو کہ اسے کیا جواب دینا چاہئے تو کراسٹی اشاروں سے اسے کچھ سمجھانے لگی۔

" پریذیڈنٹ صاحب سے کہو کہ میں اس وقت بہت دور ہوں۔ مجھے آنے میں کچھ وقت لگ جائے گا"۔ مارشل مہادیو نے کراسٹی کے

اشارے سمجھ کر جلدی سے کہا۔

" کتنا وقت"۔ کرنل وشال نے پوچھا۔

" دو تین گھنٹے تو بہرحال لگ ہی جائیں گے۔ مگر میں کوشش کروں گا کہ جلد پہنچ جاؤں"۔ مارشل مہادیو نے کراسٹی کے اشارے سمجھ کر کہا۔

" ٹھیک ہے سر۔ میں پریذیڈنٹ صاحب کو بتا دیتا ہوں"۔ کرنل وشال نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ مارشل مہادیو نے بھی فون آف کر دیا لیکن ابھی چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

" پھر وہیں سے کال ہے۔ میں کیا کروں"۔ مارشل مہادیو نے کراسٹی کی جانب بے بسی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہم زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں ہیون ویلی میں پہنچ جائیں گے تم ہمیں وہاں چھوڑ کر واپس چلے جانا"۔ کراسٹی نے کہا اور مارشل مہادیو اس کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اسے شک ہو کر وہ خطرناک لڑکی کیا اسے اس آسانی سے چھوڑ دے گی۔

" تم ڈرو نہیں۔ ہیون ویلی میں ہم اپنی حفاظت کا خود بندوبست کر لیں گے۔ تمہاری طرف سے کوئی خطرہ ہوا تو میں کہیں سے بھی اس ریموٹ کا بٹن آن کر دوں گی تو تمہارا وہی حشر ہو گا جو تم جانتے ہی ہو اس ریموٹ کی رینج بے حد وسیع ہے"۔ کراسٹی نے اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا تو مارشل مہادیو نے ہونٹ بھینچ کر

ایک بار پھر فون آن کر لیا۔

"یس۔ وائٹ کوبرا ہیئر" ۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"سر، غضب ہو گیا۔ آپ کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا گیا ہے" ۔ دوسری طرف سے کرنل وشال کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی اور مارشل مہادیو یوں اچھل پڑا جیسے اس کے پیروں میں خوفناک بم پھٹا ہو۔

"کک، کیا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو" ۔ مارشل مہادیو نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ آپ کے ہیڈ کوارٹر میں انتہائی خوفناک دھماکے ہوئے تھے ۔ جن کی وجہ سے آپ کا پورا ہیڈ کوارٹر تنکوں کی طرح بکھر گیا تھا۔ اب وہاں سوائے ملبے کے اور کچھ باقی نہیں بچا" ۔ کرنل وشال نے کہا اور مارشل مہادیو کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمودار ہو گئے وہ کراسٹی کی طرف دیکھنے لگا جس کے ہونٹوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ تھی۔ مارشل مہادیو اس کی مسکراہٹ دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ کام اسی لڑکی کا تھا جو یقیناً وہاں سے نکلتے ہوئے وہاں ٹائم بم فکس کر آئی تھی۔ مارشل مہادیو کی آنکھوں کے سامنے اپنا عظیم الشان ہیڈ کوارٹر اور اس کے آدمیوں کے چہرے گھومنے لگے جو ہیڈ کوارٹر میں موجود تھے۔

"سر، لیجئے صدر صاحب سے بات کریں۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں" ۔ دوسری طرف سے کرنل وشال نے کہا اور اس سے پہلے

کہ مارشل مہادیو کچھ کہتا اسی لمحے کلک کی آواز سنائی دی اور رسیور میں صدر کی کرخت آواز سنائی دی۔

"مارشل مہادیو، یہ سب کیا ہو رہا ہے" ۔ صدر نے چیختے ہوئے کہا اور مارشل مہادیو کے چہرے پر شدید بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔

"مم، میں نہیں جانتا جناب۔ ہیڈ کوارٹر" ۔ مارشل مہادیو نے جلدی سے کہنا چاہا۔

"تم ہیڈ کوارٹر کو رو رہے ہو اور میرے لئے علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس وبال جان بنے ہوئے ہیں۔ تم نے مجھے ان کی کافرستان میں آمد کی اطلاع کیوں نہیں دی تھی" ۔ صدر نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا۔

"اوہ، یس سر۔ میں آپ کو اطلاع دینے ہی والا تھا سر۔ مم، مگر آپ علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں فکر مند نہ ہوں سر۔ وہ سب اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔ میں نے ان سب کو خود اپنی موجودگی میں فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کیا تھا۔ فائرنگ اسکواڈ اس وقت تک ان پر فائرنگ کرتا رہا تھا جب تک ان کی مشین گنوں کے میگزین خالی نہیں ہو گئے تھے۔ ان کی لاشیں چھلنی ہو گئی تھیں اور........" مارشل مہادیو نے جلدی جلدی سے کہا۔

"شٹ اپ یو ڈیم فول۔ تم نہیں جانتے۔ جن لوگوں کو تم نے علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر سمجھ کر ہلاک کیا تھا وہ تمہارے اپنے ہی آدمی تھے ۔ کوبرا فورس کے آدمی" ۔ صدر نے

درمیان سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر نہ صرف مارشل مہادیو بلکہ کراسٹی بھی بری طرح سے چونک اٹھی تھی۔ ان کے چہروں پر یکلخت تحیر کے بادل امنڈ آئے تھے۔

"اوہ نو سر۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے ان کے باقاعدہ میک اپ چیک کرائے تھے۔ میک اپ کے پیچھے سے ان کے اصلی چہرے برآمد ہوئے تھے۔ وہ چہرے علی عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہی تھے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"مارشل مہادیو، تم خود کو دنیا کا سب سے بڑا عقلمند اور ہوشیار انسان سمجھتے ہو مگر اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم پرلے درجے کے احمق اور بے وقوف ترین انسان ہو"۔ صدر نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب"۔ مارشل مہادیو نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ صدر کی بات سن کر اس کے چہرے پر قدرے تناؤ سا آ گیا تھا جیسے اسے صدر کی بات ناگوار گزری ہو۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ تمہاری کوبرا فورس کے انچارج سوامی داس نے ہی ان لوگوں کو گرفتار کیا تھا ناں"۔ صدر نے کہا۔

"یس سر، اور وہ ان سب کو باندھ کر بلیک ہاؤس لے گیا تھا۔ وہ سب مکمل طور پر بے ہوش تھے جب فائرنگ اسکواڈ نے ان پر فائرنگ کر کے ان کے جسم چھلنی کر دیئے تھے"۔ مارشل مہادیو نے کہا۔

"تمہاری عقل پر سچ مچ ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے مارشل مہادیو۔ جانتے ہو سوامی داس نے علی عمران اور اس کے ساتھیوں کو

اٹھارہ لاکھ ڈالرز لے کر زندہ چھوڑ دیا تھا اور پھر اس نے کوبرا فورس کے آدمیوں کا نہایت عقلمندی اور ہوشیاری سے ڈبل میک اپ کرایا اور جب انہیں تمہارے سامنے لایا گیا ہو گا اس وقت سوامی نے ان کا ایک میک اپ صاف کر دیا ہو گا اور پھر تمہارے حکم پر ان کی لاشیں چھلنی کروا دیں۔ تم سے زیادہ عقلمند تو سوامی داس تھا جس نے تم جیسے انسان کو آسانی سے بے وقوف بنا لیا"۔ صدر نے طنزیہ لہجے میں کہا اور صدر کی بات سن کر مارشل مہادیو کے جسم میں سردی کی تیز لہر سرایت کر گئی تھی جبکہ کراسٹی کے جسم میں سرشاری کی لہریں دوڑنا شروع ہو گئی تھیں۔

"یہ، یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ناممکن ہے سر۔ سوامی داس ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ، وہ......" مارشل مہادیو نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اس نے ایسا ہی کیا تھا اور تمہاری اطلاع کے لئے میں یہ بھی بتا دوں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے علی عمران نے خود مجھے فون کیا تھا۔ اسی نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی ہیں"۔ صدر نے کہا اور مارشل مہادیو کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ سوامی داس اس کے ساتھ غداری اور اتنا بڑا دھوکہ کر سکتا ہے۔ خوف، غصے اور شدید پریشانی سے اس کا چہرہ ایک بار پھر بگڑ گیا تھا۔

"اگر سوامی داس نے یہ سب کچھ کیا ہے تو میں، اس کا کورٹ مارشل کر دوں گا۔ اس کے ٹکڑے اڑا دوں گا۔ وائٹ کوبرا سے دغا کرنے والے کا انجام بے حد بھیانک ہو گا۔ میں، میں اسے نہیں

چھوڑوں گا جناب"۔ مارشل مہادیو نے غصے سے لرزتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، تمہیں تو کچھ بھی معلوم نہیں ہے مارشل مہادیو۔ اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے کہ میں نے تم جیسے نااہل پر اتنی بڑی ذمہ داری کیوں ڈال دی تھی۔ بلیک ہاؤس پر دن دہاڑے حملہ کیا گیا تھا۔ نہ صرف تمہارے بلیک ہاؤس کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے بلکہ تمہارے اپنے ناقابل تسخیر ہیڈ کوارٹر کو بھی ملبے کا ڈھیر بنا دیا گیا ہے اور یہ کام سوائے علی عمران اور اس کے ساتھیوں کے کون کر سکتا ہے"۔ صدر نے پھنکارتے ہوئے کہا اور مارشل مہادیو کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے اٹھا کر یکلخت کسی گہری کھائی میں دھکیل دیا ہو اور وہ انتہائی سرعت سے سر کے بل اس کھائی میں گرتا چلا جا رہا ہو۔

"تمہاری اس غیر ذمہ داری، نااہلی اور بے خبری کی وجہ سے میں تم سے ابھی اور اسی وقت تمام اختیارات واپس لیتا ہوں مارشل مہادیو۔ تمہاری سپیشل ہائی اتھارٹی، تمہارے تمام اعزازوں کے ساتھ میں تمہیں اسی وقت معطل کرتا ہوں۔ تم خود کو فوری طور پر حکام کے حوالے کر دو۔ ورنہ ان جرائم پر تمہارا کورٹ مارشل کر کے تمہیں موت کی بھی سزا دی جا سکتی ہے۔ میں تمہیں زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ دیتا ہوں۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اگر تم کھلی فضاؤں میں ہوئے تو میں تمہارا بلیک وارنٹ جاری کر دوں گا"۔ صدر نے خوفناک انداز میں کہا۔

"یس۔ یس سر"۔ مارشل مہادیو نے جیسے کسی اندھے کنویں سے بولتے ہوئے کہا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ سے سیل فون گر گیا اور اسے اپنا دل و دماغ اندھیرے میں ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"اوہ، یہ بہت برا ہوا ہے۔ صدر نے مارشل مہادیو کو اس کے عہدے سے معزول کر کے ہمارے لئے نئی پریشانی کھڑی کر دی ہے۔ ہیون ویلی میں پہنچنے میں ابھی ہمیں مزید بیس منٹ لگیں گے اور ان بیس منٹوں میں اگر ہیلی کاپٹر کو روک لیا گیا تو"۔ پروشو نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جو بھی ہو۔ ہم ہر حال میں ہیون ویلی میں جائیں گے۔ ابو عبداللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اسے ہیون ویلی میں پہنچانے کے لئے اگر مجھے آگ کے سمندر میں سے بھی گزرنا پڑا تو میں نہیں رکوں گی"۔ کراسٹی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"لیکن مادام اگر صدر نے فضائی اسکوارڈن بھیج دیا تو"۔ پروشو نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھا جائے گا"۔ کراسٹی نے لاپرواہی سے کہا۔ اس نے مارشل مہادیو کے ہاتھ سے سیل فون لیا اور اسے آف کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ جیسے اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ اب وہ کوئی کال نہ خود رسیو کرے گی اور نہ مارشل مہادیو کو کرنے دے گی۔ لیکن ابھی پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ اچانک ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

"ہیلو، ہیلو پائلٹ تم کون ہو۔ اپنی شناخت کراؤ۔ اوور"۔

ٹرانسمیٹر سے ایک کرخت آواز ابھری۔

" کیپٹن ماریا دس اینڈ۔ اوور"۔ کیپٹن ماریا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیپٹن ماریا۔ لیکن یہ ہیلی کاپٹر تو وائٹ کوبرا کا ہے اور اس ہیلی کاپٹر کا پائلٹ کیپٹن جے کشن ہے۔ اوور"۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

" کیپٹن جے کشن چھٹی پر ہے۔ اس لئے مارشل مہادیو مجھے اپنے ساتھ لایا ہے۔ اوور"۔ کیپٹن ماریا نے اطمینان بھرے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیا مارشل مہادیو تمہارے ساتھ ہے۔ اوور"۔ آواز آئی۔

" یس۔ اوور"۔ کیپٹن ماریا نے جواب دیا۔

" میری بات کراؤ۔ میں سپیشل ٹاور سے کمانڈر آندرے بول رہا ہوں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو کی طرف دیکھا لیکن اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور اس کا سر ڈھلکا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے صدر سے بات کرنے کے بعد وہ اپنے تمام تر ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو۔

" یس۔ وائٹ کوبرا اٹنڈنگ یو۔ اوور"۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو کے انداز میں کہا۔ اسے اس طرح مردانہ آواز میں بات کرتے دیکھ کر ابو عبداللہ اور پروشو بے اختیار چونک پڑے تھے اور ان کی آنکھوں میں بے پناہ حیرت پھیل گئی تھی۔

" مارشل مہادیو ہمیں پریذیڈنٹ سرکل سے احکامات ملے ہیں کہ

ہم آپ کے ہیلی کاپٹر کو ہیون ویلی کی طرف نہ جانے دیں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اوہ، اس حکم کی وجہ کیا ہے۔ اوور"۔ کراسٹی نے چونک کر کہا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو بس احکام ملے ہیں۔ جن پر عمل کرنا میری ڈیوٹی ہے۔ اوور"۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

" ہونہہ، میں صرف کچھ دیر کے لئے ہیون ویلی میں جانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں فوراً واپس آجاؤں گا۔ صدر سے میری ابھی بات ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ اس لئے تم بلاوجہ بات بڑھانے کی کوشش مت کرو۔ تم اچھی طرح سے جانتے ہو میں وائٹ کوبرا ہوں اور وائٹ کوبرا ہر معاملے میں صرف اور صرف پرائم منسٹر یا پھر براہ راست صدر کو جواب دہ ہے۔ کسی اور کو نہیں۔ اوور"۔ کراسٹی نے آخری چارہ کار کے طور پر انتہائی کرخت اور پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

" پریذیڈنٹ سرکل کی طرف سے ملنے والے پیغام کے بارے میں آپ کو بتانا میرا فرض تھا جناب اور میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔ اسے ماننا نہ ماننا آپ پر منحصر ہے۔ میں نے ہیون ویلی کے بیس کیمپ کو انفارم کر دیا ہے۔ ان تک پریذیڈنٹ سرکل سے بھی احکامات پہنچ گئے ہوں گے۔ وہ آپ کو ہیون ویلی میں آنے سے روکنے کے لئے کیا کریں گے اب یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ اوور اینڈ آل"۔ دوسری طرف سے قدرے تلخ اور ناگوار لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی

رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

"ہونہہ، اب تو واقعی ہم شدید مشکل میں آ گئے ہیں۔ کراسٹی نے پریشانی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

" بیٹی، ان کے بیس کیمپ میں ہر طرح کی طیارہ شکن توپیں نصب ہیں۔ان کے علاوہ وہاں جنگی جہازوں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کی بھی بڑی تعداد موجود ہے "۔ ابو عبداللہ نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کراسٹی کو خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

" ایک مرتبہ، میں آپ کو آپ کے ساتھیوں تک پہنچا دوں۔ اس کے بعد ان کے نہ جنگی طیارے رہیں گے نہ بیس کیمپ۔ میں وہاں ایسی خوفناک تباہی پھیلا دوں گی جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے "۔ کراسٹی نے غراتے ہوئے کہا۔اس نے کنٹرول پینل کے مختلف بٹن دبائے تو اچانک ہیلی کاپٹر کے خفیہ لانچر کھلتے چلے گئے جن میں میزائل لوڈ تھے ۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کے چاروں طرف سے مشین گنوں جیسی لمبی لمبی اور بڑے دھانوں والی گنوں کی نالیاں باہر نکل آئیں ۔ وائٹ کوبرا کا ہیلی کاپٹر بظاہر ایک ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر تھا مگر اس کا فنکشن دیکھتے ہی کراسٹی سمجھ گئی تھی کہ اس ہیلی کاپٹر کو کسی بھی وقت ایک خوفناک گن شپ ہیلی کاپٹر میں تبدیل کیا جا سکتا ہے سامنے ایک چھوٹا سا مگر جدید راڈار رسیور تھا جس میں مسلسل گرین لائٹ موو کر رہی تھی۔ کراسٹی نے راڈار سکرین پر دیکھا تو وہ بے اختیار چونک اٹھی۔ اسے سکرین پر دس نقطے سپارک کرتے نظر آنے

لگے ۔اس نے سامنے دیکھا پھر اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے ۔ سامنے اسے تیز رفتار دس جنگی طیارے ایک قطار میں اڑتے دکھائی دیئے جو اسی طرف سے آ رہے تھے ۔چند ہی لمحوں میں طیارے اس کے سر پر پہنچ گئے ۔اسی لمحے انہیں تیز جنگی جہازوں کا شور سا سنائی دیا اور پھر جنگی طیارے تیزی سے ہیلی کاپٹر کے اوپر سے گزرتے چلے گئے ۔ مگر دوسرے ہی لمحے انہوں نے پلٹا کھایا اور تیزی سے ہیلی کاپٹر کے اردگرد آ کر انہوں نے ہیلی کاپٹر کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر ایک بار پھر جاگ اٹھا۔

" صرف دو منٹ۔ دو منٹ بعد ہم ہیون ویلی میں ہوں گے "۔ کراسٹی نے ٹرانسمیٹر میں ابھرنے والی کھڑکھڑاہٹ سن کر غراتے ہوئے کہا۔

" ہیلو، ہیلو پائلٹ ۔ ہیلی کاپٹر کا رخ موڑ دو۔ اگر تم نے ہیلی کاپٹر کو ہیون ویلی کی طرف لے جانے کی کوشش کی تو ہم تمہارا ہیلی کاپٹر مار گرائیں گے "۔ اچانک ٹرانسمیٹر سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔ لیکن کراسٹی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی نظریں مسلسل سکرین پر جمی ہوئی تھیں جہاں دور اسے طویل پہاڑی سلسلے اور ان پر پھیلے ہوئے درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔

" پائلٹ، تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ۔ تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے "۔ کراسٹی کے جواب نہ دینے پر دوسری طرف سے چیختے ہوئے کہا گیا۔ لیکن کراسٹی خاموش رہی ۔ مارشل

مہادیو تو پہلے ہی اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھا مگر پیچھے موجود پرو
اور ابو عبداللہ ان جنگی جہازوں اور ٹرانسمیٹر میں ابھرے والی آواز س
کر بے چین ہو گئے تھے ۔ وہ قدرے الجھی ہوئی نظروں سے کراسٹی ک
طرف دیکھ رہے تھے ۔ جیسے سوچ رہے ہوں کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔

" میں تمہیں لاسٹ وارننگ دے رہا ہوں ۔ پائلٹ، ہیلی کاپٹر ا
واپس موڑ لو ۔ ورنہ " ۔ ٹرانسمیٹر سے دھاڑتی ہوئی آواز ابھری ۔ کرا
جیسے ٹرانسمیٹر سے ابھرنے والی آواز سن ہی نہیں رہی تھی۔

" اوکے ۔ اب تم نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے " ۔ ٹرانسمیٹر سے آوا
آئی اور اسی لمحے ہیلی کاپٹر کے دائیں بائیں موجود جنگی جہاز اپنی ا
سمتوں میں پلٹتے چلے گئے ۔ وہ دس جہاز تھے ۔ چار جنگی جہاز ہیلی کا
کے پیچھے تھے ۔

" میں تین تک گنوں گا۔ اس کے بعد ہم فائر کھول دیں گے "
ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر آواز ابھری ۔ کراسٹی نے جواب نہ دیا
دوسری طرف سے گنتی گنی جانے لگی ۔

" ون ۔ ٹو ۔ تھری ۔ فائر " ۔ اچانک تیز اور چیختی ہوئی آواز میں کہا
گیا ۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر کے عقب میں موجود دو جنگی جہازوں کے ونگ
سے لگے ہوئے چار میزائل نکلے اور فضا میں دھوئیں کی طویل لکیریں
بناتے ہوئے بجلی کی سی تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے ۔
پھر فضا میزائلوں کے ہولناک اور خوفناک دھماکوں سے دہل اٹھی۔

" اوہ، اوہ یہ تو سچ مچ کراسٹی ہی ہے ۔ لیکن یہ یہاں کیا کر رہی
ہے " ۔ جولیا کے منہ سے بے اختیار نکلا ۔ اس کے ساتھی بھی حیرانی سے
کراسٹی کو دیکھ رہے تھے ۔

" شاید یہ وائٹ کوبرا سے پنگ پانگ کھیلنے آئی ہے " ۔ عمران نے
کہا اور وہ سب چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے جو یکلخت یوں منہ
چلانے لگا تھا جیسے جگالی کر رہا ہو ۔

" پنگ پانگ ۔ کیا مطلب " ۔ جولیا نے حیران ہو کر کہا ۔

" پنگ پانگ ایک گیم ہے جو اتنی پاپولر تو نہیں ہے لیکن بہرحال
ساری دنیا میں کھیلی جاتی ہے " ۔ عمران نے کہا ۔

" ہونہہ، میں تم سے پنگ پانگ کے بارے میں نہیں پوچھ
رہی " ۔ جولیا نے جھلا کر کہا ۔

" تو پھر کیا پوچھ رہی ہو " ۔ عمران نے بھی اسی کے انداز میں کہا ۔

" یہ کراسٹی یہاں کیا کر رہی ہے اور یہ ابو عبداللہ کو کہاں لے جا رہی ہے"۔ جولیا نے کہا۔

" کراسٹی یہاں کیا کر رہی ہے۔ اسے تم بھی دیکھ رہی ہو۔ وہ ہیلی کاپٹر اڑا رہی ہے اور دیکھو وہ کس خوبصورتی اور مہارت سے اڑا رہی ہے"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنس اٹھے۔

" عمران کبھی تو کسی بات کا سیدھے طریقے سے جواب دے دیا کرو"۔ جولیا نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

" اس نے سیدھا جواب دینا سیکھا ہی کب ہے"۔ تنویر نے جولیا کو جھلاتے دیکھ کر موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

" سیدھا سادا جواب سیدھے سادے لوگ دیتے ہیں اور میرے خیال میں اس دنیا میں سیدھے سادے ہونے کا شرف صرف شوہروں کے ہی نصیب میں ہے۔ اب میں نہ کسی کا شوہر ہوں اور نہ تم۔ اس لئے تم تو ایسی بات نہ کرو اور ویسے بھی سیدھے سادے کا اعزاز مجھے جلد ہی مل سکتا ہے۔ تمہارا تو مجھے دور دور تک کوئی چانس نظر نہیں آتا۔ بے شک پوچھ لو جولیا سے۔ کیوں جولیا"۔ عمران نے کہا۔

اس کی بات سن کر پہلے تو سب حیرانی سے عمران کا چہرہ تکتے رہے پھر یکلخت ان کے قہقہوں سے کمرہ گونج اٹھا تھا۔

" منہ دھو رکھو اپنا"۔ جولیا نے شرمائے ہوئے انداز میں مسکرا کر کہا۔ جبکہ تنویر نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

" عمران صاحب۔ آپ شاید ہنسی مذاق میں ہمیں اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جبکہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ کراسٹی یہاں کیوں موجود ہے"۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ہائیں، میں تو تم سب کو اچھا بھلا انسان سمجھتا تھا تم مکھی اور مچھر کیسے ہو گئے۔ جنہیں اڑایا جا سکتا ہے"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا اور وہ ایک بار پھر ہنس پڑے۔

" تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ عمران کو معلوم ہے کہ کراسٹی وہاں کیوں موجود ہے"۔ جولیا نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" عمران صاحب کراسٹی کو دیکھ کر چونکے ضرور تھے مگر پھر فوراً ہی ان کا چہرہ نارمل ہو گیا تھا اور ان کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ جو اس بات کا ثبوت تھی کہ عمران صاحب کو پتہ چل گیا تھا کہ کراسٹی مارشل مہادیو کے ساتھ اس کے ہیلی کاپٹر میں کیوں موجود ہے"۔ صفدر نے کہا۔

" ارے باپ رے، تم تو اڑتی مکھیوں کے پر گن لیتے ہو۔ تم میرا مطلب ہے وہ، وہ پر۔ پر........" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" تو صفدر کا اندازہ درست ہے۔ تمہیں سب کچھ معلوم ہے"۔ جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

" کک، کیا معلوم ہے"۔ عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا جیسے وہ

جولیا کے گھورنے کے انداز سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔

"یہی کہ........" جولیا نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک انہیں دور سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

"اوہ، پنڈت نارائن کے لئے کال آ رہی ہے۔ میں ابھی آتا ہوں"۔ عمران نے جلدی سے کہا اور پھر ان کی کچھ سنے بغیر تیزی سے بھاگتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا اور وہ سب ایک بار پھر سکرین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جہاں کراسٹی بڑے اطمینان بھرے انداز میں ہیلی کاپٹر اڑا رہی تھی۔

"ایسا لگ رہا ہے جیسے کراسٹی یہاں ابو عبداللہ کی مدد کرنے کے لئے آئی ہے"۔ صفدر نے چند لمحے غور سے سکرین کی طرف دیکھنے کے بعد کہا۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔ ابو عبداللہ کا چہرہ پرسکون ہے اور وہ جس تشکرانہ نظروں سے بار بار کراسٹی کی طرف دیکھ رہا ہے اس سے تو یہی لگتا ہے جیسے وہ اسی کی وجہ سے آزاد ہوا ہو"۔ جولیا نے بھی غور سے سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی بات میں آپ کو بتانا چاہتا تھا۔ ابو عبداللہ کے مقابلے میں وائٹ کوبرا کا انداز اس کے برعکس ہے۔ وہ انتہائی سہما ہوا، پریشان اور گھبراہٹ زدہ نظر آ رہا ہے۔ ویسے بھی وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر کا تباہ ہونا، کراسٹی کا وائٹ کوبرا کے ہیلی کاپٹر میں موجود ہونا، اس سے وائٹ کوبرا کا خوفزدہ ہونا اور ابو عبداللہ کے چہرے کا اطمینان اسی

طرف اشارہ کر رہے ہیں جیسے واقعی کراسٹی یہاں صرف اور صرف ابو عبداللہ کو وائٹ کوبرا کی قید سے آزاد کرانے کے لئے آئی ہو۔ اس کے علاوہ آپ نے شاید ایک بات اور نوٹ نہیں کی"۔ صفدر نے کہا۔

"کون سی بات"۔ جولیا نے چونک کر پوچھا۔ اس کے باقی ساتھی خاموشی سے سکرین پر دیکھتے ہوئے ان کا تجزیہ سن رہے تھے۔

"ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر اور نہایت تیزی سے اڑ رہا ہے۔ اس کا رخ شمال کی طرف ہی ہے اور شمالی کی طرف ہیون ویلی ہے"۔ صفدر نے کہا۔

"اوہ، تو تمہارا خیال ہے کراسٹی، ابو عبداللہ کو ہیون ویلی لے جا رہی ہے"۔ جولیا نے چونک کر کہا۔

"یقیناً اور میرے خیال میں عمران صاحب نے بھی یہی باتیں نوٹ کی تھیں۔ جن کی وجہ سے میں نے ان کے چہرے پر خوشگواریت اور اطمینان کی جھلک دیکھی تھی"۔ صفدر نے کہا اور وہ سب اثبات میں سر ہلانے لگے۔ اسی لمحے کمرے میں لگے سپیکر میں انہیں عمران کی آواز سنائی دی۔

"تم سب سکرین آف کر کے پنڈت نارائن کے آفس میں آ جاؤ"۔ عمران ان سے کہہ رہا تھا۔

"اوہ، اب کیا بات ہو گئی"۔ جولیا نے چونک کر کہا۔

"پتہ نہیں۔ آئیں دیکھتے ہیں"۔ صفدر نے مسکرا کر کہا۔ جولیا نے سکرین کے قریب لگے ہوئے ایک بٹن کو پریس کر دیا جس کے نیچے

سکرین آف لکھا ہوا تھا۔ سکرین فوراً تاریک ہو گئی تھی اور وہ لوگ کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ جب وہ پنڈت نارائن کے آفس میں داخل ہوئے تو انہوں نے عمران کو پنڈت نارائن کی چیئر پر بیٹھے پایا۔ اس کے سامنے ایک میک اپ باکس کھلا ہوا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو"۔ جولیا نے بے اختیار پوچھا۔

"سیدھا سادا ہونے کے لئے حسین بننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ شاید......" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"عمران پلیز، یہ بتاؤ ہمیں کیوں بلالیا ہے اور یہاں فون کس کا آیا تھا۔ جسے سن کر تم نے فوراً میک اپ کرنا شروع ہو گئے ہو۔ کیا تمہارا ارادہ کہیں جانے کا ہے"۔ جولیا نے کہا۔

"ہاں، میں پریذیڈنٹ سرکل جا رہا ہوں۔ کال پریذیڈنٹ سرکل سے تھی۔ صدر صاحب نے فوری طور پر کافرستان کی تمام دفاعی ایجنسیوں کو ایمرجنسی کال کر کے بلایا ہے۔ یہ کام انہوں نے میرے فون کے بعد سے ہی شروع کر دیا ہے۔ میرے خیال میں وہ ہمارے خلاف تیزی سے اور فوراً حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔ وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ان کی ہمارے خلاف کیا پلاننگ ہو گی میں سوچ رہا ہوں کہ پنڈت نارائن بن کر وہاں جاؤں اور تمام تفصیل معلوم کر لوں تاکہ انہیں بھرپور جواب دیا جاسکے اور پھر ہم نے کافرستان میں بلیک کراس کی بنیاد بھی تو رکھنی ہے۔ پریذیڈنٹ سرکل میں اس سے اچھا بلیک کراس لگانے کا مجھے اور موقع کہاں مل سکتا ہے"۔ عمران

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، تو تم وہاں کوئی کارروائی کرنے جا رہے ہو"۔ جولیا نے چونک کر کہا۔

"ہاں، اب مجھے اس کے چیلنج کا جواب تو دینا ہی ہے ناں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپ وہاں اکیلے جائیں گے"۔ صدیقی نے پوچھا۔

"تو اور کیا ساتھ پوری بارات لے کر جاؤں"۔ عمران نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

"عمران صاحب، اپنے ساتھ ہم میں سے بھی کسی کو لے جائیں۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ بعض اوقات کھوٹا سکہ بھی کام آ جاتا ہے"۔ خاور نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران ہنس پڑا تھا۔ کھوٹے سکے کی مثال پر دوسرے بھی مسکرا دیئے تھے۔

"تمہارا اشارہ کہیں تنویر کی طرف تو نہیں ہے"۔ عمران نے کہا کہ وہ سب ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔

"خیر یہ تو میں نہیں کہوں گا۔ تنویر کو صرف آپ کی باتوں پر غصہ آتا ہے وہ حقیقت میں آپ کا کس قدر خیرخواہ ہے یہ آپ بھی اچھی طرح سے جانتے ہیں"۔ خاور نے کہا۔

"ہاں، یہ تو ہے۔ اچھا ان باتوں کو چھوڑو اور میری بات غور سے سنو۔ مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ کراسٹی یہاں ہماری اور ابوعبداللہ کی مدد کے لئے آئی ہے"۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ابو عبداللہ کی مدد تو کسی حد تک سمجھ میں آتی ہے ۔ یہ ہماری
سے تمہاری کیا مراد ہے" ۔ جولیا نے پوچھا۔

"اصل میں اپنے مشن میں ناکام ہونے کے بعد کراسٹی کو یہ بتا
گیا تھا کہ وہ اور اس کا سینڈیکیٹ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سامنے
طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ تم سب کے کارناموں سے
آگاہ ہو چکی تھی اور پھر جب اس کا ہم سے ٹکراؤ ہوا تو اسے احساس ہوا
کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے ۔ میں نے اسے شدید زخمی حالت میں فاروقی
ہسپتال پہنچا دیا تھا۔ جہاں ڈاکٹر فاروقی نے اپنی بہترین صلاحیتوں کو
بروئے کار لا کر اسے بہت جلد اس کے پیروں پر کھڑا کر دیا۔ جس کا
کریڈٹ وہ مجھے اور تم سب کو دیتی ہے ۔ بہرحال وہ تم سب کے
کارناموں اور کام کرنے سے بے حد متاثر ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے
فیصلہ کیا کہ وہ واپس اپنے ملک نہیں جائے گی بلکہ پاکیشیا میں رہے
گی اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ کام کر کے ان سے بہت کچھ
سیکھ لے گی۔ اس سلسلے میں وہ میرے پاس آئی تھی۔ اس کا اصرار تھا
کہ میں اس کی چیف سے کسی طرح بات کرا دوں لیکن میں نے اسے
صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ایک مجرمہ ہے اور چیف ایسے مجرموں کی
کبھی نہیں سنتا جو خاص طور پر پاکیشیا کے مفادات کو نقصان پہنچانا
چاہتے ہوں۔ اس پر اس نے مجھے ایموشنل بلیک میل کرتے ہوئے کہا
کہ اگر میں نے اس کی چیف سے بات نہ کرائی تو وہ خودکشی کر لے
گی" ۔ عمران نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پھر" ۔ جولیا نے جلدی سے کہا۔ وہ اور اس کے ساتھی حیرت اور
دلچسپی سے عمران کی باتیں سن رہے تھے ۔

"پھر کیا، میں نے چیف سے بات کی تو چیف نے مجھے کھری کھری
بلکہ ہری بھری سنا دیں اور غصے سے اس سلسلے میں مجھے دوبارہ فون نہ
کرنے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔ اب میرے لئے مجبوری بن گئی تھی کہ
اگر میں یہ بات کراسٹی بی بی کو بتا دیتا کہ چیف اس سلسلے میں میری
بھی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تو وہ یقیناً خودکشی کر لیتی۔
میرے فلیٹ میں اس کی لاش ملتی اور سوپر فیاض کو خبر ہو جاتی تو وہ
مجھے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈالنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ کرتا۔
جس کی حسرت لئے وہ ڈھیٹوں کی طرح جی رہا ہے ۔ بہرحال میں نے
کراسٹی سے جان چھڑانے کے لئے اس سے کہہ دیا کہ چیف ایک شرط پر
اس کی بات مان سکتا ہے اگر وہ کوئی ایسا کام کرے جس سے پاکیشیا
کے وقار میں اضافہ ہو سکتا ہو یا پاکیشیا کے مفادات کا تحفظ اس کے
کسی کام سے وابستہ ہو تو میں اس کے لئے چیف سے سفارش کر سکتا
ہوں۔ بہرحال کراسٹی اس وقت تو خاموش ہو گئی کیونکہ یہ بات اس
کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس لئے وہ وہاں سے چلی گئی۔ پھر اس نے مجھ
سے کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن میں سلیمان سے کہلا دیتا
تھا کہ میں فلیٹ میں نہیں ہوں۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ کراسٹی اس
ہوٹل سے واپس چلی گئی ہے جس سے میں یہ سمجھا کہ وہ دلبرداشتہ ہو
کر واپس چلی گئی ہے ۔ مگر وہ یہاں کافرستان میں ہو گی یہ واقعی مجھے بھی

معلوم نہیں تھا۔ بہرحال کراسٹی یہاں اپنے کسی مشن پر نہیں آئی یہاں ابو عبداللہ کی مدد کرنے کے لئے آئی ہے۔ اس نے ابو عبداللہ وائٹ کو برا کی قید سے نکال کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ واقعی بہترین صلاحیتوں کی مالکہ ہے۔ ابو عبداللہ کو اس نے آزادی دلا کر ہمارا کام آسان کر دیا ہے۔ کراسٹی ابو عبداللہ کو ہیون ویلی کی طرف لے جا رہی ہے۔ ہیون ویلی میں پہنچ کر ابو عبداللہ خود کو محفوظ تو کر لے گا لیکن مستقبل میں اس کے ساتھ دوبارہ ایسی حرکت نہ کی جائے اس کے لئے اب ہمیں کام کرنا ہے"۔ عمران یہ سب کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"کراسٹی یہ سب کچھ پاکیشیا میں رہنے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ کام کرنے کے لئے کر رہی ہے۔ حیرت ہے"۔ جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں"۔ عمران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"لیکن عمران صاحب۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ چیف کراسٹی کے اس کارنامے سے خوش ہو کر اسے پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل کر لے گا"۔ صفدر نے کہا۔

"چیف کی باتیں تو چیف جانے۔ لیکن میں اسے اپنی سروس میں ضرور لے لوں گا"۔ عمران نے کہا تو جولیا سمیت سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"اپنی سروس سے تمہاری کیا مراد ہے"۔ جولیا نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے اسے گھور کر کہا۔

"ارے، ارے ایسے مت گھورو مجھے۔ تم تو جانتی ہو میں کس قدر کمزور دل کا مالک ہوں۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو"۔ عمران نے بوکھلانے کی شاندار ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ تو جولیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"تو پھر بتاؤ۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو"۔ جولیا نے اسی انداز میں کہا۔

"ارے، اس کی شکل تم سے ملتی ہے اور میں سوچ رہا تھا کہ میں اسے اپنی بہن بنا لوں۔ ہو سکتا ہے میرا رقیب غائب دماغ تمہارے دھوکے میں اسے کسی دن لے اڑے اور میرا سکوپ بن جائے"۔ عمران نے معصومیت سے کہا اور ان سب کی ہنسی نکل گئی۔ بہن کہنے پر جولیا کے چہرے پر بھی سکون آ گیا تھا اور اس کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی تھی جبکہ تنویر عمران کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

کراسٹی کی نگاہیں مسلسل راڈار سکرین پر مرکوز تھیں۔ جیسے ہی اسکوارڈن لیڈر نے ون ٹو تھری اور فائر کہا اسی لمحے سکرین پر " میزائل اٹیک " کے الفاظ ابھر آئے اور ہیلی کاپٹر میں تیز سیٹی کی آواز گونج اٹھی تھی۔ کراسٹی مسلسل سکرین کو دیکھ رہی تھی جہاں چار میزائل بجلی کی سی تیزی سے ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھے آ رہے تھے اور پھر جیسے ہی میزائل ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچے کراسٹی نے لیور کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچ لیا۔ ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا لگا اور اس کا رخ آسمان کی طرف ہوا اور نہایت تیزی سے کسی خلائی جہاز کی طرح اوپر اٹھتا چلا گیا اور چاروں میزائل عین اس جگہ آپس میں ٹکرا کر خوفناک دھماکوں سے آ پھٹے جہاں ایک لمحہ قبل وائٹ کوبرا کا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ ہولناک دھماکوں کے ساتھ آگ اور دھوئیں کے بادل اٹھے تھے، کراسٹی نے تیزی سے ہیلی کاپٹر کو دائیں اور پھر بائیں موڑ لیا۔ ورنہ

ہیلی کاپٹر اس آگ کی لپیٹ میں آجاتا جو میزائلوں کے پھٹنے سے تیزی سے اوپر کو اٹھ گئی تھی۔ کراسٹی نے تیزی سے ہیلی کاپٹر کو سیدھا کیا اور ایک بار پھر ہیون ویلی کی طرف اسے اڑاتی لے گئی۔ ہیلی کاپٹر کی سیٹوں پر چونکہ بیلٹس لگے ہوئے تھے جسے ان سب نے اپنے جسموں سے باندھ رکھا تھا اس لئے انہیں جھٹکے تو ضرور لگے تھے مگر وہ الٹنے پلٹنے سے بچ گئے تھے۔

جنگی طیاروں نے جو ہیلی کاپٹر کو میزائلوں کے حملے سے بچتے دیکھا تو وہ تیزی سے چکر کاٹتے ہوئے دوبارہ اس کی طرف آ گئے۔ کراسٹی نے جلدی جلدی سے چند بٹن پریس کئے اور پھر اس نے لیور پر لگے میزائلوں کو فائر کرنے والے سرخ بٹن پر انگوٹھا رکھ دیا۔ اس نے ایک بٹن دبایا تو ہیلی کاپٹر کی ٹیل کی طرف سے بھی ایک میزائل لانچر باہر آ گیا۔ جیسے ہی میزائل لانچر کا دہانہ ٹیل سے باہر نکلا کراسٹی نے سرخ بٹن کو پریس کر دیا۔ اسی لمحے ٹیل کے میزائل لانچر سے ایک میزائل نکلا اور ہیلی کاپٹر کے پیچھے آنے والے جنگی طیاروں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کراسٹی نے میزائل ایک جنگی طیارے کو ٹارگٹ میں لے کر فائر کیا تھا۔ اس جنگی طیارے کے پائلٹ نے میزائل کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے تیزی سے جنگی طیارے کو دائیں طرف موڑ لیا۔ جنگی طیارے کے دائیں بائیں دو دو طیارے تھے جن کا فاصلہ ایک دوسرے سے تقریباً پچیس تیس میٹر کا رہا ہوگا۔ اچانک طیارہ موڑنے کی وجہ سے پائلٹ نے اپنے طیارے کو ہیلی کاپٹر سے نکلنے

والے میزائل سے تو بچا لیا تھا مگر اس نے جس تیزی سے طیارہ موڑا تھا وہ دائیں طرف کے طیارے کے اوپر سے بری طرح سے رگڑ کھاتا ہوا سیدھا تیسرے طیارے سے جا ٹکرایا تھا اور پھر فضا میں خوفناک دھماکوں سے ان دونوں طیاروں کے پرخچے اڑ گئے۔ جس طیارے سے اس جنگی طیارے نے رگڑ کھائی تھی وہ طیارہ بھی فضا میں بری طرح سے پلٹنیاں کھانے لگا تھا۔ اس طیارے کے پائلٹ نے طیارے کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر طیارے کو اس طرح پلٹنیاں کھاتے دیکھ کر وہ اس قدر نروس ہو گیا تھا کہ اس سے کسی طرح طیارہ سنبھالا ہی نہ گیا اور وہ نیچے گرتا چلا گیا اور پھر نیچے موجود سنگی چٹانوں پر گر کر پاش پاش ہو گیا۔ کراسٹی نے ایک میزائل سے تین طیاروں کو مار گرایا تھا جس سے اس کے ہونٹوں پر فتح مندانہ مسکراہٹ آ گئی تھی۔

اپنے تین طیاروں کو اس طرح تباہ ہوتے دیکھ کر دوسرے طیاروں کے پائلٹوں نے غصے میں آکر ہیلی کاپٹر کو ایک بار پھر گھیر کر اس پر نہ صرف مسلسل فائرنگ کرنا شروع کر دی تھی بلکہ وہ ہیلی کاپٹر پر میزائل بھی برسا رہے تھے۔ کراسٹی نے بھی جواباً چاروں مشین گنوں کے منہ کھول دیئے تھے اور وہ نہایت مہارت سے ہیلی کاپٹر کو ان جنگی طیاروں کے میزائلوں اور گولیوں سے بچاتی ہوئی آگے لئے جا رہی تھی۔ فضا میزائلوں کے ہولناک دھماکوں اور مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ سے بری طرح سے گونج رہی تھی۔ ہر طرف آگ لپک رہی

تھی۔ طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کی گنوں سے نکلنے والی گولیاں انگاروں کی طرح لکیریں بناتی ہوئیں ہیلی کاپٹر اور طیاروں پر برس رہی تھیں اور پھر ہیلی کاپٹر کی مسلسل فائرنگ کی وجہ سے ایک گولی ایک جنگی طیارے کے ونگ میں لگے فیول بکس میں جا لگی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس طیارے کے ٹکڑے آگ کے گولے بنے نیچے گرتے جا رہے تھے۔

" ہم ہیون ویلی میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں ہر صورت میں ان طیاروں کو ہٹ کرنا پڑے گا"۔ کراسٹی نے چیختے ہوئے کہا۔

" ہمارے ہیلی کاپٹر میں بھی بے شمار گولیاں لگ چکی ہیں مادام۔ ٹیل سے دھواں نکل رہا ہے"۔ پروشو نے چیختے ہوئے کہا۔

" کوئی بات نہیں۔ تم بیگ سے راکٹ گن نکال کر دوسرے طیاروں کو نشانہ بناؤ"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس نے اس دوران ایک اور طیارے کو مار گرایا تھا۔ وہ انتہائی ماہرانہ انداز میں ہیلی کاپٹر کو کنٹرول کئے ہوئے تھی۔ ہیلی کاپٹر کسی بھی طرح ان جنگی طیاروں سے کم نہ تھا۔ کراسٹی ان جنگی طیاروں کے میزائلوں سے بچانے کے لئے ہیلی کاپٹر کو کبھی دائیں طرف موڑ لیتی کبھی بائیں طرف۔ کبھی وہ ہیلی کاپٹر اوپر اٹھا لیتی تھی اور پھر کبھی وہ ہیلی کاپٹر کا رخ یکدم نیچے کی طرف کر دیتی تھی۔ جنگی طیاروں کے میزائل اس کے ہیلی کاپٹر کے اردگرد پھٹ رہے تھے۔ اس وقت تک کراسٹی چار جنگی طیاروں کو ہٹ کر چکی تھی جس کی وجہ سے باقی چھ جنگی طیاروں کے پائلٹس جیسے غصے

سے پاگل ہو گئے تھے اور انہوں نے نہایت خوفناک انداز میں ہیلی کاپٹر پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔

پھر ایک جنگی طیارہ اس کے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کرتا ہوا جیسے ہی اس کے قریب سے گزر کر آگے بڑھا۔ کراسٹی نے بجلی کی سی تیزی سے ہیلی کاپٹر اس طیارے کے پیچھے لگا دیا اور پھر اس نے اس طیارے کو ٹارگٹ میں لے کر اس پر میزائل فائر کر دیا۔ طیارے نے پلٹنی کھا کر میزائل سے بچنے کی کوشش کی مگر میزائل ٹھیک اس کی ٹیل سے جا ٹکرایا اور اس طیارے کے بھی ٹکڑے فضا میں بکھر گئے۔ کراسٹی نے نہایت تیزی سے ہیلی کاپٹر کو بائیں طرف گھما دیا تھا۔ طیارے کے بے شمار جلتے ہوئے حصے اس کے ہیلی کاپٹر کے ارد گرد سے گزرتے چلے گئے تھے۔

ادھر پروشو نے بھی بیگ سے راکٹ گن نکالی اور اس نے اپنی طرف کے دروازے کا شیشہ گن کے دستے سے توڑ کر گن کا منہ کھڑکی سے باہر نکال کر ایک طیارے کو نشانہ بناتے ہوئے اس پر راکٹ داغ دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس طیارے کے بھی پرخچے اڑ گئے تھے۔

"گڈ شو پروشو۔ گڈ شو"۔ کراسٹی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

ابو عبداللہ اس فضائی جنگ سے گو خوفزدہ نہیں تھا مگر وہ کراسٹی جیسی نرم و نازک لڑکی کی طرف یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ ایک لڑکی ہو کر وہ دس دس جنگی طیاروں کے نرغے میں نہ صرف ہیلی کاپٹر کو صاف بچا کر لے جا رہی تھی بلکہ

اس نے انتہائی مشاقی، مہارت اور حیرت انگیز انداز میں دشمنوں کے پانچ طیاروں کو مار گرایا تھا۔ چھٹا طیارہ پروشو نے ہٹ کیا تھا۔ اب ان کے مقابلے میں صرف چار طیارے تھے جو ان پر فائرنگ کرنے کے ساتھ ساتھ میزائل بھی داغ رہے تھے مگر وہ اپنے چھ طیاروں کو ہٹ ہوتے دیکھ کر ہیلی کاپٹر سے خاصے پیچھے چلے گئے تھے۔

"وہ راکٹ رینج سے خاصے دور ہیں مادام۔ میں اب انہیں ہٹ کیسے کروں"۔ پروشو نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ابھی رینج میں آ جائیں گے"۔ کراسٹی نے مسکرا کر کہا۔ اس نے تیزی سے ہیلی کاپٹر کا رخ موڑا اور پیچھے آنے والے طیاروں کی طرف لیتی چلی گئی۔ طیارے تیزی سے دائیں بائیں پلٹے لیکن کراسٹی نے ہیلی کاپٹر کو گھما کر ایک اور طیارے کو رینج میں لا کر اس پر میزائل داغ دیا۔ اسی لمحے پروشو بھی اپنی رینج میں آنے والے ایک طیارے پر راکٹ فائر کر چکا تھا۔ فضا میں پھر ہولناک دھماکے ہوئے اور دو طیاروں کے ٹکڑے بکھر کر نیچے گرتے چلے گئے۔

طیاروں کو ہٹ ہوتے دیکھ کر کراسٹی نے ہیلی کاپٹر کو موڑ کر پھر دوسرے دو طیاروں کو اپنی رینج میں لانے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ مگر طیارے کے پائلٹ شاید اب خوفزدہ ہو چکے تھے۔ وہ طیاروں کو نیم دائرے کی طرح دائیں بائیں گھماتے پلٹنیاں دیتے ہوئے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

"بھاگ گئے۔ بزدل"۔ کراسٹی کے منہ سے نکلا۔

"مادام، اب ہمیں جلد سے جلد اس ہیلی کاپٹر سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔ ان دونوں طیاروں کا بچ نکلنا نیک فال ثابت نہیں ہوگا۔ کچھ ہی دیر میں یہاں درجنوں جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر پہنچ جائیں گے جن سے بچ نکلنا ہمارے لئے مشکل بھی ہو سکتا ہے"۔ پروشو نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم یہیں کہیں اتر جاتے ہیں۔ ہیون ویلی میں تو ہم داخل ہو ہی چکے ہیں۔ آگے جانے کا بھی ہمیں کوئی نہ کوئی راستہ مل ہی جائے گا"۔ کراسٹی نے کہا اور اس نے ہیلی کاپٹر کا رخ نیچے کر دیا۔

"یس مادام۔ یہی مناسب رہے گا۔ ہیلی کاپٹر کی ٹیل سے نکلنے والا دھواں تیز ہو گیا ہے۔ ہیلی کاپٹر کو کسی بھی لمحے آگ لگ سکتی ہے۔ اس لئے اس سے نکلنا بھی بے حد ضروری ہے"۔ پروشو نے کہا۔ ہیلی کاپٹر کی ٹیل سے واقعی سیاہ رنگ کا کثیف دھواں نکل رہا تھا اور ہیلی کاپٹر کو مسلسل جھٹکے لگ رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود کراسٹی بڑی مہارت سے ہیلی کاپٹر کو سنبھالے ہوئے تھی۔

کراسٹی کو سامنے درختوں کا جھنڈ دکھائی دیا تو اس نے ہیلی کاپٹر کو اس جھنڈ کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔ ابھی ہیلی کاپٹر جھنڈ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ راڈار سکرین نے مزید جنگی طیاروں کی آمد کا کاشن دینا شروع کر دیا۔

"اوہ۔ ان کی مزید کمک پہنچ گئی ہے"۔ پروشو کے منہ سے نکلا۔ کراسٹی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بری طرح جھٹکے

کھاتے، لہراتے اور بار بار گھوم جانے والے ہیلی کاپٹر کو جھنڈ کی طرف لے جا رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر خاصا نیچے آگیا تھا۔ جھنڈ کے قریب آتے ہی کراسٹی نے ہیلی کاپٹر کو غوطہ دیا اور درختوں کے درمیان سے ہیلی کاپٹر کو کھلے اطراف سے نکالتی لے گئی۔ اسی لمحے انہیں عقب سے جنگی طیاروں کا تیز شور سنائی دیا اور پھر انہیں درختوں کے اوپر سے بے شمار جنگی طیاروں کا شور سنائی دیا تھا۔ مگر انہوں نے نہ فائرنگ کی تھی اور نہ ہی میزائل برسائے تھے وہ شاید آگے جا کر چکر کاٹ کر واپس آکر ان درختوں کے جھنڈ میں چاروں طرف سے فائرنگ اور میزائلوں کی بارش کرنا چاہتے تھے مگر کراسٹی کے لئے یہ موقع غنیمت تھا اس نے ہیلی کاپٹر کو اور نیچا کر لیا۔ ہیلی کاپٹر کے پیڈ زمین سے ٹکرائے، پھر اٹھے، پھر ٹکرائے اور پھر کچھ آگے جاتے ہی کراسٹی نے نہایت مہارت سے ہیلی کاپٹر کو زمین پر اتار لیا۔ اس اثناء میں پروشو کے کہنے پر ابو عبداللہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پیڈ جیسے ہی زمین سے لگے۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے باہر نکل گئے۔ کراسٹی نے بھی جلدی سے کانوں سے ہیڈ فون اتارے اور اپنے بیلٹس کھول کر تیزی سے مارشل مہادیو کے بیلٹس کھولنے لگی۔ اس نے مارشل مہادیو کی سائیڈ کا دروازہ کھول کر اسے باہر دھکیل دیا اور خود بھی اچھل کر ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے مارشل مہادیو کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر لادا اور تیزی سے اس طرف بھاگی جس طرف ابو عبداللہ اور پروشو بیگ اٹھائے بھاگے جا رہے تھے اور پھر وہ تیزی سے درختوں کے پیچھے گھستے

چلے گئے۔

جنگی طیارے پلٹ کر اس طرف واپس آرہے تھے اور انہوں نے نہایت خوفناک انداز میں فائرنگ کرنا شروع کر دی تھی۔ ساتھ ہی انہوں نے ان درختوں کی طرف میزائل بھی برسانے شروع کر دیئے تھے۔ جہاں انہوں نے ہیلی کاپٹر اترتے دیکھا تھا۔ ہولناک اور کان پھاڑ دینے والے دھماکوں سے زمین بری طرح سے لرز اٹھی تھی۔

"نیچے لیٹ جاؤ۔ جلدی"۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو کو نیچے پھینک کر چیختے ہوئے کہا اور خود بھی جلدی سے زمین پر لیٹ گئی۔ ابو عبداللہ اور پروشو نے بھی نیچے لیٹنے میں دیر نہ کی تھی۔ دوسرے ہی لمحے جیسے ان درختوں کے ذخیرے پر بموں اور میزائلوں کی بارش شروع ہو گئی۔ طیارے بم اور میزائل برساتے ہوئے جیسے ہی آگے گئے۔ کراسٹی نے اٹھ کر جلدی سے پھر مارشل مہادیو کو اٹھا لیا اور بے تحاشہ دوڑتی چلی گئی۔

"وہ لوگ درختوں کے ذخیرے کے درمیانی حصے کو زیادہ تر نشانہ بنائیں گے۔ اس لئے دور نکل چلو"۔ کراسٹی نے بھاگتے ہوئے چیخ کر کہا تو پروشو اور ابو عبداللہ بھی اٹھے اور پھر وہ بھی انتہائی تیز رفتاری سے کراسٹی کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔ کراسٹی مارشل مہادیو کے بھاری بھر کم وجود کو کاندھوں پر ڈالے یوں بھاگتی چلی جا رہی تھی جیسے مارشل مہادیو کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔

"مغرب کی طرف چلو۔ اس طرف ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اگر ہم

وہاں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم ان کے خوفناک حملوں سے بچ جائیں گے"۔ ابو عبداللہ نے کہا تو کراسٹی نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ بے تحاشہ مغرب کی طرف دوڑنے لگے۔ جنگی طیارے پلٹ پلٹ کر آ رہے تھے۔ بموں، میزائلوں اور گولیوں کی بوچھاڑوں سے ماحول کسی جنگی علاقے کا ماحول پیدا کر رہا تھا۔ بے شمار گولیاں ان کے اردگرد سے لکیریں بناتی ہوئی گزر جاتی تھیں مگر کوئی بم یا میزائل ان کے قریب آ کر نہ پھٹا تھا ورنہ شاید ان کے بھی وہاں ٹکڑے بکھر جاتے۔

پھر شاید طیاروں کا ایمونیشن ختم ہو گیا تھا یا ان کے پائلٹ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ان کی خوفناک بمباری اور گولیوں کی بارش سے وہ لوگ ہٹ ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے وہ واپس مڑ گئے تھے اور طیاروں کا شور ختم ہوتا جا رہا تھا۔ درختوں پر البتہ ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ ان خوفناک دھماکوں نے درختوں کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے تھے۔

"وہ قصبہ کتنی دور ہے ابو عبداللہ"۔ کراسٹی نے ابو عبداللہ سے پوچھا۔

"بس کچھ ہی دور ہے بیٹی"۔ ابو عبداللہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں یہاں سے جلد سے جلد نکلنا ہے ورنہ وہ لوگ ہیلی کاپٹر اور جیپیں لے کر یہاں پہنچ جائیں گے اور اس علاقے کو گھیر لیں گے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"مجھے احساس ہے بیٹی۔ تم فکر نہ کرو"۔ ابو عبداللہ نے کہا مگر اچانک کراسٹی رک گئی۔ اسے رکتا دیکھ کر پروشو اور ابو عبداللہ بھی

رک جانے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"کیا ہوا مادام"۔ پروشو نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"آگے خطرہ ہے"۔ کراسٹی نے کہا تو اس کی بات سن کر پروشو اور ابو عبداللہ بری طرح سے چونک پڑے۔

"خطرہ، کیسا خطرہ۔ اس طرف تو ...." ابو عبداللہ نے چونک کر کہا۔

"غور کریں۔ اس طرف سے ٹرکوں اور جیپوں کی آوازیں آرہی ہیں۔ میں ان آوازوں کو اچھی طرح سے پہچانتی ہوں۔ یہ فوجی جیپیں اور ٹرک ہیں"۔ کراسٹی نے کہا اور انہوں نے غور کیا تو انہیں واقعی ایسی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے بہت سے ٹرک اور جیپیں نہایت تیزی سے اس طرف آرہی ہوں۔

"اسلحہ نکالو۔ جلدی"۔ کراسٹی نے کہا تو پروشو نے اثبات میں سر ہلا کر جلدی سے بیگ نیچے رکھا اور اسے کھولنے لگا۔ کراسٹی بیگ کی طرف بڑھی اور اس نے بیگ سے بم نکال کر جیبوں میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ دو مشین پسٹل بھی اس نے جیبوں میں ٹھونس لئے۔ پھر اس نے دو مشین گنیں لیں اور اٹھ گئی۔ پروشو نے بھی بیگ سے اپنے مطلب کا اسلحہ نکال لیا تھا۔ اس نے دو مشین گنوں کو بیلٹوں کے ساتھ اپنے کاندھوں پر ڈالتے ہوئے ایک ریوالونگ راکٹ گن نکال کر ہاتھ میں لے لی تھی۔ اس گن سے یکے بعد دیگرے دس راکٹ فائر کئے جا سکتے تھے۔ پروشو نے گن میں راکٹ لوڈ کرنے شروع کر دیئے۔

"یہ گن مجھے دے دو۔ تم دوسری لوڈ کر لو"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس نے بھی مشین گنیں اپنے کاندھوں سے لٹکا لی تھیں۔ پروشو نے راکٹ گن اسے دے کر بیگ سے دوسری گن نکالی اور اس میں راکٹ لوڈ کرنے لگا۔ احتیاط کے طور پر ابو عبداللہ نے بھی ایک مشین گن ہاتھ میں لے لی تھی۔

وہ آگے بڑھے اور پھر صاف قطعے کی طرف آتے ہوئے وہ درختوں کی آڑ میں ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگے جہاں سے واقعی پانچ فوجی ٹرک اور تقریباً دس فوجی جیپیں تیزی سے اس طرف بڑھی آرہی تھیں

"ابو عبداللہ آپ بڑے تنے والے درخت کے پیچھے جا کر چھپ جائیں"۔ کراسٹی نے کہا۔

"مگر"۔ ابو عبداللہ نے کہنا چاہا۔

"جو کہہ رہی ہوں آپ وہی کریں۔ ہم ان سے نپٹ لیں گے"۔ کراسٹی نے قدرے غرا کر کہا تو ابو عبداللہ تیزی سے ایک بڑے درخت کے تنے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔

"ہوشیار۔ وہ لوگ قریب آرہے ہیں۔ جیسے ہی میں ایکشن کہوں ان پر راکٹ برسا دینا۔ تم ٹرکوں کو نشانہ بناؤ گے اور میں جیپوں کو ہٹ کروں گی"۔ کراسٹی نے چیختے ہوئے کہا تو پروشو سر ہلا کر تیزی سے کراسٹی سے دور ہٹتا چلا گیا۔

"فائر"۔ کراسٹی نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اس نے راکٹ گن کا بٹن دبا دیا۔ راکٹ گن سے ایک راکٹ نکلا اور بجلی کی

سی تیزی سے ایک جیپ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر اس جیپ سے ٹکراتے ہی پھٹ گیا اور خوفناک دھماکے سے جیپ کے ٹکڑے فضا میں اڑتے نظر آئے۔ دوسرا راکٹ پروشو نے فائر کیا تھا جو سیدھا ایک فوجی ٹرک کی فرنٹ سے ٹکرایا تھا۔ اس ٹرک کا بھی جیپ جیسا ہی حشر ہوا تھا۔ کراسٹی گن کو نیم دائرے کی صورت میں گھماتے ہوئے مسلسل راکٹ گن کا بٹن دباتی چلی گئی اور راکٹ گن سے راکٹ نکل نکل کر جیپوں کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے جو پہلی جیپ کے تباہ ہوتے ہی رک گئی تھیں اور ان پر لدے ہوئے افراد جنہوں نے فوجیوں جیسی سیاہ وردیاں پہن رکھی تھیں تیزی سے چھلانگیں لگا کر اترے اور زمین سے چپک گئے تھے۔ وہ ان دھماکوں کی زد میں آنے سے بچ گئے تھے اور انہوں نے یکلخت درختوں کی طرف فائرنگ شروع کر دی تھی۔ ادھر پروشو نے بھی یکے بعد دیگرے راکٹ گن کا بٹن دبا کر ٹرکوں کو ہٹ کر دیا تھا جن میں سے کسی ایک کو بھی نیچے اترنے کا موقع میسر نہ آسکا تھا۔ کراسٹی نے نو جیپوں کو ہٹ کیا تھا اور ایک جیپ بچا لی تھی۔ پھر اس نے راکٹ گن پھینکی اور کاندھوں سے مشین گن اتار کر ان بچے کھچے سیاہ وردیوں والے مسلح افراد پر فائرنگ کرنے لگی۔

"یہ بلیک فورس ہے۔ ہمیں ان سب کا خاتمہ کرنا ہے"۔ کراسٹی نے مسلح افراد کی سیاہ وردیوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو پروشو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

چند ہی لمحوں میں پروشو اور کراسٹی میدان صاف کر چکے تھے۔ بلیک فورس کے مسلح افراد کے ہلاک ہوتے ہی کراسٹی درخت کی آڑ سے نکلی اور بھاگتی ہوئی اس اکلوتی جیپ کی طرف دوڑتی چلی گئی جسے اس نے خود بچایا تھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ جیپ میں تھی۔ وہ جیپ تیزی سے اس طرف لے آئی جدھر ابو عبداللہ چھپے ہوئے تھے۔ وہ ابو عبداللہ کو چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگی۔ کچھ ہی دیر میں ابو عبداللہ اور پروشو جیپ میں تھے۔ کراسٹی نے بجلی کی سی تیزی سے جیپ کا موڑ کاٹا اور دوسرے ہی لمحے جیپ اس طرف دوڑتی چلی گئی جس طرف سے بلیک فورس آئی تھی۔ مارشل مہادیو کو کراسٹی وہیں درختوں کے جھنڈ میں ہی چھوڑ آئی تھی جو مسلسل بے ہوش تھا۔ اس طرف قصبے سے مخالف سمت میں جانے والی سڑک تھی۔ ابو عبداللہ نے کراسٹی کو قصبے کی طرف جانے کے لئے کہا تو کراسٹی نے جیپ سڑک سے اتاری اور پھر قصبے کی طرف دوڑانے لگی۔ لیکن ابھی وہ کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ انہیں ایک بار پھر آسمان پر جنگی طیاروں کا شور اور ہیلی کاپٹروں کی گھن گرج سنائی دی۔ انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر ان کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ اس بار بمبار طیاروں کے ساتھ بے شمار گن شپ ہیلی کاپٹر تھے جو تیزی سے اسی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔ وہ ایک میدانی علاقہ تھا۔ درختوں کا جھنڈ کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ ان اطراف میں ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں کراسٹی جیپ لے جا کر ان طیاروں اور ہیلی کاپٹروں

سے چھپ سکتی۔

"اوہ، اب ہم مکمل طور پر گھر گئے ہیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس قدر طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کو مار گرانا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن"۔ پروشو کے منہ سے نکلا۔ اسی لمحے جنگی طیارے خوفناک انداز میں چنگھاڑتے ہوئے ان کے سروں کے اوپر سے گزرتے چلے گئے۔ ٹھیک اسی لمحے ایک گن شپ ہیلی کاپٹر نے جیپ کے آگے آکر عمودی انداز میں نیچے آنا شروع کر دیا اور کراسٹی نے ایک طویل سانس لے کر جیپ کو روک لیا۔ ہیلی کاپٹر کے سامنے والے حصے میں سرخ رنگ کے لمبے لمبے میزائل نظر آرہے تھے اور شیشوں سے ہیلی کاپٹر کا پائلٹ صاف نظر آرہا تھا جس کے ہاتھ میں ہیلی کاپٹر کا کنٹرول اور انگوٹھا میزائل فائر کرنے والے بٹن پر تھا۔ کراسٹی ان ریڈ میزائلوں کے بارے میں بخوبی جانتی تھی۔ اگر وہاں ایک ریڈ میزائل بھی فائر ہو جاتا تو ہر طرف جیسے آگ کا طوفان آجاتا جس سے کراسٹی کسی بھی طرح جیپ کو بچا لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ پروشو اور ابو عبداللہ تھا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو کراسٹی رسک لے سکتی تھی مگر اب اس کے پاس جیپ روکنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ نہ ہی اب ان کے پاس اتنا اسلحہ بچا تھا کہ وہ ان کا مقابلہ کر سکتے۔ آن کی آن میں سات ہیلی کاپٹر جیپ کے ارد گرد اتر آئے اور ان میں سے مسلح سیاہ لباسوں والے افراد چھلانگیں مارتے ہوئے باہر آگئے اور انہوں نے اس انداز میں ان تینوں کو گھیرے میں لے لیا کہ وہ کچھ بھی

نہ کر سکتے تھے۔

"خود کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ بھون کر رکھ دیں گے"۔ ایک سیاہ لباس والے نے جو شاید ان کا انچارج تھا بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ سوری ابو عبداللہ میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکی"۔ کراسٹی نے مایوسی کے عالم میں کہا۔

"کوئی بات نہیں بیٹی۔ تم نے جس قدر کوشش کی ہے میرے لئے یہی بہت ہے کہ میں اس وقت ہیون ویلی میں ہوں۔ اب مجھے یہاں موت بھی آجائے تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا"۔ ابو عبداللہ نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"ہمیں گرفتار کرنے کے لئے لگتا ہے ان کا پورا بیس کیمپ ہی یہاں امنڈ آیا ہے"۔ پروشو نے چاروں طرف پھیلی ہوئی بلیک فورس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر انہوں نے ہمیں ہلاک نہ کیا اور گرفتار کر کے بیس کیمپ میں لے گئے تو میں کچھ نہ کچھ ضرور کروں گی"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس اثناء میں سیاہ لباسوں والے مسلح افراد جیپ کے قریب آگئے تھے اور پھر وہ ان پر یوں جھپٹ پڑے جیسے مردہ خور گدھ جھپٹتے ہیں۔ انہیں زبردستی کھینچ کر جیپ سے نکالا گیا تھا اور پھر زمین پر گرا کر انہوں نے نہایت بے دردی سے انہیں باندھنا شروع کر دیا۔

"انہیں اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں ڈال دو۔ کمانڈر صاحب خود ان سے

بات کریں گے اور وہیں فیصلہ کریں گے کہ ان خطرناک مجرموں کا کیا کرنا ہے"۔ انچارج نے چیختے ہوئے کہا اور پھر بلیک فورس کے افراد نے ان تینوں کو اٹھایا اور لے کر ایک ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

کافرستانی صدر کا غصے سے برا حال تھا۔ کانفرنس ہال میں سپیشل سیکورٹی کے تقریباً تمام اہم افراد جمع ہو چکے تھے۔ جن کی تعداد تیس تھی۔ صدر ان پر شدید برہمی کا اظہار کر رہا تھا اور انہیں پاکیشیائی ایجنٹوں کے کافرستان میں آنے اور ان کی کارروائیوں کی تفصیل بتا رہا تھا۔ ان میں عمران بھی پنڈت نارائن کے روپ میں موجود تھا۔

" تم سب کے سب نااہل اور قطعی طور پر ناکارہ ہو چکے ہو۔ تمہیں نہ تو پاکیشیائی ایجنٹوں کا کافرستان میں آنے کا پتہ چلا تھا اور نہ ہی اس سلسلے میں تمہارے پاس کسی قسم کی کوئی انفارمیشن تھی"۔ صدر ان پر مسلسل برس رہا تھا اور وہ سب خاموشی سے سر جھکائے صدر کے سامنے بیٹھے تھے۔

" سر، اس سلسلے میں ہم کیا کر سکتے تھے۔ آپ نے ساری ذمہ داری وائٹ کوبرا پر ڈال رکھی تھی اور ہم وائٹ کوبرا کے پابند تھے۔ وہ جو

کہہ رہے تھے ہم کر رہے تھے"۔ سپیشل ایجنسی کے چیف نے صدر کے خاموش ہونے پر ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

"کیا خاک کر رہے تھے۔ اگر تم لوگ کچھ کر رہے ہوتے تو عمران اور اس کے ساتھی یوں دندناتے نہ پھرتے"۔ صدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ سپیشل ایجنسی کا چیف یوں دبک گیا جیسے پرائمری کلاس کا بچہ استاد کی ڈانٹ ڈپٹ پر دبک جاتا ہے۔

"معاف کیجئے گا سر۔ لیکن کرنل ساگر ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وائٹ کوبرا نے ہم سب کی ڈیوٹیاں ایسی جگہوں پر لگا رکھی تھیں جہاں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کا کسی بھی طرح کافرستان میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا"۔ سپر سروسز کے چیف کرنل گوردھن نے کہا۔

"کہاں ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں اس نے تم سب کی۔ مجھے تفصیل بتاؤ"۔ صدر نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا اور وہ سب صدر کو بتانے لگے کہ مارشل مہادیو نے ان سب کو مختلف شہروں میں صرف ہوٹلوں، کلبوں اور باروں میں چھان پھٹک کی ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں اور یہ وہ شہر اور علاقے تھے جو کسی بھی طرح عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتے تھے۔ ان اطراف کے علاقوں سے نہ وہ لوگ کافرستان میں داخل ہو سکتے تھے اور نہ ہی وہاں ایسی کوئی کارروائیاں کر سکتے تھے جن سے کافرستان کے مفادات کو کسی بھی طرح نقصان پہنچتا ہو۔

"ہونہہ۔ مارشل مہادیو سچ مچ سٹھیا گیا ہے۔ وہ صرف ملٹری اور کوبرا فورس کو آگے رکھ رہا تھا تاکہ وہ ہر طرح کا کریڈٹ حاصل کر سکے میں نے واقعی غلطی کی تھی جو اسے اس قابل سمجھ لیا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا صحیح مدمقابل ثابت ہو سکتا ہے"۔ صدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ وائٹ کوبرا کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہماری ایجنسیوں کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ میری اطلاعات کے مطابق سوریا چھاؤنی میں تقریباً آٹھ سو بلیک کمانڈوز اور دوسرے مقابلوں میں دو سو سے زائد افراد کو ان لوگوں نے ہلاک کیا ہے۔ اس کے علاوہ ٹرانسپورٹ، ہیلی کاپٹر اور جنگی طیاروں کی تباہیوں کی بھی ہمیں اطلاعات ملی ہیں"۔ کرنل دلیر سنگھ نے کہا جو کافرستان کی ملٹری انٹیلی جنس کا چیف تھا۔ وہ شاید مارشل مہادیو سے سخت چڑا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے یہ الفاظ بے حد سخت الفاظ میں کہے تھے۔

"بہرحال جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس گروپ کو جیسے بھی ہو یا تو گرفتار کیا جائے یا پھر آن دی سپاٹ ہلاک کر دیا جائے۔ میں نے آپ کو اسی سلسلے میں یہاں بلایا ہے"۔ صدر نے سر جھٹک کر کہا۔

"اس کے لئے ہمیں فول پروف پلاننگ کرنا ہو گی سر۔ ہمیں سب سے پہلے اس بات کا پتہ چلانا ہو گا کہ وہ لوگ کس شہر، کس قصبے یا کس علاقے میں ہیں۔ اگر کسی طرح یہ پتہ چل جائے تو ہم ان کی

تلاش میں اس شہر، قصبے یا علاقے کا چپہ چپہ چھان ماریں گے اور اگر وہ پاتال میں بھی چھپے ہوں تو ہم انہیں وہاں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے"۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر بابو راؤ نے جوشیلا انداز اپناتے ہوئے کہا۔

"وہ دارالحکومت میں ہی کہیں موجود ہیں"۔ صدر نے کہا تو وہ سب بری طرح سے چونک پڑے۔

"دارالحکومت میں"۔ ان سب کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"ہاں، مجھے علی عمران نے خود فون کیا تھا۔ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ وہ کافرستان کو ایک بار پھر ملیامیٹ کرنے کا پلان لے کر یہاں آ گیا ہے۔ اس نے مجھے دھمکیاں دی تھیں کہ میں اور کافرستان کی دفاعی ایجنسیاں ان کے خلاف کچھ نہ کر سکیں گی۔ وہ کافرستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور کوئی ان کی گرد کو بھی نہیں پا سکے گا۔ جس کے جواب میں، میں نے اس کا چیلنج قبول کر لیا تھا اور میں نے اس سے کہا تھا کہ اب اس کے مقابل میں خود آؤں گا اور اس کا اور اس کے ساتھیوں کا ایسا بھیانک حشر کروں گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے فوری طور پر اس کی کال ٹریس کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ چونکہ سیٹلائٹ فون سے بات کر رہا تھا اس لئے اس بات کا تو پتہ نہیں لگ سکا کہ وہ کس نمبر اور کس علاقے سے بات کر رہا ہے مگر رینج میٹر سیکشن سے اس بات کا ضرور پتہ چل گیا ہے کہ وہ کال دور سے نہیں بلکہ دارالحکومت سے ہی کی گئی تھی"۔ صدر نے کہا۔

"اوہ، تب تو ہمیں فوراً دارالحکومت میں پھیل جانا چاہئے۔ وہ افراد یا تو یہاں موجود زیرزمین دنیا میں ہوں گے یا پھر ان کے ٹھکانے ہوٹل ہی ہو سکتے ہیں۔ جہاں وہ میک اپ کر کے آسانی سے رہ سکتے ہیں"۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر بابو راؤ نے کہا۔

"پنڈت نارائن، آپ کیوں خاموش ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے"۔ صدر نے دائیں طرف بیٹھے ہوئے پنڈت نارائن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اس دوران بالکل خاموش بیٹھا تھا اور اس نے اس کارروائی میں ایک لفظ بھی بولنا گوارا نہیں کیا تھا۔

"جب آپ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ان لوگوں کے خلاف کام کرنے کے لئے آپ خود آگے آنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر ہمیں آپ کے سامنے بولنے یا کوئی رائے دینے کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے"۔ پنڈت نارائن نے جو اصل میں عمران تھا بڑے تحمل مزاجی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ خود آگے آنے سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ میں عملی طور پر عمران کے مقابلے میں اس کے سامنے آؤں گا۔ اس کی ذمہ داری میں آپ میں سے کسی پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ ہاں البتہ اب اس معاملے کو جو بھی ہینڈل کرے گا اس کا رابطہ صرف مجھ سے ہو گا۔ میرے حکم اور مشوروں پر عمل کرنا اس کی ذمہ داری ہو گی"۔ صدر مملکت نے کہا۔

"سر، پھر تو یہی بہتر رہے گا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی یہاں موجودگی کی خبر پورے دارالحکومت بلکہ کافرستان میں پھیلا دی جائے

ہر اخبار کی سرخیوں میں ان کا ذکر ہو۔ ٹی وی نیوز، ریڈیو اور میڈیا کے
تمام سٹیشنوں کو ہدایات کر دی جائیں کہ وہ اس گروپ کے بارے
میں سب کو بتا دیں کہ اگر وہ کسی کو بھی نظر آئے تو ان کے بارے
میں فوری طور پر آپ کو یا آپ کے سپیشل سیکشن کو اطلاع دی جائے
اس کے لئے آپ کوئی بڑا انعام بھی مقرر کر سکتے ہیں۔ میرے خیال
میں اگر ایسا کر دیا جائے تو وہ گروپ زیادہ دیر نہیں چھپا رہ سکے گا۔
کسی نہ کسی کی نظر میں آجائے گا اور پھر ان ایجنٹوں کے خلاف فوری
کارروائی کر دی جائے"۔ سپیشل ایجنسی کے چیف نے کہا۔

"اوہ نہیں، ایسا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ پہلی بات تو یہ
ہے کہ وہ ایجنٹ یہاں اصلی شکل و صورت میں نہیں ہوں گے۔
دوسرے اس عمران کا نام اگر اس طرح اچھالا گیا تو وہ اور زیادہ محتاط
ہو جائیں گے اور تیسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی
موجودگی کی خبر سے یہاں ہر طرف دہشت پھیل جائے گی۔ جو میں
کسی صورت میں نہیں چاہتا"۔ صدر نے کہا۔

"تب پھر ان لوگوں کی تلاش میں پورے شہر کی ناکہ بندی کر دینا
ہی مناسب ہوگا۔ تمام ایجنسیاں اگر حرکت میں آجائیں تو انہیں
ہوٹلوں، کلبوں، باروں اور زیر زمین دنیا میں کہیں نہ کہیں سے فوراً
تلاش کیا جا سکتا ہے"۔ بابو راؤ نے کہا۔

"ہاں، یہ ممکن ہے۔ ان لوگوں نے اپنے چہرے تو ضرور بدل لئے
ہوں گے مگر ان کے قد کاٹھ اور ڈیل ڈول سے ان کے بارے میں فوراً

اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ان جیسے قد کاٹھ اور ڈیل ڈول رکھنے والے ہر
افراد کی سختی سے چیکنگ کی جائے۔ چاہے وہ کتنا ہی اہم آدمی کیوں نہ
ہو، تو ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی ایک ساتھی ہمارے قابو میں آجائے۔
جس سے ہم اس کے باقی ساتھیوں کا بھی آسانی سے پتہ چلا سکتے ہیں"۔
صدر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن سر، اگر ہم نے ایسی کارروائیاں کیں اور شہر کی ناکہ بندی
کی تو اس سے شہر کا تمام نظام معطل ہو سکتا ہے"۔ سورج سنگھ نے کہا
جو وزارت دفاع کا سیکرٹری تھا۔

"ہونے دو۔ چند دن اگر شہر میں ہمیں کرفیو بھی نافذ کرنا پڑے تو
اس سے شہری زندگی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ان لوگوں کے تحفظ
اور کافرستان میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہی ہم ایسا کریں
گے"۔ صدر نے کہا۔

"سر، شہر کے ہر علاقے، ہر سڑک، ہر گلی اور بازاروں میں اینٹی
میک اپ کیمرے نصب کر دیئے جائیں۔ ایئر پورٹ، سٹیشن اور
بسوں وغیرہ کے اڈوں کی سخت نگرانی کی جائے۔ وہ لوگ یہاں سے
جن راستوں سے نکلنے کی کوشش کر سکتے ہوں ان راستوں کو مکمل
طور پر سیلڈ کر دیا جائے تو وہ لوگ کسی صورت میں دارالحکومت سے
نہ نکل سکیں گے"۔ کرنل دلیر سنگھ نے کہا۔

"اس کے علاوہ اگر آپ ہمیں ہر خاص و عام گاڑیوں کی بھی پڑتال
کرنے کے احکامات دے دیں تو ان لوگوں کے لئے راستے اور زیادہ

مسدود ہو جائیں گے"۔ بابو راؤ نے کہا اور پھر وہ سب صدر کو شہر میں ناکہ بندی اور ان لوگوں کی تلاش کے سلسلے میں نت نئے مشورے دینا شروع ہو گئے۔

"سر اب یہ سب اختیار آپ کیسے دیں گے"۔ بابو راؤ نے کہا۔

"ہونہہ، ٹھیک ہے۔ اب یہ میری مرضی پر منحصر ہے کہ میں کس سے کام لیتا ہوں اور کس سے نہیں"۔ صدر نے غصیلے لہجے میں کہا تو وہ سب خاموش ہو گئے۔ صدر مملکت ان سب کو بغور دیکھنے لگے۔ پھر ان کی نظریں پنڈت نارائن پر جم گئیں۔

"مسٹر پنڈت نارائن"۔ صدر نے پنڈت نارائن سے مخاطب ہو کر گھمبیر لہجے میں کہا۔

"یس سر"۔ عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آپ پھر خاموش ہیں اور اس مرتبہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے سلسلے میں آپ کی کارکردگی بھی صفر رہی ہے۔ کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں"۔ صدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"سر، میں بھی مارشل مہادیو کی وجہ سے ہی خاموش تھا۔ وہ نہ کسی سے مشورے کرتے تھے اور نہ ہی کسی کی سنتے تھے۔ ان کی پالیسیاں انتہائی ناقص اور بے جان تھیں۔ میں نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے مجھے سختی سے دور رہنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے پاس چونکہ سپیشل ہائی لیٹر تھا جس پر آپ کی مہر ثبت تھی۔ اس لئے ان کے حکم کے سامنے مجبوراً مجھے سر جھکانا پڑا تھا"۔ عمران نے کہا۔

"ہونہہ، اب آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر میں یہ کیس آپ کو ریفر کر دوں تو آپ عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے کیا اقدام کریں گے"۔ صدر نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر میرے ذہن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو ٹریپ کرنے کی ایک خاص پلاننگ ہے۔ لیکن........" عمران نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن۔ لیکن کیا"۔ صدر نے چونک کر کہا۔

"میں آپ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں سر"۔ عمران نے کہا تو صدر چونک پڑے۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہاں کوئی کالی بھیڑ موجود ہے"۔ صدر نے کہا۔

"ہو بھی سکتا ہے سر اور نہیں بھی۔ اسی لئے میں اس مرتبہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ میں اپنی پلاننگ صرف آپ کی ذات تک ہی محدود رکھنا چاہتا ہوں"۔ عمران نے کہا تو صدر مملکت کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلانے لگے جبکہ وہاں موجود کئی افراد کے چہروں پر پنڈت نارائن کے ریمارکس پر بری طرح سے بگڑ گئے تھے۔ لیکن وہ سب صدر مملکت کی وجہ سے خاموش تھے۔

"اوکے۔ میٹنگ برخواست کرنے سے پہلے میں آپ سب پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب یہ کیس میں کلی طور پر سیکرٹ سروس کو ریفر کر رہا ہوں۔ مسٹر پنڈت نارائن میرے احکامات کی تعمیل کریں گے

اور ان کا رابطہ صرف مجھ سے ہوگا۔ البتہ پنڈت نارائن کو جہاں آپ
کی ضرورت محسوس ہوگی۔ آپ ان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ مسٹر
پنڈت نارائن چونکہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ متعدد بار
ٹکرا چکے ہیں اور یہ ان کے کام کرنے کے انداز اور ان کی ذہنیت کو
بخوبی سمجھتے ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ یہ ان کے صحیح طور پر
مدمقابل ثابت ہو سکتے ہیں"۔ صدر مملکت نے کہا۔

"لیکن سر"۔ بابو راؤ نے احتجاج کرنے والے انداز میں کہا۔

"نو آرگومنٹس۔ یہ میرا حتمی فیصلہ ہے۔ اب آپ سب جا سکتے
ہیں"۔ صدر مملکت نے سخت لہجے میں کہا تو ان سب کے چہرے لٹک
گئے اور وہ سب اٹھ کر ایک ایک کر کے میٹنگ ہال سے نکلتے چلے گئے
میٹنگ ہال میں اب صرف صدر اور پنڈت نارائن کے روپ میں
عمران موجود تھا۔

"مسٹر پنڈت نارائن۔ اب بتائیں۔ اب آپ کیا کہتے ہیں"۔
صدر مملکت نے کہا۔

"سر، آپ کہہ رہے ہیں کہ عمران اور اس کے ساتھی اسی شہر میں
موجود ہیں۔ سب سے پہلے تو میں اور میرے ساتھی انہیں یہاں ہر
طرف تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے
جیسے عمران نے جان بوجھ کر اور ڈاج دینے کے لئے آپ کو فون کیا
تھا"۔ عمران نے کہا۔

"ڈاج دینے کے لئے۔ کیا مطلب"۔ صدر مملکت نے چونک کر کہا۔

"سر، میں عمران کو بخوبی جانتا ہوں۔ وہ بے حد چالاک انسان ہے
اس نے آپ کو اس لئے فون کیا ہوگا کہ آپ کی اور کافرستان کی تمام
ایجنسیوں کی توجہ اسی طرف مبذول رہے کہ وہ اسی شہر میں ہیں اور وہ
نہایت خاموشی سے یہاں سے نکل جائیں"۔ عمران نے کہا۔

"وہ، وہ ایسا کیوں چاہتا ہے"۔ صدر مملکت نے چونک کر کہا۔

"سر، عمران اور اس کے ساتھی یہاں ابو عبداللہ کو آزاد کرانے اور
بلیک فورس کا خاتمہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ابو عبداللہ کہاں ہے
اس کے بارے میں تو صرف آپ یا آپ کے رفقاء ہی جانتے ہوں گے
لیکن بلیک فورس کون ہے اور وہ ہیون ویلی میں کیا کر رہے ہیں یہ
بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے۔ عمران اور اس کے
ساتھی یقینی طور پر ابو عبداللہ کی تلاش میں ہیون ویلی جانا چاہتے ہوں
گے اور وہ لامحالہ بلیک فورس کا بھی خاتمہ کریں گے جس کے لئے وہ
بیس کیمپ میں بھی جا سکتے ہیں۔ اس لئے میری رائے ہے کہ ہمیں
بیس کیمپ اور اس کے اردگرد بھی گہری نظر رکھنی چاہئے تاکہ اگر وہ
اس طرف آئیں تو ہم ان کے لئے پھندے پہلے سے ہی تیار کر
رکھیں"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ ہاں، یہ بھی بے حد ضروری ہے۔ پھر اس کے لئے آپ کا کیا
مشورہ ہے"۔ صدر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ بیس کیمپ کی حفاظت اور وہاں کی سیکورٹی
میرے حوالے کر دی جائے۔ میں وہاں جا کر سیکورٹی اس قدر سخت کر

دوں گا کہ عمران اور اس کے ساتھی تو کیا چڑیا کا ایک معمولی سا بچہ بھی وہاں پر نہیں مار سکے گا"۔ عمران نے کہا۔

"ہونہہ، وہاں کی سیکورٹی پہلے ہی سے بے حد سخت ہے۔ اس بیس کیمپ میں عمران اور اس کے ساتھ لاکھ جدوجہد کر لیں کسی طرح نہ پہنچ سکیں گے۔ کمانڈر آندرے نے وہاں ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ کوئی غیر متعلقہ شخص اس بیس کیمپ کے ارد گرد دس دس میل تک نہیں آسکتا"۔ صدر نے سر جھٹک کر کہا۔

"میں جانتا ہوں سر۔ کمانڈر آندرے بے حد جہاندیدہ آدمی ہیں اور ان کی حفاظتی پلاننگ بھی بے حد فول پروف اور سخت ہو گی مگر سر آپ یہ بھی تو جانتے ہیں کہ وہ ایک عام فوجی ہیں جبکہ عمران اور اس کے ساتھی منجھے ہوئے ایجنٹ ہیں۔ وہ سخت سے سخت سیکورٹی کے باوجود رسک لینے سے گریز نہیں کرتے۔ میں ان ایجنٹوں کو اچھی طرح سے جانتا اور پہچانتا ہوں۔ ان ایجنٹوں کی کارکردگی کو ذہن میں رکھ کر میں وہاں ان کے لئے ایسا جال تیار کر سکتا ہوں کہ وہ اس میں پھنسنے سے کسی بھی طرح نہ بچ سکیں گے"۔ عمران نے کہا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ اس بار آپ ان لوگوں کو بچ نکلنے کا کوئی موقع نہیں دیں گے"۔ صدر نے چند لمحے توقف کے بعد گہری اور تیز نظروں سے پنڈت نارائن کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یس سر"۔ عمران نے اسے پورے وثوق سے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"سوچ لیں۔ اگر اس بار پھر آپ سے کوتاہی ہوئی تو"۔ صدر نے خشک لہجے میں کہا۔

"نو سر۔ ایسا نہیں ہو گا۔ آپ نے میری ذات پر جو اعتماد کیا ہے میں اس پر پورا اتروں گا۔ مجھ سے پہلے جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں میں نے ان پر کنٹرول کر لیا ہے۔ اب میں نے ان ایجنٹوں اور ان کے کام کرنے کے انداز کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔ وہ ایجنٹ اگر ہیون ویلی یا بیس کیمپ کی طرف آئے تو کسی بھی قیمت پر میرے ہاتھوں نہیں بچ سکیں گے"۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ معاملہ کیونکہ انتہائی سیریئس ہے اس لئے میں اس وقت یہ رسک لینے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن پنڈت نارائن یہ آپ کے لئے لاسٹ چانس ہے۔ اگر اس بار بھی آپ اپنے مقصد میں ناکام رہے تو پھر میں آپ کو کسی بھی صورت میں معاف نہیں کروں گا۔ یہ بات غالباً میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں مگر اس بار فائنل ہے۔ اس بار آپ کی ناکامی پر حقیقتاً آپ کا کورٹ مارشل ہو گا اور آپ کے خلاف بلیک وارنٹ جاری کر دیا جائے گا"۔ صدر نے کہا۔

"یس سر۔ مجھے منظور ہے سر"۔ عمران نے فوراً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ آج ہی ہیون ویلی روانہ ہو جائیں۔ میں کمانڈر آندرے کو آپ کی آمد کی اطلاع دے دیتا ہوں۔ کیا آپ اپنے ساتھ سیکرٹ سروس کے افراد کو بھی لے جائیں گے"۔ صدر نے کہا۔

"لازمی بات ہے سر۔ لیکن میں اپنے ساتھ زیادہ افراد نہیں لے جاؤں گا۔ زیادہ سے زیادہ میرے ساتھ آٹھ یا دس افراد ہوں گے۔ باقی کو میں بیس کیمپ سے ہی چن لوں گا"۔ عمران نے کہا اور صدر آسانی سے اس کی ذہانت کے جال میں آگیا تھا۔

"آٹھ یا دس۔ ایک بات کریں"۔ صدر نے کہا۔

"دس"۔ عمران نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ میں کمانڈر آندرے کو انفارم کر دوں گا۔ آپ کتنی دیر تک تیار ہو جائیں گے وہاں جانے کے لئے"۔ صدر نے کہا۔

"سر، مجھے اس سلسلے میں کچھ تیاریاں کرنی ہیں۔ جس کے لئے مجھے وقت لگ سکتا ہے۔ میں جیسے ہی اپنی تیاری مکمل کر لوں گا آپ کو انفارم کر دوں گا۔ پھر میں فوری طور پر بیس کیمپ جانے کے لئے تیار ہو جاؤں گا"۔ عمران نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ اوکے"۔ صدر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران بھی اٹھ گیا تھا۔ صدر نے اس سے ہاتھ ملایا اور پھر وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے میٹنگ ہال سے نکلتے چلے گئے۔

عمران کے پریذیڈنٹ سرکل جانے کے بعد جولیا اور اس کے ساتھیوں نے ایک بار پھر مشین روم میں جا کر اس مشین کو آن کر کے کراسٹی کو دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر مشین اس قدر پیچیدہ تھی کہ وہ اسے دوبارہ آپریٹ کر کے سکرین آن نہ کر سکے تھے۔ جس پر انہیں افسوس ہو رہا تھا کہ انہیں عمران کے جانے سے پہلے اس سے دوبارہ مشین آپریٹ کرا لینی چاہئے تھی تا کہ وہ کراسٹی پر نظر رکھ سکتے وہ سب کراسٹی کے ان اقدام کو بے حد سراہ رہے تھے جو کراسٹی نے ابوعبداللہ کو وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر سے نکالنے کے لئے کئے تھے۔ اس وقت وہ سب مشین روم میں ہی موجود تھے اور کراسٹی کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔

"ان حالات میں دیکھا جائے تو کراسٹی ہم سب سے زیادہ تیز جا رہی ہے۔ ہم یہ تک نہیں جانتے تھے کہ ابوعبداللہ ہے کہاں۔ جبکہ کراسٹی

نہ صرف وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں گھسنے میں کامیاب ہو گئی تھی بلکہ اس نے اسے وہاں سے نکال بھی لیا تھا"۔ چوہان نے کراسٹی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

" یہ تو ہے۔ واقعی کراسٹی میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ ورنہ وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں گھس جانا اور وہاں سے ابو عبداللہ کو صحیح سلامت نکال لینا آسان نہ تھا"۔ خاور نے چوہان کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" لیکن میری سمجھ میں ایک بات نہیں آ رہی"۔ صدیقی نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

" کون سی بات"۔ جولیا نے کہا۔

" یہ تو ہم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ کراسٹی، کیپٹن ماریا کے روپ میں وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں گھسنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ لیکن اس نے مارشل مہادیو کو کس طرح کور کیا ہوگا جو وہ اس کے ساتھ ابو عبداللہ کو بھی لے کر باہر آگیا ہے۔ حالانکہ میں نے وائٹ کوبرا کے بارے میں سن رکھا ہے کہ وہ انتہائی سخت، بے رحم اور سرپھرا انسان ہے جو آسانی سے کسی سے خائف نہیں ہوتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے"۔ صدیقی نے کہا۔

" اس کے لئے ظاہر ہے کراسٹی نے کوئی طریقہ اپنایا ہوگا"۔ خاور نے کہا۔

" لیکن یہ طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ وائٹ کوبرا کے چہرے پر کسی

تشدد کے بھی کوئی آثار نہیں تھے۔ وہ کراسٹی سے یوں خوفزدہ نظر آ رہا تھا جیسے کراسٹی بدروح ہو"۔ صدیقی نے کہا۔

" بہرحال جو بھی ہے کراسٹی اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہے اور اس نے اس بار ہم سب کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب تو میں یہی دعا کر رہی ہوں کہ وہ ابو عبداللہ کو لے کر بخیریت ہیون ویلی پہنچ جائے"۔ جولیا نے کہا۔

" لیکن مس جولیا، اگر کراسٹی نے ابو عبداللہ کو ہیون ویلی میں پہنچا دیا تو ہمارے مشن کا کیا ہوگا۔ ہم بھی تو یہاں ابو عبداللہ کی رہائی کے لئے ہی آئے ہیں"۔ تنویر نے کہا۔

" ہمارا مشن یہاں صرف ابو عبداللہ کی رہائی نہیں ہے۔ ہم نے ابھی ابو عبداللہ کی سیفٹی کے بھی انتظامات کرنے ہیں۔ کافرستان کے دو سائنسدانوں کو ہم نے ہیون ویلی پہنچانا ہے تاکہ کافرستانی حکومت دوبارہ ابو عبداللہ جیسے لیڈر پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ ہیون ویلی کے اس بیس کیمپ کو کیوں بھول رہے ہو جہاں درندوں کے روپ میں بلیک فورس موجود ہے۔ ہمیں اس بلیک فورس کا بھی خاتمہ کرنا ہے۔ ہر صورت میں اور ہر حال میں"۔ جولیا نے کہا۔

" مس جولیا ٹھیک کہہ رہی ہیں تنویر۔ ہمارے پاس کرنے کو ابھی بہت کام ہے۔ ہمیں خوشی ہونی چاہئے کہ ابو عبداللہ ابھی زندہ ہیں اور صحیح سلامت ہیون ویلی پہنچ رہے ہیں"۔ صفدر نے کہا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے مگر کراسٹی۔ یہ سب کراسٹی جیسی مجرمہ کو کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ ابوعبداللہ کی اس قدر ہمدرد کیوں ہے"۔ تنویر نے سر جھٹک کر کہا۔

"میرا خیال ہے اس بات کا جواب ہمیں عمران صاحب دے چکے ہیں۔ وہ یہ سب پاکیشیا اور ہمارے لئے کر رہی ہے تاکہ ہماری اور چیف کی نظروں میں وہ سرخرو ہوسکے"۔ صدیقی نے کہا۔

"ہونہہ، مگر کراسٹی کو ابوعبداللہ کے بارے میں کیسے معلوم ہوا ہوگا اور اسے یہ کیسے معلوم ہوا ہوگا کہ ہم کافرستان ابوعبداللہ کی رہائی کے لئے ہی جانے والے ہیں"۔ تنویر نے کہا۔

"ہاں، یہ واقعی سوچنے کی بات ہے۔ کراسٹی جس انداز میں کام کر رہی ہے اس سے یوں لگ رہا ہے جیسے اسے ہماری پلاننگ کا پہلے سے ہی علم تھا اور اس نے یہ صرف ہمیں دکھانے اور ہم پر برتری حاصل کرنے کے لئے ہی کیا ہے"۔ خاور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو اس مشین پر غصہ آ رہا ہے جو آن ہی نہیں ہو رہی۔ معلوم نہیں کراسٹی اب کیا کر رہی ہوگی۔ وہ ابوعبداللہ کو لے کر ہیون ویلی پہنچی بھی ہے یا نہیں"۔ جولیا نے کہا۔

"وہ جس تیز رفتار ہیلی کاپٹر میں سوار تھی۔ میرے خیال میں تو انہیں اب تک ہیون ویلی میں ہی ہونا چاہئے تھا"۔ صدیقی نے کہا۔

"امید تو ہے کہ وہ اب تک ہیون ویلی میں پہنچ گئی ہوگی"۔ صفدر نے کہا۔

"ارے ہاں صفدر۔ سکرین پر عمران نے کراسٹی کے سیل فون کا کلوز اپ لے کر اس کا فون نمبر اور ٹرانسمیٹر فریکونسی حاصل کی تھی۔ کیا وہ تمہارے پاس ہے"۔ اچانک جولیا نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں، میں نے اسے نوٹ بک میں لکھ لیا تھا"۔ صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی نوٹ بک نکالتے ہوئے کہا۔

"گڈ، کیا خیال ہے کراسٹی سے فون پر رابطہ کیا جائے"۔ صفدر نے نوٹ بک کھول کر جولیا کو دی تو جولیا نے نمبر دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لیں۔ وہ نجانے کس پوزیشن میں ہو۔ ہمارا فون کہیں اس کے لئے پریشانی کا سبب نہ بن جائے"۔ صفدر نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ ورنہ ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے"۔ جولیا نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں عمران صاحب کا انتظار کر لینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو ہماری وجہ سے کوئی گڑبڑ ہو جائے اور عمران صاحب ہم پر بگڑیں۔ کراسٹی کے ساتھ اس وقت ابوعبداللہ ہے۔ اس لئے ہمیں کوئی رسک نہیں لینا چاہئے۔ ویسے بھی عمران صاحب اس کے کام سے مطمئن نظر آ رہے تھے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو وہ ان نمبرز پر خود بھی تو کراسٹی کو کال کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا"۔ صفدر نے جلدی جلدی سے کہا۔

"تمہاری بات بھی ٹھیک ہے۔ چلو کچھ دیر اور عمران کا انتظار کر لیتے ہیں"۔ جولیا نے صفدر کی بات سے متفق ہوتے ہوئے کہا۔

"نجانے وہ کب آئے ۔ وہ تو ہمیں یہاں جیسے باندھ کر چلا گیا ہے"۔ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ ایک زوردار دھماکے سے کھلا۔ انہوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا اور پھر دروازے میں نمودار ہونے والے شخص کو دیکھ کر وہ بے اختیار اچھل کر کھڑے ہو گئے ۔ ان کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئی تھیں۔

پنڈت نارائن نے ایک زوردار جھرجھری لی اور یکدم آنکھیں کھول دیں اور پھر ایک بند کمرے میں خود کو دیکھ کر وہ یکلخت چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے یکلخت پچھلا منظر گھوم گیا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے اس کے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر اس کی عمران کے ساتھ فائٹ ہوئی تھی جس کے نتیجے میں وہ عمران سے شکست کھا گیا تھا۔ عمران نے پے در پے اس کے سر پر ٹھوکریں مار کر اسے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس کے بعد اسے اب ہوش آ رہا تھا۔ شاید عمران یا اس کے ساتھیوں نے اسے بے ہوشی کے عالم میں اس کمرے میں لا کر ڈال دیا تھا۔ یہ عام سا کمرہ تھا۔ کمرے میں ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔ پنڈت نارائن ایک پلنگ پر تھا اور وہ بندھا ہوا بھی نہیں تھا۔ شاید عمران اور اس کے ساتھی سمجھ رہے ہوں گے کہ پنڈت نارائن طویل مدت کے لئے بے ہوش ہو چکا ہے ۔ اس لئے انہوں نے

اسے باندھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ ان کا خیال ہوگا کہ پنڈت نارائن کو اگر ہوش آ بھی جائے تو وہ اس کمرے سے نہ نکل سکے گا۔

"ہونہہ، یہ پنڈت نارائن کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس ہیڈ کوارٹر کی ایک ایک اینٹ پنڈت نارائن کو پہچانتی ہے۔ مجھے اسے کمرے میں قید کر کے اگر وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ میں یہاں سے نہ نکل سکوں گا تو یہ ان کی حماقت ہے۔ میں ان سب کا اس قدر بھیانک حشر کروں گا جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے"۔ پنڈت نارائن نے ہونٹ چباتے ہوئے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ اس نے پلنگ سے اٹھنے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے وہ بری طرح سے چونک پڑا کیونکہ اس کے جسم کے نچلے حصے میں حرکت نہیں تھی۔ اس کی ٹانگیں جیسے بے جان سی ہو گئی تھیں۔

"یہ، یہ کیا میری ٹانگیں کام کیوں نہیں کر رہیں"۔ پنڈت نارائن نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ اپنی ٹانگوں کو ٹٹولنے لگا لیکن اس کی دونوں ٹانگیں واقعی بے جان تھیں۔

"اوہ مائی گاڈ۔ شاید عمران نے مجھے تھرٹین تھرٹین کا انجکشن لگا دیا ہے تاکہ میری ٹانگیں حرکت نہ کر سکیں اور میں اس کمرے سے باہر نہ نکل سکوں"۔ پنڈت نارائن نے یکلخت بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اس نے اپنی ٹانگوں کو ہلانے جلانے کی بے حد کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ جس سے اسے یقین ہو گیا کہ عمران یا اس کے کسی

ساتھی نے اسے یقیناً تھرٹین تھرٹین کا انجکشن لگا دیا ہے اور اب پنڈت نارائن کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ اسے اس طرح باندھے بغیر اس کمرے میں کیوں رکھا گیا ہے۔

"تم بہت چالاک ہو عمران۔ بہت چالاک۔ لیکن میرا نام بھی پنڈت نارائن ہے۔ میں تم جیسے انسان سے اس آسانی سے شکست مان جاؤں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تم اگر تھرٹین تھرٹین کا انجکشن لگا کر یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح میں ہمیشہ کے لئے معذور ہو جاؤں گا تو یہ بھی تمہاری حماقت ہے۔ احمق عمران"۔ پنڈت نارائن نے غراتے ہوئے کہا۔ اس نے پلنگ کے ساتھ پڑے ہوئے ٹیبل کی طرف دیکھا اور پھر کھسک کر ٹیبل کے قریب آ گیا۔ پھر اس نے ٹیبل کی دراز کھولی۔ دراز بے شمار چیزوں سے بھری ہوئی تھی۔ پنڈت نارائن ان چیزوں کو نکال نکال کر دراز سے باہر پھینکنے لگا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی خاص چیز کی تلاش میں ہو۔ دراز سے تمام چیزیں نکال کر وہ دراز کو ٹٹولنے لگا پھر اس کی نظر ایک بلیڈ پر پڑی۔ بلیڈ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔ اس نے جلدی سے بلیڈ نکال لیا۔ بلیڈ گو خاصا پرانا تھا لیکن بہرحال وہ تیز دھار تھا۔ پنڈت نارائن بلیڈ لے کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے بلیڈ بیڈ پر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے اپنے دائیں پاؤں کی پتلون اوپر کھینچ لی۔ پھر اس نے پنڈلی کے درمیانی حصے کو انگلیوں سے پریس کیا اور پنڈلی کی ایک خاص رگ کو انگلیوں سے ٹٹولنے لگا۔ ایک رگ پر انگلی پڑتے ہی اس کا ہاتھ رک گیا۔ اس نے

جلدی سے دوسرے ہاتھ سے بلیڈ اٹھایا اور پھر اس نے بلیڈ کو سرے سے پکڑ کر اس رگ کے قریب پنڈلی پر ایک گہرا زخم لگا لیا۔ اس کے پیر چونکہ پہلے ہی سن تھا اس لئے اسے تکلیف کا ہلکا سا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔ البتہ زخم لگتے ہی زخم سے یکلخت خون پھوٹ نکلا تھا۔ اسی طرح پنڈت نارائن نے دوسری ٹانگ کی پنڈلی کے اسی حصے پر زخم لگا لیا۔ اس کی پنڈلیوں سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا اور پھر پنڈت نارائن نے بلیڈ میز پر اچھال کر اپنی دونوں ٹانگوں کو ہاتھوں سے مخصوص انداز میں دبانا شروع کر دیا۔ جس سے اس کے زخموں سے نکلنے والے خون کا اخراج تیز ہو گیا تھا۔ جوں جوں پنڈت نارائن ٹانگوں کو دبا رہا تھا اس کے بے جان ٹانگوں میں جیسے جان سی پڑتی جا رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ پنڈت نارائن کو ان زخموں سے ہلکی ہلکی ٹیسیں بھی اٹھتی محسوس ہونا شروع ہو گئی تھی جو آہستہ آہستہ جیسے شدید تکلیف کی صورت اختیار کر گئی کیونکہ پنڈت نارائن کا چہرہ تکلیف سے بگڑتا جا رہا تھا۔ اس کے زخموں سے نکلنے والا خون بستر کو سرخ کرتا جا رہا تھا اور پنڈت نارائن کی رنگت زرد ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحوں بعد جیسے اس کی ٹانگوں میں جان آ گئی۔ اس نے جلدی سے ٹانگوں کو ہلایا تو یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں کہ اس کی ٹانگیں حرکت میں آ گئی تھیں۔ وہ جلدی سے اٹھا اور پلنگ سے اتر آیا۔ شدید تکلیف سے اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا اور اس نے تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے دانتوں سے دانتوں کو دبا رکھا تھا۔ وہ پلنگ سے اتر کر جیسے ہی کھڑا ہوا ایک

لمحے کے لئے اس کی ٹانگیں لڑکھڑائیں مگر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا کمرے کی شمالی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں ایک بڑی سی آہنی الماری رکھی تھی۔ الماری کے قریب جا کر پنڈت نارائن نے الماری کے پٹ کھولے۔ الماری کے اندر بے شمار خانے تھے مگر وہ سب کے سب خالی تھے۔ پنڈت نارائن نے ایک خانے میں ہاتھ ڈال کر اس کا ایک کونہ دبایا تو اچانک اس خانے میں ایک اور خفیہ خانہ کھل گیا۔ اس خانے میں ایک میڈیکل باکس پڑا تھا۔ پنڈت نارائن نے جلدی سے اس باکس کو نکالا اور اسے لے کر دوبارہ پلنگ پر آ گیا۔ اس نے باکس بیڈ پر رکھا اور پھر خود بھی بیٹھ گیا۔ میڈیکل باکس کھول کر اس نے سب سے پہلے ایک سپرے نکالا اور پھر اس نے پنڈلیوں کے زخموں پر وہ خاص سپرے کیا تو زخموں سے نکلنے والا خون رک گیا۔ اس سپرے سے پنڈت نارائن کے چہرے سے تکلیف کے تاثرات بھی قدرے کم ہو گئے تھے۔ اس نے سپرے کو بند کر کے باکس میں رکھا اور پھر اس نے باکس میں موجود ایک سرنج اور پھر چن کر چند انجکشن نکالے اور پھر اس نے ان انجکشنوں کو سرنج میں بھر بھر کر اپنی ٹانگوں میں لگانے شروع کر دیئے۔ انجکشن لگانے کے بعد اس نے اپنے زخموں کی ڈریسنگ کی۔ انجکشن لگنے کے چند ہی لمحوں میں اس کی رنگت بحال ہو گئی تھی۔ اس نے جلدی جلدی تمام سامان واپس باکس میں رکھا اور پھر اس نے اٹھ کر باکس کو دوبارہ الماری کے خانے میں رکھ دیا۔ پھر اس نے الماری کا دوسرا خانہ کھولا جس میں

ہر قسم کا اسلحہ موجود تھا۔ پنڈت نارائن نے ایک مشین پسٹل نکالا اور ایک بڑے شیشوں والا چشمہ نکال کر آنکھوں پر لگا لیا جس کے شیشے ہلکے سنہرے تھے۔ خانہ بند کر کے اس نے الماری بھی بند کر دی۔ انجکشن لگنے اور زخموں پر ڈریسنگ کرنے کے بعد اب وہ خاصا چاک و چوبند ہو چکا تھا۔ چند لمحے وہ سوچتا رہا پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنی آنکھوں پر لگے ہوئے چشمے کا ایک کونہ دبایا تو اچانک شیشوں میں چمک سی آ گئی۔ پنڈت نارائن نے دروازے کی طرف دیکھا۔ سپیشل انفرا ریڈ گلاسز کی وجہ سے اب وہ آسانی سے دروازے کے آر پار دیکھ سکتا تھا۔ اس نے دیکھا دروازے کے باہر ایک طویل راہداری تھی جو بالکل خالی تھی۔ پنڈت نارائن دروازے کے قریب آ گیا۔ اس نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا لیکن دروازہ لاک تھا۔ پنڈت نارائن دروازے سے ہٹ کر دروازے کی بائیں دیوار کے قریب آ گیا۔ اس نے دیوار پر ہاتھ پھیرا پھر اس کا ہاتھ دیوار کے ایک ابھار پر رک گیا۔ اس نے اس ابھار کو مخصوص انداز میں تین بار دبایا تو اچانک سرر کی آواز کے ساتھ اس کے سامنے سے دیوار پھٹتی چلی گئی۔ وہاں ایک چھوٹا سا دروازے نما خلا نمودار ہو گیا۔

یہ پنڈت نارائن کا ہیڈ کوارٹر تھا اور اس ہیڈ کوارٹر کو پنڈت نارائن نے اپنی نگرانی میں اور اپنی مرضی سے تیار کروایا تھا۔ اس نے ہیڈ کوارٹر کے ہر حصے اور ہر کمرے میں ایسا سیٹ اپ بنا رکھا تھا تا کہ اسے کسی بھی وقت اور کسی بھی مشکل میں آسانی ہو۔ خلا اسی راہداری میں نمودار ہوا تھا۔ پنڈت نارائن تیزی سے خلا سے باہر آ گیا۔ اس نے مشین پسٹل دائیں ہاتھ میں پکڑا اور پھر نہایت احتیاط سے قدم اٹھاتا ہوا راہداری میں چلنے لگا۔ راہداری میں دائیں بائیں کمرے تھے۔ پنڈت نارائن گلاسز سے ان کمروں میں جھانکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

ہیڈ کوارٹر میں مکمل طور پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں صرف پنڈت نارائن ہی موجود ہو۔

"ہونہہ، وہ سب یقیناً کنٹرول روم میں ہوں گے"۔ پنڈت نارائن نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔ پھر وہ راہداری سے نکل کر دوسری طرف ایک ہال نما کمرے میں آ گیا۔ اس نے احتیاط کے پیش نظر ہر طرف اچھی طرح دیکھ لیا تھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ البتہ ایک بڑے کمرے میں اسے اپنے ساتھیوں اور ہیڈ کوارٹر کے محافظوں کی لاشیں ضرور پڑی مل گئی تھیں۔ ان لاشوں کو دیکھ کر پنڈت نارائن کا خون کھول اٹھا تھا۔ ہیلی پیڈ سے اس کا ہیلی کاپٹر بھی غائب تھا جس سے پنڈت نارائن نے اندازہ لگایا کہ عمران اور اس کے ساتھی وہاں سے نکل چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نجانے کیا بات تھی پنڈت نارائن کو احساس ہو رہا تھا کہ عمران یا اس کے چند ساتھی ابھی وہیں ہیں اور وہ کنٹرول روم میں موجود ہیں۔ پنڈت نارائن مختلف راستوں سے ہوتا ہوا تہہ خانے میں آ گیا۔ وہ جان بوجھ کر ایسے راستوں سے گزر رہا تھا کہ راستے میں کسی کے ساتھ اس کی مڈبھیڑ نہ ہو جائے مگر تمام

راستے خالی تھے۔ پھر کنٹرول روم کے قریب آ کر وہ رک گیا۔ سپیشل گلاسز سے اس نے کنٹرول روم میں دیکھا تو اسے وہاں عمران کے تمام ساتھی نظر آ گئے مگر ان میں عمران موجود نہیں تھا۔ عمران کے ساتھی بے فکری سے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ چند لمحے پنڈت نارائن غور سے ان سب کو دیکھتا رہا پھر اس نے دروازے پر زور سے ٹھوکر مار دی۔ دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور پنڈت نارائن اچھل کر کمرے میں آ گیا۔ اسے اس طرح اچانک کمرے میں آتے دیکھ کر وہ سب اچھل پڑے۔

"ہینڈز اپ"۔ پنڈت نارائن نے مشین پسٹل کا رخ ان کی طرف کرتے ہوئے غرا کر کہا۔

"پنڈت نارائن تم۔ تم یہاں کیسے آ گئے۔ تمہیں تو ہم نے کمرے میں بند کر رکھا تھا"۔ جولیا نے حیرت سے پنڈت نارائن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس ہیڈ کوارٹر کے کمرے کی دیواریں میرا راستہ نہیں روک سکتیں"۔ پنڈت نارائن نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"لیکن تمہیں تو تھرٹین تھرٹین کا انجکشن لگایا گیا تھا۔ جس سے تمہاری ٹانگوں کو مفلوج ہو جانا چاہئے تھا پھر......." جولیا نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"ان معمولی انجکشنوں کے توڑ میں جانتا ہوں۔ تھرٹین تھرٹین جیسے انجکشن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"۔ پنڈت نارائن نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

"ہونہہ، اب تم کیا چاہتے ہو"۔ تنویر نے اس کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم سب کی موت"۔ پنڈت نارائن غرایا۔

"کیا یہ تمہارے لئے آسان ہو گا"۔ اس بار جولیا نے بھی غراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب، کیا کہنا چاہتی ہو تم"۔ پنڈت نارائن نے اسے گھور کر پوچھا۔

"تم اکیلے ہو پنڈت نارائن۔ ہم نے تمہارے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہماری تعداد آٹھ ہیں۔ تم ہم سب کو ایک ساتھ اس گن سے ہلاک نہیں کر سکتے"۔ جولیا نے کہا۔

"یہ آٹومیٹک مشین پسٹل ہے۔ ایک بار ٹریگر دباتے ہی اس میں سے گولیوں کی بوچھاڑ ہو گی اور تم سب اپنے خون میں نہاتے چلے جاؤ گے"۔ پنڈت نارائن نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھول ہے تمہاری۔ ہم ان کھلونوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں"۔ صفدر نے کہا۔

"ہونہہ، عمران کہاں ہے"۔ پنڈت نارائن نے غصے سے سر جھٹک کر کہا۔

"عمران موت بن کر تمہارے پیچھے موجود ہے پنڈت نارائن۔ پلٹ کر دیکھو"۔ جولیا نے اس قدر بااعتماد اور زہریلے انداز میں کہا کہ

پنڈت نارائن جیسا انسان بھی ایک لمحے کے لئے اس کے جھانسے میں آ گیا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے پلٹا لیکن بھلا عمران وہاں کہاں تھا۔ اس سے پہلے کہ پنڈت نارائن واپس ان کی طرف مڑتا اچانک جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے اپنی جیکٹ کی جیب سے ایک پسٹل نکال کر پنڈت نارائن پر فائر کر دیا۔ گولی ٹھیک پنڈت نارائن کے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل پر پڑی اور مشین پسٹل پنڈت نارائن کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ اسی لمحے صفدر اور سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبران نے بھی جیبوں سے مشین پسٹل نکال لئے۔

" تت، تم۔ یہ تم نے مجھ سے دھوکہ کیا تھا۔ تم۔ تم ...." پنڈت نارائن نے غصے اور خفت سے لرزتے ہوئے کہا۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین پسٹلز دیکھ کر اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔

" اسے کہتے ہیں جیسے کو تیسا۔ اب بتاؤ پنڈت نارائن اب کیا کہتے ہو"۔ صفدر نے کہا۔

" کچھ بھی ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں عمران سمیت تم سب کو ہلاک کر دوں گا"۔ پنڈت نارائن نے غضبناک لہجے میں کہا۔ ساتھ ہی وہ تیزی سے پلٹا اور اس نے کھلے ہوئے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔

" وہ بھاگ رہا ہے پکڑو اسے"۔ جولیا نے اسے بھاگتے دیکھ کر بری طرح سے چیختے ہوئے کہا تو وہ سب تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ پڑے۔ پنڈت نارائن دروازے سے نکل کر تیزی سے راہداری کی

طرف دوڑتا جا رہا تھا۔

" رک جاؤ پنڈت نارائن ورنہ گولی مار دوں گا"۔ صفدر نے اس کے پیچھے تیزی سے بھاگتے ہوئے کہا مگر پنڈت نارائن کو تو جیسے پر لگ گئے تھے۔ وہ برق رفتاری سے دوڑتا ہوا راہداری کی دوسری طرف مڑ گیا۔ راہداری سے نکل کر وہ سامنے موجود سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور پھر جیسے چھلانگیں لگاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ سیڑھیوں کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ابھی وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اسی لمحے تڑتڑاہٹ ہوئی اور اس کے اردگرد بے شمار گولیاں پڑیں۔ ایک لمحے کے لئے پنڈت نارائن رکا اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے عمران کے ساتھی اس طرف آتے دکھائی دیئے جو جان بوجھ کر اس کے اردگرد فائرنگ کر رہے تھے۔ پنڈت نارائن زہریلے انداز میں مسکرایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا مگر اسی وقت اچانک کوئی چیز آ کر پوری قوت سے پنڈت نارائن کے دائیں پیر سے ٹکرائی۔ پنڈت نارائن کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر اس کا پیر سیڑھی سے ٹکرا گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر گرا اور پھر سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا نیچے گرتا چلا گیا۔ اس نے خود کو سیڑھیوں پر گرنے سے بچانے کی پوری کوشش کی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ وہ ایک دھماکے سے سپاٹ فرش پر آ گرا تھا۔ عمران کے کسی ساتھی نے اس پر خالی مشین پسٹل کھینچ مارا تھا جو اس کی ٹانگ پر پڑا تھا جس کے نتیجے وہ زمین پر آ گرا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ فرش سے اٹھتا عمران کے

ساتھی اس کے سر پر پہنچ گئے۔

" بس پنڈت نارائن تمہارا کھیل ختم ہو گیا"۔ ایک نوجوان نے اس کے قریب آکر مشین پسٹل اس کی طرف کرتے ہوئے غرا کر کہا مگر پنڈت نارائن بھلا آسانی سے شکست ماننے والوں میں سے کہاں تھا۔ اس نے مشین پسٹل کی پرواہ کئے بغیر اچانک کروٹ بدل کر دونوں ٹانگیں موڑ کر نوجوان کی ٹانگوں پر مار دیں جو صفدر تھا۔ نوجوان کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ الٹ کر گر اپڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا پنڈت نارائن نے اپنے جسم کو تیزی سے موڑ کر لیٹے لیٹے اس نوجوان پر چھلانگ لگا دی۔

جیسے ہی پنڈت نارائن نے صفدر پر چھلانگ لگائی صفدر نے خود کو تیزی سے سمیٹا اور اپنی ٹانگیں عین پنڈت نارائن کے پہلو پر مار دیں۔ پنڈت نارائن کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کا فضا میں اٹھا ہوا جسم تیزی سے رول ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ جہاں تنویر اور دوسرے افراد موجود تھے۔

" رک جاؤ پنڈت نارائن ورنہ........"چوہان نے مشین پسٹل کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔

" ٹھہرو چوہان، پنڈت نارائن کو لڑنے کا شوق ہو رہا ہے۔ اس کی آج یہ حسرت بھی نکال دیتے ہیں۔ تم سب ایک طرف ہو جاؤ۔ میں اکیلا ہی اس سے لڑوں گا۔ دیکھتا ہوں اس کے بازوؤں میں کتنی طاقت ہے"۔ صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس اثناء میں پنڈت نارائن

بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ غیض و غضب سے بگڑا ہوا تھا۔

"مگر........"چوہان نے کہنا چاہا۔

" جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ پنڈت نارائن نہتا اور اکیلا ہے۔ اس کا مقابلہ بھی بغیر کسی اسلحے کے اور اکیلے ہی ہونا چاہیئے"۔ صفدر نے کہا۔

" صفدر ٹھیک کہہ رہا ہے چوہان۔ پنڈت نارائن نے شاید ہمیں مٹی کے پتلے سمجھ رکھا ہے۔ آج اسے بھی معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ہم کسی بھی طرح اس کے مقابلے میں عمران سے کم نہیں ہیں"۔ تنویر نے کہا۔

" ہونہہ، تو تم میرا مقابلہ کرو گے۔ پنڈت نارائن کا"۔ پنڈت نارائن غرایا۔

" ہاں، اور آج میں تمہارا سارا دم خم نکال دوں گا پنڈت نارائن"۔ صفدر نے کہا۔

" تو پھر تم اکیلے کیوں۔ تم سب میرے مقابلے پر آجاؤ۔ میں تم سب کو تگنی کا ناچ نچا دوں گا"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"لگتا ہے تمہیں اپنی طاقت پر کچھ زیادہ ہی گھمنڈ ہے"۔ تنویر غرایا۔

"ہاں ہے۔ حد سے زیادہ گھمنڈ ہے مجھے"۔ پنڈت نارائن نے اسی انداز میں کہا۔

" ٹھیک ہے۔ صفدر تم ایک طرف ہو جاؤ آج میں اس کا گھمنڈ توڑوں گا"۔ تنویر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

" نہیں تنویر۔ اس کا گھمنڈ میں خود توڑوں گا۔ آؤ پنڈت نارائن۔

دیکھوں کتنی طاقت ہے تمہارے بازوؤں میں"۔ صفدر نے کہا۔ اسی لمحے جولیا تیز تیز چلتی ہوئی وہاں آ گئی۔ صفدر اور پنڈت نارائن کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"۔ جولیا نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"پنڈت نارائن ہم سے فائٹ کرنا چاہتا ہے مس جولیا"۔ تنویر نے کہا۔

"فائٹ"۔ جولیا نے کہا۔

"ہاں، اس کا کہنا ہے کہ یہ ہم سب کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دے گا"۔ خاور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، تب پھر تم سب ایک طرف ہٹ جاؤ۔ پنڈت نارائن کا زعم میں نکال دیتی ہوں"۔ جولیا نے پنڈت نارائن کو گھورتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے تم سب کو سوائے باتیں بنانے کے اور کچھ نہیں آتا۔ اس لئے پہل مجھے ہی کرنی پڑے گی"۔ پنڈت نارائن نے کہا اور پھر اس نے اچانک جولیا پر چھلانگ لگا دی۔

کراسٹی کو جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک تنگ کمرے میں قید پایا۔ کمرہ کوٹھڑی نما بے حد چھوٹا اور تنگ تھا۔ اس کمرے کا ایک دروازہ تھا جو بند تھا اور دروازے کے اوپر چھت کے قریب ایک روشندان تھا جو خاصا اونچا تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک آہنی کرسی تھی جس پر کراسٹی فولادی زنجیروں سے بندھی ہوئی تھی۔ اسے اس قدر سختی کے ساتھ باندھا گیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہل سکتی تھی۔ کراسٹی نے ادھر ادھر دیکھا لیکن ابو عبداللہ اسے کہیں دکھائی نہ دیئے۔

"ہونہہ، یہ انہوں نے اچھا کیا ہے جو مجھے ابو عبداللہ کے ساتھ نہیں باندھا ورنہ ابو عبداللہ کی موجودگی میں، میں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی"۔ کراسٹی نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اسے دروازے کے باہر سے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کراسٹی چونکہ

زنجیروں سے بندھی ہوئی تھیں اس لئے اس نے ان زنجیروں سے خود کو آزاد کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ ان فولادی زنجیروں کا توڑ لینا اس کے لئے ممکن ہی نہ تھا۔ اسے خود سے زیادہ ابو عبداللہ اور پروشو کی فکر تھی۔ نجانے وہ کہاں تھے اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔

قدموں کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ پھر آوازیں دروازے کے قریب آکر رک گئیں۔ کراسٹی نے کچھ سوچا پھر اس نے یکلخت اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ شاید وہ آنے والوں کو یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔

دروازے میں چابی لگنے کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ کراسٹی نے اپنا سر ڈھلکا رکھا تھا۔ اس لئے وہ یہ نہیں دیکھ سکی کہ آنے والے کتنے افراد ہیں۔ دروازہ کھلا اور کمرہ تیز روشنی سے بھر گیا۔ آنے والوں کی تعداد تین تھی۔ ان میں سے ایک لمبا چوڑا اور مضبوط جسم کا مالک تھا جس کی شکل بلڈاگ جیسی تھی۔ اس کے چہرے پر سختی اور سرد مہری جیسے ثبت نظر آ رہی تھی اور اس کی آنکھیں اس قدر سرخ تھیں جیسے ابھی ان میں سے خون ٹپک پڑے گا۔ اس نے فوجی طرز کی سیاہ یونیفارم پہن رکھی تھی جبکہ اس کے ساتھ آنے والے دونوں افراد نے بھی سیاہ لباس پہن رکھے تھے مگر ان کے لباس فوجی طرز کے نہیں تھے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

"لگتا ہے یہ ابھی تک بے ہوش ہے"۔ بلڈاگ جیسے چہرے والے

نے زنجیروں میں بندھی ہوئی کراسٹی کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس کمانڈر"۔ ایک مشین گن بردار نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"دیکھو اس میں ابھی ہوش میں آنے کے آثار ہیں یا نہیں"۔ بلڈاگ جیسے چہرے والے نے جسے کمانڈر کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا کہا۔

"یس کمانڈر"۔ اسی مشین گن بردار نے کہا۔ کمانڈر اور اس کا ایک ساتھی وہیں رک گئے جبکہ ایک مشین گن بردار کراسٹی کی طرف بڑھ گیا۔ کراسٹی نے بدستور اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ رکھا تھا۔ مشین گن بردار نے کراسٹی کا بندھا ہوا ہاتھ پکڑا اور اس کی نبض چیک کرنے لگا۔ نبض دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے اس نے کراسٹی کی گردن پر ایک مخصوص رگ پر انگلیاں رکھیں اور انہیں ہلکا ہلکا دبانے لگا۔ پھر یکلخت اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ ناچنے لگی۔ اس نے کراسٹی کے منہ اور ناک کے آگے ہاتھ رکھا لیکن کراسٹی نے سانس روک لیا تھا۔

"لک، کمانڈر"۔ اس نے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے۔ تم اس قدر بوکھلا کیوں رہے ہو"۔ کمانڈر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ہلاک ہو چکی ہے کمانڈر۔ نہ اس کی سانس چل رہی ہے نہ نبض"۔ مشین گن بردار نے کہا تو کمانڈر اور اس کا ساتھی چونک پڑا۔

"ہلاک ہو چکی ہے۔ کیا مطلب"۔ کمانڈر نے بھی اس بار

بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور خود کراسٹی کی سانسیں اور اس کی نبض چیک کرنے لگا۔ کراسٹی نے یوگا کی منتقوں کے ساتھ عمل تنفس پر بھی کمال کی حد تک دسترس حاصل کر رکھی تھی۔ اس نے عمل تنفس اور یوگا کے ایک مخصوص عمل کے ذریعے نہ صرف اپنا سانس روک لیا تھا بلکہ اپنی نبضوں کی دھڑکن پر بھی اس حد تک کنٹرول پا لیا تھا کہ اس وقت اگر کوئی ماہر سے ماہر ڈاکٹر بھی اسے آلات سے چیک کرتا تو وہ یہی سمجھتا کہ اس کے جسم سے جان نکل چکی ہے۔ یہی حال کمانڈر کا ہوا تھا۔ کراسٹی کے جسم میں زندگی کے آثار نہ پا کر اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"ہونہہ، یہ تو سچ مچ ہلاک ہو چکی ہے"۔ کمانڈر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت بے پناہ پریشانی ابھر آئی تھی۔

"لیکن کمانڈر، یہ کیسے ہو گیا۔ اس لڑکی پر نہ کوئی ٹارچر کیا گیا ہے اور نہ ہی اسے طویل بے ہوشی کا انجکشن لگایا گیا تھا۔ اسے صرف ایل بی تھری کا انجکشن لگایا گیا تھا۔ ایل بی تھری انجکشن لگنے والے انسان کو زیادہ سے زیادہ دو گھنٹوں میں ہوش آ جاتا ہے۔ اس لڑکی کو انجکشن لگے تین گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو گیا ہے۔ اس لئے اسے اب تک ہوش میں آ جانا چاہئے تھا لیکن یہ تو ہلاک ہو چکی ہے۔ ایل بی تھری انجکشن اس قدر خطرناک تو نہیں ہوتا جس سے یہ ہلاک ہو جائے"۔ مشین گن بردار حیرت بھرے لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ اسے ہلاک نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ

مارشل مہادیو اور ابو عبداللہ کو ہیون ویلی میں لائی تھی۔ میں اس سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ کون ہے اور اس نے یہ سب کیسے کیا۔ مارشل مہادیو جو کافرستان کی سپیشل ایجنسی وائٹ کوبرا کا چیف ہے کو اس آسانی سے زیر کر لینا میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ وائٹ کوبرا مسلسل بے ہوش ہے اور ابو عبداللہ نے اپنی زبان بند کر رکھی ہے۔ اب یہ لڑکی ہی ہمیں کچھ بتا سکتی تھی۔ مگر........" کمانڈر نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اس کا ایک ساتھی بھی تو ہے۔ آپ اس سے کیوں نہیں پوچھ لیتے"۔ گن بردار نے کہا۔

"اب یہی کرنا ہو گا۔ بہرحال اس کی لاش اٹھاؤ اور اسے جا کر برقی بھٹی میں ڈال دو"۔ کمانڈر نے کہا اور پھر مڑ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ماچو۔ یہ لڑکی کیسے ہلاک ہوئی ہو گی"۔ ایک مشین گن بردار نے اپنے دوسرے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ مجھے تو ایل بی تھری انجکشن کا ری ایکشن معلوم ہو رہا ہے"۔ ماچو نامی گن بردار نے کہا۔

"ناممکن، ایل بی تھری انجکشن خطرناک نہیں ہو سکتا"۔ پہلے گن بردار نے کہا۔ وہ دونوں کمانڈر کے باہر جاتے ہی کراسٹی کی طرف بڑھ آئے تھے اور اس کی زنجیریں کھولنا شروع ہو گئے تھے۔

"کچھ بھی ہو۔ بڑی خوبصورت لڑکی تھی۔ اگر زندہ رہتی تو ہمارے

کام آتی۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی پہلے کبھی نہیں دیکھی"۔ ماچو نے کراسٹی کی زنجیریں کھولتے ہوئے کہا۔

" زندہ رہتی تب ناں"۔ پہلے گن بردار نے دونوں کلپڈ زنجیریں کھول کر نیچے ڈالتے ہوئے کہا۔ کراسٹی خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ان کی باتیں سن کر اس کا خون کھول رہا تھا۔

" اچھا خیر چھوڑو۔ اسے لے جا کر برقی بھٹی میں ڈالتے ہیں۔ پھر وقت گزاری کے لئے کیمپ کی کسی لڑکی کو دیکھ لیں گے"۔ ماچو نے کہا۔

" اوکے"۔ پہلے گن بردار نے کہا اور پھر ان دونوں نے کراسٹی کی تمام بندشیں کھول دیں۔ کراسٹی شاید اسی انتظار میں تھی۔ جیسے ہی انہوں نے اس کی زنجیریں کھولیں کراسٹی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کراسٹی کو اس طرح اچانک اٹھتے دیکھ کر دونوں مسلح افراد گھبرا گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے کراسٹی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی۔ اس نے دونوں مسلح افراد کے سر پکڑ کر پوری قوت سے ایک دوسرے کے سروں سے ٹکرا دیئے۔ ان دونوں کے منہ سے زوردار چیخیں نکل گئیں۔ کراسٹی نے ٹانگ مار کر ایک مسلح شخص کو دور پھینک دیا۔ اور دوسرے مسلح شخص کے کاندھے سے مشین گن اتار کر اسے بھی زوردار دھکا دیتے ہوئے پیچھے اچھال دیا۔ پھر کراسٹی نے آگے بڑھ کر ماچو نامی گن بردار جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کے سر پر اس زور سے ٹھوکر ماری کہ وہ چیختا ہوا ایک بار پھر گر گیا۔ کراسٹی

نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر مشین گن کا دستہ مارا تو وہ اسی وقت چیں بول گیا۔

" خبردار"۔ کراسٹی نے دوسرے مشین گن بردار کی طرف مشین گن کی نال کرتے ہوئے غرا کر کہا تو وہ وہیں دبک گیا۔ اس کا چہرہ حیرت اور خوف سے بگڑ سا گیا تھا۔

" تت، تم۔ تم زندہ ہو"۔ اس شخص کے منہ سے بمشکل نکلا۔

" ہاں، میں زندہ ہوں اور اب میں تمہاری موت بننے والی ہوں۔ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ جلدی"۔ کراسٹی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو وہ خوفزدہ انداز میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

" تمہارا نام کیا ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

" مانڈو۔ مانڈو بھائی"۔ اس نے خوف سے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

" اور وہ جو تمہارے ساتھ آیا تھا۔ کیا وہ کمانڈر آندرے ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

" ہاں"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔

" کیا میں اس وقت ہیون ویلی کے بیس کیمپ میں ہوں"۔ کراسٹی نے پوچھا تو مانڈو بھائی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" میرا ساتھی اور تحریک آزادی کے لیڈر ابو عبداللہ کو تم نے کہاں رکھا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

" مم، میں نہیں جانتا"۔ مانڈو بھائی نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو جو پوچھ رہی ہوں اس کا سچ سچ جواب دے دو مانڈو۔ ورنہ میں تمہیں اس قدر اذیت ناک موت ماروں گی جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"۔ کراسٹی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"ان دونوں کو کمانڈر نے کہیں قید کیا ہے۔ کہاں قید کیا ہے یہ میں واقعی نہیں جانتا"۔ مانڈو بھائی نے کراسٹی کا سرد انداز دیکھ کر جلدی سے کہا۔

"ہونہہ، ٹھیک ہے۔ ان دونوں کو میں خود تلاش کر لوں گی۔ تم مجھے بیس کیمپ کی تفصیل بتاؤ"۔ کراسٹی نے کہا۔

"کک، کیسی تفصیل"۔ مانڈو بھائی نے ہکلا کر کہا۔

"اس کیمپ میں موجود حفاظتی انتظامات کیا ہیں۔ یہاں مسلح افراد کی تعداد کتنی ہے۔ بلیک فورس کے افراد کہاں ہیں اور اسلحے کا ڈپو کہاں ہے۔ سب کچھ بتاؤ مجھے"۔ کراسٹی نے کہا۔ اس نے مشین گن کی نال مانڈو بھائی کے سر کے ساتھ لگا دی تھی۔ جس کی وجہ سے مانڈو بھائی کا حال پتلا ہو رہا تھا۔ دوسرے کراسٹی کا لہجہ اس قدر سخت اور سرد تھا کہ مانڈو بھائی نہ چاہتے ہوئے بھی اسے سب کچھ بتاتا چلا گیا۔

"تمہارا اس بیس کیمپ میں کیا عہدہ ہے"۔ کراسٹی نے چند لمحے توقف کے بعد اس سے پوچھا۔

"یہاں ہمارے عہدے نہیں نمبر ہوتے ہیں۔ مخصوص نمبروں سے ہمیں یہاں جانا پہچانا جاتا ہے"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔

"تمہارا کون سا نمبر ہے"۔ کراسٹی نے سر جھٹک کر کہا۔

"تھری ایٹ"۔ مانڈو بھائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے کمانڈر آندرے تک لے جا سکتے ہو"۔ کراسٹی نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"نہیں"۔ مانڈو بھائی نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"کیوں"۔ کراسٹی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ اس وقت آپریشنل روم میں ہوں گے اور آپریشنل روم تک ان کے سوا کوئی نہیں جا سکتا"۔ مانڈو بھائی نے جواب دیا۔

"ہونہہ، کیا کمانڈر آندرے آپریشنل روم سے تمام بیس کیمپ پر نظر رکھتا ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہاں ہر طرف ایچ ڈی کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے کمانڈر آسانی سے سارے کیمپ پر نظر رکھ سکتا ہے"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔

"اگر میں کمانڈر آندرے کے آپریشنل روم میں جانا چاہوں تو"۔ کراسٹی نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔ کمانڈر کی نظروں میں آئے بغیر تم ان کے آپریشنل روم میں نہیں جا سکتی"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔

"کیا وہاں جانے کا کوئی خفیہ راستہ نہیں ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"ہوگا، لیکن اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا"۔ مانڈو بھائی

نے کہا۔

"یہاں سے کمانڈر آندرے کا آپریشنل روم کتنے فاصلے پر ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

" باہر ایک طویل راہداری ہے۔راہداری دو اطراف گھومتی ہے۔ دائیں طرف سب وے ہے جبکہ بائیں طرف راہداری نشیب کی طرف جاتی ہے جس کے آخری سرے پر کمانڈر آندرے کا آپریشنل روم ہے جو فولادی دروازے سے بند ہے ۔ اس فولادی دروازے کو آپریشنل روم سے ہی کھولا اور بند کیا جاتا ہے"۔مانڈو بھائی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" بیس کے اندر اس وقت کتنے افراد موجود ہیں۔ میرا مطلب ہے اس جگہ جہاں ہم ہیں ہمارے اردگرد کتنے افراد ہیں اور کس پوزیشن میں ہیں"۔ کراسٹی نے کہا۔

" راہداری کے دائیں بائیں بلیک فورس کے کمرے ہیں جہاں اس وقت تین تین افراد موجود ہیں۔یہ افراد اس وقت کمروں میں آرام کر رہے ہیں۔یہ رات کے وقت بیس کیمپ کے گرد پہرہ دیتے ہیں"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔

" ان کی تعداد بتاؤ"۔ کراسٹی نے کہا۔

"آٹھ کمروں میں چوبیس افراد ہیں"۔مانڈو بھائی نے جواب دیا۔

" راہداریوں میں مسلح محافظ بھی موجود ہیں کیا"۔ کراسٹی نے کہا۔

" ہاں، ہر راہداری میں چار چار محافظ موجود ہیں۔ جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھومتے رہتے ہیں"۔ مانڈو بھائی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" تمہارا اپنا اندازہ کیا ہے ۔ کمانڈر آندرے نے میرے ساتھی اور ابوعبداللہ کو کہاں رکھا ہوگا"۔ کراسٹی نے کہا۔

" میرے خیال میں وہ دونوں انڈر گراؤنڈ ہارڈ روم میں ہوں گے"۔مانڈو بھائی نے کہا۔

"ہارڈ روم"۔ کراسٹی نے چونک کر کہا۔

"ہاں، اس تہہ خانے کے نیچے ایک اور تہہ خانہ ہے۔ جہاں بڑے بڑے ہال نما ہارڈ رومز بنائے گئے ہیں۔ ان کی دیواریں اور چھتیں فولادی ہیں۔ جہاں سے نکلنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ان ہارڈ روم کو کمانڈر اپنے آپریشنل روم سے ہی اوپن اور کلوز کرتے ہیں۔ان کے علاوہ کسی کو بھی ان ہارڈ رومز میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی"۔ مانڈو بھائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ، ان ہارڈ رومز کو یہاں کس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

" ان ہارڈ رومز میں غداروں اور ہیون ویلی کے مجرموں کو رکھا جاتا ہے ۔ جہاں وہ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو جاتے ہیں"۔مانڈو بھائی نے کہا۔

" اچھا یہ بتاؤ۔ مجھے ان دونوں سے الگ یہاں کیوں رکھا گیا ہے"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"پہلے تمہیں بھی ہارڈ روم میں ہی قید کیا گیا تھا۔ کمانڈر تم سے چند معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اس لئے تمہیں ہارڈ روم سے نکال کر یہاں پہنچا دیا گیا۔ کمانڈر پہلے مصروف تھا اس لئے تمہیں یہاں لا کر بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا گیا۔ جس سے تم زیادہ سے زیادہ دو گھنٹوں کے لئے بے ہوش رہ سکتی تھی۔ اب کمانڈر تم سے سوال کرنے کے لئے آئے تھے مگر ...." یہ کہتے ہوئے مانڈو بھائی خاموش ہو گیا۔ وہ اس بات پر بدستور حیران تھا کہ اس نے کراسٹی کو چیک کیا تھا۔ کراسٹی کی نہ نبض چل رہی تھی اور نہ وہ سانس لے رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے دل کی دھڑکن تک بند ہو چکی تھی جس سے انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ ہلاک ہو چکی ہے۔ لیکن انہوں نے جیسے ہی اسے زنجیروں سے آزاد کیا وہ یکلخت اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جیسے اچانک اس کے مردہ جسم میں جان پھونک دی گئی ہو۔

"کمانڈر آندرے مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا تھا"۔ کراسٹی نے کہا۔

"یہی کہ تم کون ہو۔ تم وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر میں کیسے داخل ہوئی تھی۔ تم نے وائٹ کوبرا کو کیسے اپنے قابو میں کیا تھا اور اس کے ہیڈ کوارٹر سے ابو عبداللہ کو کیسے نکال لائی تھی"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔

"بس یا کچھ اور بھی کمانڈر آندرے جاننا چاہتا تھا مجھ سے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"انہوں نے ہمیں یہی بتایا تھا"۔ مانڈو بھائی نے کاندھے اچکا کر

کہا۔

"بہر حال تم میرے ساتھ تعاون کر رہے ہو اس لئے میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گی۔ اپنی زندگی کے بدلے میں تم میرے لئے اور کیا کر سکتے ہو"۔ کراسٹی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کیا چاہتی ہو"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔ کراسٹی کی بات سن کر اس کی آنکھوں میں چمک سی آگئی تھی۔

"اگر میں کہوں کہ میں اس بیس کیمپ سے باہر جانا چاہتی ہوں تو"۔ کراسٹی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔ بیس کیمپ میں ہر طرف مسلح محافظ موجود ہیں۔ جن کی نظروں میں آئے بغیر ایک پرندہ بھی یہاں سے نہیں نکل سکتا"۔ مانڈو بھائی نے کہا۔

"کیا یہاں لیڈی کمانڈوز بھی ہیں"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"ہاں، لیکن وہ کیمپ کے دوسرے حصے میں ہیں۔ وہاں جانا بھی مشکل ہے"۔ مانڈو بھائی نے جلدی سے کہا۔

"کیا وہاں سے کوئی لیڈی کمانڈو یا عام لڑکی یہاں نہیں آتی"۔ کراسٹی نے پوچھا۔

"یہاں سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر ...." مانڈو بھائی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"مگر کیا"۔ کراسٹی نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"ہم جیسے ہی اس کمرے سے باہر نکلیں گے کمانڈر کی نظروں میں آ

جائیں گے اور پھر وہ ہمیں ہلاک کرنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کرے گا۔ آپریشنل روم میں ایسا سائنسی سسٹم ہے جہاں سے کمانڈر آندرے بلیوریز پھینک کر ہمیں کہیں بھی اور کسی بھی لمحے ہلاک کر سکتا ہے"۔ مانڈو بھائی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

" اس کا میں ابھی انتظام کر لیتی ہوں"۔ کراسٹی نے کہا اور پھر وہ جھک کر بے ہوش محافظ کا لباس اتارنے لگی۔

" یہ، یہ تم کیا کر رہی ہو"۔ مانڈو بھائی نے بوکھلا کر کہا۔

" تم دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار، اگر تم نے مڑ کر دیکھنے یا بھاگنے کی کوشش کی تو میں تمہیں گولیاں مار دوں گی"۔ کراسٹی نے اس بار سخت لہجے میں کہا تو مانڈو بھائی برے برے منہ بناتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔ کراسٹی نے اسے جب دھکا مار کر پھینکا تھا تو اس کی مشین گن گر گئی تھی جو اس سے کافی فاصلے پر پڑی تھی۔ ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ مشین گن اٹھا کر اس کا پورا برسٹ لڑکی کے جسم میں اتار دے۔

مانڈو بھائی نے منہ دوسری طرف کیا تو کراسٹی جلدی جلدی ماچو نامی شخص کا لباس اتارنے لگی۔ اس نے اپنے لباس کے اوپر ہی ماچو کا لباس پہن لیا تھا۔ پھر اس نے ماچو کی گری ہوئی کیپ اٹھا کر سر پر رکھی اور کیپ کو آنکھوں تک جھکا لیا۔ اس کے بعد کراسٹی نے ماچو کے جوتے اتارے اور انہیں پہن لیا۔ ماچو کا لباس اور اس کے جوتے اسے پورے آ گئے تھے۔

" میری طرف دیکھو"۔ کراسٹی نے مانڈو بھائی سے مخاطب ہو کر کہا تو مانڈو بھائی اس کی طرف مڑ گیا اور پھر کراسٹی کے جسم پر ماچو کا لباس دیکھ کر وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ ماچو کے جسم پر صرف انڈرویئر تھا اور وہ بدستور بے ہوش پڑا تھا۔

" اب کیا کہتے ہو"۔ کراسٹی نے کہا۔

" وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر کسی نے پہچان لیا تو"۔ مانڈو بھائی نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

" کوئی نہیں پہچانتا۔ تم میرے ساتھ چلو۔ تم میرے آگے رہو گے اور میں تمہیں گن پوائنٹ پر رکھوں گی۔ اگر تم نے کوئی چالاکی دکھانے یا کسی کو کوئی اشارہ کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارا کوئی لحاظ نہیں کروں گی"۔ کراسٹی نے اسے دھمکاتے ہوئے کہا۔

" تم جانا کہاں چاہتی ہو"۔ مانڈو بھائی نے پریشانی کے عالم میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" کمانڈر آندرے کے آپریشنل روم میں"۔ کراسٹی نے کہا۔

" نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم کمانڈر کے آپریشنل روم کی طرف مڑے تو ہم فوراً ہلاک کر دیئے جائیں گے"۔ مانڈو بھائی نے گھبرا کر کہا۔

" تم بس مجھے راہداری کے سرے تک پہنچا دو۔ باقی میں سنبھال لوں گی"۔ کراسٹی نے کہا۔

" لل، لیکن"۔ مانڈو بھائی نے کچھ کہنا چاہا۔

مانڈو بھائی تیز تیز چلتا ہوا ان محافظوں کے قریب پہنچا جو راہداری کے
سرے پر کھڑے تھے کراسٹی نے مشین گن سیدھی اور ٹریگر دبا دیا۔
مشین گن سے ریٹ ریٹ کی مخصوص تیز آواز نکلی اور راہداری مانڈو
بھائی کی تیز اور دردناک چیخوں سے گونج اٹھی۔ وہ لہولہان ہو کر لٹو کی
طرح گھومتا ہوا گر پڑا۔ اس سے پہلے کہ محافظ چونکتے کراسٹی نے
مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے مشین گن کو نیم دائرے میں گھماتے
ہوئے انہیں بھی مار گرایا۔ کراسٹی ان پانچوں کو ہلاک کر کے بھاگتی
ہوئی راہداری کے سرے تک پہنچ گئی۔ مشین گن کی تیز آواز اور
محافظوں کی دردناک چیخوں سے ماحول یکلخت گونج اٹھا تھا اور ہر طرف
جیسے دروازے کھلنے اور لوگوں کے بھاگنے کی آوازیں سنائی دینے لگی
تھیں۔ کراسٹی نے دیوار کے ساتھ لگ کر پہلے بائیں طرف اور پھر
راہداری کے دائیں طرف دیکھا تو اسے واقعی وہاں سے چار چار محافظ
بھاگ کر اس طرف آگے دکھائی دیئے۔ کراسٹی نے جھک کر ایک اور
مشین گن اٹھائی اور اس نے ایک مشین گن دائیں طرف اور دوسری
بائیں طرف کر کے اچانک فائرنگ شروع کر دی۔ مسلسل اور تیز
فائرنگ سے ماحول ایک بار پھر گونج اٹھا اور راہداری میں بھاگ کر
آنے والے محافظ گولیوں کا شکار ہو کر اچھل اچھل کر گرتے چلے گئے۔
اسی لمحے کراسٹی کے عقب سے فائرنگ ہوئی اور کراسٹی کے اردگرد
دیواروں کی کرچیاں سی اڑیں۔ کراسٹی زخمی ناگن کی طرح پلٹی اور
پیچھے سے دو مشین گن برداروں کو آتے دیکھ کر وہ تیزی سے زمین پر گر
گئی۔ محافظ مشین گنوں سے فائرنگ کرتے ہوئے اسی طرف آ رہے
تھے۔ کراسٹی نے لیٹے لیٹے ان پر فائرنگ کر دی۔ دونوں مسلح افراد
یکبارگی چیختے ہوئے اچھلے اور زمین پر گر کر بری طرح سے تڑپنے لگے۔
راہداری کے دائیں بائیں سے بھی فائرنگ ہونا شروع ہو گئی تھی۔
کراسٹی نے زمین پر لیٹے لیٹے کروٹ بدلی اور پھر اس نے دائیں طرف
دیکھتے ہوئے سامنے سے آنے والے مسلح افراد پر فائرنگ کر دی۔ پھر وہ
تیزی سے پلٹی اور اس نے بائیں طرف اندھا دھند فائرنگ کرنا شروع
کر دی۔

تیز اور خوفناک فائرنگ سے کیمپ میں جیسے بھونچال سا آ گیا تھا۔
کمروں کے دروازے کھل رہے تھے اور مشین گن بردار بھاگ بھاگ
کر باہر آ رہے تھے۔ کراسٹی دیوار کے ساتھ زمین پر چپکی تین اطراف
فائرنگ کر رہی تھی۔ پھر دائیں طرف خاموشی پا کر وہ تیزی سے اٹھی
اور جھکے جھکے انداز میں اس طرف بھاگتی چلی گئی۔ اس کے پیچھے
محافظوں کے چیخنے اور فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن کراسٹی
دیوار کے ساتھ ساتھ سامنے کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ اس طرف
واقعی سرنگ نما راستہ نشیب کی طرف جا رہا تھا۔ کراسٹی سامنے اور مڑ
مڑ کر پیچھے فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی کمانڈر
آندرے کے آپریشنل روم کی طرف جا رہی تھی۔ عقب سے آنے والی
گولیاں اس کے اردگرد سے شائیں شائیں کرتے ہوئے گزر رہی
تھیں۔ مگر کراسٹی بے خوفی سے بھاگ رہی تھی۔ یہ اس کی قسمت ہی

تھی کہ اس قدر شدید فائرنگ کے باوجود اسے ابھی کوئی گولی چھو کر
بھی نہیں گزری تھی۔ ویسے بھی دیواروں میں بڑے بڑے پتھر اور
چٹانیں باہر کو ابھری ہوئی تھیں چونکہ یہ پہاڑی علاقہ تھا اس لئے یہ
بلڈنگ بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ کراسٹی چونکہ دیوار کے
ساتھ ساتھ بھاگ رہی تھی اس لئے عقب سے آنے والی گولیاں دیوار
کی چٹانوں اور پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر اچٹ رہی تھیں۔ کراسٹی تیزی
سے بھاگتی ہوئی ایک کھلی جگہ پر آ گئی۔ سامنے ایک بڑا فولادی دروازہ
تھا جو بند تھا۔

اس طرف کوئی نہیں تھا لیکن عقب سے فائرنگ میں شدت آ گئی
تھی جس کی وجہ سے کراسٹی دائیں طرف دیوار کے ساتھ دو ابھری
ہوئی چٹانوں کے درمیان آ گئی اور دیوار کے ساتھ کمر لگا کر کھڑی ہو
گئی۔ کراسٹی نے ایک مشین گن پھینکی اور سر سے ہیٹ اتار کر بالوں
میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ اس نے بالوں میں پھنسی ہوئی ایک ہیئر پن
نکال لی۔ یہ ایک عام ہیئر پن تھی۔ اس پن کے سرے پر ایک سرخ
رنگ کا نقطہ سا بنا ہوا تھا۔ کراسٹی نے اس سرخ نقطے کو دانتوں میں
لے کر مخصوص انداز میں دبایا تو وہ نقطہ کسی بلب کی طرح روشن ہو
گیا۔ کراسٹی نے پن کو راہداری کی طرف اچھال دیا جس طرف سے
اسے بھاگتے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ ہیئر پن پھینکتے ہی
کراسٹی اور زیادہ دیوار کے ساتھ چپک گئی تھی۔ ہیئر پن جیسے ہی
راہداری میں گری یکلخت ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ ساتھ ہی ہر طرف
نیلے رنگ کی تیز روشنی راہداری میں پھیلتی چلی گئی۔ کراسٹی نے ہیئر
پن پھینکتے ہی اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ہیئر پن سے دھماکے کے
ساتھ جو تیز نیلی روشنی نکلی تھی اس روشنی کی وجہ سے راہداری میں
آنے والے مسلح افراد کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں اور انہیں اپنی
آنکھوں میں تیز مرچیں سی بھرتی محسوس ہوئی تھیں جس کی وجہ سے وہ
بری طرح سے چیختے ہوئے وہیں گر گئے تھے۔

تیز روشنی صرف ایک لمحے کے لئے چمکی تھی۔ راہداری سے ہونے
والی فائرنگ اب رک گئی تھی۔ البتہ انسانوں کی دردناک چیخیں
بدستور گونج رہی تھیں۔ فائرنگ رکتے ہی کراسٹی پناہ گاہ سے باہر آ گئی
اور پھر دیوار کے ساتھ ساتھ جھکے جھکے انداز میں فولادی دروازے کی
طرف بڑھنے لگی۔

دروازے کی بائیں سائیڈ کی دیوار پر دروازہ کھولنے والا کنٹرول
پینل لگا ہوا تھا۔ کراسٹی نے مشین گن کا رخ کنٹرول پینل کی طرف
کر کے ٹریگر دبا دیا۔ ریٹ ریٹ کے ساتھ کنٹرول پینل پر گولیاں
پڑیں اور کنٹرول پینل کے پرخچے اڑ گئے۔ کنٹرول پینل سے چیخ چیخ کی
آواز کے ساتھ چنگاریاں سی نکلیں اور اسی لمحے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز
کے ساتھ فولادی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا کراسٹی نے
تیزی سے زمین پر گرتے ہوئے اس طرف فائرنگ کرنا شروع کر دی۔
لیکن دوسری طرف سے کوئی چیخ بلند نہ ہوئی۔ اسی لمحے اچانک عین
کراسٹی کے سر کے اوپر چھت میں ایک چھوٹا سا سوراخ کھلا اور اس

میں سے نیلے رنگ کی روشنی کی تیز پھوار سی نکل کر کراسٹی پر پڑی۔ دوسرے ہی لمحے کراسٹی اس روشنی میں نہا گئی اور کراسٹی کو یوں محسوس ہوا جیسے فرشتہ اجل نے اس کی روح قبض کر لی ہو۔ اسے اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اور پھر جیسے اس کے دل و دماغ پر اندھیرا سا چھاتا چلا گیا۔ اس تیز نیلی روشنی میں نجانے کیا اثر تھا کہ کراسٹی کو ایک لمحے کے لئے بھی سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا اور وہ فوراً ہی بے دم ہو کر رہ گئی تھی۔

پنڈت نارائن اڑتا ہوا جیسے ہی جولیا کے قریب آیا اسی لمحے جولیا اچھلی اور اس نے فضا میں لٹو کی طرح گھومتے ہوئے لیفٹ کک پنڈت نارائن کے پہلو میں ماردی۔ پنڈت نارائن کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ فضا میں رول ہو کر دوسری طرف جا گرا۔

"ویل ڈن مس جولیا۔ ویل ڈن"۔ صفدر نے جولیا کی پھرتی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ جو فضا میں قلابازی کھا کر دوبارہ اپنے قدموں پر آکھڑی ہوئی تھی۔ پنڈت نارائن اٹھا اور پلٹ کر قہر بھری نظروں سے جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

"مس جولیا پلیز مجھے اس کا سامنا کرنے دیں۔ پھر دیکھیں میں کس طرح اس کی ہڈیوں کا سرمہ بناتا ہوں"۔ جوزف نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں جوزف، پنڈت نارائن کی میں خود ہڈیاں توڑوں گی۔ مجھے

اس کے ساتھ فائٹ کرنے دو۔ اگر میں ناکام ہو گئی تو پھر تم میں سے جو کوئی بھی اس کا مقابلہ کرنا چاہے گا میں اسے نہیں روکوں گی"۔ جولیا نے بدستور پنڈت نارائن کو خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری بوٹیاں اڑا دوں گا"۔ پنڈت نارائن نے بھی جواباً غرا کر کہا۔ ساتھ ہی وہ دوڑتا ہوا جولیا کی طرف آیا۔ اس نے دوڑتے دوڑتے اچانک چھلانگ لگائی اور اس نے یکلخت دونوں پیر جوڑ کر بڑے ماہرانہ انداز میں فلائنگ کک جولیا کے کندھوں پر مارنی چاہی لیکن جولیا تیزی سے دائیں طرف ہوئی اور اس کی ٹانگ پنڈت نارائن کی ٹانگوں سے اس انداز میں ٹکرائی کہ پنڈت نارائن فضا میں بری طرح سے گھوم گیا۔ لیکن اس کے پیر جیسے ہی زمین پر پڑے وہ یوں اچھل پڑا جیسے اس کی ٹانگوں میں سپرنگ لگے ہوں۔ وہ جس تیزی سے زمین پر آیا تھا اسی تیزی سے دوبارہ فضا میں بلند ہوا اور الٹی قلابازی کھا کر جولیا سے آ ٹکرایا۔ جولیا نے جسم کو بائیں طرف جھکا کر اس کے شکنجے سے خود کو بچانا چاہا مگر پنڈت نارائن نے چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے زوردار پنچ جولیا کے پہلو پر مار دیا۔ جولیا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ لڑکھڑا گئی۔ اسی لمحے پنڈت نارائن نے قلابازی کھاتے ہوئے اپنے جسم کو مخصوص انداز میں گھمایا اور سیدھا جولیا پر آ گرا اور اسے لئے ہوئے زمین پر آ گیا۔ زمین پر گرتے ہی جولیا نے دونوں ٹانگیں پنڈت نارائن کے پیٹ میں مار دیں۔ پنڈت نارائن اچھل کر

پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا اور جولیا تیزی سے پلٹی۔ وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ پنڈت نارائن جو دیوار سے ٹکراتے ہی اس کی طرف پلٹ آیا تھا یکلخت جولیا سے لپٹ گیا۔ پنڈت نارائن نے پیچھے سے جولیا کو پکڑا تھا اور وہ اسے اٹھا کر پٹخنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے مقابلے پر بھی جولیا تھی۔ اس نے اپنی دونوں کہنیاں پنڈت نارائن کی پسلیوں میں مار دیں۔ پنڈت نارائن جولیا کو چھوڑ کر کراہتا ہوا جیسے ہی پیچھے ہٹا اسی لمحے جولیا سانپ کی سی تیزی سے پلٹی اور اس نے ٹانگ اٹھا کر پوری قوت سے پنڈت نارائن کے سینے پر مار دی۔ پنڈت نارائن فضا میں اچھلا اور ایک بار پھر پیچھے دیوار سے جا ٹکرایا اور زمین پر گر کر ماہی بے آب کی مانند تڑپنے لگا۔

"بس اب تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے پنڈت نارائن"۔ جولیا نے غضبناک انداز میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس نے پنڈت نارائن کے پہلو پر ٹھوکر مارنی چاہی مگر اسی لمحے پنڈت نارائن بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے جولیا کی اٹھی ہوئی ٹانگوں کو پکڑ کر پوری قوت سے پیچھے دھکیل دیا۔ جولیا اچھل کر نیچے گری۔ اسی لمحے پنڈت نارائن نے لیٹے لیٹے اس پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن جولیا زمین پر گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے کروٹ بدل گئی تھی جس کے نتیجے میں پنڈت نارائن زمین پر آ گرا۔ اسی لمحے جولیا نے زمین پر لیٹے لیٹے پنڈت نارائن کی گردن پر ٹانگ ماری۔ پنڈت نارائن کا سر اس زور سے پختہ فرش سے ٹکرایا کہ یکبارگی اس کے ذہن میں سورج سا روشن ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ خود کو سنبھالتا جولیا بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اٹھتے ہی زوردار ٹھوکر پنڈت نارائن کے سر پر ماردی۔ جس سے پنڈت نارائن کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ پھر جولیا کی دوسری ٹانگ پنڈت نارائن کے چہرے پر پڑی تو پنڈت نارائن اچھلا اور پھر قلابازی کھانے والے انداز میں ایک بار پھر زمین پر آگرا۔ اس باراس کے حلق سے نکلنے والی چیخ بے حد دردناک تھی۔

" بس، یا ابھی اور دم خم باقی ہے "۔ جولیا نے پنڈت نارائن کو دیکھ کر پھنکارتے ہوئے کہا۔ پنڈت نارائن نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سر جھٹکتا ہوا دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ جولیا کی بھرپور ٹانگ شاید اس کی ناک پر پڑی تھی۔ کیونکہ پنڈت نارائن کی ناک سے مسلسل خون بہہ رہا تھا جس نے اس کے چہرے کو سرخ کر کے اسے اور زیادہ بھیانک بنا دیا تھا۔

" اب کیا کہتے ہو پنڈت نارائن۔ اب بھی اپنی شکست قبول کرتے ہو یا نہیں "۔ چوہان نے اس کا مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

" پنڈت نارائن نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی اور نہ کھائے گا "۔ پنڈت نارائن نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

" تو پھر آؤ۔ دیر کیوں کر رہے ہو "۔ جولیا نے اسے تاؤ دلاتے ہوئے کہا۔ پنڈت نارائن خونخوار نظروں سے جولیا کی طرف دیکھتا ہوا قدم بہ قدم چلتا ہوا ایک بار پھر اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ پھر اس نے اچانک ایک زوردار چیخ ماری اور اچھل کر جولیا کو فلائنگ کک مارنی چاہی

لیکن جولیا نے یکلخت اپنے جسم کو قوس کی صورت میں موڑا اور پھر جیسے ہی پنڈت نارائن کا جسم تیرتا ہوا اس کے اوپر آیا جولیا کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے اور اس نے یکلخت پنڈت نارائن کو دونوں پہلوؤں سے پکڑ لیا۔ ساتھ ہی جولیا نے اپنی ایڑیوں پر گھومتے ہوئے پنڈت نارائن کو اور اونچا اچھال دیا۔ پنڈت نارائن کا فضا میں اٹھا ہوا جسم جولیا کے ساتھیوں کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ اس بار پنڈت نارائن نے بھی کمال پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین پر گرتا اس نے گرتے گرتے دونوں ہاتھ زمین سے ٹکائے اور پھر کسی ماہر جمناسٹک کی طرح ہاتھوں اور پیروں کے بل قلابازیاں کھاتا ہوا ان سے دور ہٹتا چلا گیا اور پھر اس نے قلابازیاں کھاتے ہوئے اونچی چھلانگ لگائی اور فضا میں اپنے جسم کو مخصوص انداز میں گھماتا ہوا پیروں کے بل زمین پر آکھڑا ہوا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا اچانک پنڈت نارائن پلٹا اور پھر انتہائی تیزی سے آپریشنل روم کی طرف جانے والی راہداری کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

" ارے، ارے پکڑو اسے۔ اگر وہ آپریشنل روم میں چلا گیا تو ہم سب پھنس جائیں گے۔ پکڑو "۔ صفدر نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا اور وہ سب پنڈت نارائن کے پیچھے دوڑ پڑے۔ لیکن پنڈت نارائن تو جیسے بجلی بنا ہوا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے بھاگتا ہوا آپریشنل روم میں داخل ہو گیا اور اس سے پہلے کہ صفدر اور اس کے ساتھی آپریشنل روم کے قریب پہنچتے آپریشنل روم کا دروازہ بند ہوتا چلا گیا۔

"اوہ، مائی گاڈ۔ یہ کیا ہو گیا۔ وہ آپریشنل روم میں چلا گیا ہے"۔ چوہان نے آپریشنل روم کا دروازہ بند ہوتے دیکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور دروازے کے قریب آکر رک گیا۔ دوسرے ممبران بھی وہاں آکر رک گئے تھے اور آپریشنل روم کا دروازہ بند ہوتے دیکھ کر ان کے چہرے بھی ست گئے تھے۔

"اب کیا ہو گا۔ وہ آپریشنل روم میں داخل ہو گیا ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے"۔ صدیقی نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"ہمیں یہاں سے فوراً ہٹ جانا چاہئے۔ یہ پنڈت نارائن کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے"۔ صفدر نے بھی پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں چلو"۔ جولیا نے کہا اور وہ سامنے راہداری کی طرف بھاگنے لگے۔ لیکن وہ ابھی کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ اچانک سرر کی آواز کے ساتھ ان کے سامنے ایک شیشے کی دیوار آ گئی۔ وہ ٹھٹھک کر رک گئے وہ واپس پلٹے مگر سرر کی دوسری آواز کے ساتھ ان کے عقب میں بھی ایسی ہی شیشے کی دیوار نمودار ہو گئی۔ راہداری کے وہ جس حصے میں تھے ان کے دائیں بائیں سپاٹ دیواریں تھیں جبکہ آگے اور پیچھے شیشے کی دیواریں تھیں۔ وہ سب پرندوں کی طرح جیسے پنجرے میں قید ہو گئے تھے۔ تنویر نے جھپٹ کر جیب سے مشین پسٹل نکالا اور سامنے شیشے کی دیوار پر فائرنگ کر دی۔ "ٹک ٹک ٹکا ٹک" کی آواز کے ساتھ گولیاں شیشے کی دیوار سے ٹکرائیں اور پلٹ کر ان کی طرف آنے

لگیں۔ یہ دیکھ کر جولیا نے چیخ کر انہیں نیچے گرنے کو کہا۔ وہ سب زمین پر گر گئے اور گولیاں ان کے اوپر سے نکلتی چلی گئیں۔ یہ سب پلک جھپکنے میں ہو گیا تھا۔ اگر انہیں ایک لمحے بھی دیر ہو جاتی تو وہ سب تنویر کی چلائی ہوئی گولیوں کا شکار ہو جاتے۔ اسی لمحے انہیں پنڈت نارائن کا جاندار قہقہہ سنائی دیا۔

"اب تم بے بس پرندوں کی طرح اس پنجرے میں قید ہو چکے ہو۔ یہ بظاہر شیشے کی نظر آنے والی دیواریں فولاد سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ جن پر گولیاں تو کیا بم بھی اثرانداز نہیں ہو سکتا"۔ پنڈت نارائن کی فاخرانہ آواز سنائی دی۔ انہیں پنڈت نارائن کی آواز دیواروں سے پھوٹتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

"تم بہت غلط کر رہے ہو پنڈت نارائن"۔ تنویر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"غلط میں نے نہیں تم نے کیا ہے۔ تم نے میرے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کیا تھا اور میرے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اب میں تم سے اپنے ساتھیوں کی موت کا بھیانک انتقام لوں گا۔ میں تمہیں ان دیواروں میں پیس دوں گا۔ تمہارے گوشت کا قیمہ اور تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بن جائے گا اور پھر میں تم سب کے جسموں کا ملغوبہ عمران کو تحفے میں دوں گا۔ یہ عمران کے لئے یقیناً عجیب اور نایاب تحفہ ہو گا"۔ پنڈت نارائن نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم ہم سب کو تو موت کے گھاٹ اتار دو گے پنڈت نارائن۔ مگر

یہ مت بھولو کہ عمران ہمارے درمیان نہیں ہے۔ وہ یہاں واپس آئے گا اور پھر وہ تمہارا کیا حشر کرے گا یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔ جولیا نے غرا کر کہا۔

"میں اس وقت آپریشنل روم میں ہوں لڑکی۔ اب میرا ہیڈ کوارٹر پر مکمل کنٹرول ہے۔ عمران تو کیا اب اس کی روح بھی میری اجازت کے بغیر یہاں نہیں آسکتی اور اگر وہ یہاں آیا تو اس کا بھی ایسا ہی حشر کروں گا جیسا تمہارا ہونے جا رہا ہے"۔ پنڈت نارائن نے اسی انداز میں کہا۔

"یہ بھول ہے تمہاری پنڈت نارائن۔ عمران تم جیسے سینکڑوں پر بھاری ہے۔ تم اس کا بال بھی بانکا نہیں کر سکتے"۔ تنویر نے غصیلے اور انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"اسے آنے دو۔ پھر دیکھو میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔ فی الحال تم سب موت کا مزہ چکھو"۔ پنڈت نارائن نے اس بار سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے انہوں نے زمین میں ہلکی سی گونج پیدا ہوتے دیکھی اور پھر انہوں نے دیکھا راہداری کے دونوں طرف موجود شیشے کی دیواریں حرکت میں آگئی تھیں۔ وہ جیسے سرکتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھیں۔

"اب یہ دونوں دیواریں آپس میں آکر مل جائیں گی۔ ان دیواروں کے آپس میں ملتے ہی تم سب کے جسموں کا ملغوبہ بن جائے گا۔ ان دیواروں کو اپنی طرف بڑھنے سے روک سکتے ہو تو روک لو"۔ پنڈت

نارائن کی دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی اور ان سب نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ شیشے کی دونوں دیواریں ان سے بیس قدموں کے فاصلے پر تھیں جو نہایت آہستہ آہستہ سرکتی ہوئی ان کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ وہ چاروں طرف دیکھ کر اپنے بچاؤ کا راستہ تلاش کرنے لگے مگر دو اطراف کنکریٹ کی دیواریں تھیں۔ ایسی دیواریں جنہیں واقعی بم مار کر بھی توڑا نہیں جا سکتا تھا۔

شیشے کی دیواریں سرکتی ہوئیں ان کے قریب آتی جا رہی تھیں اور وہ واقعی بے بس پرندوں کی طرح پھڑپھڑانے کے اور کچھ نہ کر پا رہے تھے۔ دیواریں لمحہ بہ لمحہ ایک دوسرے سے ملنے کے لئے نزدیک سے نزدیک آتی جا رہی تھیں اور پھر ان کا فاصلہ کم ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سب ایک دیوار کے ساتھ لگ گئے۔ پیچھے سے دیوار انہیں آگے دھکیل رہی تھی اور سامنے والی دیوار ان کی طرف بڑھ رہی تھی اور پھر وہ دیوار بھی ان کے قریب آگئی۔ اب صورتحال یہ تھی کہ وہ ایک شیشے کی دیوار سے کمر لگائے کھڑے تھے اور دوسری شیشے کی دیوار ان کے سینوں سے آکر لگ گئی تھی اور وہ ان دیواروں کے درمیان بری طرح سے پھنس گئے تھے۔ انہیں واقعی اپنی موت سامنے دکھائی دینے لگی تھی۔ دونوں دیواروں کا آپس میں ملنا تھا اور پھر ان کا جو حشر ہونا تھا وہ اظہر من الشمس تھا۔ انہیں اپنے جسموں پر شدید دباؤ پڑتا ہوا محسوس ہوا اور پھر........

عمران صدر سے ملنے کے بعد پنڈت نارائن کے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر اس کے ہیڈ کوارٹر کی طرف آ رہا تھا۔

وہ پائلٹ سیٹ پر بیٹھا ہیلی کاپٹر کو اڑاتے ہوئے گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ اسی لمحے اس کی جیب میں موجود سیل فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے چونک کر جیب سے سیل فون نکالا۔ یہ پنڈت نارائن کا سیل فون تھا۔ جو وہ اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ سیل فون کی سکرین پر ایک نیا نمبر سپارک کر رہا تھا۔

"کون ہو سکتا ہے"۔ عمران کے منہ سے نکلا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر موبائل کا بٹن آن کر کے اسے کان سے لگا لیا۔

"یس پنڈت نارائن ہیر"۔ عمران نے پنڈت نارائن کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"اگر تم پنڈت نارائن ہو تو مجھے علی عمران بلکہ علی عمران ایم

ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہونا چاہئے"۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر یکلخت تحیر کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

"تم"۔ عمران کے منہ سے نکلا۔

"ہاں، کیوں میری آواز سن کر حیران ہو گئے ناں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"صرف حیران نہیں۔ میں پریشان بھی ہو گیا ہوں پیارے۔ اور سناؤ کیا حال واحوال ہیں۔ جن انڈوں پر بیٹھے تھے ان سے بچے نکلے ہیں یا نہیں"۔ عمران نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"بہت اونچا اڑ رہے ہو"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہاں، یہ تو ہے۔ ہیلی کاپٹر خاصی اونچائی پر ہے۔ اس لئے واقعی اونچا اڑ رہا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے تو بتا دو میں اپنی پرواز نیچی کر لیتا ہوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ، جس قدر اونچا اڑ سکتے ہو اڑو۔ میں نے یہاں تمہارے پر کاٹنے کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔ ایک بار یہاں آؤ تو"۔ دوسری طرف سے غرا کر کہا گیا۔

"آ رہا ہوں۔ آ رہا ہوں پانڈو بھائی۔ کیوں گھبرا رہے ہو"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔ فون پنڈت نارائن کا تھا۔ اس کی آواز سن کر عمران چونکا تھا۔ وہ مزاحیہ انداز میں باتیں ضرور کر رہا تھا لیکن اس کے

باوجود اس کے چہرے پر تحیر تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پنڈت نارائن کو تو اس نے بے ہوش کر کے ایک کمرے میں قید کرا دیا تھا اور اس نے خاور سے کہہ کر پنڈت نارائن کو طویل بے ہوشی کا انجکشن بھی لگوا دیا تھا۔ پنڈت نارائن کا اس طرح اچانک فون کرنا عمران کو چبھ رہا تھا۔ پنڈت نارائن اپنے ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ اسی ہیڈ کوارٹر میں جہاں عمران اپنے ساتھیوں کو چھوڑ آیا تھا۔ پنڈت نارائن اس سے جس اطمینان اور سکون سے بات کر رہا تھا اس سے عمران کو صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کے ساتھی خطرے میں ہیں۔ پنڈت نارائن نے یا تو ان سب کو پھر سے قید کر لیا ہے یا پھر...... عمران یا پھر سے آگے نہ سوچ سکا کیونکہ دوسری طرف سے پنڈت نارائن اس سے کہہ رہا تھا۔

"جلدی آؤ عمران۔ میرے ہاتھ تمہاری بوٹیاں کرنے کے لئے بے چین ہو رہے ہیں۔ آج میں نے اپنے ہاتھوں سے تمہاری بوٹیاں نہ اڑا دیں تو کہنا"۔ دوسری طرف سے پنڈت نارائن نے غراتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھی کہاں ہیں"۔ عمران نے اس بار سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کہاں ہو سکتے ہیں وہ"۔ پنڈت نارائن کی طنز بھری آواز سنائی دی۔

"پنڈت نارائن۔ میں تم سے پوچھ رہا ہوں میرے ساتھی کہاں ہیں"۔ عمران نے اس بار قدرے سرد لہجے میں کہا تو دوسری طرف ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ جیسے پنڈت نارائن اس کا سرد لہجہ

سن کر خاموش ہو گیا۔

"میں نے ان سب کو ہلاک کر دیا ہے"۔ چند لمحوں بعد پنڈت نارائن نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں کھوکھلا پن تھا جسے عمران محسوس کر کے بے اختیار مسکرا دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت چمک سی آ گئی تھی۔ پنڈت نارائن کے بات کرنے کے انداز سے عمران نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ پنڈت نارائن اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔

"سب کو ہلاک کر دیا ہے یا ان میں سے کوئی زندہ ہے"۔ عمران نے اس انداز میں کہا۔ جیسے اسے ان کی ہلاکت کا کوئی افسوس نہ ہوا ہو۔

"کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم"۔ پنڈت نارائن نے چونک کر کہا۔ عمران کا انداز سن کر شاید وہ چونک پڑا تھا۔

"ارے یار، میں ان سب سے بہت تنگ تھا۔ جب سے یہاں آئے ہیں انہیں سوائے کھانے اور آرام کرنے کے کوئی کام ہی نہ تھا۔ میں تو ان سے عاجز آ گیا تھا۔ اچھا کیا جو تم نے ان سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ کم از کم میرے سر کا بوجھ تو کم ہوا"۔ عمران نے بے پرواہی سے کہا۔

"تم شاید میری بات کو مذاق میں لے رہے ہو"۔ پنڈت نارائن نے غرا کر کہا۔

"ارے کہاں یار۔ ٹیلی فون پر میں بھلا تم سے کیا لے سکتا ہوں۔ ان باتوں کو چھوڑو یہ بتاؤ۔ میرے لئے تم نے کیا انتظام کیا ہے۔

روسٹ مرغ، روغنی نان کے ساتھ ساتھ اگر زعفرانی پلاؤ مل جائے تو کیا ہی مہمان نوازی ہو گی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آجاؤ۔آج میں تمہاری ساری خوش فہمیاں نکال دوں گا"۔ پنڈت نارائن نے غراتے ہوئے کہا۔

"ناک کے راستے نکالو گے یا منہ کے راستے"۔ عمران نے ہنس کر کہا۔

"بکو مت"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"کیوں، کیا تمہارا بکنے کو دل چاہ رہا ہے"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"عمران، میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے فون کیا تھا کہ میں تمہارے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر چکا ہوں۔اب تمہاری باری ہے۔ ہیڈ کوارٹر میں، میں نے ہر طرف تمہارے لئے موت کا جال بچھا دیا ہے جیسے ہی تم میرے ہیڈ کوارٹر میں قدم رکھو گے۔ موت، آندھی اور طوفان کی طرح تم پر جھپٹ پڑے گی اور........" پنڈت نارائن نے چیختے ہوئے کہا۔

"اور تم کروٹ لے کر پلنگ سے گرو گے اور پھر یکلخت تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی"۔ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کس کی آنکھیں کھلتی ہیں اور کس کی بند ہوتی ہیں۔یہ تو وقت ہی بتائے گا"۔ پنڈت نارائن نے خونخوار درندے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

"اور یہ تجھے ملے گا کہاں"۔ عمران نے کہا۔

"کیا کہاں سے ملے گا۔ کس کی بات کر رہے ہو"۔ پنڈت نارائن نے چونک کر کہا۔

"یار یہی وقت، جو آنکھیں کھلنے اور بند ہونے کے بارے میں بتاتا ہے"۔ عمران نے کہا تو دوسری طرف ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔

"کیا ہوا پانڈو بھائی۔خاموش کیوں ہو گئے۔ تمہیں کسی مگرمچھ نے تو نہیں سونگھ لیا"۔ پنڈت نارائن کو خاموش پا کر عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ"۔ پنڈت نارائن غرایا۔

"شٹ اپ نہیں اپ ڈاؤن۔میں بس تمہارے پاس پہنچنے ہی والا ہوں۔ پھر ہم دونوں اپ ڈاؤن، ڈاؤن اپ کھیلیں گے"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ دوسری جانب سے پنڈت نارائن کی تیز غراہٹ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔

"ہونہہ، میرے ساتھی واقعی اب ناکارہ ہوتے جا رہے ہیں۔ان سے ایک پانڈو بھائی نہیں سنبھالا گیا"۔ عمران نے فون بند کر کے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔اسے اپنے ساتھیوں پر واقعی غصہ آ رہا تھا جن کی موجودگی میں نہ صرف پنڈت نارائن آزاد ہو گیا تھا بلکہ اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کے آپریشنل روم پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ان سب کو اس نے یقیناً بے ہوش کر دیا ہو گا اور پنڈت نارائن کی جگہ وہ خود قید ہو گئے ہوں گے۔

عمران ہیلی کاپٹر لئے پنڈت نارائن کے ہیڈ کوارٹر کے قریب پہنچ گیا تھا۔ نیچے لان میں بڑا سا ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا۔ عمران نیچے جھک جھک کر دیکھ رہا تھا لیکن اسے وہاں کوئی دکھائی نہیں دیا تھا۔ عمران سوچ رہا تھا کہ نجانے پنڈت نارائن نے اس کے لئے کیا انتظام کیا ہو۔ اس لئے اس نے ہیلی کاپٹر نیچے اتارنے کی بجائے فضا میں ہی معلق کر لیا اور پھر اس نے جیب سے ایک چھوٹا مگر انتہائی طاقتور بم نکالا اور اسے آن کر کے اس نے ہیلی کاپٹر کی ایک کھڑکی کھول کر باہر گرا دیا۔

بم جیسے ہی نیچے گرا ایک زوردار دھماکہ ہوا اور وہاں ہر طرف کثیف دھواں پھیلتا چلا گیا۔ عمران نے اس وقت تک ہیلی کاپٹر کو معلق رکھا جب تک دھواں پوری طرح سے ہوا میں تحلیل نہ ہو گیا۔ دھویں کے تحلیل ہوتے ہی عمران ہیلی کاپٹر کو نیچے لے آیا۔ اس کے ساتھی چونکہ پنڈت نارائن کے قبضے میں تھے اور وہ عمران کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اس لئے عمران نے کوئی رسک نہ لیا تھا اور ہیڈ کوارٹر میں بے ہوش کر دینے والی گیس کا بم پھینک دیا تھا تاکہ پنڈت نارائن اس کے خلاف کچھ نہ کر سکے۔ وہ یقیناً اس زوداثر دھویں کی زد میں آکر بے ہوش ہو گیا ہو گا۔

ہیلی کاپٹر سے نکل کر عمران سیدھا آپریشنل روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں پنڈت نارائن واقعی ایک ایسی مشین کے قریب بے ہوش پڑا تھا جس سے وہ عمران پر بلیوریز پھینک کر واقعی اسے جلا کر بھسم کر سکتا تھا۔ پنڈت نارائن کو بے ہوشی کے عالم میں عمران نے

رسیوں سے باندھ کر ایک کمرے میں ڈال دیا اور پھر عمران جب اس راہداری میں آیا جس میں پنڈت نارائن نے اس کے ساتھیوں کو شیشے کی دیواروں میں قید کر رکھا تھا تو اسے شیشے کا ایک حصہ کٹا ہوا دکھائی دیا۔ سیکرٹ سروس کے ممبر شیشے کی دیواروں سے باہر موجود تھے اور وہ سب راہداری میں بے ہوش پڑے تھے۔ انہوں نے خود کو شیشے کی دیوار کو کاٹ کر آزاد کرا لیا تھا اور عمران کی وہاں پھینکی ہوئی گیس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ عمران نے سب سے پہلے انہیں ہوش دلایا تو نعمانی نے عمران کو بتایا کہ آخری لمحات میں اسے اد آگیا تھا کہ اس کے پاس ایک قلم ہے جس کی ٹپ ہیرے کی ہے۔ نڈت نارائن نے دونوں دیواروں کو اچانک روک دیا تھا جس کی جہ سے اسے ایک شیشے کو کاٹنے کا موقع مل گیا تھا اور وہ فوراً وہاں ے نکل آئے تھے۔ لیکن شیشے کی دیواروں سے باہر آتے ہی وہ بے ہوش کر دینے والی گیس کے اثر سے بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ البتہ وہ سب عمران سے خاصے شرمندہ تھے کہ وہ اکیلے پنڈت نارائن کو نہ سنبھال سکے تھے اور پنڈت نارائن نے موقع کا فائدہ اٹھا کر آپریشنل روم پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن عمران نے ان سے کوئی بات نہیں کی۔ اس نے ان سب کو صدر سے ملنے اور صدر سے میٹنگ کے بارے میں بتا دیا۔

" گڈ، اس کا مطلب ہے اب ہمیں ہیون ویلی میں جانے کا راستہ آسانی سے مل جائے گا"۔ جولیا نے کہا۔

"شاید"۔ عمران نے مبہم سے انداز میں کہا۔

"تم نے شاید کیوں کہا ہے۔ کیا اب بھی کسی سے ہمیں خطرہ ہے"۔ جولیا نے چونک کر کہا۔

"ہماری زندگی خطروں سے بھری پڑی ہیں مس جولیانا فٹزواٹر۔ اور ہم بھی خطروں سے کھیل کھیل کر ڈھیٹ بن چکے ہیں جو کسی خطرے کو خاطر میں نہیں لاتے"۔ عمران نے کہا تو وہ سب مسکرا دیئے۔

"واقعی ایسا لگتا تھا جیسے اس بار ہم کافرستانی ایجنسیوں کے چکروں میں ہی الجھے رہ جائیں گے۔ ہیون ویلی جانے اور وہاں جا کر بلیک فورس کے خاتمے کا کام ہی نہیں کر سکیں گے"۔ تنویر نے کہا۔

"اس بار کافرستانی ایجنسیوں نے حقیقتاً ہمارا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ سوائے بھاگ دوڑ اور اپنا دفاع کرنے کے ہم کچھ کر ہی نہیں پا رہے تھے"۔ صدیقی نے بھی تنویر کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"تو تم کیا چاہتے ہو"۔ عمران نے جو خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا سخت لہجے میں کہا۔

"چاہنا کیا ہے۔ کراسٹی یہاں سے ابوعبداللہ کو نکال کر لے گئی ہے۔ دیکھا جائے تو سارا میدان اسی نے مار لیا ہے۔ ہم واقعی کافرستان میں ہی الجھے نظر آ رہے ہیں۔ اب ہمیں بھی ہیون ویلی پہنچ جانا چاہئے"۔ جولیا نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم یہاں اپنا کام کرنے آئے ہیں تو ان لوگوں نے بھی چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔ یہ ان کا ملک ہے۔ یہاں ان کے سورسز

ہیں اور وہ ہم سے زیادہ پاور رکھتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر کام کر رہے ہیں اور ہم اپنے طور پر۔ کبھی کبھی ہمارے لئے آگے بڑھنے کی راہیں آسان ہوتی ہیں اور کبھی ہمیں ایسے حالات سے گزرنا پڑتا ہے کہ ہم ایک انچ بھی حرکت نہیں کر پاتے۔ اس وقت ہماری ذرا سی غلطی ہمیں سیدھا موت کے منہ میں لے جا سکتی ہے۔ اس لئے بغیر کسی پلاننگ کے ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اب بھی ہمیں ہر قدم سوچ سمجھ کر اور پھونک پھونک کر رکھنا ہوگا"۔ عمران نے کہا تو اس کے ساتھی حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگے۔

"یہ تم کہہ رہے ہو"۔ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں، میں کہہ رہا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یہاں کسی ذاتی مفاد کے لئے بلکہ ہیون ویلی کے مسلمانوں کی مدد کرنے کے لئے آئے ہیں۔ بلیک فورس بدستور ہیون ویلی میں ہی ہے۔ اس وقت کافرستان کی تمام ایجنسیوں کی توجہ ہماری طرف مبذول ہے اور یہ ہیون ویلی کے مفاد میں بہتر ہے۔ ہم کافرستان کی تمام ایجنسیوں کو اسی طرح الجھائے رکھیں گے تاکہ ہیون ویلی کے مسلمان کچھ دن تو چین اور سکون کا سانس لے سکیں۔ جب تک ہمارے ہاتھ کافرستان کے سائنسدان نہیں آ جاتے اس وقت تک ہم کافرستان سے نہیں نکل سکتے۔ سمجھے تم"۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا تو وہ سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلانے لگے۔

"آؤ۔ اب ذرا مادام کراسٹی کو دیکھ لیں وہ کہاں تک پہنچی ہے"۔

عمران نے کہا تو وہ سب سر ہلا کر اس کے ساتھ چل پڑے اور آپریشنل روم میں آ گئے۔

آپریشنل روم میں آ کر عمران اس مشین پر بیٹھ گیا جس پر اس نے کراسٹی کو دیکھا تھا جو وائٹ کوبرا کو یرغمال بنا کر اور ابو عبداللہ کو ہیون ویلی کی طرف لے جا رہی تھی۔ اس کے ساتھی اس کے اردگرد کھڑے ہو گئے ۔ عمران اس مشین کو اچھی طرح سے سمجھتا تھا۔ اس نے مشین کو آف نہیں کیا تھا صرف جولیا سے کہہ کر اس کی سکرین آف کرائی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ مشین جب تک مکمل طور پر بند نہ کی جائے وہ سکرین کے تمام مناظر کو خود بخود ریکارڈ کرتی رہتی ہے۔

مشین روم میں آ کر وہ کراسٹی کے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ ہیون ویلی میں کہاں تک پہنچی ہے اور اس نے ابو عبداللہ کو ہیون ویلی میں کہاں پہنچایا ہے ۔ اس نے چونکہ مشین آپریٹ کر کے سیٹلائٹ سسٹم کو ہیلی کاپٹر پر ایڈجسٹ کر دیا تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ ہیلی کاپٹر جہاں بھی گیا ہو گا اب تک سکرین پر نظر آ رہا ہو گا۔ چاہے کراسٹی نے ہیون ویلی میں پہنچ کر اسے کسی جگہ چھوڑ ہی کیوں نہ دیا ہو۔ ہیلی کاپٹر سے نکلنے کی وجہ سے وہ کراسٹی اور ابو عبداللہ کو تو نہیں دیکھ سکتا تھا مگر اس کے لئے یہ جاننا بے حد ضروری تھا کہ ہیلی کاپٹر ہیون ویلی کے کس علاقے میں ہے اور وہ ہیون ویلی میں خیر و عافیت پہنچا بھی ہے یا نہیں۔

عمران نے مشین کی سکرین آن کی تو وہ اور اس کے ساتھی بے

اختیار اچھلنے پر مجبور ہو گئے کیونکہ انہیں ہر طرف وائٹ کوبرا کے ہیلی کاپٹر کے جلتے ہوئے ٹکڑے دکھائی دیئے تھے ۔ جس جگہ ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے پڑے تھے وہاں درختوں کی بھی کثرت تھی جن کے پرخچے اڑے ہوئے تھے اور ہر طرف درختوں میں بھی آگ لگی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس ہیلی کاپٹر اور اس علاقے میں زبردست بمباری کی گئی ہو۔ جس کی وجہ سے وہاں ہر طرف بڑے بڑے گڑھے بن گئے تھے اور ان گڑھوں کے رنگ بھی سیاہ ہو رہے تھے جن سے ابھی تک دھواں نکل رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر اور اس کے اردگرد کی تباہی کا منظر دیکھ کر عمران کے ذہن میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان ٹکڑوں کو دیکھ رہا تھا جیسے ہیلی کاپٹر کے ٹکڑوں میں وہ ابو عبداللہ، کراسٹی، اس کے ساتھی اور وائٹ کوبرا کے ٹکڑوں کو تلاش کر رہا ہو۔

" اوہ، یہ کیا ہو گیا۔ کراسٹی تو بڑے اطمینان بھرے انداز میں ابو عبداللہ کو ہیون ویلی لے جا رہی تھی اور وائٹ کوبرا بھی پوری طرح اس کے بس میں نظر آ رہا تھا۔ پھر وائٹ کوبرا کی موجودگی میں اس کے ہیلی کاپٹر کو اس طرح کیسے تباہ کیا جا سکتا ہے "۔ جولیا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے جلدی جلدی مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ مشین سے یکلخت ایسی آواز آنے لگی جیسے اس کی ویڈیو ٹیپ ریوائنڈ کی جا رہی ہو۔ عمران نے چند لمحے انتظار کیا اور پھر جلدی سے ایک بٹن پش کر دیا۔

اسی لمحے سکرین پر جھماکا سا ہوا اور سکرین پر وائٹ کوبرا کا ہیلی کاپٹر اڑتا ہوا دکھائی دینے لگا۔ جہاں کراسٹی بدستور بڑے اطمینان بھرے انداز میں ہیلی کاپٹر کو ہیون ویلی کی طرف لے جاتی نظر آرہی تھی۔ پھر جوں جوں ٹیپ چلتی گئی اور کراسٹی کے چہرے پر یکلخت بوکھلاہٹ ناچتے اور ہیون ویلی کی طرف سے اس نے دس فائٹر طیاروں کو ہیلی کاپٹر کی طرف آتے دیکھا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کے ساتھی بھی پلکیں جھپکائے بغیر یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کراسٹی کے ہیلی کاپٹر پر ان جنگی طیاروں سے میزائل فائر ہوتے دیکھے۔ کراسٹی نے نہایت مہارت سے ان میزائلوں کے حملوں سے ہیلی کاپٹر کو بچایا تھا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر اور ان جنگی طیاروں کے درمیان انتہائی اعصاب شکن اور خوفناک جنگ کا آغاز ہو گیا۔ کراسٹی ہیلی کاپٹر کو کسی فائٹر طیارے کی طرح استعمال کر رہی تھی اور وہ سب بھی کراسٹی کو ان دس جنگی طیاروں کے حملوں سے بچتا اور ان پر اٹیک کرتا دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔

کچھ ہی دیر میں کراسٹی اور اس کے ساتھی نے جارحانہ انداز میں ان جنگی جہازوں پر خوفناک حملے کر کے انہیں تباہ کر دیا۔ جنگی جہاز ہیلی کاپٹر کو کسی میزائل سے توہٹ کرنے میں ناکام رہے تھے مگر ہیلی کاپٹر میں بے شمار گولیاں لگی تھیں جس کی وجہ سے ہیلی کاپٹر کی ٹیل سے کثیف دھواں نکلنا شروع ہو گیا تھا اور ہیلی کاپٹر فضا میں جھٹکے کھاتا ہوا اور بری طرح سے چکراتا پھر رہا تھا۔ جسے سنبھالنے کی کراسٹی اپنی

پوری کوشش میں مصروف تھی۔ آخرکار اس کی مہارت کام آگئی اور اس نے ہیلی کاپٹر کو درختوں کے جھنڈ میں اتار لیا۔

اسی لمحے ان سب نے آسمان پر درجنوں ہیلی کاپٹر اور جنگی جہاز اس طرف آتے دیکھے۔ ان ہیلی کاپٹروں اور جنگی جہازوں کی آمد کا غالباً کراسٹی کو بھی پتہ چل گیا تھا۔ کیونکہ جیسے ہی ہیلی کاپٹر کے پیڈ زمین سے لگے ہیلی کاپٹر سے ابو عبداللہ اور کراسٹی کا ساتھی تیزی سے اتر کر ایک طرف بھاگتے چلے گئے تھے۔ کراسٹی کے ساتھی کے پاس ایک وزنی تھیلا تھا اور وہ بے تحاشہ ابو عبداللہ کے ساتھ بھاگا جا رہا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر کا کراسٹی نے دروازہ کھول کر بے ہوش مارشل مہادیو کو باہر پھینکا اور خود بھی تیزی سے باہر آگئی۔ اس نے تیزی سے بے ہوش مارشل مہادیو کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر ڈالا اور دوسرے ہی لمحے وہ بھی اس طرف بھاگی جا رہی تھی جس طرف ابو عبداللہ اور کراسٹی کا ساتھی گیا تھا۔ کراسٹی نے مارشل مہادیو کا بوجھ یوں اٹھا رکھا تھا جیسے اس کا کوئی وزن ہی نہ ہو۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے درختوں کے جھنڈ میں غائب ہوتے چلے گئے۔ اسی لمحے جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر اوپر سے گزرنے اور انہوں نے عین اس جگہ بم اور میزائل گرانے شروع کر دیئے جہاں وائٹ کوبرا کا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ ہر طرف جیسے خوفناک آگ کا طوفان اٹھ کھڑا ہو گیا تھا اور ہیلی کاپٹر کے ساتھ ساتھ اردگرد موجود درختوں کے بھی پرخچے اڑ گئے تھے۔

اوہ، کراسٹی اور اس کے ساتھی نجانے کس حال میں ہوں گے۔

فائٹر طیارے جس طرح وہاں خوفناک بمباری کر رہے ہیں اس سے تو ان لوگوں کے بھی ٹکڑے اڑ گئے ہوں گے"۔ جولیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

عمران کو اب خود پر غصہ آرہا تھا کہ اسے اس وقت تک یہیں رکنا چاہئے تھا جب تک وہ کراسٹی کو بحفاظت ہیون ویلی پہنچتے نہ دیکھ لیتا یا اسے اپنے کسی ساتھی کی کم از کم اس مشین پر ڈیوٹی لگانی چاہئے تھی تاکہ وہ کراسٹی پر پوری طرح نظر رکھ سکتا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد ان میں سے کسی نے شاید اس مشین کو آن نہیں کیا تھا اور وہ پنڈت نارائن سے الجھ پڑے تھے۔ اب وہ ہیلی کاپٹر کو تباہ ہوتے دیکھ رہا تھا۔ لیکن کراسٹی، ابو عبداللہ وغیرہ کے بارے میں نہ جان سکتا تھا کہ وہ لوگ کہاں گئے ہوں گے اور کس حال میں ہوں گے۔

وہ کافی دیر تک مشین کے پاس بیٹھا سوچتا رہا کہ اب وہ کیا کرے اور کراسٹی اور ابو عبداللہ کے بارے میں کیسے پتہ چلائے مگر اسے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر عمران کو اچانک اس سیل فون کا خیال آیا جسے اس نے کراسٹی کے پاس دیکھا تھا اور اس نے اسی مشین سے اس کا نمبر معلوم کر لیا تھا۔ اسے وہ نمبر یاد تھا۔ عمران نے جیب سے پنڈت نارائن کا سیل فون نکالا اور جلدی جلدی وہ نمبر ملانے لگا۔

مگر دوسری طرف سے کمپیوٹرائزڈ آواز سن کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ کمپیوٹرائزڈ آواز کے کہنے کے مطابق وہ فون آف تھا۔ عمران نے ایک دو بار پھر ٹرائی کی مگر بے سود۔ اس نے فون بند کر کے

مشین پر رکھ دیا۔

"ہونہہ"۔ عمران کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"لگتا ہے انہوں نے کراسٹی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ابو عبداللہ کو بھی ہٹ کر دیا ہے۔ یہ برا ہوا ہے۔ بہت برا"۔ جولیا نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

"جبکہ ہمارا خیال تھا کہ کراسٹی اب تک ابو عبداللہ کو لے کر ہیون ویلی پہنچ چکی ہوگی۔ مگر افسوس"۔ صفدر نے کہا۔

"حملے سے پہلے کراسٹی، اس کا ساتھی اور ابو عبداللہ ہیلی کاپٹر سے نکل کر بھاگ گئے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ بمباری سے پہلے ہی کسی محفوظ مقام پر پہنچ گئے ہوں اور اب تک محفوظ ہوں"۔ صدیقی نے کہا۔

"انہوں نے وسیع دائرے میں تباہی پھیلائی ہے۔ اس قدر خوفناک بمباری میں ان کا بچ نکلنا محال ہی نظر آتا ہے"۔ تنویر نے کہا۔

"تم کیا کہتے ہو عمران۔ کیا وہ اس خوفناک حملے سے بچ نکلے ہوں گے"۔ جولیا نے عمران سے پوچھا۔

"اگر میں علم نجوم جانتا تو شاید میں معلوم کر لیتا کہ وہ اس خوفناک حملے سے محفوظ ہیں یا نہیں"۔ عمران نے منہ بنا کر کہا۔ وہ کراسٹی اور ابو عبداللہ کی وجہ سے خاصا پریشان نظر آرہا تھا۔ عمران کی پریشانی کو وہ سمجھ سکتے تھے۔ عمران کو کراسٹی سے زیادہ ابو عبداللہ کی فکر تھی۔

"میں ایک بات کہوں"۔ جولیا نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔

"ضرور کہو۔ تم ڈپٹی چیف ہو۔ تمہیں کہنے سے بھلا کون روک سکتا ہے۔ ایک کیا تم سینکڑوں باتیں بھی کہو گی تو ہم سنیں گے۔ بلکہ ہمہ تن گوش اور خرگوش ہو کر سنیں گے"۔ عمران نے اچانک مسکراتے ہوئے کہا تو وہ حیران رہ گئے۔ عمران کہاں اس قدر سنجیدہ اور متفکر نظر آرہا تھا۔ اب وہ اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

"حیرت ہے تم تو واقعی گرگٹوں کی طرح رنگ بدل لیتے ہو۔ نہ تمہارے سنجیدہ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور نہ خوش مزاجی کا"۔ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسی لئے میں اب تک کنوارہ ہوں"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"مس جولیا کی اس بات سے کنوارہ ہونے نہ ہونے کا کیا تعلق ہے عمران صاحب"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یار سیدھی سی بات ہے۔ یہ عرصہ دراز سے میرے ساتھ ہے۔ نہ یہ میری مزاج آشنا ہوئی ہے اور نہ اس کا بھائی۔ جب تک یہ میری مزاج آشنا نہیں ہو گی تب تک مجھے کنوارہ ہی رہنا پڑے گا ناں۔ کیوں تنویر"۔ عمران نے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

"شٹ اپ"۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"صفدر یہ تمہیں کہہ رہا ہے"۔ عمران نے جلدی سے کہا تو وہ سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔ کہاں کی بات کہاں لے

جاتے ہو"۔ جولیا نے زیر لب مسکراتے ہوئے مصنوعی غصے سے کہا۔

"مجھ سے بات کرنے سے بہتر ہے اپنے بھائی سے کہو کہ وہ میرے ماں باپ سے جا کر بات کر لے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس کی بات ضرور مان جائیں گے"۔ عمران نے اسی انداز میں کہا تو ان کی مسکراہٹیں گہری ہو گئیں۔

"کون سی بات"۔ صفدر نے عمران کی باتوں کا لطف لیتے ہوئے کہا۔

"ارے یار۔ کوئی بھائی اپنی اکلوتی بہن کا رشتہ لے کر ان کے پاس جائے گا تو وہ انکار تھوڑا ہی کریں گے"۔ عمران نے کہا تو سب زور سے ہنس پڑے جبکہ تنویر غصے سے تلملا کر رہ گیا۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ بند کر لیا۔ شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ عمران سے جس قدر الجھے گا عمران اسے زچ کرتا رہے گا۔ اس لئے اس نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"مس جولیا آپ کچھ کہہ رہی تھیں"۔ صفدر نے تنویر کو غصے میں دیکھ کر بات بدلتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں کہنا چاہتی ہوں کہ ہمیں یہاں مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ہمیں جلد سے جلد اس مقام تک پہنچنا چاہئے جہاں سے کراسٹی اور ابو عبداللہ غائب ہوئے ہیں۔ ہمیں ہر حال میں پتہ لگانا ہو گا کہ وہ کس حال میں ہیں"۔ جولیا نے کہا۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن عمران صاحب ان سائنسدانوں

کے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہتے"۔صدیقی نے کہا۔

"ہمارا مشن ابوعبداللہ کو آزاد کرانے اور بلیک فورس کی ہلاکت کا ہے۔اور ہم اپنے مشن سے ہٹ کر کام کر رہے ہیں۔جو سراسر غلط ہے۔ابھی آغا جمشید ان سائنسدانوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہے۔نجانے اسے اس کام میں کتنا وقت لگ جائے۔اس وقت تک کیا ہم سب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں گے"۔تنویر نے جولیا کی تائید میں تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ بات بھی ہے۔کیوں عمران صاحب۔آپ کیا کہتے ہیں"۔صفدر نے کہا۔

"کس کو کیا کہتے ہیں"۔عمران نے اس انداز میں کہا جیسے اس نے تنویر اور جولیا کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"ہونہہ، ہم یہاں بلاوجہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں"۔جولیا نے جھلا کر کہا۔

"بلاوجہ۔ارے وہ کیوں"۔عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"عمران"۔جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا تو عمران یکلخت اچھل پڑا۔

"ارے باپ رے۔اتنا غصہ۔اچھا اچھا میں تمہارا وقت بلاوجہ ضائع نہیں ہونے دوں گا۔آؤ وقت ضائع کرنے کی کوئی وجہ تلاش کریں"۔عمران نے کہا اور آپریشنل روم سے باہر کی طرف چل پڑا۔

"کہاں جا رہے ہو"۔جولیا نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔وہ سب اس کے ساتھ ہو لیئے تھے۔

"پنڈت نارائن کے آفس میں"۔عمران نے کہا۔

"وہاں کیا کرنا ہے"۔جولیا نے اسی انداز میں کہا۔

"وہاں جا کر تمہیں لطیفے سناؤں گا اور رمبا سمبا رقص کر کے دکھاؤں گا۔شاید اس سے تمہاری بوریت دور ہو جائے"۔عمران نے کہا۔

"تم جیسے احمق سے اور توقع بھی کیا کی جا سکتی ہے"۔جولیا نے منہ بنا کر کہا۔وہ سب پنڈت نارائن کے آفس میں آ گئے۔

عمران نے پنڈت نارائن کی میز کی دراز سے اس کا ایک وسیع حیطہ عمل کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اسی دراز سے اس نے ایک ڈائری نکال لی۔یہ ڈائری بھی پنڈت نارائن کی ہی تھی جس میں اس نے رابطہ نمبر درج کر رکھے تھے۔عمران ورق پلٹتا رہا پھر اس نے ایک صفحہ کھولا تو اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر اٹھا اور ڈائری میں درج ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

"ہیلو۔ہیلو پنڈت نارائن کالنگ۔ہیلو۔ہیلو۔اوور"۔عمران نے ایک بٹن پریس کر کے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"یس۔بیس کیمپ فرام ہیون ویلی اٹنڈنگ یو۔اوور"۔دوسری طرف سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

"چیف آف کافرستانی سیکرٹ سروس پنڈت نارائن بول رہا ہوں۔میری کمانڈر آندرے سے بات کراؤ۔اوور"۔عمران نے پنڈت نارائن کی آواز میں سخت لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ ہولڈ آن پلیز۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد ٹرانسمیٹر میں ایک بھاری اور کرخت آواز ابھری۔

"یس پنڈت نارائن۔ بیس کمانڈر آندرے بول رہا ہوں۔ اوور"۔

"کمانڈر آندرے۔ جناب پریذیڈنٹ نے نیشنل سیکورٹی کے ساتھ ہیون ویلی کے بیس کیمپ کی سیکورٹی کے تمام تر انتظامات مجھے سونپ دیئے ہیں۔ اس کا آرڈر پریذیڈنٹ سرکل سے جاری کر دیا گیا ہے جو بہت جلد آپ کو فیکس کر دیا جائے گا۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"فیکس آ گیا ہے پنڈت نارائن۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کمانڈر آندرے نے کہا۔

"اوہ، گڈ۔ میں نے آپ کو ایک بات پوچھنے کے لئے کال کیا ہے کمانڈر آندرے۔ اوور"۔

"یس پنڈت نارائن پوچھیں۔ اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"آپ کے علم میں یہ بات آ چکی ہو گی کہ ایک لیڈی ایجنٹ نے وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر کے اس کا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وائٹ کوبرا کی تمام کوبرا فورس ہلاک ہو چکی ہے۔ ہیڈ کوارٹر کی تباہی سے قبل وہ لیڈی ایجنٹ وائٹ کوبرا کو یرغمال بنا کر اور اس کے ساتھ ہیون ویلی کے لیڈر ابو عبداللہ کو نکال کر لے گئی تھی۔ وہ وائٹ کوبرا کے سپیشل ہیلی کاپٹر میں ہیون ویلی کی

طرف جا رہے ہیں۔ آپ فوراً بیس کیمپ میں ریڈ الرٹ کر دیں اور اس ہیلی کاپٹر کو مارک کریں۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر ہیون ویلی میں داخل ہو اسے گھیر لیں۔ لیڈی ایجنٹ اور ابو عبداللہ کو وہاں سے بچ کر نہیں نکلنا چاہئے۔ اوور"۔ عمران نے کہا اور اس کی ذہانت آمیز بات سن کر اس کے ساتھی عمران کو داد بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ عمران نے جس انداز میں بات کی تھی کمانڈر آندرے نے اگر کراسٹی کے خلاف کارروائی کی ہو گی تو وہ بتا دے گا کہ وہ کس حال میں اور کہاں ہیں۔

"آپ بے فکر رہیں پنڈت نارائن۔ ہم نے وائٹ کوبرا کے ہیلی کاپٹر کو ہٹ کر دیا ہے۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کمانڈر آندرے نے کہا۔

"اوہ، کیا وہ لیڈی ایجنٹ، اس کے ساتھی اور ابو عبداللہ بھی ہٹ ہو گئے ہیں۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"نہیں پنڈت نارائن۔ فضائی حملے سے پہلے وہ ہیلی کاپٹر سے نکل گئے تھے۔ وہ جنگل سے نکل کر ایک سرحدی گاؤں میں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے وہاں ہماری فورس پر حملہ کیا تھا اور ایک جیپ لے کر نکل بھاگے تھے لیکن ہم نے اس سارے علاقے کی پکٹنگ کر رکھی تھی۔ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا ہے۔ اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"اوہ، ویری گڈ۔ اب کہاں ہیں وہ۔ اوور"۔ عمران نے ان کی گرفتاری کا سن کر آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔ کراسٹی اور ابو عبداللہ کے زندہ ہونے کا سن کر سیکرٹ سروس کے ممبران کے چہروں پر بھی

اطمینان آ گیا تھا۔

" وہ میرے قبضے میں ہیں۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے۔انہیں کڑی نگرانی میں رکھیں۔خاص طور پر اس لڑکی کو کوئی ڈھیل نہ دیں۔وہ بہت خطرناک لڑکی ہے۔اوور"۔ عمران نے کہا۔

" ڈونٹ وری پنڈت نارائن۔میں نے انہیں قید کر کے مسلسل بے ہوش رکھا ہوا ہے۔وہ میری مرضی کے بغیر کسی بھی طرح ہوش میں نہیں آسکتی۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔میں جلد ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔وہاں ہمیں کچھ اور افراد کا بھی شکار کرنا ہے۔اوور"۔ عمران نے کہا۔

" کیا مطلب۔کیا اور ایجنٹ بھی اس طرف آرہے ہیں۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے چونک کر کہا۔

" ہاں۔لیکن تم فکر نہ کرو۔میں نے ان کو شکار کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔وہ کسی بھی طرح میرے ہاتھوں بچ نہیں سکیں گے۔اوور"۔ عمران نے کہا۔

" اوکے۔آپ آئیں گے تو اس سلسلے پر مزید بات چیت ہو گی۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

" اوکے۔اور ہاں کمانڈر آندرے تم نے وائٹ کوبرا کے بارے میں نہیں بتایا۔اس کی کیا پوزیشن ہے۔اوور"۔ عمران نے پوچھا۔

" وہ مکمل طور پر بے ہوش ہے۔میں نے اسے ہوش میں لانے کی

بے حد کوشش کی تھی مگر اسے ہوش نہیں آرہا تھا۔اس لئے میں سوچ رہا ہوں کہ اسے ملٹری ہسپتال بھیج دوں۔آپ کی کیا رائے ہے۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔تم اسے ملٹری ہسپتال بھجوا دو۔اب اس کی ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے۔اوور"۔ عمران نے کہا۔

" اوکے۔میں یہ کام ابھی کرا لیتا ہوں۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

" اوکے۔اوور اینڈ آل"۔ عمران نے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

" گڈ۔ تم نے کراسٹی اور ابو عبداللہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا صحیح طریقہ اختیار کیا تھا"۔ جولیا نے عمران کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

" تو مانتی ہو ناں کہ میں ذہین ہوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اسے کہتے ہیں میاں مٹھو آپ بننا"۔ تنویر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔

" چلو میاں مٹھو کی قسمت میں تو مینا آ ہی جاتی ہے۔گدھے کو کیا ملتا ہے"۔ عمران نے کہا تو وہ سب زور سے ہنس پڑے۔جبکہ تنویر عزا کر رہ گیا تھا۔

" میں تمہیں گدھا نظر آتا ہوں"۔ تنویر نے عزا کر کہا۔

" سنا ہے گدھے کے سر پر سینگ نہیں ہوتے۔ اور مجھے واقعی تمہارے سر پر سینگ نظر نہیں آ رہے"۔ عمران نے تنویر کے سر کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا تو ان سب کی ہنسی تیز ہو گئی۔

" لیکن مجھے تمہارے سر پر سینگ ضرور نظر آ رہے ہیں"۔ تنویر نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

" گدھوں کی نظریں اس قدر تیز ہوتی ہیں۔ یہ آج ہی معلوم ہوا ہے"۔ عمران نے کہا تو تنویر اس کے جواب پر کٹ کر رہ گیا۔ عمران اسے زچ کرنے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

" اچھا ہنسی مذاق چھوڑو۔ یہ بتاؤ اب کیا کرنا ہے"۔ جولیا نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

" میں تو کہتا ہوں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جلدی سے شادی کر لیتے ہیں۔ نکاح پڑھنے کے فرائض صفدر سرانجام دے لے گا اور رخصتی کے لئے یہاں ایک بھائی بھی تو موجود ہے"۔ عمران نے کہا تو وہ ایک بار پھر ہنس پڑے۔

" ہونہہ، میں اور تم سے شادی کروں گی۔ کبھی شکل دیکھی ہے آئینے میں"۔ جولیا نے مصنوعی غصے سے کہا۔

" روز ہی دیکھتا ہوں۔ چاند سا چہرہ ہے۔ شہزادہ گلفام میں اور مجھ میں بس تھوڑا سا ہی فرق ہے"۔ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"اور وہ فرق کیا ہے عمران صاحب"۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

" میرے سر پر سینگ ہیں جو صرف تنویر کو نظر آ رہے ہیں اور کچھ نہیں"۔ عمران نے اس انداز میں کہا کہ وہ سب زوردار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔ اس بار تنویر بھی بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

" اچھا اب خاموش ہو جاؤ۔ میں ذرا پریذیڈنٹ صاحب سے بات کر لوں"۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

" پریذیڈنٹ سے۔ اب تم پریذیڈنٹ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو۔ ابھی تو ان سے مل کر آ رہے ہو"۔ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔

" ابھی بتاتا ہوں"۔ عمران نے کہا اور سرخ فون اٹھا کر قریب کرتے ہوئے اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور پریذیڈنٹ سرکل کے نمبر پریس کرنے لگا۔

" یس پریذیڈنٹ سرکل"۔ دوسری طرف سے پریذیڈنٹ کے ملٹری سیکرٹری کرنل وشال کی آواز سنائی دی۔ عمران نے فون کا لاؤڈر آن کر دیا تھا۔

" پنڈت نارائن سپیکنگ۔ میری پریذیڈنٹ صاحب سے بات کرائیں"۔ عمران نے کہا۔

" اوکے۔ ہولڈ آن کریں"۔ ملٹری سیکرٹری نے کہا۔

" یس پریذیڈنٹ ہیئر"۔ چند لمحوں بعد صدر کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

" سر، میں آپ کو عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں ایک اطلاع دینا چاہتا تھا"۔ عمران نے پنڈت نارائن کے لہجے میں

کہا۔

" کیسی اطلاع "۔ صدر نے عمران کا نام سن کر بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

" سر، ہمارے ریڈیو کنٹرول سیکشن نے ایک ٹرانسمیٹر کال چیک کی ہے۔ اس کال میں علی عمران، پرنس آف ڈھمپ کے حوالے سے کسی مسٹر بلیک سے بات کر رہا تھا۔ وہ دونوں کوڈ میں بات کر رہے تھے۔ میں اس کوڈ کو جانتا تھا۔ جب میں نے ان دونوں کی باتیں سنیں تو میں پریشان ہو گیا۔ عمران مسٹر بلیک کو دو افراد کی ہلاکت کے احکامات دے رہا تھا"۔ عمران نے کہا۔

" اوہ، اوہ وہ کن دو آدمیوں کی ہلاکت کے احکامات دے رہا تھا"۔ صدر مملکت کی چونکتی ہوئی آواز آئی۔

" وہ دو سائنسدان ہیں سر۔ ایک ایٹمی ٹیکنالوجی کے موجد ڈاکٹر عبدالرشید اور دوسرے تھری سٹار میزائل کی ایجاد کرنے والے ڈاکٹر رام پرشاد"۔ عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر صدر مملکت بری طرح سے اچھل پڑے۔

" کک، کیا عمران اب ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد کو بھی ہلاک کرنا چاہتا ہے"۔ صدر مملکت نے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" یس سر۔ عمران نے مسٹر بلیک کو سختی سے ہدایات دی تھیں کہ ان دونوں سائنسدانوں کو ہر صورت میں ہلاک ہونا چاہئے۔ اس کے

لئے چاہے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کافرستان کی سپیشل لیبارٹریوں کو ہی کیوں نہ تباہ کرنا پڑے"۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" اوہ، ویری بیڈ۔ رئیلی ویری بیڈ۔ اگر اس نے ہمارے ان نامور سائنسدانوں کو ہلاک کر دیا تو اس سے کافرستان کی کمر ٹوٹ جائے گی اور ہم کہیں کے نہ رہیں گے"۔ صدر مملکت نے پریشانی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

" یس سر، مسٹر بلیک نے عمران کو یقین دلایا تھا کہ اس کے پاس بے پناہ سورسز ہیں۔ وہ آسانی سے ان دونوں سائنسدانوں تک پہنچ جائے گا اور ان کو ہلاک کرنا ان کے لئے کچھ مشکل نہ ہو گا"۔ عمران نے صدر مملکت کو اور زیادہ پریشان کرتے ہوئے کہا۔

" نہیں، نہیں۔ ایسا نہیں ہو گا۔ اگر وہ دونوں سائنسدان ہلاک ہو گئے تو کافرستان میں اس قدر بدامنی اور بدحالی پھیل جائے گی جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان دونوں سائنسدانوں کی موت پورے کافرستان کی موت ہو گی۔ کچھ کرو پنڈت نارائن۔ ان عفریتوں سے ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد کو بچا لو۔ بچا لو انہیں۔ ورنہ سب کچھ ختم ہو جائے گا"۔ صدر مملکت کی لرزتی ہوئی آواز آئی۔

" اس سلسلے میں، میں آپ سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں جناب صدر۔ اگر آپ اس کی اجازت دیں تو"۔ عمران نے کہا۔

" بولو۔ جلدی بولو"۔ صدر مملکت نے تیز لہجے میں کہا۔

" عمران اور اس کے ساتھیوں پر اس وقت خون سوار ہے ۔ان سے کچھ بعید نہیں کہ وہ کیا کر گزریں ۔انہوں نے وہی کچھ کیا ہے جو کہا تھا۔ مارشل مہادیو نے ان کے لئے کافرستان میں داخل ہونے کے تمام راستے سیلڈ کر رکھے تھے ۔ لیکن اس کے باوجود وہ نہ صرف کافرستان میں داخل ہو گئے بلکہ انہوں نے اس بار کافرستانی ایجنسیوں کا جو نقصان کیا ہے اس کی مثال کم ہی ملتی ہے ۔اس وقت مارشل مہادیو کی وائٹ کوبرا فورس اور ملٹری سمیت کافرستان کی تمام ایجنسیاں عمران اور اس کے ساتھیوں کو ٹریس کرنے اور انہیں ہلاک کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کا مین ٹارگٹ ہیون ویلی کا بیس کیمپ ہے جہاں ابو عبداللہ کو رکھا گیا ہے۔ اس کے لئے عمران اور اس کے ساتھی کافرستان پر قیامت بن کر ٹوٹے ہوئے ہیں۔یوں لگ رہا ہے جیسے انہیں یہاں روکنے والا کوئی نہیں ہے ۔ میں آپ سے اپنی سروس کے ساتھ ہیون ویلی جانے کی اجازت پہلے ہی لے چکا ہوں۔ میں اور میرے ساتھی اس بیس کیمپ کا اس انداز میں محاصرہ کریں گے کہ عمران اور اس کے ساتھی تو کیا ہماری نظروں میں آئے بغیر ایک معمولی مکھی یا مچھر بھی اس بیس کیمپ میں داخل نہ ہو سکے گا۔اور ہم علی عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کا ایسا فول پروف انتظام کریں گے جس سے وہ کسی بھی صورت میں نہیں بچ سکیں گے ۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ عمران اور اس کے ساتھ یہاں اکیلے نہیں ہیں۔ہیون ویلی میں

تحریک آزادی کے طور پر کام کرنے والی کئی تنظیموں کی انہیں باقاعدہ سپورٹ حاصل ہے ۔ جن کی مدد سے وہ یہ سب کچھ کرتے پھر رہے ہیں۔ علی عمران دوہری چالیں چل رہا ہے ۔ایک طرف وہ ہیون ویلی میں جا کر بلیک فورس کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے اور وہاں سے ابو عبداللہ کو آزاد کرانا چاہتا ہے تو دوسری طرف وہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے کافرستان کو شدید نقصان پہنچانا چاہتا ہے ۔تاکہ کافرستان کی معیشت مکمل طور پر تباہ ہو جائے "۔انہوں نے ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد کی ہلاکت کا جو پروگرام بنایا ہے ۔اگر اس میں وہ کامیاب ہو گئے تو کافرستان ان جیسے عظیم اور نامور سائنسدانوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں گے جن کا ازالہ ہم کسی بھی صورت میں نہیں کر سکیں گے ۔ ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد جیسے سائنسدان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں ۔اس لئے ان دونوں سائنسدانوں کی زندگیوں کی نہ صرف ہمیں بلکہ پوری قوم کو ضرورت ہے ۔ان کو عمران اور اس کے ساتھیوں سے بچانے کے لئے ہمیں ہر ممکن اقدام کرنے ہوں گے اور میرا اس سلسلے میں آپ کو مشورہ ہے کہ ان دونوں سائنسدانوں کی پروٹیکشن کی ذمہ داری بھی آپ مجھے سونپ دیں ۔میں ان دونوں سائنسدانوں کو ایسی جگہ چھپا دوں گا جہاں عمران اور اس کے ساتھیوں کا خیال تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ دونوں سائنسدانوں کی حفاظت کا انتظام کرنے کے بعد میں اپنی پوری قوت اور تمام تر سورسز ان کے پیچھے لگا دوں گا اور اگر وہ پاتال میں بھی چھپے ہوئے تو میں انہیں

کھینچ نکالوں گا"۔ عمران کہتا چلا گیا۔

"ہونہہ، اگر میں تمہیں اجازت دے دوں تو تم ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد کو لے جا کر کہاں رکھو گے"۔ صدر مملکت نے چند لمحے توقف کے بعد کہا تو عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"میرے پاس بہت سے ٹھکانے ہیں سر۔ جن کے بارے میں میرے چند خاص افراد کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان ٹھکانوں پر میں نے بے پناہ سائنسی ایجادات کا جال پھیلا رکھا ہے جہاں میری اجازت کے بغیر کوئی داخل ہونے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کا میرا ایک ٹھکانہ ہے جسے میں نے زیرو بلاک کا نام دے رکھا ہے۔ اگر میں ان دونوں سائنسدانوں کو زیرو بلاک میں لے جا کر چھپا دوں تو عمران اور اس کے ساتھی ساری زندگی بھی کافرستان میں ٹکریں مارتے رہیں تو وہ وہاں نہیں پہنچ سکیں گے"۔ عمران نے ایک فرضی ٹھکانے کے بارے میں صدر مملکت کو بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود اگر تمہارے تمام انتظامات دھرے رہ گئے تو"۔ صدر مملکت نے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ اس کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔ میں اپنی جان دے دوں گا مگر ان دونوں سائنسدانوں پر ہلکی سی بھی آنچ نہیں آنے دوں گا"۔ عمران نے کہا۔

"سوچ لو پنڈت نارائن۔ سائنسدانوں کو تحفظ دینے میں اگر تم ناکام ہو گئے تو تم جانتے ہو تمہارا کیا حشر ہو سکتا ہے"۔ صدر مملکت

نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں سر۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی ذمہ داری سے معمولی سی بھی غفلت نہیں برتوں گا"۔ عمران نے جلدی سے کہا۔ وہ جانتا تھا پنڈت نارائن، صدر اور وزیراعظم سے اسی انداز میں باتیں کرتا تھا اور اپنی باتیں منوانے کے لئے قسمیں کھانے اور وعدے کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس نے خود کو مکمل طور پر پنڈت نارائن کے سانچے میں ڈھال رکھا تھا تاکہ کافرستانی صدر کو اس پر معمولی سا بھی شک نہ ہو سکے گا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے۔ آپ پریذیڈنٹ سرکل میں آجائیں۔ پھر بات کرتے ہیں"۔ صدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رابطہ منقطع کر دیا۔ عمران کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ تھی۔

"کیا اب تم پریذیڈنٹ سرکل جاؤ گے"۔ جولیا نے کہا۔

"ہاں، اب میں ان دونوں سائنسدانوں کو ساتھ ہی لے کر آؤں گا"۔ عمران نے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ صدر مملکت ان دونوں سائنسدانوں کو تمہارے حوالے کر دیں گے"۔ جولیا نے کہا۔

"کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اگر مسئلہ حل نہ ہوا تو ہم اپنے طور پر انہیں اغوا کر لیں گے۔ اس کے لئے ظاہر ہے ہمیں آغا جمشید کی کال کا ہی انتظار کرنا پڑے گا"۔ عمران نے کہا تو انہوں نے اثبات میں سرہلا دیئے۔

عمران نے انہیں پنڈت نارائن پر نظر رکھنے کی ہدایات دیں اور ہیلی کاپٹر ایک بار پھر پریذیڈنٹ سرکل کی طرف روانہ ہو گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ دوبارہ پریذیڈنٹ صاحب کے سامنے موجود تھا۔

عمران نے پریذیڈنٹ کو پھر قائل کرنا شروع کر دیا کہ وہ ان دونوں سائنسدانوں کی حفاظت کر سکتا ہے۔ عمران کے قائل کرنے پر کافرستانی صدر نے اس پر یقین کر لیا تھا۔ ویسے بھی اس وقت صدر کے سامنے کافرستانی سیکرٹ سروس کے اور دوسری کوئی ایجنسی نہیں تھی جو عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ٹکر لیتی۔ وہ دونوں سائنسدان کافرستان کی ناک سمجھے جاتے تھے۔ جن کو گنوانے کے خیال سے ہی کافرستانی صدر کی جان نکلی جارہی تھی۔ اس لئے اس نے آسانی سے ان دونوں کی حفاظت کی ذمہ داری پنڈت نارائن کے سپرد کر دی تھی۔

" ٹھیک ہے۔ میں پرائم منسٹر اور وزارت سائنس سے بات کرتا ہوں۔ ان پر ساری صورتحال واضح کر دی جائے گی۔ پھر میں دونوں سائنسدانوں کو یہیں پریذیڈنٹ سرکل میں بلوالوں گا۔ اس کے بعد ان دونوں کو حفاظت کے پیش نظر میں تمہارے حوالے کر دوں گا"۔ چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد صدر مملکت نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر کافرستانی صدر فون پر پرائم منسٹر اور سیکرٹری وزارت سائنس سے بات کرنے اور ان سے صلاح و مشورے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ عمران اس دوران خاموشی سے ان کی باتیں سن

رہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ مسلسل فون پر بات کرنے کے بعد کافرستانی صدر نے تھکے تھکے انداز میں فون بند کر دیا۔

" میں نے انہیں قائل کر لیا ہے۔ آدھے گھنٹے میں ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد کو یہاں پہنچا دیا جائے گا۔ جب تک تم مجھے زیرو بلاک کا محل وقوع اور وہاں موجود حفاظتی انتظامات کی تفصیل بتاؤ"۔ صدر مملکت نے کہا۔ اس کی بات سن کر عمران مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ کافرستانی صدر یہ سوال ضرور کرے گا۔ اس نے کافرستانی صدر کو پنڈت نارائن کے سپیشل ہیڈ کوارٹر اور وہاں موجود زیرو روم کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ جہاں پنڈت نارائن نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قید کیا تھا۔

زیرو روم کی تفصیل سن کر کافرستانی صدر کے چہرے پر گہرا اطمینان اور سکون جھلکنے لگا تھا۔ جیسے اسے یقین ہو گیا ہو کہ ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد واقعی زیرو بلاک میں نہایت حفاظت اور سکون سے رہ سکتے تھے اور عمران اور اس کے ساتھی لاکھ ٹکریں مارتے رہیں وہ زیرو بلاک میں کسی بھی صورت نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کافرستانی صدر کو قائل کرنا عمران کا کام تھا اور عمران نے واقعی کافرستانی صدر کو چٹکیوں میں قائل کر لیا تھا۔

مخصوص ساخت کا بڑا سا ہیلی کاپٹر تاریکی کو چیرتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا جا رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی پائلٹ سیٹ پر آغا جمشید تھا چونکہ وہ ہیون ویلی کے تمام راستوں سے بخوبی واقف تھا اس لئے عمران نے اسے خاص طور پر اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

ہیلی کاپٹر میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ دو نئے افراد بھی موجود تھے۔ جو ڈاکٹر عبدالرشید اور رام پرشاد تھے۔

ضروری کارروائی کے بعد صدر مملکت نے پنڈت نارائن کی ذات پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے وہ دونوں سائنس دان اس کے حوالے کر دیئے تھے۔ ان سائنسدانوں کی حفاظت کے لئے صدر مملکت نے کافرستان کی دو بڑی ایجنسیوں کے چیفس کو بھی پنڈت نارائن کے ساتھ کر دیا تھا اور انہوں نے پنڈت نارائن کو سختی سے ہدایات دیں تھیں کہ دونوں ایجنسیوں کے سربراہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے

ہیڈ کوارٹر اور زیرو روم میں ان سائنسدانوں کے ساتھ رہیں گے اور وہ دونوں سربراہ ان سائنس دانوں کی حفاظت کریں گے۔ عمران کو بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ پنڈت نارائن کے ہیلی کاپٹر میں دونوں سائنسدانوں اور دونوں چیفس کو لے کر ہیڈ کوارٹر آ گیا۔ جہاں اس نے ان دونوں چیفس کو کوئی موقع دیئے بغیر ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے بعد عمران نے ان دونوں سائنسدانوں کو بھی بے ہوش کر دیا تھا۔ دونوں سائنسدانوں کو بے ہوش کر کے عمران نے ان پر تنویمی عمل کر کے ان کے ذہنوں میں اپنی ہدایات فیڈ کر دیں اور ان پر میک اپ کر دیا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں اور اپنا میک اپ کیا اور پھر وہ پنڈت نارائن کے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر ہیون ویلی کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہیون ویلی روانہ ہونے سے پہلے عمران نے آغا جمشید کو کال کر کے اسے ہیڈ کوارٹر بلا لیا تھا۔ اس کا مقصد چونکہ حل ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ آغا جمشید کو ہیون ویلی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔

ہیلی کاپٹر میں اس وقت تیرہ افراد موجود تھے۔ جن میں عمران کے ساتھیوں کے ساتھ آغا جمشید اور دونوں سائنسدان موجود تھے جو میک اپ میں عمران کے ساتھی ہی لگ رہے تھے۔ عمران آغا جمشید کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا جبکہ باقی سب ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں تھے۔ ان کے چہروں پر گہری سنجیدگی تھی۔

ہیلی کاپٹر بلندی پر نہایت تیزی سے اڑا جا رہا تھا۔ پھر سرسبز

پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتے ہی ہیلی کاپٹر نیچے آ گیا۔

" عمران صاحب۔ ہیلی کاپٹر اب ہیون ویلی میں داخل ہو رہا ہے۔" آغا جمشید نے کہا۔ اس کی نظریں ہیلی کاپٹر کے ڈائلوں پر جمی ہوئی تھیں۔

" ٹھیک ہے۔ نقشے کے مطابق ہمیں ہیون ویلی کے شمالی کی طرف پچاس کلو میٹر دور جانا ہے۔ جہاں وہ بیس کیمپ موجود ہے"۔ عمران نے کہا۔

" عمران صاحب کیا آپ ان سائنسدانوں کو بیس کیمپ میں اپنے ساتھ لے جائیں گے"۔ آغا جمشید نے پوچھا۔

" نہیں، یہاں پچاس کلو میٹر کے فاصلے پر تامیورا نامی ایک گاؤں ہے۔ تم ان دونوں سائنسدانوں کو لے کر اتر جانا اور وہاں سے انہیں لے کر کسی حفاظتی مقام پر چلے جانا۔ ان دونوں سائنسدانوں کو بیس کیمپ لے جانے کا میں خطرہ مول نہیں لے سکتا"۔ عمران نے کہا۔

" یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ ہم ان سائنسدانوں کو راکاری وادی میں لے جائیں گے۔ وہاں ہم ان دونوں سائنسدانوں کو بحفاظت رکھ سکتے ہیں۔ راکاری کی پہاڑیوں میں ہم نے بے شمار پناہ گاہیں بنا رکھی ہیں جہاں کافرستانی آرمی بھی آج تک نہیں پہنچ سکی۔ وہاں اس قدر پیچیدہ پہاڑیوں کا طویل سلسلہ ہے جہاں کسی سیٹلائٹ سے بھی تصویریں نہیں لی جا سکتیں"۔ آغا جمشید نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ ہمارا کام ان سائنسدانوں کو تمہارے حوالے کرنا تھا۔ اس کے بعد ان کی حفاظت تم کیسے کرو گے یہ تمہارا کام ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کافرستانی آرمی اور تمام ایجنسیاں کسی بہانے ہی سہی ہیون ویلی میں اپنی کارروائیوں سے باز آ جائیں اور وہاں سے اپنی فوج کا اخراج کر لیں۔ شاید ان سائنسدانوں کی اہمیت کے پیش نظر وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو جائیں اور کچھ نہیں تو ان سائنسدانوں کو زندہ رکھنے کے لئے وہ ہیون ویلی میں کوئی ایسی کارروائی نہیں کریں گے جس کے نتیجے میں انہیں اپنے اس قدر قیمتی اور عظیم سائنسدانوں کی ہلاکت کا نتیجہ بھگتنا پڑے"۔ عمران نے کہا تو آغا جمشید نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

" عمران صاحب، ابو عبداللہ کے لئے آپ بیس کیمپ میں جا کر کیا کریں گے"۔ آغا جمشید نے کہا۔

" جو بھی کروں گا دیکھ بھال کر کروں گا۔ ہمیں وہاں سے ہر صورت میں ابو عبداللہ کو نکالنا ہے اور وہ بھی زندہ۔ اس لئے تو میں اس قدر احتیاط کر رہا ہوں۔ اگر ابو عبداللہ کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈائریکٹ بیس کیمپ پر حملہ کر دیتا۔ تم بے فکر رہو۔ ابو عبداللہ کو وہاں سے نکالتے ہی ہم اس بیس کیمپ کو تباہ کر دیں گے۔ خاص طور پر اس بیس کیمپ میں موجود بلیک فورس تو کسی بھی صورت میں زندہ نہیں رہے گی"۔ عمران نے کہا۔ اس کے چہرے پر پتھریلی سنجیدگی تھی۔

" یہ آپ کا ہم پر ہی نہیں ہیون ویلی کے تمام مسلمانوں پر احسان

عظیم ہوگا عمران صاحب۔ بلیک فورس نے ہیون ویلی کے مسلمانوں
کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ ان کا خاتمہ ہو جائے تو ہیون ویلی میں سکون آ
جائے گا"۔ آغا جمشید نے کہا۔
" انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا"۔ عمران نے کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید
بات کرتے اسی لمحے ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔ ٹرانسمیٹر سے ٹوں
ٹوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ عمران نے آغا جمشید کو خاموش رہنے کا
اشارہ کیا اور ٹرانسمیٹر کا مائیک نکال کر اس کا بٹن پریس کر دیا۔
" ہیلو، ہیلو سپیشل ٹاور سیکشن کالنگ یو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اوور"۔
دوسری طرف سے ایک تیز اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔
" یس۔ اوور"۔ عمران نے پنڈت نارائن کے لہجے میں کرخت لہجے
میں کہا۔
" تم کون ہو اور ہیلی کاپٹر لے کر کہاں جا رہے ہو۔ اپنی شناخت
کراؤ۔ اوور"۔ دوسری طرف سے چیختے ہوئے کہا۔
" میں کافرستان سیکرٹ سروس کا چیف پنڈت نارائن ہوں۔ یہ
میرا ذاتی ہیلی کاپٹر ہے اور میں اپنی ٹیم کے ساتھ پریذیڈنٹ کی اجازت
سے ہیون ویلی کے بیس کیمپ کی طرف جا رہا ہوں۔ اوور"۔ عمران
نے کہا۔
" پنڈت نارائن۔ اوہ، ٹھیک ہے۔ ہولڈ آن کریں پلیز میں آپ کی
کمانڈر سے بات کراتا ہوں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے قدرے نرم
لہجے میں کہا گیا۔

" ہیلو، ہیلو پنڈت نارائن۔ میں کمانڈر آندرے بول رہا ہوں۔ کیا
پ میری آواز سن رہے ہیں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے ایک کرخت
ور سخت آواز سنائی دی۔
" یس کمانڈر۔ میں آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ اوور"۔ عمران نے
کہا۔
" پنڈت نارائن۔ ہمیں جناب صدر نے آپ کے آنے کی اطلاع
دے دی تھی۔ کیا آپ ہمیں اپنا سپیشل کوڈ بتائیں گے۔ اوور"۔
دوسری طرف سے کہا گیا۔
" کیوں نہیں۔ میرا کوڈ ہے ایس ایس ون تھری نائن ایس تھری۔
اوور"۔ عمران نے صدر مملکت سے طے کردہ کوڈ دوہراتے ہوئے
مطمئن لہجے میں کہا گیا۔
اوکے۔ مسٹر پنڈت نارائن آپ کے ساتھ کتنے افراد ہیں۔ اوور"۔
دوسری طرف سے پوچھا گیا۔ عمران نے ہیلی کاپٹر کے ڈائل پر ایک
جلتے بجھتے نیلے رنگ کے بلب کو دیکھا تو اس کی پیشانی پر بل آ گئے۔
" اوہ، وہ بلیو کرائل ریز سے ہمیں چیک کر رہے ہیں"۔ عمران کے
منہ سے بے اختیار نکلا اور اس کی بات سن کر آغا جمشید بری طرح سے
چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر بھی یکلخت تشویش کے سائے لہرانے لگے
تھے۔
" مسٹر پنڈت نارائن آپ نے جواب نہیں دیا۔ جلدی بتائیں آپ
کے ساتھ کتنے افراد ہیں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کمانڈر آندرے کی

تیز آواز آئی۔

" پائلٹ اور میرے سمیت تیرہ افراد ہیں۔ اوور"۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" کیا یہ سب کافرستانی سیکرٹ سروس کے ارکان ہیں۔ اوور"۔ کمانڈر نے آندرے پوچھا۔

" یس۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

" لیکن مسٹر پنڈت نارائن ہمیں تو جناب صدر کے جو احکامات ملے ہیں ان کے مطابق آپ دس افراد کے ساتھ آرہے ہیں۔ پھر تیرہ افراد کیوں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا گیا۔

" میں ضرورت کے تحت تین افراد زائد لے آیا ہوں۔ اوور"۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" سوری مسٹر پنڈت نارائن۔ ہم صدر صاحب کے حکم کے پابند ہیں۔ انہوں نے آپ کے ساتھ دس افراد کو ہمیں رسیو کرنے کا حکم دیا تھا۔ تیرہ افراد کو رسیو کرنے کی ہمارے پاس کوئی پرمشن نہیں ہے۔ اس لئے آپ براہ کرم ہیلی کاپٹر کو واپس لے جائیں یا پھر....... اوور"۔ دوسری طرف سے اس بار کرخت لہجے میں کہا۔

" یا پھر۔ یا پھر کیا۔ اوور"۔ عمران نے بھی اپنے لہجے میں کرختگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

" آپ ہیلی کاپٹر بیس کیمپ میں نہیں لے جا سکتے مسٹر پنڈت نارائن۔ اس وقت آپ کا ہیلی کاپٹر نارتھ تھری سکس ناٹ ون پر

پرواز کر رہا ہے۔ بیس کیمپ سے آپ تقریباً تیس میل دور ہیں۔ آپ ہیلی کاپٹر کو نائنٹی ڈگری پر موڑ کر ویسٹ تھری ون ون ایسٹ پر لے آئیں۔ دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہمارا ایک سب کیمپ موجود ہے۔ ہم یہاں پہلے آپ کی شناخت کریں گے اور پھر صدر صاحب سے بات کریں گے۔ اگر انہوں نے اجازت دے دی تو ٹھیک ہے ورنہ آپ کے تین زائد آدمیوں کو اس کیمپ میں روک لیا جائے گا۔ اوور"۔ دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا۔

" شناخت اور صدر صاحب سے بات بیس کیمپ میں بھی ہو سکتی ہے۔ آپ ہمیں بیس کیمپ میں جانے سے کیوں روکنا چاہتے ہیں۔ اوور"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" مسٹر پنڈت نارائن۔ جب تک آپ کلیئر نہیں ہو جاتے ہم آپ کو بیس کیمپ میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور آپ سے جیسا کہا جا رہا ہے پلیز ویسا کریں۔ ایسا صرف اور صرف ٹاپ سیکورٹی کی وجہ سے کیا جا رہا ہے۔ پلیز۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کمانڈر آندرے نے انتہائی سخت لہجے میں کہا

" اوکے۔ میں آپ کے ساتھ تعاون کروں گا۔ اوور"۔ عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

" تھینک یو مسٹر پنڈت نارائن۔ تکلیف کی معذرت۔ اوور اینڈ آل"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔

"اب کیا کرنا ہے عمران صاحب"۔ ٹرانسمیٹر کے آف ہوتے ہی آغا جمشید نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"ان کو ہم پر شک ہو گیا ہے"۔ عمران نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شک، کیا مطلب"۔ آغا جمشید نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"کمانڈر آندرے کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ مجھ سے جان بوجھ کر نرم لہجے میں بات کر رہا ہو۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے لئے اسے خاص طور پر مجبور کیا گیا ہو"۔ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"لیکن کمانڈر آندرے کو کون مجبور کر سکتا ہے۔ اور کیوں"۔ آغا جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ لیکن مجھے کمانڈر آندرے کے لہجے سے ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔ بہرحال تم ہیلی کاپٹر کو موڑو۔ ہم اب اسی طرف جائیں گے جہاں ہمیں جانے کے لئے کہا گیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن عمران صاحب"۔ آغا جمشید نے کہنا چاہا۔

"بس۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس کا سرد لہجہ سن کر آغا جمشید بوکھلا گیا۔ اس نے جلدی جلدی ڈائل اور لیور گھما کر ہیلی کاپٹر کا رخ موڑ لیا۔ عمران نے سائیڈ میں پڑی ہوئی دوربین اٹھائی اور اسے آنکھوں سے لگا کر باہر کا منظر دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹی سی وادی میں پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹا

سا سب کیمپ بنا ہوا تھا۔ وہاں مسلح افراد، ان کے ٹرک، جیپیں اور ایک ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ اس ہیلی کاپٹر کے ساتھ ایک اور ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا جہاں ایک شخص سفید لائٹس لئے ہیلی کاپٹر کو اس ہیلی پیڈ کی طرف آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ عمران دوربین سے ان کو غور سے دیکھ رہا تھا مگر ان سب کے چہرے نارمل تھے۔ وہاں کسی خطرے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود عمران کا دل چیخ چیخ کر اسے کسی بڑے خطرے کا احساس دلا رہا تھا۔

"کیا میں ہیلی کاپٹر نیچے لے جاؤں"۔ آغا جمشید نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں"۔ عمران نے مبہم سے انداز میں کہا تو آغا جمشید نے اثبات میں سر ہلایا اور ہیلی کاپٹر کو ہیلی پیڈ کی طرف لے جانے لگا۔ عمران نے مائیک سے ہیلی کاپٹر کے پچھلے حصے میں موجود اپنے ساتھیوں کو صورتحال بتا کر الرٹ کر دیا تھا تاکہ وہ ہر قسم کے ممکنہ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔

چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر ہیلی پیڈ پر اتر گیا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر ہیلی پیڈ پر اترا اسی لمحے بے شمار مسلح افراد نے ہیلی کاپٹر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ ان میں سے ایک فوجی کے ہاتھ میں مائیکروفون تھا۔ اس کے کاندھوں پر موجود سٹارز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کوئی ٹاپ رینک آفیسر ہے۔

"مسٹر پنڈت نارائن۔ آپ سب ہیلی کاپٹر سے باہر آ جائیں"۔ اس

آفیسر نے جس کے ہاتھ میں مائیکرو فون تھا چیختے ہوئے کہا۔ تو عمران ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اور چھلانگ لگا کر نیچے آ گیا۔

"تم کون ہو اور اس طرح ہمیں کیوں گھیرا گیا ہے"۔ عمران نے کڑک کر اس مائیکرو فون والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں اس کیمپ کا انچارج ہوں۔ اپنے ساتھیوں سے کہیں وہ بھی باہر آ جائیں"۔ اس نے کہا۔

"کمانڈر آندرے کہاں ہے"۔ عمران نے اس کی بات جیسے ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

"وہ بیس کیمپ میں ہیں۔ انہوں نے ہی مجھے آپ لوگوں کی چیکنگ کے احکامات دیئے ہیں۔ اس لئے آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں پلیز"۔ انچارج نے کہا۔ مگر اس کا لہجہ سخت تھا۔

"نہیں، اگر ہماری چیکنگ کرنی ہے تو کمانڈر آندرے سے کہو کہ وہ یہاں خود آئے۔ جب تک کمانڈر آندرے یہاں نہیں آئے گا میرے ساتھی ہیلی کاپٹر سے باہر نہیں آئیں گے۔ سمجھے تم"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوری مسٹر پنڈت نارائن۔ کمانڈر صاحب بیس کیمپ سے یہاں کسی بھی صورت میں نہیں آئیں گے۔ آپ سے جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کریں۔ اپنے ساتھیوں سے کہیں کہ وہ ہیلی کاپٹر سے باہر آ جائیں۔ اگر ان کے پاس کسی بھی قسم کا اسلحہ ہے تو وہ اسے ہیلی کاپٹر میں ہی چھوڑ آئیں۔ ورنہ......" انچارج نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ورنہ۔ اوہ، تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ کافرستانی سیکرٹ سروس کے چیف پنڈت نارائن کو۔ تم اس کا انجام جانتے ہو آفیسر"۔ عمران نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔ میرے حکم کی تعمیل کرو ورنہ میں فائرنگ کا حکم دے دوں گا"۔ آفیسر نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے تمہاری موت آئی ہے آفیسر جو تم پنڈت نارائن پر فائرنگ کی دھمکی دے رہے ہو۔ میری کمانڈر آندرے سے بات کراؤ۔ ورنہ میں تمہارا اس قدر بھیانک حشر کروں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"موت میری نہیں تمہاری آئی ہے نقلی پنڈت نارائن"۔ انچارج نے اچانک نفرت بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"نقلی پنڈت نارائن۔ کیا مطلب، یہ کیا بکواس ہے"۔ عمران حلق کے بل غرایا۔

"تمہارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ اصلی پنڈت نارائن بیس کیمپ میں پہنچ چکا ہے اور اس نے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی اصلیت ہمیں بتا دی ہے۔ تم اور تمہارے ساتھی اب ہمارے گھیرے میں ہیں۔ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی سلامتی چاہتے ہو تو انہیں ہیلی کاپٹر سے باہر آنے کا کہو اور خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ"۔ انچارج نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر عمران

کے ذہن میں چھناکا سا ہوا۔ اصلی پنڈت نارائن بیس کیمپ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کے بارے میں اسے خواب میں بھی توقع نہیں تھی۔ پنڈت نارائن کو تو اس نے بے ہوش کر کے اس کے ہیڈ کوارٹر کے بلیک روم میں قید کر رکھا تھا۔ وہ وہاں سے پھر آزاد ہو گیا تھا اور آزاد ہو کر ان سے پہلے ہیون ویلی کے بیس کیمپ میں پہنچ گیا تھا۔ یہ واقعی عمران کے لئے نہایت حیرت انگیز اور ناقابل یقین بات تھی۔

" تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا آفیسر۔ اصلی پنڈت نارائن، کافرستانی سیکرٹ سروس کا چیف میں تمہارے سامنے ہوں اور تم کہہ رہے ہو کہ پنڈت نارائن بیس کیمپ میں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کون ہے وہ۔ اور وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ پنڈت نارائن ہے"۔ عمران نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

" یہ میں نہیں جانتا۔ مجھے کمانڈر صاحب کے احکامات ملے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ نقلی پنڈت نارائن اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس طرف آرہا ہے۔ ہیلی کاپٹر سے اترتے ہی انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ اگر وہ کوئی مزاحمت کرنے کی کوشش کریں تو انہیں گولیوں سے اڑا دیا جائے اور میں بیس کمانڈر کے احکامات پر عمل کرنے کا پابند ہوں۔ اگر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ بے موت نہیں مرنا چاہتے تو خود کو اپنے ساتھیوں سمیت سرنڈر کر دو۔ ورنہ میں تم سب کو ہلاک کرنے کے لئے نہیں ہچکچاؤں گا"۔ انچارج نے اسی انداز میں کہا۔

" تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو آفیسر۔ بیس کیمپ میں ضرور میک اپ میں کوئی دشمن گھس گیا ہے۔ وہ بیس کیمپ سے ابو عبداللہ کو بھی نکال کر لے جائے گا اور بیس کیمپ کو بھی تباہ کر دے گا اور تم سب میرے نقلی ہونے کے دھوکے میں مارے جاؤ گے"۔ عمران نے کہا۔ اس بار انچارج کے چہرے کے تاثرات عمران نے بدلتے دیکھے تو اس کے چہرے پر قدرے اطمینان آگیا۔

" کیا مطلب"۔ انچارج نے حیرت بھری نظروں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" یہ مطلب بتانے اور سمجھانے کا وقت نہیں ہے آفیسر۔ تم میری فوراً کمانڈر آندرے سے بات کراؤ۔ میں اسے یقین دلا دوں گا کہ میں ہی اصلی پنڈت نارائن ہوں۔ اس کے بیس کیمپ میں جو پنڈت نارائن ہے وہ نقلی ہے۔ جلدی کرو نانسنس۔ بات کراؤ میری کمانڈر سے۔ ورنہ سب کچھ ختم ہو جائے گا اور اس کی ذمہ داری تم پر ہو گی صرف تم پر"۔ عمران نے پنڈت نارائن کے انداز میں بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔ اس بار واقعی انچارج کے چہرے پر بوکھلاہٹ ناچنے لگی تھی۔ وہ عمران کی جانب ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

" اوہ، لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ بیس کیمپ میں جانے والا کافرستانی سیکرٹ سروس کا چیف نقلی ہے"۔ انچارج نے پریشانی کے عالم میں ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

" اگر وہ نقلی نہیں ہے تو نقلی میں بھی نہیں ہوں۔ تم میری کمانڈر آندرے سے بات کراؤ۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا"۔ عمران نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ آپ یہیں رکیں میں کمانڈر صاحب سے بات کر کے آتا ہوں"۔ انچارج نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو الرٹ رہنے کا حکم دیا اور مڑ کر سامنے لکڑی کے بنے ہوئے کیبن کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ عمران چاہتا تو دونوں سائنسدانوں کو یرغمال کے طور پر سامنے لا کر یہاں سے آسانی کے ساتھ نکل سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں مسلح افراد کی تعداد بھی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے ان سب کو ہلاک کر سکتا تھا مگر اصلی پنڈت نارائن کی بیس کیمپ میں موجودگی کا سن کر اس کا ذہن سنسنا اٹھا تھا۔ اس کے ہیڈ کوارٹر سے نکلتے وقت عمران نے بلیک روم میں جھانک کر خود دیکھا تھا۔ پنڈت نارائن بدستور وہاں بندھا ہوا اور بے ہوش پڑا تھا۔ پھر وہ ان کے جاتے ہی وہاں سے کیسے نکل آیا تھا اور پنڈت نارائن کے ہیڈ کوارٹر سے اس کے ہیلی کاپٹر کو عمران خود لے آیا تھا۔ پھر بغیر کسی ہیلی کاپٹر کے اور ان سے پہلے پنڈت نارائن کا بیس کیمپ میں پہنچ جانا واقعی اچنبھے کی بات تھی جو کسی بھی طرح عمران کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اگر پنڈت نارائن اپنے ہی ہیڈ کوارٹر میں اسی طرح قید ہے جس طرح وہ اسے چھوڑ آئے تھے تو پھر بیس کیمپ

میں آنے والا پنڈت نارائن کون ہو سکتا تھا۔ اگر وہ پنڈت نارائن نہیں تھا تو کس بات کو بنیاد بنا کر اسے نقلی پنڈت نارائن سمجھ کر اس طرح گھیرا جا رہا تھا۔ عمران جوں جوں سوچ رہا تھا الجھتا جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے انچارج کو کیبن سے باہر آتے دیکھا۔ وہ کیبن سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔

" مسٹر پنڈت نارائن، میں نے آپ کا پیغام کمانڈر آندرے کو دے دیا ہے۔ کمانڈر پنڈت نارائن کو لے کر سپیشل ہیلی کاپٹر میں خود یہاں آ رہے ہیں۔ اس بات کا فیصلہ وہ خود کریں گے کہ آپ دونوں میں سے اصلی پنڈت نارائن کون ہے۔ ان کے آنے تک آپ چاہیں تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے کیبن میں جا کر آرام کر سکتے ہیں"۔ انچارج نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ انچارج کے وہاں آنے کا سن کر اس کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی تھی۔

" ٹھیک ہے"۔ عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے ہیلی کاپٹر سے باہر آنے کے لئے کہا تو وہ سب ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئے۔ عمران نے ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد پر چونکہ تنویمی عمل کر رکھا تھا اس لئے وہ اس کے ساتھیوں کے سے انداز میں حرکت کر رہے تھے۔ عمران نے میک اپ کر کے انہیں نوجوان بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ پہچانے نہیں جا رہے تھے کہ اصل میں وہ دونوں بوڑھے سائنسدان ہیں۔

انچارج عمران اور اس کے ساتھیوں کو لکڑی کے ایک بڑے

کیبن میں لے گیا جہاں کرسیاں اور صوفے موجود تھے۔ شاید یہ کیبن گیسٹ روم کے طور پر وہاں بنایا گیا تھا۔ انہیں کیبن میں پہنچا کر انچارج باہر نکل گیا تھا۔

" عمران، یہ سب "۔ جولیا نے سرگوشیانہ انداز میں عمران سے مخاطب ہو کر کچھ کہنا چاہا مگر عمران نے جلدی سے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچتا اسی لمحے کمرے کے اوپر موجود روشندان سے کوئی چیز اڑتی ہوئی اندر آگری۔ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور عمران اور اس کے ساتھیوں کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس دھماکے کی زد میں آگئے ہوں اور ان کے جسموں کے ہزاروں ٹکڑے بکھر گئے ہوں۔ عمران کو اپنے دل و دماغ پر گہرا اندھیرا مسلط ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر اندھیرا دور کرنے کی کوشش کی مگر اسے اپنے تمام تر احساسات فنا ہوتے ہوئے معلوم ہوئے اور پھر اس کا ذہن پوری طرح سے اندھیرے میں ڈوب گیا۔

پنڈت نارائن نے ایک زوردار جھرجھری لی اور یکدم آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک اس کا ذہن ماؤف سا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا ذہن صاف ہوتا چلا گیا اور اس کے ذہن میں وہ منظر ابھر آیا جب وہ عمران سے فون پر بات کر رہا تھا اور پھر اس نے ایک سکرین پر ہیلی کاپٹر کو ہیڈ کوارٹر میں آتے دیکھا تھا۔ پنڈت نارائن ہیلی کاپٹر کا نیچے اترنے کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک ہیلی کاپٹر سے ایک ہاتھ باہر نکلا اور پھر اس نے لان میں ہاتھ کو کچھ گراتے دیکھا۔ لان میں ایک زوردار دھماکہ ہوا تھا اور ہر طرف کثیف دھواں سا پھیل گیا تھا اور اسی لمحے پنڈت نارائن کے ذہن پر اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس کے بعد اسے اب ہوش آرہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا شعور پوری طرح سے جاگ اٹھا تو وہ بے اختیار سیدھا ہو کر لیٹ گیا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے پا کر اس کے ذہن میں جیسے چنگاریاں سی بھر گئیں۔ اس کے

دونوں پیر بھی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے۔اس نے گردن گھما کر دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر یہ دیکھ کر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے کہ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر کے ہی ایک کمرے میں تھا۔

" ہونہہ، عمران۔ تم نے اس بار مجھے دھوکے سے قابو میں کیا ہے۔ میں نے تمہارے لئے ہیڈ کوارٹر میں موت کا انتظام کر رکھا تھا اور تم نے ہیڈ کوارٹر میں بے ہوش کر دینے والی گیس کا بم پھینک کر مجھے بے ہوش کر دیا اور یہاں باندھ کر لا پھینکا۔ تم کیا سمجھتے ہو مجھے باندھ کر اور یہاں قید کر کے مجھ سے بچ جاؤ گے"۔ پنڈت نارائن نے غراتے ہوئے کہا۔اس نے سر اٹھا کر اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔وہ اپنے ہاتھوں کو مخصوص ورزش کرنے والے انداز میں موڑ رہا تھا۔اس کے ہاتھ رسیوں سے نہایت سختی سے باندھے گئے تھے مگر وہ کافرستانی سیکرٹ سروس کا چیف تھا۔اس جیسی رسیاں بھلا اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتی تھیں۔اس نے ہاتھ کو جس انداز میں حرکت دینا شروع کی تھی اس سے رسیاں قدرے ڈھیلی ہو گئی تھیں۔ رسیوں کو ڈھیلا ہوتا محسوس کر کے پنڈت نارائن اور زیادہ تیزی سے ہاتھ چلانے لگا اور پھر مزید چند لمحے جدوجہد کرنے کے بعد اس کا ایک ہاتھ رسیوں سے نکل آیا۔ جیسے ہی اس کا ہاتھ رسیوں سے آزاد ہوا۔اس نے جلدی سے ہاتھ آگے کئے اور دوسرے ہاتھ کی رسیاں بھی کھول لیں۔اس کے بعد اس نے جلدی جلدی اپنے پیروں کی رسیاں کھولیں اور پھر وہ تیزی سے اٹھ

کھڑا ہوا۔وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا لیکن دروازہ بند تھا۔

پنڈت نارائن کے ذہن میں مسلسل آندھیاں چل رہی تھیں۔ اپنے اس ہیڈ کوارٹر کو انتہائی محفوظ ترین بنانے کے لئے اس نے بے پناہ سرمایہ صرف کیا تھا۔اس ہیڈ کوارٹر میں جدید سے جدید سائنسی مشینیں موجود تھیں۔جن سے پنڈت نارائن نہ صرف سیکرٹ سروس کے ممبران کو کنٹرول کرتا تھا بلکہ حکومتی اہلکاروں پر بھی اپنے مفادات کے لئے پوری طرح نظر رکھتا تھا۔اس کے علاوہ ہیڈ کوارٹر میں قیمتی سرکاری فائلیں اور ایسی بہت سی دستاویزات موجود تھیں جن میں ان فارن ایجنٹس کی تفصیلات موجود تھیں جو پاکیشیا اور دوسرے ممالک میں کافرستان کے مفادات کے لئے کام کرتے تھے۔اگر یہ تمام دستاویزات عمران کے ہاتھ لگ جاتیں تو وہ اپنے ملک میں موجود تمام کافرستانی ایجنٹس کا خاتمہ کر سکتا تھا اور دوسرے ممالک میں بھی کافرستانی ایجنٹوں کی نشاندہی کر سکتا تھا۔یہی نہیں پنڈت نارائن کو اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ عمران نے زیرو ایئر کرافٹ کے مشن میں اس کا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا تھا۔وہ پہلے کی طرح اس ہیڈ کوارٹر کو بھی تباہ کر سکتا تھا اور اس ہیڈ کوارٹر کی تباہی سے پنڈت نارائن کا سب کچھ ختم ہو جاتا۔اس لئے پنڈت نارائن اپنے ہیڈ کوارٹر کو ہر صورت میں عمران کے ہاتھ تباہ ہونے سے بچانا چاہتا تھا۔اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ یہاں کب تک بے ہوش پڑا رہا تھا اور اس دوران عمران اور اس کے ساتھی کیا کرتے رہے تھے۔وہ اب ہیڈ کوارٹر میں موجود بھی

تھے یا نہیں۔

اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو وائٹ کوبرا کے انچارج سوامی داس سے اٹھارہ لاکھ ڈالرز کے عوض خریدا تھا۔ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھوں ہلاک کر کے اپنے اگلے پچھلے حساب بے باق کرنا چاہتا تھا۔ اسی مقصد کے لئے اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو زیرو روم میں قید کیا تھا۔ لیکن عمران اور اس کے ساتھی زیرو روم سے باہر آ گئے تھے۔ اب پنڈت نارائن کو افسوس ہو رہا تھا کہ اگر زیرو روم میں ہی وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیتا تو بہتر تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی واقعی مافوق الفطرت صلاحیتوں کے مالک تھے۔ جس کی وجہ سے اسے ایک بار پھر ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

پنڈت نارائن کو اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں ہی قید تھا۔ جہاں کی ایک ایک اینٹ اس کی دیکھی بھالی تھی۔ اس نے ہیڈ کوارٹر کے ہر کمرے میں اور تقریباً ہر جگہ خفیہ راستے بنوا رکھے تھے۔ بند دروازہ دیکھ کر وہ تیزی سے شمالی دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ دیوار پر پھیرنے شروع کر دیئے۔ پھر اس کا ایک ہاتھ دیوار کے ابھرے ہوئے حصے پر پڑا تو اس نے جلدی سے اس ابھار کو دبا دیا۔ اسی لمحے سرر کی آواز کے ساتھ دیوار کے درمیانی حصے میں ایک خلا سا بنتا چلا گیا۔ دروازے نما خلا میں سیڑھیاں تھیں جو گھوم کر نیچے جا رہی تھیں۔ پنڈت نارائن تیزی سے

سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ راہداری میں آیا اور پھر یہ دیکھ کر اس کے ہونٹ سکڑ گئے، راہداری میں جگہ جگہ اس کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ شاید عمران اور اس کے ساتھی دوسرے خفیہ راستے کھول کر یہاں آئے تھے اور انہوں نے اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا جہاں تین کمرے تھے۔ پنڈت نارائن نے احتیاطاً ان کمروں میں جھانکا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ شاید عمران اور اس کے ساتھی وہاں سے نکل چکے تھے یا پھر وہ پنڈت نارائن کے آپریشنل روم میں ہی تھے۔ پنڈت نارائن دوبارہ اوپر جانے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ایک کمرے میں آ گیا۔ یہ کمرہ بھی خالی تھا۔ پنڈت نارائن نے اس کمرے میں آ کر مغربی کونے کے پاس جا کر زمین پر زور سے پاؤں مارا تو وہاں ایک چوکور ٹکڑا الگ ہوا اور کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح کھلتا چلا گیا۔ نیچے تیز روشنی ہو رہی تھی۔ وہاں بھی ایک خاصا بڑا کمرہ نظر آ رہا تھا جہاں ایک بڑی سی مشین موجود تھی۔ چوکور ٹکڑے کے ساتھ رسیوں کی بنی ایک سیڑھی جھول رہی تھی۔ پنڈت نارائن تیزی سے اس سیڑھی سے اتر کر نیچے آ گیا۔ کمرے میں مشین کے علاوہ اس کے ضرورت کا ہر سامان موجود تھا۔ صوفے، کرسیاں، پلنگ، ریفریجریٹر اور اس طرح کا دوسرا تمام سامان وہاں موجود تھا۔

پنڈت نارائن نے یہ زمین دوز کمرہ اپنے ہیڈ کوارٹر کو ایمرجنسی طور پر کنٹرول کے لئے خاص طور پر بنوایا تھا۔ کمرے میں موجود

سپر کنٹرولر مشین سے وہ ہیڈ کوارٹر پر پوری طرح سے نظر رکھ سکتا تھا اور عموماً اسی کمرے میں آکر وہ آرام کرتا تھا۔ کمرے میں آتے ہی وہ تیزی سے ریفریجریٹر کی طرف بڑھا۔ اس نے ریفریجریٹر کھول کر اس میں موجود ایک شراب کی بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر بوتل کو منہ سے لگا لیا اور یوں شراب پیتا چلا گیا جیسے وہ صدیوں کا پیاسا ہو۔ اس نے آدھی بوتل پی اور آدھی اپنے چہرے پر انڈیلنی شروع کر دی۔ شراب سے اس کا چہرہ اور لباس تر ہوتا چلا گیا۔ اس نے بوتل ریفریجریٹر کے اوپر رکھ دی۔ اس وقت اس کا چہرہ غصے، نفرت اور شدید پریشانی سے بری طرح سے بگڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں جیسے شرارے اگل رہی تھیں۔

" عمران، تم نے پنڈت نارائن کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا تمہیں بہت بڑا اور بھیانک خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم نے مجھے شکست دے کر اپنی موت انتہائی کربناک اور بھیانک بنا لی ہے۔ اب تم پنڈت نارائن کے ہاتھوں نہیں بچ سکتے۔ کسی بھی صورت میں نہیں"۔ پنڈت نارائن نے غراتے ہوئے کہا۔ وہ تیزی سے مڑا اور مشین کے قریب آگیا۔ اس نے مشین آن کی اور پھر جلدی جلدی اس مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔ مشین پر ایک بڑے سائز کی سکرین نصب تھی۔ جو مشین آن ہوتے ہی روشن ہو گئی تھی۔ لیکن اس پر کوئی منظر نہیں ابھرا تھا۔ پنڈت نارائن مشین کے مختلف بٹن اور ڈائل گھما رہا تھا مگر سکرین بدستور بلنیک تھی۔

" اوہ، یہ کیا۔ یہ سکرین آن کیوں نہیں ہو رہی "۔ پنڈت نارائن نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ اس نے کئی بٹن پریس کئے۔ لیور گھمائے اور سکرین کو بار بار آن آف کر کے دیکھا لیکن سکرین اسی طرح بلینک ہی رہی۔

" ہونہہ، لگتا ہے عمران ابھی یہیں ہے۔ اس نے شاید مین مشین سے اس مشین کا لنک ختم کر دیا ہے۔ اسی لئے یہ مشین آن نہیں ہو رہی "۔ پنڈت نارائن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے مشین کے دوسرے بٹن دبانے اور سوئچ آن کرنے شروع کر دیئے جو مشین کے دائیں طرف سائیڈ میں لگے ہوئے تھے۔ پنڈت نارائن نے جیسے ہی ایک ریڈ بٹن پریس کیا اسی لمحے مشین میں موجود سپیکروں سے ایک آواز سنائی دی اور اس آواز کو سن کر پنڈت نارائن بے اختیار اچھل پڑا۔ عمران شاید اپنے ساتھیوں کو بتا رہا تھا کہ وہ کس طرح کافرستانی پریذیڈنٹ کے پاس پنڈت نارائن کے میک اپ میں گیا تھا اور اس نے کس طرح ذہانت سے کام لے کر کافرستان کے دونامور اور عظیم سائنسدانوں کی حفاظت کی ذمہ داری حاصل کر لی تھی۔ کافرستانی صدر نے اس کی ذات پر مکمل طور پر اعتماد کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد کو اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اب وہ دونوں سائنسدان اس کے قبضے میں تھے۔ سائنسدانوں کے عمران کے قبضے میں ہونے کا سن کر پنڈت نارائن کے پیروں تلے سے سچ مچ زمین ہی نکل گئی تھی۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ

سکتا تھا کہ عمران اس طرح اس کے میک اپ میں جا کر کافرستانی صدر کو احمق بنا سکتا ہے۔

" اوہ مائی گاڈ۔ کافرستان کے عظیم سائنسدان اس وقت عمران کے قبضے میں ہیں۔ یہ پریذیڈنٹ صاحب نے کیا کر دیا۔ انہوں نے خود اتنے بڑے سائنسدانوں کو اپنے دشمن کے حوالے کر دیا"۔ پنڈت نارائن نے بوکھلائے ہوئے انداز میں خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔ عمران اپنے ساتھیوں کو سب کچھ بتا رہا تھا لیکن اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ دونوں سائنسدان کہاں ہیں۔ وہ کس حال میں ہیں اور عمران نے انہیں اپنے قبضے میں کیوں لیا ہے۔

" اوہ، میں تو سوچ رہا تھا کہ اگر عمران اور اس کے ساتھی ہیڈ کوارٹر میں ہوئے تو میں انہیں اپنے اس کنٹرول روم سے ان پر بلیک ریز فائر کر کے انہیں ایک لمحے میں جلا کر بھسم کر دوں گا۔ مگر ان کے قبضے میں تو کافرستانی سائنسدان ہیں۔ اب میں ان پر بلیک ریز کس طرح فائر کر دوں۔ اگر دونوں سائنسدان ان کے ساتھ ہوئے تو وہ بھی ان کے ساتھ بلیک ریز کا شکار ہو جائیں گے۔ اوہ، اوہ اب میں کیا کروں۔ یہ لوگ تو میری توقع سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو رہے ہیں"۔ پنڈت نارائن شدید پریشانی اور غصے کے عالم میں کہتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں اس وقت بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بھی ممکن تھا کہ عمران نے ان دونوں سائنسدانوں کو کہیں اور رکھا ہو۔ اگر اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں پر بلیک ریز فائر

کر دی اور وہ ہلاک ہو گئے تو وہ یہ کبھی نہیں جان سکے گا کہ وہ دونوں سائنسدان کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔

" اب میں کیا کروں۔ صدر مملکت نے ان دونوں سائنسدانوں کو میرے دھوکے میں علی عمران کے حوالے کیا تھا۔ لیکن اس کی جواب دہی صرف اور صرف مجھے ہی دینا ہو گی۔ اس سلسلے میں صدر مملکت میری ایک بھی نہیں سنیں گے۔ مجھے کچھ کرنا ہو گا۔ ان دونوں سائنسدانوں کو مجھے ہر حال میں ان کے قبضے سے نکالنا ہو گا۔ ہر حال میں"۔ پنڈت نارائن نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ یہ سوچنے میں مصروف ہو گیا کہ وہ ایسا کیا طریقہ اختیار کرے کہ علی عمران اور اس کے تمام ساتھی بھی ہلاک ہو جائیں اور ان کے قبضے سے ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد بھی صحیح سلامت نکل آئیں۔ وہ کافی دیر سوچتا رہا مگر اسے کوئی پائیدار حل سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

" عمران صاحب، کیا آپ ان دونوں سائنس دانوں کو اسی حالت میں ہیون ویلی لے جائیں گے"۔ اچانک سپیکروں سے ایک آواز ابھری تو پنڈت نارائن ایک بار پھر چونک پڑا۔ اس سے پہلے کہ عمران اپنے ساتھی کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ اسی لمحے سپیکروں میں تیز کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور پھر اچانک سپیکروں سے آواز آنا بند ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی مشین پر جلتے ہوئے بلب بجھتے چلے گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ساری مشین ہی آف ہو گئی۔

" اوہ، یہ کیا ہو گیا۔ یہ مشین کیوں آف ہو گئی ہے"۔ پنڈت

نارائن نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔اس نے ایک بار پھر مشین کو آن کرنے کی کوشش کی مگر مشین آن ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"ہونہہ، اس مشین کا مین مشین سے لنک نجانے کب سے ٹوٹا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کی بیٹریاں ری چارج نہ ہونے کی وجہ سے ڈاؤن ہو کر ختم ہو گئی ہیں"۔پنڈت نارائن نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔اس نے مشین پر زور زور سے ہاتھ مارے اور پھر بڑے غصیلے انداز میں مشین پر ٹھوکریں مارنے لگا۔لیکن مشین آن نہ ہوئی تو وہ جیسے تھک ہار کر پیچھے ہٹا اور ہارے ہوئے جواری کی طرح دھم سے صوفے پر جا گرا۔اس نے پریشانی کے عالم میں دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا تھا۔

عمران کا نہ صرف اس کے ہیڈ کوارٹر پر مکمل طور پر قبضہ تھا بلکہ ملک کے دو مایہ ناز سائنسدان بھی اس کے پاس تھے۔ جن کی موجودگی میں وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے خلاف فی الوقت کوئی ایکشن نہیں لے سکتا تھا۔پنڈت نارائن نے سوچا کہ اسے اس ساری صورتحال کے بارے میں صدر مملکت کو فون کر کے بتا دینا چاہئے۔اس نے سامنے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر پھر اس کا ہاتھ رک گیا۔اسے خیال آ گیا تھا کہ اگر اس نے صدر مملکت کو یہ بتایا کہ پنڈت نارائن کے روپ میں عمران ان کے پاس گیا تھا اور انہوں نے اس کے دھوکے میں دونوں سائنسدان

عمران کے حوالے کر دیئے ہیں اور اس کا ہیڈ کوارٹر بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں ہے تو وہ اسے کسی بھی صورت میں معاف نہیں کریں گے۔کافرستانی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی جسے صدر مملکت اگنور کر دیتے۔پنڈت نارائن کو اس سلسلے میں صدر مملکت کو کئی جواب دینے پڑ جاتے۔جس سے صدر مملکت کے سامنے یہ حقیقت بھی کھل جاتی کہ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھوں ہلاک کرنے کے لئے کوبرا فورس کے انچارج سوامی داس سے اٹھارہ لاکھ ڈالرز کے عوض خریدا تھا۔

"ہونہہ، عمران اور اس کے ساتھی دونوں سائنسدانوں کو ہیون ویلی کے بیس کیمپ میں لے جا رہے ہیں۔میرے خیال میں وہ کمانڈر آندرے سے ان دونوں سائنسدانوں کے بدلے میں ابو عبداللہ کو آزاد کرانا چاہتا ہے۔اوہ، اوہ۔ہاں یہی بات ہے۔ضرور یہی بات ہے۔عمران کے قبضے میں ملک کے مایہ ناز سائنسدان ہیں اور ان سائنسدانوں کے بدلے کمانڈر آندرے تو کیا اس ملک کا صدر اور وزیراعظم بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو سکتا ہے۔مجھے عمران اور اس کے ساتھیوں سے پہلے ہیون ویلی کے بیس کیمپ میں پہنچنا ہوگا۔میں کمانڈر آندرے پر ساری حقیقت واضح کر دوں گا۔پھر میں اس کے ساتھ مل کر ایسا چکر چلاؤں گا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے قبضے سے دونوں سائنسدان باہر آ جائیں گے۔

ان دونوں سائنسدانوں کے آزاد ہوتے ہی میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی بوٹیاں اڑا دوں گا۔ انہیں ایسی بھیانک اور عبرتناک موت ماروں گا کہ مرنے کے بعد بھی صدیوں تک ان کی روحیں بلبلاتی رہیں گی۔ ہاں، یہی مناسب ہے۔ مجھے یہاں وقت برباد کرنے کی بجائے ہیون ویلی پہنچ جانا چاہئے۔ صدر مملکت نے ہیون ویلی اور بیس کیمپ میں میری آمد کی اطلاع پہلے ہی دے دی تھی۔ اب میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے خلاف وہیں کچھ کر سکتا ہوں"۔ پنڈت نارائن خود کلامی کے انداز میں کہتا چلا گیا۔ اس نے جلدی سے فون کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"یس۔ ایس ہاؤس"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری اور کرخت آواز سنائی دی۔ پنڈت نارائن نے سیکرٹ سروس سے ہٹ کر انڈر گراؤنڈ ہونے والے جرائم اور مجرموں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے ایک سپیشل گروپ بنا رکھا تھا جو اسے انڈرورلڈ میں ہونے والے تمام خاص خاص جرائم کی تفصیلات بہم پہنچاتا رہتا تھا۔ اس سپیشل گروپ کا انچارج ماسٹر اجے تھا جو بظاہر ایک گیسٹ ہاؤس کا مالک تھا۔ جس کا نام سپر ہاؤس تھا مگر حقیقت میں وہ کافرستانی سیکرٹ سروس اور پنڈت نارائن کے لئے کام کرتا تھا۔ اس کا رابطہ صرف پنڈت نارائن کے ساتھ تھا۔ وہ کون تھا اور کیا تھا اس کے بارے میں سوائے پنڈت نارائن کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

ماسٹر اجے کے پاس ایک سپیشل سیٹلائٹ فون تھا جس کا نمبر بھی پنڈت نارائن کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس فون کو خود ماسٹر اجے ہی رسیو کرتا تھا اور سپر ہاؤس کلب کی جگہ صرف ایس ہاؤس کہتا تھا۔

"پی این سپیکنگ"۔ پنڈت نارائن نے اپنے نام کا مخفف بتاتے ہوئے کہا۔

"کوڈ پلیز"۔ دوسری طرف سے اسی انداز میں کہا گیا۔

"سرخ پھول"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"سوری۔ کوڈ غلط ہے"۔ دوسری طرف سے درشت لہجے میں کہا گیا اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔ لیکن پنڈت نارائن کے چہرے پر کوئی تاثر پیدا نہ ہوا۔ وہ اسی طرح رسیور کان سے لگائے رہا۔ پھر ایک منٹ گزرنے کے بعد اسے دوبارہ رسیور اٹھانے کی آواز سنائی دی۔

"ماسٹر اجے سپیکنگ"۔ دوسری طرف سے وہی بھاری مگر اس بار قدرے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"اجے میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ تم اپنا ہیلی کاپٹر تیار رکھو۔ مجھے تمہارے ساتھ ابھی اور اسی وقت ہیون ویلی جانا ہے"۔ پنڈت نارائن نے تیز تیز انداز میں کہا۔

"او کے باس"۔ دوسری طرف سے ماسٹر اجے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ پنڈت نارائن نے رسیور رکھ کر فون بند کیا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے سے نکل کر وہ باہر آیا اور پھر تیزی سے اس طرف دوڑتا چلا گیا جہاں پہرے داروں کی لاشیں پڑی تھیں۔ پنڈت

ناراَئن نے ایک پہرے دار کی لاش اٹھائی اور اسے لے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ کمرے میں جا کر اس نے لاش کو کمرے میں موجود ایک بڑی ٹیبل پر لٹا دیا۔ اس کمرے میں ایک فولادی الماری تھی۔ پنڈت ناراَئن نے الماری سے ایک میک اپ باکس نکالا اور اسے لے کر جلدی سے ٹیبل کی طرف آ گیا۔ اس نے میک اپ باکس کھولا اور پھر اس میں سے مختلف لوشنز نکال نکال کر اور اسے کھول کھول کر لاش کے چہرے پر لگانے لگا۔ وہ بڑی مہارت سے اس لاش کا میک اپ کر رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا تھا۔ اب ٹیبل پر پڑی لاش کا چہرہ پنڈت ناراَئن جیسا ہو گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے پنڈت ناراَئن کو ہلاک کر کے وہاں ڈال دیا ہو۔ پھر پنڈت ناراَئن نے لاش کے سینے میں موجود زخم کو صاف کرنے کے لئے الماری سے میڈیکل ایڈ باکس نکال کر اس میں سے روئی نکالی اور زخم کو صاف کر کے وہی روئی اس زخم میں بھر دی اور پھر اس نے زخم پر ٹیپ چڑھا دی تاکہ زخم سے مزید خون باہر نہ آ سکے۔ ویسے بھی اسے مرے نجانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے جسم سے سارا خون نکل گیا تھا۔

پنڈت ناراَئن نے میک اپ کا سامان واپس باکس میں ڈالا اور اسے واپس اس الماری میں لے جا کر رکھ دیا پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کا لباس بدلا ہوا تھا۔ البتہ اس نے پہلے جو لباس پہن رکھا تھا وہ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ پنڈت ناراَئن

نے کپڑے میز پر رکھے اور لاش کے کپڑے اتارنے لگا۔ اس نے پہرے دار کے کپڑے اتار کر اپنے اتارے ہوئے کپڑے اسے پہنا دیئے۔

پہرے دار کا میک اپ کر کے اور اسے اپنا پرانا لباس پہنا کر پنڈت ناراَئن اسے اٹھا کر اسی کمرے میں لے گیا جہاں عمران نے اسے قید کر کے باندھ رکھا تھا۔ پنڈت ناراَئن نے اس لاش کو اسی طرح باندھ کر وہاں ڈال دیا جیسے اسے باندھا گیا تھا۔ یہ کام اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیا تھا تاکہ عمران اور اس کے ساتھی یہ نہ جان سکیں کہ پنڈت ناراَئن ان کی موت کا انتظام کرنے ہیون ویلی کے بیس کیمپ جا رہا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں سے جانے سے پہلے عمران یا اس کا کوئی ساتھی اسے ایک نظر دیکھنے آ سکتا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو یہی معلوم ہو کہ پنڈت ناراَئن اسی طرح بے ہوش اور بندھا پڑا ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر پنڈت ناراَئن وہاں سے نکلا اور اس نے خفیہ راستہ بند کر دیا اور پھر انڈر گراؤنڈ بنے ایک خفیہ راستے سے نکل کر ایک سرنگ میں آ گیا۔ اس سرنگ میں ایک تیز رفتار کار موجود تھی۔ سرنگ بے حد طویل و عریض تھی۔ جسے اپنی حفاظت کے لئے پنڈت ناراَئن نے ہیڈ کوارٹر سے شہر تک بنوا رکھی تھی جو ایک بڑی عمارت میں نکلتی تھی۔ سرنگ تقریباً پانچ کلو میٹر طویل تھی۔

کار میں سوار ہو کر وہ سرنگ سے نکل کر ایک عمارت میں آیا اور پھر اس عمارت سے نکل کر شہر میں آ گیا۔ مختلف سڑکوں اور راستوں

سے ہوتا ہوا وہ شہر کے دوسری طرف ایک مضافاتی علاقے میں آگیا۔ جہاں ماسٹر اجے نے ایک خفیہ مقام پر ہیلی کاپٹر رکھا ہوا تھا۔ ماسٹر اجے اس خفیہ ٹھکانے پر پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ وہ چوڑے شانوں والا اور کسرتی جسم والا نوجوان تھا۔ اس کا چہرہ کرخت اور بے حد سخت گیر تھا۔ اس نے پنڈت نارائن کا پرتپاک استقبال کیا اور پھر وہ پنڈت نارائن کو لے کر ایک ٹو سیٹر ہیلی کاپٹر میں آگیا۔ اس نے ہیلی کاپٹر فضا میں بلند کیا اور پنڈت نارائن کے حکم سے ہیون ویلی کی طرف اڑاتا لے گیا۔ پنڈت نارائن نے ہیلی کاپٹر کے ٹرانسمیٹر کے ہیڈ فون کانوں پر چڑھالئے تھے۔ اس نے ہیون ویلی کے بیس کیمپ کی سپیشل فریکوئنسی سے کال ملائی اور بیس کمانڈر آندرے سے بات کرنے لگا۔ چند سپیشل کوڈز کے بعد بیس کمانڈر آندرے نے اسے بیس کیمپ میں آنے کی اجازت دے دی۔ اگلے تین گھنٹوں بعد پنڈت نارائن بیس کمانڈر آندرے کے ساتھ ایک کنٹرول روم میں تھا۔

بیس کمانڈر آندرے ایک لمبے قد کا ادھیڑ عمر شخص تھا۔ جس کا چہرہ سپاٹ تھا اور اس کی آنکھوں میں بے پناہ سرد مہری جھلکتی تھی۔ پنڈت نارائن نے اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔ اس نے کمانڈر آندرے کو من گھڑت کہانی سنائی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھی صدر مملکت کو دھوکہ دے کر ایک ہیلی کاپٹر میں دو نامور سائنسدانوں کو لے اڑے ہیں اور وہ ان دونوں سائنس دانوں کو اس کے روپ میں بیس کیمپ میں لا رہے ہیں تاکہ

وہ کمانڈر آندرے اور حکومت سے دونوں سائنسدانوں کے بدلے میں ہیون ویلی کی آزادی کے تحریک کے سربراہ ابو عبداللہ کو آزاد کرا سکیں۔

سائنسدانوں کے مجرموں کے قبضے میں ہونے کا سن کر کمانڈر آندرے بھی پریشان ہو گیا تھا۔ وہ ان دونوں سائنسدانوں کی اہمیت جانتا تھا۔ اس لئے اس نے پنڈت نارائن کے ساتھ تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پنڈت نارائن کے پوچھنے پر کمانڈر آندرے نے بتایا تھا کہ ابو عبداللہ اور اس کو وہاں لانے والی لڑکی اس کی قید میں ہیں جنہیں وہ مسلسل بے ہوش رکھے ہوئے ہے۔ ان کے بارے میں اس نے پرائم منسٹر کو اطلاع دے دی ہے اور پرائم منسٹر کا حکم ہے کہ ان کو الگ الگ اور مسلسل بے ہوش رکھا جائے۔ وہ خود یہاں آئیں گے اور اس لڑکی سے پوچھ گچھ کریں گے کہ وہ کون ہے اور اس نے وائٹ کوبرا کے ہیڈ کوارٹر اور مارشل مہادیو کی قید سے ابو عبداللہ کو کیسے حاصل کیا تھا۔ کمانڈر آندرے نے اس لڑکی کے آنے کی تمام تفصیلات بتا دیں تھیں۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ لڑکی کا ایک ساتھی پوچھ گچھ کے دوران ان کے ہاتھوں تشدد برداشت نہ کرکے ہلاک ہو چکا ہے۔ کمانڈر آندرے نے پنڈت نارائن کو یہ نہیں بتایا کہ لڑکی ایک بار ان کی قید سے نکلنے کی کوشش کر چکی تھی۔ لڑکی کے بارے میں یہ سن کر کہ وہ مارشل مہادیو کے ہیڈ کوارٹر سے ابو عبداللہ اور مارشل مہادیو کو نکال لائی تھی۔ پنڈت نارائن حیران رہ گیا تھا۔

وہ عمران کی ایک ساتھی لڑکی جولیا کے بارے میں جانتا تھا۔ کمانڈر آندرے نے اس لڑکی کا حلیہ پنڈت نارائن کو بتایا تو پنڈت نارائن کو یقین آگیا کہ یہ وہی لڑکی جولیا ہے۔ ایسا کام صرف اور صرف عمران اور اس کے ساتھی ہی کر سکتے تھے۔

پنڈت نارائن کو ابو عبداللہ اور اس لڑکی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اس لئے اس نے کمانڈر آندرے سے ان کے بارے میں زیادہ پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔ اسے ان سائنسدانوں کی فکر تھی جو عمران اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں تھے کہ عمران ان دونوں کو بیس کیمپ میں لانے کے بجائے کہیں اور نہ چھپا دے۔

کمانڈر آندرے کے ساتھ مل کر اس نے منصوبہ بنایا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو بیس کیمپ میں نہ آنے دیا جائے۔ اس کا ہیلی کاپٹر بیس کیمپ سے دور ایک سب کیمپ میں لے جایا جائے۔ انہیں ہر شک سے بالاتر رکھ کر وہیں گرفتار کر لیا جائے اور ان کے قبضے سے دونوں سائنسدانوں کو چھڑا لیا جائے۔ چنانچہ کمانڈر آندرے نے سب کیمپ کے انچارج کرنل ساگر کو ٹرانسمیٹر کال کر کے اسے مختصر طور پر صورتحال بتاتے ہوئے ہدایات دینا شروع کر دیں۔ پھر دو گھنٹوں بعد ریڈیو کنٹرول سیکشن نے کمانڈر آندرے کو اطلاع دی کہ ایک ہیلی کاپٹر ہیون ویلی میں داخل ہو گیا ہے اور ہیلی کاپٹر میں موجود پنڈت نارائن کمانڈر سے بات کرنا چاہتا ہے تو کمانڈر آندرے اور پنڈت نارائن چونک پڑے۔ کمانڈر آندرے نے ریڈیو کنٹرول روم میں جا کر

ٹرانسمیٹر پر بات کی۔ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ واقعی بالکل پنڈت نارائن جیسا ہی تھا۔ وہ وہی کوڈ ورڈز دوہرا کر ہیلی کاپٹر اور اپنے ساتھ تیرہ افراد کو لے کر بیس کیمپ میں آنے کی بات کر رہا تھا۔ کمانڈر آندرے نے اسے ہدایات دیں کہ وہ ہیلی کاپٹر کو سب کیمپ کی طرف موڑ لے۔ صدر مملکت نے پنڈت نارائن کے ساتھ دس افراد کو بیس کیمپ میں لانے کی اجازت دی تھی جبکہ وہ اپنے ساتھ تیرہ افراد لا رہا ہے۔ یہ کاز کمانڈر آندرے کے لئے کافی تھا۔ اس نے آسانی سے عمران کو اس بات کے لئے راضی کر لیا کہ وہ ہیلی کاپٹر سب کیمپ کی طرف لے جائے۔ جہاں ان کی گرفتاری کے لئے وہ پہلے سے ہی کرنل ساگر کو ہدایات دے چکا تھا۔ اس کے بعد کمانڈر آندرے اور پنڈت نارائن نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ٹریپ کرنے کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں چونکہ کافرستان کے دو عظیم سائنسدان تھے اس لئے پنڈت نارائن نے کمانڈر آندرے سے کہا کہ وہ اپنے ساتھی کرنل ساگر سے کہے کہ وہ ان لوگوں پر فائرنگ نہ کرے اور انہیں زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرے۔ اور اگر عمران اور اس کے ساتھی آسانی سے گرفتاری نہ دیں تو وہ ان پر گیس بم پھینک کر انہیں بے ہوش کر دے۔ پنڈت نارائن کے کہنے پر کمانڈر آندرے نے ایسی ہی ہدایات کرنل ساگر کو دے دیں تھیں۔ اب وہ دونوں اس انتظار میں تھے کہ کرنل ساگر کی طرف سے کوئی امید افزا رپورٹ ملے تو وہ خود وہاں جائیں۔ پھر انہیں

کرنل ساگر کی ٹرانسمیٹر کال موصول ہوئی۔ کرنل ساگر نے عمران سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں انہیں آگاہ کیا کہ وہ خود کو پنڈت نارائن ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے اور وہ اس سلسلے میں کمانڈر آندرے سے خود بات کرنا چاہتا ہے۔ کرنل ساگر نے انہیں یہ بھی بتا دیا کہ ہیلی کاپٹر سے وہ اکیلا باہر نکل کر اس سے باتیں کر رہا تھا جبکہ اس کے ساتھی بدستور ہیلی کاپٹر کے بند حصے میں موجود ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ ان پر گیس بم سے بھی حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس پر کمانڈر آندرے نے پنڈت نارائن کے مشورے پر کرنل ساگر سے کہا کہ وہ عمران سے کہے کہ اس نے بیس کیمپ میں موجود پنڈت نارائن کو بھی اپنی حراست میں لے لیا ہے۔ وہ اسے لے کر وہاں آرہا ہے۔ اس بات کا فیصلہ وہ وہاں آکر خود کرے گا کہ ان میں اصلی پنڈت نارائن کون ہے۔

کمانڈر آندرے نے کرنل ساگر کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ کسی طرح ان کو بہلا پھسلا کر ہیلی کاپٹر سے باہر لے آئے اور انہیں جیسے بھی ممکن ہو گیس بم سے بے ہوش کر دے اور پھر آدھے گھنٹے بعد کرنل ساگر نے کمانڈر آندرے کو رپورٹ دی کہ اس نے نقلی پنڈت نارائن اور اس کے ساتھیوں کو ایک کیبن میں لے جا کر ایک ژوداثر گیس بم سے بے ہوش کر دیا ہے۔ جس پر کمانڈر آندرے اور پنڈت نارائن کے چہرے مسرت سے کھل اٹھے تھے۔

"اوہ۔ یہ کام کیا ہے کرنل ساگر نے۔ ویری گڈ"۔ پنڈت نارائن

نے کرنل ساگر کی رپورٹ سن کر مسرت بھرے لہجے میں کہا تو کمانڈر آندرے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کرنل ساگر سے پوچھو۔ ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے سائنسدان ہیں یا نہیں"۔ پنڈت نارائن نے جلدی سے کہا۔

"اوہ ہاں، ہیلو۔ ہیلو کرنل ساگر۔ کیا تم لائن پر ہو۔ اوور"۔ کمانڈر آندرے نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مائیک کا بٹن پریس کر کے تیز آواز میں کہا۔

"یس کمانڈر میں آن لائن ہوں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے کرنل ساگر کی آواز سنائی دی۔

"کرنل ساگر، ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے قبضے میں ہمارے ملک کے دو سائنسدان ہیں۔ دیکھو کیا وہ دونوں بھی ان کے ساتھی ہیں۔ اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"سائنسدان۔ اوور"۔ کرنل ساگر کی حیرت بھری آواز ابھری۔

"ہاں۔ یہ لوگ ڈاکٹر عبدالرشید اور ڈاکٹر رام پرشاد کو اغوا کر کے یہاں لا رہے تھے۔ چیک کرو ان کے ساتھ دونوں سائنسدان ہیں یا نہیں۔ اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"لیکن کمانڈر۔ سائنسدان تو ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ میں ذاتی طور پر ان دونوں سائنسدانوں کو جانتا ہوں۔ اگر وہ دونوں ان کے ساتھ ہوتے تو میں خود ہی آپ کو بتا دیتا۔ اوور"۔ کرنل ساگر نے کہا۔

"اوہ، اس کا مطلب ہے یہ لوگ سائنسدانوں کو یہاں ساتھ نہیں لائے ۔ یہ تو بہت برا ہوا ہے ۔ بہت برا۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ سائنسدان ان کے ہمراہ ہوں گے اور ہم انہیں ان کی گرفت سے چھڑا لیں گے ۔ مگر......." کرنل ساگر کی بات سن کر پنڈت نارائن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر پریشانی اور خوف کے سائے نمودار ہو گئے تھے ۔

"کیا تمہیں یقین ہے کرنل ساگر کہ دونوں سائنسدان ان کے ساتھ نہیں ہیں ۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"یس کمانڈر میں نے آپ کو بتایا ہے نا کہ میں ان دونوں سائنسدانوں کو پہچانتا ہوں۔ وہ دونوں بوڑھے ہیں جبکہ پنڈت نارائن کے تمام ساتھی نوجوان ہیں ۔اوور"۔ کرنل ساگر نے کہا۔

"تم نے ہیلی کاپٹر چیک کیا ہے ۔اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"یس کمانڈر۔ ہیلی کاپٹر میں ان کے سوا اور کوئی نہیں ہے ۔ میں نے خود اس ہیلی کاپٹر کو چیک کیا ہے ۔اوور"۔ کرنل ساگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے، یہ بتاؤ تم نے نقلی پنڈت نارائن اور اس کے ساتھیوں کو جس گیس بم سے بے ہوش کیا ہے ۔ اس کا اثر کب تک رہے گا۔ میرا مطلب ان کے ہوش میں آنے میں کتنا وقت لگے گا۔ اوور"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"میں نے ان سب کو ایس ایس تھاؤزنڈ بم سے بے ہوش کیا تھا۔

کمانڈر۔ یہ لوگ اس وقت تک ہوش میں نہیں آسکتے جب تک انہیں اینٹی ایس ایس تھاؤزنڈ نہ سونگھا دیا جائے ۔ اوور"۔ کرنل ساگر نے کہا۔

"کیوں پنڈت نارائن ۔ کیا کہتے ہو۔ ہمیں وہاں جانا چاہئے یا ان لوگوں کو یہاں بلا لینا چاہیئے"۔ کمانڈر آندرے نے کرنل ساگر کو ہولڈ آن کرا کر پنڈت نارائن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم کیا کہتے ہو"۔ پنڈت نارائن نے الٹا اس سے پوچھا۔

"سائنسدان ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ انہیں ضرور کہیں روپوش کر آئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کو یہاں لے آنا چاہیئے یہاں بلیک روم ہے ۔ جہاں ان کی زبان کھلوانے کے لئے ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"ہونہہ، وہ تربیت یافتہ ہے ۔ آسانی سے زبانیں نہیں کھولیں گے"۔ پنڈت نارائن نے منہ بنا کر کہا۔

"بہر حال میرا تو یہی خیال تھا کہ ہمیں انہیں یہاں لے آنا چاہیئے ۔ یہاں وہ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے"۔ کمانڈر آندرے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ پنڈت نارائن نے کہا تو پھر کمانڈور آندرے کرنل ساگر کو ہدایات دینے لگا کہ وہ نقلی پنڈت نارائن اور اس کے ساتھیوں کو بیس کیمپ میں پہنچا دے ۔

"تمہارا کیا خیال ہے ان لوگوں کی زبان کس طرح سے کھلوائی جا

سکتی ہے"۔ پنڈت نارائن نے چند لمحے توقف کے بعد کمانڈر آندرے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"اگر وہ لوگ تربیت یافتہ ہیں اور ان پر تشدد کرنا تمہارے خیال میں بے کار ہو سکتا ہے تو کیوں نہ ہم ان کے سامنے ابو عبداللہ پر تشدد کریں۔ وہ تو تربیت یافتہ نہیں ہے اور پھر وہ اسی کے لئے تو یہاں تک پہنچے ہیں۔ اگر وہ ہمارے ملک کے سائنسدانوں کو یرغمال بنا سکتے ہیں تو ہمارے قبضے میں بھی تو ابو عبداللہ اور ان کی ایک ساتھی لڑکی ہے"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ یہ تم نے ٹھیک کہا ہے۔ واقعی عمران اور اس کے ساتھی ہرگز یہ نہیں چاہیں گے کہ ابو عبداللہ پر تشدد کیا جائے۔ ہم ابو عبداللہ پر اس قدر اذیت ناک تشدد کریں گے جس سے عمران اور اس کے ساتھیوں کی روحیں تھرا اٹھیں گی۔ پھر یقیناً وہ ہمیں سائنسدانوں کا پتہ بتانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جیسے ہی ہمیں سائنسدانوں کا پتہ معلوم ہو گا ہم ان سب کو ہلاک کر دیں گے"۔ پنڈت نارائن نے کہا۔

"ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔ تم یہیں رکو میں ابو عبداللہ اور اس لڑکی کو بلیک روم میں پہنچانے کا انتظام کرتا ہوں"۔ کمانڈر آندرے نے اٹھتے ہوئے کہا تو پنڈت نارائن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران کو ہوش میں آیا تو اس نے خود کو ایک ہال نما کمرے میں ایک ستون کے ساتھ بندھا پایا۔

ہال نما کمرہ بے حد بڑا تھا اور وہاں عجیب و غریب مشینری کے ساتھ بے شمار ستون تھے۔ ان ستونوں کے ساتھ عمران کے باقی ساتھی بھی بندھے ہوئے تھے۔ ان سب کو ستونوں کے ساتھ کھڑا کر کے رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ عمران چند لمحے لاشعور کی سی کیفیت میں رہا۔ پھر اس کا شعور جاگا تو اس کے ذہن میں سابقہ منظر گھوم گیا جب انچارج انہیں ایک لکڑی کے کیبن میں لے گیا تھا اور پھر اس نے انہیں کیبن میں بند کر کے کھڑکی سے گیس بم پھینک دیا تھا۔ عمران نے خود کو بے ہوش ہونے سے بچانے کی بے حد کوشش کی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اس کے بعد اسے اب ہوش آ رہا تھا۔

ستونوں کے ساتھ اس کے ساتھی اور وہ دونوں سائنسدان بھی

بندھے ہوئے تھے جن پر عمران نے میک اپ کر رکھا تھا۔ ان سائنسدانوں کو میک اپ کی وجہ سے شاید وہ لوگ پہچان نہیں سکے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ان دونوں کو بھی ان کے ساتھی سمجھ کر وہاں باندھ دیا تھا۔ اس کے علاوہ عمران کو وہاں ایک لڑکی اور ایک ادھیڑ عمر شخص بھی بندھا نظر آیا۔ لڑکی کو دیکھ کر عمران پہچان گیا کہ وہ کراسٹی ہے اور ادھیڑ عمر ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کا سربراہ ابو عبداللہ ہے۔ ان دونوں کو دیکھ کر عمران بے اختیار جگالی کرنے والے انداز میں منہ چلانے لگا۔ وہ کمرے کا ماحول اور ان دونوں کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ سب اس وقت بیس کیمپ میں ہیں۔

عمران کو اپنے جسم میں ہلکی ہلکی اینٹھن سی ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ انہیں ایس ایس تھاؤزنڈ گیس بم سے بے ہوش کیا تھا۔ اس گیس کا اثر اس صورت میں زائل ہو سکتا تھا جب انہیں اینٹی ایس ایس تھاؤزنڈ نہ سونگھا دیا جائے۔ لیکن عمران چونکہ ہمیشہ دماغی ورزشیں کرتا رہتا تھا اور اس کی قوت ارادی عام انسان سے کہیں زیادہ تھی اس لئے اسے بغیر اینٹی ایس ایس تھاؤزنڈ سونگھے ہوش آگیا تھا۔

کمرے میں چاروں طرف سیاہ لباس والے مسلح افراد کھڑے تھے۔ جنہوں نے انہیں بندھا ہونے کے باوجود اس طرح سے گھیر رکھا تھا کہ وہ ذرا بھی حرکت کریں تو وہ انہیں بھون کر رکھ دیں گے۔ عمران کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ پنڈت نارائن بیس کیمپ میں پہنچ چکا

ہے۔ یہ سب اسی کے کہنے پر کیا گیا تھا۔ وہ شاید انہیں زندہ رہنے کا ایک موقع بھی نہ دیتا مگر وہ ان سائنسدانوں کی وجہ سے مجبور تھا جو عمران کے قبضے میں تھے۔ جن پر عمران نے میک اپ کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے پنڈت نارائن یقیناً یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہو گا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے ان دونوں سائنسدانوں کو کہیں روپوش کر دیا ہے۔ وہ ان سے ان سائنسدانوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہو گا۔ جس کی وجہ سے اسے ان کو زندہ رکھنے پر مجبور ہونا پڑا ہو گا۔

اسی لمحے سامنے کمرے کا دروازہ کھلا اور عمران نے پنڈت نارائن کے ساتھ ایک لمبے تڑنگے شخص کو اندر آتے دیکھا جو فوجی ٹائپ کی سیاہ وردی میں ملبوس تھا۔ وہ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے ان کے قریب آگئے۔ پھر پنڈت نارائن کی نظر عمران کی کھلی آنکھوں پر پڑی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ کمانڈر بھی چونک پڑا تھا۔

"اوہ، یہ ہوش میں کیسے آگیا۔ ابھی تو ہم نے ان میں سے کسی کو اینٹی ایس ایس تھاؤزنڈ نہیں سونگھایا"۔ کمانڈر آندرے نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ پنڈت نارائن عمران کو کینہ توز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"یہ عمران ہے۔ اس کی قوت ارادی بے پناہ ہے۔ اسی لئے یہ اینٹی سونگھائے بغیر ہوش میں نظر آ رہا ہے"۔ پنڈت نارائن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں عمران کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ عمران کے ہاتھ چونکہ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ دونوں

عمران کے ہاتھوں کی حرکت نہ دیکھ سکے تھے جو غیر محسوس انداز میں ناخنوں میں چھپے ہوئے بلیڈوں سے رسیاں کاٹ رہا تھا۔

" یہ تم نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو یہاں کیوں باندھ رکھا ہے کمانڈر آندرے اور یہ نقلی پنڈت نارائن تمہارے ساتھ کیا کر رہا ہے"۔ عمران نے پنڈت نارائن کے لہجے میں کہا۔ اس نے کمانڈر آندرے کے سینے پر لگے بیج سے اس کا نام پڑھ لیا تھا۔

" بکو مت۔ یہ اصلی پنڈت نارائن ہے ۔ ہمیں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی اصلیت معلوم ہو چکی ہے"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔

"اصلیت۔ کیسی اصلیت"۔ عمران نے کہا۔

" تم عمران ہو اور تمہارے یہ ساتھی پاکیشیا سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہیلی کاپٹر سے ہم نے اس سارے اسلحے پر قبضہ کر لیا ہے جو تم بیس کیمپ کو تباہ کرنے کے لئے لا رہے تھے"۔ کمانڈر آندرے نے کرخت لہجے میں کہا۔

" ہونہہ، وہ اسلحہ ہم عمران اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی کے لئے لائے تھے ۔ تم اسلحے کی وجہ سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں اصل پنڈت نارائن نہیں ہوں"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

" عمران اب زیادہ چالاکی دکھانے کی کوشش مت کرو۔ کمانڈر آندرے میرا دوست ہے اور یہ جانتا ہے کہ میرے دائیں پیر کی چھ انگلیاں ہیں جو یہ دیکھ چکا ہے ۔اور تمہارے پیر پر چھٹی انگلی نہیں

ہے"۔ پنڈت نارائن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" ارے یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی پانڈو بھائی۔ ورنہ میں پہلے ہی تمہارے پیر کی فالتو انگلی کاٹ دیتا۔ بلکہ انگلی کے ساتھ ساتھ میں تمہاری یہ بھدی ناک بھی کاٹ دیتا تاکہ تمہاری پہچان ہی ختم ہو جاتی۔ عمران نے اس بار اصلی لہجے میں کہا۔

" بکو مت۔ سائنسدان کہاں ہیں"۔ پنڈت نارائن نے غراتے ہوئے کہا۔

" پان دان۔ کون سے پان دان"۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" عمران"۔ پنڈت نارائن غرایا۔

"جانِ عمران"۔ عمران نے مسکرا کر کہا تو پنڈت نارائن کھول کر رہ گیا۔

" تم اور تمہارے ساتھی اس وقت ہمارے رحم و کرم پر ہیں۔ ہمیں مجبور مت کرو کہ ہم تمہارے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیں۔ اسی لئے بہتر یہی ہے کہ تم ہمیں ہمارے سائنسدانوں کے بارے میں بتا دو"۔ کمانڈر آندرے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" میری جیب میں ہیں وہ دونوں۔ ہمت ہے تو نکال لو آکر"۔ عمران نے کہا۔

"ہونہہ، میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کمانڈر۔ یہ آسانی سے ہمیں کچھ نہیں بتائے گا"۔ پنڈت نارائن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میں آسانی سے تو کیا مشکل سے بھی نہیں بتاؤں گا"۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پہلے اس کے تمام ساتھیوں کو اس کے سامنے گولیوں سے اڑا دو۔ اس کے بعد ہم اس کے سامنے ابو عبداللہ کا اس قدر بھیانک حشر کریں گے کہ یہ خود ہی ہمیں ہمارے سائنسدانوں کے بارے میں بتانے پر مجبور ہو جائے گا"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ درندگی تھی۔

"کمانڈر آندرے۔ تمہارے ملک کے دو مایہ ناز سائنسدان ہمارے قبضے میں ہیں۔ جنہیں میں ایسی جگہ چھوڑ آیا ہوں جہاں تم لوگوں کا خیال تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر میں نے ہر ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو فون کر کے اپنی اور اپنے ان ساتھیوں کی خیریت کی اطلاع نہ دی تو وہ ان دونوں سائنسدان کو ہلاک کر کے ان کی بوٹیاں کر دیں گے"۔ عمران نے اچانک سنجیدہ ہو کر انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"یہ مت بھولو عمران کہ ہم اس وقت ہیون ویلی میں ہیں۔ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا جو حشر ہو گا سو ہو گا اگر ہمارے سائنسدانوں کو ایک معمولی سی آنچ بھی آئی تو یاد رکھنا اس کا خمیازہ ہیون ویلی کے بچے بچے کو بھگتنا پڑے گا۔ ہم ہیون ویلی میں آگ اور خون کا ایسا بھیانک کھیل کھیلیں گے جس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے"۔ پنڈت نارائن نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہیون ویلی میں تم لوگوں نے جتنا ظلم کرنا تھا کر چکے۔ اب تمہارا وقت ختم ہو گیا ہے پنڈت نارائن۔ اس سے پہلے کہ واقعی میرے ساتھی تمہارے ملک کے دونوں سائنسدانوں کی بوٹیاں اڑا دیں ہمیں آزاد کر دو۔ میں اس لڑکی اور ابو عبداللہ کو یہاں سے لے کر نکل جاؤں گا اور پھر یہاں سے جاتے ہی میں تمہارے دونوں سائنسدانوں کو آزاد کر دوں گا"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، تو اب تم سودے بازی پر اتر آئے ہو"۔ پنڈت نارائن غرایا۔

"ایسا ہی سمجھ لو"۔ عمران نے جواباً غراتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہیں ہو گا عمران۔ میں تم سے کوئی سودے بازی نہیں کروں گا۔ کمانڈر اپنے ساتھیوں کو حکم دو کہ وہ اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیں۔ ابھی اور اسی وقت"۔ پنڈت نارائن نے چیختے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ کمانڈر آندرے نے کہا۔ اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تو کئی مسلح فوجی مشین گنیں لے کر عمران کے ساتھیوں کے سامنے آ گئے۔

"اگر انہوں نے میرے ساتھیوں پر فائرنگ کی تو تمہارا حشر بے حد بھیانک ہو گا پنڈت نارائن"۔ عمران نے حلق کے بل غراتے ہوئے کہا۔

"حشر تو اب تمہارے ساتھیوں کا برا ہونے والا ہے عمران"۔

پنڈت نارائن زہریلے انداز میں مسکرایا۔

" میں صرف تین تک گنوں گا۔ اگر میرے تین گننے تک تم نے سائنسدانوں کے بارے میں نہ بتایا تو میں اپنے ساتھیوں کو فائرنگ کا حکم دے دوں گا اور تمہارے ساتھیوں کے پرخچے اڑ جائیں گے"۔ کمانڈر آندرے نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اس کے ناخنوں میں چھپے ہوئے بلیڈوں نے اس کے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دی تھیں۔ اسی لمحے پنڈت نارائن کمانڈر آندرے کی طرف مڑا اور شاید عمران کو اسی موقع کا انتظار تھا۔ اس نے اچانک اپنے ہاتھوں کو زوردار جھٹکا دیا تو اس کے ہاتھوں کی رسیاں کھلتی چلی گئیں۔ پھر اس سے پہلے کہ کمانڈر آندرے گنتی شروع کرتا عمران کسی چیتے کی طرح اچھل کر پنڈت نارائن پر جا پڑا۔ عمران نے ایک بازو پنڈت نارائن کی گردن کے گرد اور دوسرا بازو اس کی کمر میں ڈال دیا اور پنڈت نارائن کو کھینچ کر اپنے سینے سے چپکا لیا۔

" خبردار، میں اس کی گردن توڑ دوں گا"۔ عمران نے پنڈت نارائن کی گردن کے گرد حائل بازو کو زوردار جھٹکا دیتے ہوئے چیخ کر کہا تو کمانڈر آندرے اور وہاں موجود تمام مسلح افراد چونک پڑے۔ وہ سب یکلخت یوں ساکت ہو گئے تھے جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر انہیں بت بنا دیا ہو۔

" تم، تم......" کمانڈر آندرے نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

" شٹ اپ۔ جیسا میں کہوں کرتے جاؤ۔ ورنہ سائنسدانوں کے

ساتھ ساتھ یہ پنڈت نارائن بھی مارا جائے گا"۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ پنڈت نارائن کی گردن عمران نے اس مضبوطی سے پکڑ رکھی تھی کہ اس کا چہرہ شدید تکلیف سے بگڑ سا گیا تھا۔

" مم، میری پرواہ مت کرو۔ ان سب کو ہلاک کر دو"۔ پنڈت نارائن نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔ لیکن اسی لمحے عمران نے اسے جھٹکا دیا تو اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

" کیا چاہتے ہو تم"۔ کمانڈر آندرے نے ہونٹ چباتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں غصے اور بے بسی کے تاثرات نمایاں تھے۔ شاید وہ پنڈت نارائن کی اہمیت جانتا تھا۔ کافرستان کے دو سائنسدان پہلے ہی عمران کے قبضے میں تھے جنہیں وہ نجانے کہاں چھوڑ آیا تھا۔ اب کافرستان سیکرٹ سروس کا چیف بھی عمران کے ہاتھوں میں پھڑپھڑا رہا تھا۔ جس کی گردن واقعی عمران ایک جھٹکے سے توڑ سکتا تھا۔ اسی لمحے اچانک کراسٹی نے سر اٹھایا اور پھر وہ یوں رسیوں سے آزاد ہوتی چلی گئی جیسے اسے رسیوں سے باندھا ہی نہ گیا ہو۔ اس نے رسیوں سے آزاد ہوتے ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اڑتی ہوئی کمانڈر آندرے کے قریب آ گئی۔ اس سے پہلے کہ کمانڈر آندرے کچھ سمجھتا کراسٹی نے اس کے ہولسٹر میں لگا ریوالور کھینچ لیا اور اس کی نال کمانڈر کے سر سے لگا دی۔ کراسٹی کی یہ تیزی اور پھرتی عمران کے لئے بھی حیران کن تھی۔

" ویل ڈن۔ کراسٹی۔ ویل ڈن۔ یہ کام کیا ہے تم نے۔ اگر کمانڈر

آندرے حرکت کرے تو اسے بے شک گولی مار دینا"۔ عمران نے
کراسٹی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

" میں کافی دیر سے ہوش میں تھی عمران اور جان بوجھ کر بے ہوش
بنی تمہاری اور ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اگر تم پنڈت نارائن کو قابو
میں نہ کرتے تو یہ کام میں کمانڈر آندرے کے ساتھ کرنے والی تھی۔
انہوں نے میری رسیاں مضبوطی سے نہیں باندھی تھیں۔ جس کا فائدہ
اٹھا کر میں نے رسیوں سے پہلے ہی دونوں ہاتھ آزاد کر لئے تھے"۔
کراسٹی نے کہا۔

" گڈ۔ ویری گڈ۔ اب بتاؤ کمانڈر اب کیا کہتے ہو"۔ عمران نے کہا۔
لیکن کمانڈر آندرے نے کوئی جواب نہ دیا وہ غصے اور بے بسی سے
ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

" اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ عمران کے ساتھیوں کو ہوش میں
لائیں اور انہیں آزاد کر دیں"۔ کراسٹی نے کمانڈر آندرے سے کہا۔
کمانڈر آندرے جیسے خود کو مکمل طور پر بے بس پا رہا تھا۔ اس نے اپنے
ساتھیوں کو حکم دیا تو وہ تیزی سے حرکت میں آ گئے اور پھر انہوں نے
ان سب کو پہلے اینٹی ایس ایس تھاؤزنڈ سونگھایا اور ہوش میں لا کر ان
سب کو رسیوں سے آزاد کر دیا۔ ہوش میں آتے ہی عمران نے ان
سب کو تفصیل بتا دی تو وہ سب حرکت میں آ گئے۔ چند ہی لمحوں میں
ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں آ چکی تھیں اور کمانڈر آندرے
کے ساتھی نہتے ہو چکے تھے۔ ابو عبداللہ کو بھی آزاد کر دیا گیا تھا۔ اس

نے بھی احتیاط کے پیش نظر ایک مشین گن پکڑ لی تھی اور عمران نے
چونکہ دونوں سائنسدانوں پر ہپناٹائز کر رکھا تھا۔ اس لئے وہ بھی عمران
کے ساتھیوں کی طرح ردعمل ظاہر کر رہے تھے۔ عمران نے اپنے
ساتھیوں کو اشارہ کیا تو ان کی مشین گنوں نے شعلے اگلنا شروع کر
دیئے۔ جس سے وہاں موجود کمانڈر آندرے کے تمام ساتھی اپنے ہی
خون میں لت پت ہو کر گرتے چلے گئے۔

" باہر جاؤ اور جو نظر آئے اس کا خاتمہ کر دو"۔ عمران نے اپنے
ساتھیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی سر ہلا کر تیزی سے
سامنے موجود دروازے کی طرف بھاگتے چلے گئے۔ کراسٹی نے اچانک
فائر کر کے کمانڈر آندرے کی کھوپڑی اڑا دی۔ کمانڈر آندرے حلق سے
آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔

" یہ تم نے اچھا کیا کراسٹی۔ باہر جاؤ اور ساتھیوں کی مدد کرو"۔
عمران نے کہا تو کراسٹی نے بھی زمین پر گری ہوئی ایک مشین گن
اٹھائی اور باہر بھاگ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں اچانک باہر سے زبردست
فائرنگ اور دھماکوں کی آوازوں کے ساتھ انسانی چیخوں کی آوازیں
سنائی دینے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دو گروپوں کی آپس میں ٹھن
گئی ہو۔

" تت، تم یہ سب غلط کر رہے ہو عمران۔ مم، میں تمہیں نہیں
چھوڑوں گا"۔ پنڈت نارائن نے عمران کے ہاتھوں میں کسمساتے
ہوئے کہا۔

"دیکھا جائے گا"۔ عمران غرایا۔ ساتھ ہی عمران نے اس کی گردن پر دباؤ ڈال کر پنڈت نارائن کو بے ہوش کر دیا۔ عمران نے پنڈت نارائن کو زمین پر لٹایا اور اٹھ کر تیزی سے مشینوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے خفیہ جیبوں سے چند مائیکرو بم نکالے اور انہیں ان مشینوں میں ڈالنا شروع کر دیا۔ تقریباً دو گھنٹوں بعد اس کے ساتھی واپس آ گئے۔

"ہم نے زمین دوز بیس کیمپ میں موجود تمام مسلح افراد کا خاتمہ کر دیا ہے۔ یہاں ان کی تعداد ستر کے قریب تھی۔ بیس کیمپ کے باہر پہاڑیوں پر مسلح افراد کی تعداد بے حد زیادہ ہے۔ ان کا کیا کرنا ہے"۔ جولیا نے کہا۔

"ان کا میں نے انتظام کر دیا ہے۔ آؤ اب ہمیں یہاں سے نکلنا ہے"۔ عمران نے کہا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو بتا دیا کہ اس نے مشینوں میں طاقتور میگا پاور کے مائیکرو بم لگا دیئے ہیں جن کے تباہ ہوتے ہی بیس کیمپ اور ارد گرد کی پہاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہو جائیں گی اور اس تباہی سے وہاں سینکڑوں کی تعداد میں موجود بلیک فورس کسی بھی صورت میں نہ بچ سکیں گے۔

"لیکن ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے"۔ جولیا نے کہا۔

"میں نے ہال نما ایک کمرے میں ایک ہیلی کاپٹر دیکھا ہے۔ ہیلی کاپٹر انڈر گراؤنڈ ہے۔ شاید چھت کھول کر کمانڈر آندرے اس ہیلی کاپٹر میں باہر آتا جاتا ہے"۔ کراسٹی نے کہا۔

"اوہ، ویری گڈ۔ کہاں ہے ہیلی کاپٹر"۔ عمران نے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ"۔ کراسٹی نے کہا اور پھر وہ سب بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلے۔ عمران نے پنڈت نارائن کو اٹھا لیا تھا۔ کراسٹی انہیں مختلف راستوں سے لئے ہوئے ایک ہال نما کمرے میں آ گئی جہاں واقعی ایک ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ اس کمرے کی چھت دیکھ کر عمران سمجھ گیا تھا کہ اس چھت کو واقعی موو کر کے اوپن کیا جاتا ہے۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد عمران نے ایک بٹن تلاش کر کے اس چھت کو اوپن کر لیا۔ وہ سب ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے تو عمران نے ہیلی کاپٹر سٹارٹ کیا اور پھر ہیلی کاپٹر بلند ہو کر چھت سے نکلتا چلا گیا۔ پہاڑیوں پر واقعی ہر طرف مسلح افراد بکھرے ہوئے تھے لیکن یہ ہیلی کاپٹر چونکہ کمانڈر آندرے کے استعمال میں رہتا تھا اور باہر آتا جاتا رہتا تھا اس لئے کسی نے اس ہیلی کاپٹر کو باہر آتے دیکھ کر کوئی ایکشن نہیں لیا۔ چند ہی لمحوں میں عمران ہیلی کاپٹر بلندی پر لے آیا اور پھر ہیلی کاپٹر ابو عبداللہ کے کہنے پر ہیون ویلی کے شمال کی طرف اڑتا چلا گیا۔

وہ سب اس وقت دانش منزل کے میٹنگ ہال میں موجود تھے۔ ان کے ہمراہ کراسٹی بھی موجود تھی۔

ابو عبداللہ کو انہوں نے آغا جمشید کے ساتھ ہیون ویلی کے ایک خاص خفیہ مقام پر پہنچا دیا تھا۔ عمران نے دونوں سائنسدانوں کو ان کے حوالے کر دیا تھا۔ ہیون ویلی میں آتے ہی عمران نے ریموٹ کنٹرول سے بلیک فورس کے بیس کیمپ کو دھماکے سے اڑا دیا تھا۔ جس سے بیس کیمپ کے ساتھ وہاں موجود بلیک فورس کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔ اور پھر عمران اور اس کے ساتھی ابو عبداللہ کو لے کر آغا جمشید کے ساتھ ہیون ویلی میں آگئے۔ جہاں ہیون ویلی کی آزادی کی تحریک کے سربراہ موجود تھے۔ ابو عبداللہ اور ہیون ویلی کی تحریک کے دوسرے سربراہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی کارکردگی کو بے حد سراہ رہے تھے۔ عمران نے وہیں سے سپیشل ٹرانسمیٹر پر کافرستان کے

صدر کو کال کر کے اسے خبردار کر دیا تھا کہ کافرستان کے دونوں سائنسدان ہیون ویلی میں ہیں۔ اگر انہوں نے دوبارہ ابو عبداللہ کو چھیڑنے یا ہیون ویلی میں کارروائی کرنے کی کوشش کی تو وہ ان سائنسدانوں کو ہلاک کر دیں گے۔ جس پر کافرستانی صدر بے بس ہو گیا تھا۔

کافرستانی صدر عمران کی منت سماجت پر اتر آیا تھا کہ وہ کسی طرح ان دونوں سائنسدانوں کو واپس کر دے مگر عمران نے اس کی ایک نہ سنی تھی۔

عمران نے پنڈت نارائن کو بھی آغا جمشید کے حوالے کر دیا تھا اور اسے ہدایات دی تھیں کہ وہ اسے بے ہوش کر کے کافرستان بھجوا دے۔ اس نے ایک بار پھر پنڈت نارائن کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔ جس پر اس کے ساتھیوں نے منہ بنائے تھے مگر یہ چونکہ ان کے لیڈر کا فیصلہ تھا اس لئے وہ خاموش ہو گئے تھے اور پھر وہ چند روز وہاں قیام کر کے مقبوضہ راستے سے خفیہ طور پر نکل کر پاکیشیا آگئے تھے۔

ایکسٹو نے ان سب کو اس مشن کی تفصیل بتا دی تھی اور انہیں ان کی کامیابی کی مبارکباد دی تھی۔ عمران اور سیکرٹ سروس کے ممبروں نے کراسٹی کے جذبے اور اس کی کارکردگی کی ایکسٹو کے سامنے بے پناہ تعریف کی تھی اور مشترکہ طور پر ایکسٹو سے سفارش کی تھی کہ اس مشن سے کراسٹی نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے دل میں کس قدر جذبات رکھتی ہے اور اس مشن میں اس نے

کافرستان اور کافرستان کی ایجنسی وائٹ کوبرا اور بلیک فورس کے خلاف کام کر کے اسے اس کا اہل بنا لیا ہے کہ وہ آئندہ بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ کام کر سکے۔

جولیا نے ایکسٹو سے پرزور اپیل کی تھی کہ کراسٹی کو پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل کر لیا جائے۔ وہ اسے اپنے ساتھ اپنے فلیٹ میں بھی رکھنے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔ لیکن ایکسٹو نے ان سب کی تجویز مسترد کر دی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ کراسٹی میں ابھی بہت سی خامیاں ہیں جنہیں دور کرنا بے حد ضروری تھا۔ سیکرٹ سروس میں شامل ہونے کے لئے اسے ابھی بہت کچھ سیکھنا تھا اور اس کے لئے اسے کڑے اور سخت امتحانوں سے گزرنا ہو گا۔ اگر کراسٹی ان کڑے اور سخت امتحانوں سے گزر جائے گی تو وہ یقیناً اس کو سیکرٹ سروس میں شامل کر لے گا۔

ایکسٹو نے جولیا کو البتہ یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ کراسٹی کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہے۔ ایکسٹو کبھی بھی اور کسی بھی وقت کراسٹی کو امتحان کے لئے بلا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہی کراسٹی کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جائے کہ کراسٹی پاکیشیا سیکرٹ سروس میں شامل ہونے کی اہل ہے یا نہیں۔

سیکرٹ سروس کے ارکان اور کراسٹی کے لئے یہ خوشی ہی بہت تھی کہ ایکسٹو کراسٹی کو سیکرٹ سروس میں شامل کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے ورنہ ایکسٹو اور ایک مجرمہ کو سیکرٹ سروس میں شامل کر

لے یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

کراسٹی نے وہ فلم عمران کے حوالے کر دی تھی جو اسے پرنس راسکل کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ملی تھی۔ عمران نے وہ فلم سر سلطان کے حوالے کر دی تھی تاکہ وہ اس فلم کو حکومت کے حوالے کر دیں۔ پھر عمران نے خود جا کر اس جگہ کا معائنہ کیا تھا جہاں کراسٹی کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ وہاں عمران کو کچھ ایسے نشانات ملے تھے جس سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اس جگہ فارن ایجنٹ راشد خان کو ہلاک کیا گیا ہے۔ عمران نے وہاں مزید تحقیقات کیں تو اسے پہاڑیوں پر پرنس کلب کا ایک کارڈ اور چند ایسی چیزیں مل گئیں جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ پرنس راسکل اصل میں کافرستانی ایجنٹ ہے اور راشد خان اس کے قبضے میں تھا۔

عمران نے سوپر فیاض کے ساتھ مل کر پرنس راسکل کے کلب پر ریڈ کیا اور پرنس راسکل کو گرفتار کر لیا۔ جس کے کلب کے تہہ خانوں سے بھاری اسلحہ اور ایسے شواہد مل گئے جو پرنس راسکل کو کافرستانی ایجنٹ ثابت کرنے کے لئے کافی تھے۔

ختم شد

عمران سیریز میں ماورائی دنیا کا انتہائی پراسرار، حیرت انگیز اور انوکھا ناول

ماورائی نمبر

مکمل ناول

شنکارہ

مصنف
ظہیر احمد

شنکارہ = قدیم دور کی بدروح۔ جسے مدتوں پہلے ایک سیاہ مورتی میں قید کر دیا تھا۔

شنکارہ = جو افریقہ کے جنگلوں کے قبائل کی دیوی تھی۔

شنکارہ = جس کی مورتی کی حفاظت کے لئے وحشی قبائل دن رات پہرہ دیتے تھے

زاشال = کافرستان کا ایک مہا پجاری۔ جس نے جدید اسلحے سے ان افریقی قبائل پر حملہ کر دیا۔

زاشال = جس کے ساتھی افریقی قبائل کی حفاظت کے باوجود شنکارہ کی مورتی لے اڑے۔

شنکارہ = جو اچانک زندہ ہوگئی۔ اور پھر ——؟

شنکارہ = جس نے انسانوں کو ہلاک کر کے ان کا خون پینا شروع کر دیا۔

جوزف = جو ایک لڑکی کو ہلاک کرنے کے لئے صفدر سے فائٹ کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ کیوں ——؟

جوزف = جسے ماورائی قوتوں کی مالکہ ایک لڑکی پھول وتی نے اپنی آواز کا غلام بنا لیا۔

شنکارہ = جس نے ماورائی قوتوں کی مالکہ ہونے کے باوجود پھول وتی کو ہلاک کر کے اس کا جسم حاصل کر لیا۔

شنکارہ = جس نے جوزف کو اپنا غلام بنا کر اسے مکاشو کا نیا نام دے دیا۔

وہ لمحہ = جب شنکارہ کے مقابلے میں عمران بھی بے بس ہوگیا۔ کیا واقعی ——؟

شنکارہ = جس نے ماورائی قوتوں سے پاکیشیا میں موجود ایک گینگ کو اپنے قابو میں کر لیا۔

وہ لمحہ = جب شنکارہ نے سیکرٹ سروس کے ارکان کو ماورائی طاقتوں سے اغوا کیا اور پھر ——؟

شنکارہ = جو ایک ایسا جسم حاصل کرنا چاہتی تھی جس میں وہ ہمیشہ زندہ رہ سکے۔

کاشارا = ایک ایسا جسم جو صدیوں سے ایک پہاڑ کے غار میں دفن تھا۔ جس کے حصول کے لئے شنکارہ، عمران اور جوزف کو اپنا غلام بنا کر افریقہ کے جنگلوں میں لے جانا چاہتی تھی۔ مگر ——؟

مکاشو = جسے دوبارہ جوزف بنانے کے لئے عمران نے کیا کیا ——؟

جوزف = جس نے شنکارہ کا شکار کرنے کے لئے ایک نیا اور انوکھا طریقہ اختیار کیا۔

کیا جوزف شنکارہ کو قابو کر سکا

عمران اور شنکارہ کے درمیان دست بدست اور خونی جنگ۔

ایک ایسی جنگ جس کا انجام بے حد بھیانک تھا۔

پراسرار دنیا کی ایک عجیب و غریب کشمکش کا حامل ایک ایسا ناول

جو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں پڑھا ہوگا۔

انتہائی پراسرار حیرت انگیز اور انوکھا ناول جسے آپ مدتوں فراموش نہیں کر سکیں گے

ارسلان پبلی کیشنز — اوقاف بلڈنگ، پاک گیٹ — ملتان

عمران سیریز میں زیرولینڈ کے سلسلے کا ہنگامہ خیز ناول

بلیک جیک کی واپسی

مصنف ظہیر احمد

بلیک جیک .. آپ کا جانا پہچانا مجرم جو زندہ تھا۔ کیا واقعی ——؟

بلیک جیک .. جو زیرولینڈ کا سپریم ایجنٹ بن گیا تھا۔

بلیک جیک .. جسے زیرولینڈ والوں نے سپرمین بنا دیا تھا۔

عمران .. جسے بلیک جیک کے زندہ ہونے کا یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

وائٹ پیلس .. ایک ایسی عمارت جو پاکیشیا کے لئے خصوصی اہمیت کی حامل تھی۔

وائٹ پیلس .. جس کی تصویر اسرائیل کے ٹاپ ایجنٹس کے پاس تھی۔

وائٹ پیلس .. میں کیا تھا۔ جس کی تلاش کے لئے اسرائیلی ایجنٹ سرگرداں تھے؟

ڈبل اوالیون .. ایک ایسا محلول جس کے چند قطرے پاکیشیا کے سینکڑوں انسانوں کی ہلاکت کا باعث بن سکتے تھے۔

ڈبل اوالیون .. جسے ایک پاکیشیائی سائنسدان نے مجرموں کے حوالے کر دیا تھا۔ کیوں ——؟

بلیک جیک .. جو عمران کا روپ دھار کر رانا ہاؤس پہنچ گیا۔ کیا وہ جوزف اور جولیا کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا ——؟

گھوسٹ .. بلیک جیک کا نیا روپ۔ کیا وہ عمران کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے بعد واقعی بھوت بن گیا تھا۔

جوزف .. جس نے بلیک جیک سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ——؟

وہ لمحہ .. جب جوزف رانا ہاؤس میں بلیک جیک پر سائنسی حملے کرنے پر مجبور ہو گیا۔

وہ لمحہ .. جب جولیا نے بلیک جیک پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ مگر بلیک جیک پر ان گولیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ کیوں ——؟

وہ لمحہ .. جب جوزف اور بلیک جیک ایک دوسرے پر موت بن کر جھپٹ رہے تھے اور عمران اور اس کے ساتھی دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ کیوں ——؟

بلیک جیک .. جس کو قابو کرنے کے لئے عمران نے انتہائی انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ وہ طریقہ کیا تھا ——؟

بلیک جیک .. جس نے خود کو گھوسٹ منوانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ——؟

بلیک جیک کی واپسی کس طرح ہوئی
اور وہ ہلاک ہونے کے باوجود کیسے زندہ تھا؟

انتہائی دلچسپ، حیرت انگیز اور انوکھے موضوع کے حامل اس ناول کو آپ مدتوں فراموش نہیں کر سکیں گے ——

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان